خزینۂ معرفت

المسمّٰی

تذکرۂ عاشقِ ربّانی شیر ربّانی رحمۃ اللہ علیہ

مرتّبہ

حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجدّدی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ

وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ ۝

كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ آدَمَ

اللّٰہ

كُلُّ مَا فِي الْكَوْنِ وَهْمٌ أَوْ خَيَالٌ ۔ أَوْ عُكُوسٌ فِي مَرَايَا أَوْ ظِلَالٌ

سنو آتی ہے ہر طرف سے صدا ۔ کہ باطل ہے ہر چیز حق کے سوا

خزینۂ معرفت

مطرب

المسمّٰی بہ

تذکرہ عاشقِ ربانی شیر یزدانی رحمۃ اللہ علیہ

مؤلفہ

صوفی محمد ابراہیم قصوری

پروگریسو بکس

۴۰۔ بی اردو بازار ○ لاہور

فہرستِ مضامین

کتاب خزینہ معرفت المسمّٰی بہ تذکرۂ عاشق ربّانی شیر یزدانی

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
مقدمہ	۲	حالات حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رح	۶۸
وجہ تالیف	۳	حالات حضرت خواجہ عارف ریوگری رح	۷۴
دیباچہ	۴	حالات حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی قدس سرہٗ	//
"قال وحال" بطور دیباچہ از حضرت	۵	حالات حضرت خواجہ علی رامیتنی قدس سرہٗ	//
صاحبزادہ محمد عمر صاحب بریلوی جنہوں نے		حالات حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رح	۷۶
اس کتاب کا حاشیہ و ترتیب دی ہے۔		حالات حضرت سید امیر کلال رح	//
حالات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۱	حالات حضرت امام الطریقہ خواجہ بہاؤالدین نقشبند رح	۷۷
حالات خلیفہ اول امیرالمومنین حضرت ابوبکر صدیق رضہ	۲۷	حالات حضرت خواجہ علاؤالدین شیخ عطار رح	۸۰
حالات حضرت سلمان فارسی رضہ	۳۸	حالات مولانا یعقوب چرخی رح	۸۲
حالات حضرت امام قاسم بن محمد بن ابوبکر	۴۰	حالات خواجہ عبیداللہ احرار رح	۸۳
صدیق رضی اللہ عنہ۔		حالات مولانا محمد زاہد رح	۸۴
حالات حضرت امام جعفر صادق رضہ	//	حالات مولانا درویش رح	//
حالات حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رح	۴۴	حالات حضرت مولانا خواجگی امکنگی رح	۸۵
حالات عاشق یزدانی حضرت ابوالحسن خرقانی رح	۵۲	حالات حضرت خواجہ محمد باقی عرف باقی باللہ صاحب رح	//
حالات شیخ ابی علی فارمدی طوسی رح	۶۵	حالات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی	۸۶
حالات حضرت خواجہ ابو یوسف	۶۷	شیخ احمد سرہندی رح	
ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ		حالات حضرت خواجہ محمد معصوم بلقب العروۃ الوثقیٰ رح	۱۰۱

مضمون	صفحہ
حالات حضرت شیخ عبدالاحد المشہور بشاہ گل تخلص وحدت رح	۱۰۳
حالات خواجہ سعید رح	۱۰۴
حالات حضرت خواجہ محمد حنیف کابلی رح	″
″ ″ شیخ محمد قدس سرہ	″
″ ″ شیخ محمد زکی مطہری رح	″
″ ″ خواجہ محمد زمان ″ ″	۱۰۵
″ ″ حاجی احمد صاحب رح	۱۰۶
″ ″ ″ شاہ حسین صاحب رح المعروف بھوڑے والے	۱۰۷
حالات ابوالبرکات خواجہ امام علی رح	۱۱۴
″ حضرت خواجہ امیرالدین رح	۱۲۳
باب ۲	
شجرہ نسب حضرة میاںصاحب قبلہ کعبہ شرقپوری رح	۱۲۶
حالات حضرت صالح محمد صاحب رح	۱۲۷
″ حافظ محمد عمر صاحب رح	″
″ مولوی غلام رسول صاحب رح	″
″ میاں عزیزالدین صاحب رح	۱۲۸
ابتدائی حالات قبل از ولادت حضرت قبلہ میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ	″
ولادت حضرت میاں صاحب رح	۱۳۰
حضرة میاںصاحب کی تعلیم اور بچپن	″

مضمون	صفحہ
حیا	۱۳۱
چستی فطرتی	″
ارادہ یا قوت کا اندازہ	″
فقراتی محبت الحقیقہ کا جوش	۱۳۲
جذبۂ محبت	″
پیرخانہ سے محبت	۱۳۵
فنائے اتم	۱۳۶
فراست صادقہ	۱۳۷
ماحول کا اثر	″
تعمیر مساجد	۱۳۸
اشاعت کتب	۱۳۹
حق گوئی	۱۴۰
اصلاح کا جوہر	۱۴۱
کسرِ نفسی	″
سنّت کی نگرانی	۱۴۲
حق گوئی اور راست بازی	″
محبت عامہ	″
آپ کا وقار اور جلال	۱۴۳
پاکدامنی اور عفت	۱۴۵
ایثار و سخاوت	″
توکّل	۱۴۶
کسر نفسی کی انتہا	۱۴۷

مضمون	صفحہ
غیرت	۱۴۷
حق گوئی	۱۴۸
تواضع	۱۴۹
تواضع کا بیان	″
غصہ اور غیرت کا فرق	۱۵۱
تبلیغی عادت کا خاکہ	۱۵۴
آپ کی تبلیغ کا نمونہ	۱۵۵
حق گوئی	″
باب ۳	
عادات	۱۵۶
طریقِ دعا	۱۵۸
لباس وغیرہ	۱۵۹
طریقہ تبلیغ و تربیت	۱۶۰
اتباعِ سنت	۱۶۱
سفید اور سادہ لباس سے محبت۔	″
باب ۴	
آپ کے عقائد	۱۶۱
قضا و قدر کا ذکر	۱۶۳
حقیقت رجا	۱۶۴
حقیقت خلق افعال خالق و مخلوق	۱۶۵
دربیان اعتقاد اہلِ نظر و کشف خاصانِ خدا رحمہم اللہ اجمعین	۱۶۷

مضمون	صفحہ
صفات الٰہیہ کے کام	۱۷۰
خاص صفت جسکے ساتھ صفات الٰہیہ منفرد ہیں	″
عالم میں صفات الٰہیہ کا بلا و عافیت کیلیے طالب ہونے کی حکمت	″
دریافت کرنے والی اور دریافت شدہ اشیا کی اقسام	۱۷۱
تعریفِ علم	″
ممکن کے لیے قدرت نہیں ہوتی	″
ذات و صفات الٰہیہ کا امتیاز	۱۷۲
کمال ذاتی اور غنا ذاتی کا ہونا	۱۷۳
صاحب کسی چیز کا علت نہیں ہوتا	″
معلومات غیر متناہی ہیں۔	۱۷۴
تعریف بصیرت	″
تعریف ازل	″
زمانہ وہمی مدت نہیں۔	۱۷۵
حقیقت استوا	″
خداتعالیٰ کا برائی کا ارادہ نہ کرنے کی وجہ	۱۷۶
خداتعالیٰ کا وجود عین اس کی ذات ہے	۱۷۷
حقائق منقلب نہیں ہوتے۔	۱۷۸
ہر ممکن (مخلوق) کی ایک انتہا ہے۔	۱۷۹
حسن و قبح کی حقیقت	″
خداتعالیٰ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا	۱۸۰

مضمون	صفحہ
رضا بقضا لازم ہے نہ رضا مقتضیٰ بہ	۱۸۰
حقیقت اختراع الٰہی	〃
جواب اس سوال کا کہ عالم کا ربط خدا کیساتھ کسطرح ہے	〃
۳۶۰ وجوہات عقل و اسرار لوح محفوظ	۱۸۱
عالمِ خلق میں ممکن کے دو رخ ہیں۔	۱۸۲
عدم شر محض ہے	۱۸۳
باب ۵	۱۸۴
معمولات	
عبادات	۱۸۶
آپ کی دعا	۱۸۷
باب ۶	
کمالات	۱۹۳
بیعت	۱۹۴
حضرۃ خواجہ باقی باللہؒ کا مجدد کے پاس جانا	۱۹۵
خواجہ باقی باللہؒ خواجہ امکنگیؒ کی خدمت میں	〃
حضرت خواجہ سے ملاقات	۱۹۶
سفرِ دہلی	〃
ملاقات	〃
بیعت	۱۹۷
حضرۃ میاں صاحب کا جذبہ و جوش	〃
تدلّی	۲۰۶
بے نفسی کی انتہا	〃

مضمون	صفحہ
تبلیغ	۲۰۸
تبلیغ کو اپنا فرض جانتے تھے	〃
نمونۂ تبلیغ	〃
نسبت کی قوت	۲۰۹
حقیقت بین آنکھ میں اپنے نفس کی حقیقت	〃
کسرِ نفسی و عبودیت کی شان اور نسبت کی لطافت	۲۱۱
ولی اللہ کا فعل خالی از حکمت نہیں	〃
خود نمائی سے کمال نفرت	۲۱۲
غیرت کا انتقام	〃
زور طبیعت	۲۱۳
استغناء و علو ہمتی	〃
فیوضات باطنی	〃
سجادہ نشین کے لیے روحانی نسبت و تعلق	۲۱۴
دعا کا اثر	〃
القائے نسبت	〃
نسبت اور ماحول کا اثر	۲۱۵
کیفیت وہبی ہے کسبی نہیں	۲۱۶
توجہ کا اثر	〃
مجذوب کی دعا	〃
علو ہمت جلالی تربیت	۲۱۷
نگاہِ عبرت	۲۱۸

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
دنیا سے نفرت	۲۱۸	دنیاوی اخوت کا درجہ اور روحانی بیٹوں کا منصب	۲۲۶
روحانیت کا اقرار	۲۱۹	رضا بقضا اور صلہ رحمی کے واقعات	۲۲۷
لغزشات و تقصیرات سے معافی	〃	ذکر	〃
صلح جوئی	۲۲۰	طریقہ تبلیغ	〃
کسر نفسی اور انتہائی فنا	〃	مثالی صورت میں حج ادا کرنا	۲۲۹
فیض حدیث سے	〃	انتہا کمال ولایت کی حقیقت	۲۳۱
نسبت کی بلندی	۲۲۱	محبت الٰہیہ سے نسبت کا تعلق	۲۳۲
ابتداء اور انتہا کا موازنہ	〃	رفاقت کا نبھاؤ	〃
اتباعِ شریعت	۲۲۲	تربیت جلال میں جمال	〃
ہمت بیجا سے نفرت اور اس پر نفرین	〃	**باب ۷**	۲۳۵
انابت	〃	کلمات	〃
کشف محبت و اطاعت والدین	۲۲۳	طریقہ تبلیغ	۲۳۷
بے نیازی اور بلند فطرتی	〃	ایک مجذوب کے بارہ میں میاں صاحبؒ کی رائے	〃
خدمت اور کسر نفسی	〃	شرعی و الہامی امور کے نظائر	۲۳۸
خواب میں ارشاد	۲۲۴	ارشاد کی برکت آنحضرت صلعم کی زیارت کا طریقہ	۲۴۱
فراست اور کشف	〃	**باب ۸**	
ہمدردی	۲۲۵	ارشادات	۲۴۳
تسبیح سے تعلق	〃	مسئلہ وحدت الوجود کا عمدہ فیصلہ	۲۴۵
احباب سے محبت	〃	ایک معنی خیز دعا	۲۴۶
بے نیازی کی انتہا	۲۲۶	اخلاص کی قدر	۲۴۷
حقوق ہمسایہ کا اندازہ	〃	بلند فطرتی	۲۴۸
دنیاوی تعلق سے نفرت	〃	توحیدی اثر	〃

مضمون	صفحہ
نظر توحید کا اثر	۲۴۹
حکایت	۲۵۳
نیت دل کا فعل ہے نہ زبان کا	//
نیت کی حقیقت کا بیان	۲۵۴
حقیقت التحیات	۲۵۷
قرآن شریف بھی حدیث ہے۔	//
بسم اللہ اور اس کی تشریح	//
حضرت قبلہ میاں صاحب کی تلقین	۲۵۹
آنحضرت نبی کریم ﷺ کی شان حضرت میاں صاحب کی زبانی میں۔	۲۶۳
فیض ترجمان سے ارشاد کا اظہار	
حقیقت کمالات قرب محمدیہ ﷺ	۲۶۷
وہ پیشگوئیاں از روئے بائیبل جن کی طرف جناب شیخ اکبر رضؓ نے اشارہ فرمایا ہے۔	
عدم ضرورت تناسخ و اسلامی دوزخ کی غلط فہمی	۲۷۶
دل کا درجہ دیگر لطائف میں اور اس کی حقیقت جامعہ	۲۸۱
بھوک کی فضیلت	۲۸۴
بے ارادہ نظر کا اثر	۲۸۶
تخت بلقیس کیونکر لایا گیا؟	//
پیر کا کیا کام ہے؟	//
نکتوں کے اندر کچھ نہیں۔	۲۸۷
ایک خواب کی تعبیر / تشریح بعض ملفوظات	//

مضمون	صفحہ
کرامت و استدراج کا فرق	۲۹۱
ہمّت	۲۹۲
اولیاء اللہ کے فیضانات سے محرومی کا باعث	۲۹۴
حقیقت التحیات	//
طریقۂ ذکر	۲۹۵
مکتوب شریف	//
کلمہ طیبہ کا بیان	۲۹۷
نکتہ	//
رحمت	۲۹۸
معیت خداوند عالم	۳۰۱
ترغیب توجہ الی اللہ	۳۰۳
خیال	۳۰۵
نسبت اویسی رض	۳۰۷
باب ۹	۳۱۰
حقائق	//
حقیقت اسلام	//
ماسواء سے اعراض	۳۱۵
ہر چیز کا ایک باطن ہے	۳۱۶
مشرب عالی کی تبدیلی	۳۱۷
سلف اور خلف کا مقابلہ	//
نماز کی حقیقت	۳۱۸
درود شریف کے فضائل	۳۱۹

مضمون	صفحہ
نکتہ	٣١٩
تیمم کی حقیقت	٣٢٣
ذکر خفی اور جہر	٣٢٤
تصور اور رابطہ	″
باب ١٠	
مکاشفات	٣٣١
شرعی وعقلی دلائل برائے منکرین وجود مکاشفات	٣٣٣
اقوال	″
حضرت میاں صاحبؒ کے کشفی حالات	٣٣٤
تعلقات روحانی	٣٣٦
خلق عظیم	٣٣٧
طے ارض کا نمونہ	″
باب ١١	٣٣٨
کرامات	″
دلائل شرعیہ کتاب اللہ سے ثبوت	٣٣٩
کرامات کا احادیث سے ثبوت	٣٤٠
حضرت میاں صاحبؒ کی کرامات	٣٤٢
اولیاء اللہ اور کرامات	″
تبرکاً مناسبت دکھانے کیلئے حضرت مجددؒ کی کرامات	٣٤٧
دست مسیحائی	٣٤٨
توکل کا سچا خاکہ	٣٤٩
طعام میں برکت کثیر	″

مضمون	صفحہ
سب سے بڑی کرامت	٣٤٩
باب ١٢	٣٥٠
تصرفات	
تصرفات کے وجود پر عقلی دلائل	٣٥٤
طریقہ توجہ اور اس کے اقسام	٣٥٦
عارف کا فعل خالی از حکمت نہیں ہوتا۔	٣٥٩
اور عارف کی توجہ فطرت کو بدلا دیتی ہے	
عارف کا دل آئینہ ہوتا ہے۔	″
خواب میں القا کی صورت	٣٦٠
خواب میں دیگر القاء	٣٦١
باطنی ٹیلیفون سے خبر	٣٦٢
خواب میں بیعت	٣٦٤
آپ کا تصرف اخلاص واستقامت	٣٦٥
اور تبلیغ کی محبت	
توجہ کا اثر	٣٦٦
دہریت سے توبہ	″
دہریت کے اوپر کچھ دلائل	٣٦٧
غیبی ندا	٣٧٠
جنات پر تصرف	٣٧١
ہمزاد یا روح پر تصرف	″
لقاء	٣٧٢
کایا پلٹ دی گئی۔	٣٧٣

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	باب ۱۴	۳۷۴	بیمار پر نسبت القاء کا اثر
۳۸۶	آپ کی وفات	″	حاجی عبدالرحمٰن صاحب کی پہلی ملاقات اور آپ کا تصرف
″	مرض الموت اور وفات	۳۷۵	تصرّف فی العقائد
۳۸۸	سوز دل از حکیم علی احمد صاحب نیّر واسطی لاہور	″	دعا آسان نہیں
۳۸۹	شجرۂ منثورہ حضرت قبلہ و کعبہ جناب میاں صاحب با جمیع حضرات خاندان نقشبندیہ مجددیہ عالیہ رحمہم اللہ علیہم اجمعین	۳۷۶	روحانی اثرات کے کرشمے
		۳۷۸	برکت طعام
۳۹۱	شجرہ شریفہ منظومہ حضرت	۳۸۰	**باب ۱۳**
۳۹۲	میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپوری معہ قطعہ تاریخ	″	ذکر مخلصین
		۳۸۳	صوفی اور اس کی حقیقت
	⁂ تمت بالخیر	۳۸۵	باکمال کا اعتراف

ملنے کے ایڈریس

ملت پبلی کیشنز ⁂ فیصل مسجد اسلام آباد
مکتبہ رضویہ ⁂ آرام باغ کراچی
مکتبہ البصرہ ⁂ چھوٹی گھٹی حیدرآباد
احمد بک کارپوریشن ⁂ اردو بازار راولپنڈی
مکتبہ امام احمد رضا ⁂ غلہ منڈی ساہیوال
مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ ⁂ حیدرآباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

خزینۂ معرفت

المسمیٰ بہ

تذکرۂ عاشقِ ربانی شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ

ہر زبردست اسکی سطوت کے مقابل زیر ہے
یہ کوئی شاید محمد کا بہادر شیر ہے

سوانح حیات پاکیزہ حالات قدوۃ الواصلین شمس العاشقین عارف اکمل عالم باعمل مجمعہ ہدایت چشمہ ولایت غوث ربانی جنید زمانی شیر ربانی محی الملت والدین حضرت مولٰنا مولوی قبلہ و کعبہ میاں شیر محمد صاحب نقشبندی مجددی شرقپوری اعلی اللہ مقامہ قدس سرہ العزیز

مؤلفہ

عالم لدنی واقف حقیقت ماہر طریقت یار غار حضرت مولٰنا و مرشدنا قبلہ میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ المعروف بہ حضرت مولٰنا صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری نقشبندی مدظلہ العالی سلمہ اللہ تعالیٰ

مرتبہ

حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی
سجادہ نشین آستانہ عالیہ شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ

ربیع الاول سنہ ۱۳۵۰ھ

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم

نہیں علم ہم کو مگر جو سکھایا تو نے ہم کو تحقیق تو ہے جاننے والا حکمت والا۔

ہر طرح کی کامل حمد خدا تعالیٰ کے لیے ہے جس نے تمام اشیاء کو محض نیستی سے اور نیست کو نیست کرنے سے وجود بخشا۔ اور اُن کے وجود کو اپنے کلمات عالیہ کے توجہ دینے پر موقوف کر رکھا ہے۔ تاکہ ہم اُس کے قدیم ہونے کی صفت اور کائنات عالم کے حدوث اور قدم کے اسرار کی اس سے تحقیق کر سکیں جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ہم اس حقیقت سے آگاہ ہو جائیں گے جس کے متعلق اُس نے ہمیں خبر دی ہے کہ میں صادق القدم ہوں یعنے میرے افعال استواری اور مبنی ہیں اس ایجاد اشیاء سے خدائے پاک کی ذات کا ظہور ہوا۔ اور اُس نے تمام پیدا دیہاں کو کتم عدم سے جلوہ گر فرمایا۔ لیکن باین ہمہ اُس کی ذات چشم ظاہر بین سے پوشیدہ ہے اور اُس نے اپنی ذات کو مخفی سے مخفی رکھا ہے اور درود لاتحدود حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آل پاک پر۔

واضح ہو

یہ قصوری نہ مصنف ہے۔ نہ مؤلف۔ اِس کی حیثیت ایک گداگر کی سی ہے۔ جس طرح گداگر در بدر پھر کے بھیک مانگ کر ٹکڑے جمع کر لیتا ہے اسی طرح اس قصوری نے بھی بھیک مانگ کر اپنے کشکول کو بھرا ہے۔ اس میں ٹکڑے تر بھی ہیں اور خشک بھی اور سرد بھی ہیں گرم بھی ہیں۔

ناظرین پر واضح ہو کہ یہ قصوری ناخواندہ ہے اِس لیے احباب معذور متصور فرمائیں گے۔ ہاں چندروز علماء ذی مقام اور صوفیان عظام کی صحبت میں رہا ہے یعنے حضرت قبلۂ عالم حضرت حافظ غلام مرتضےٰ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت میاں صاحب یعنے حضرت شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ انہی حضرات کی صحبت مبارک سے جو کچھ دیکھا سو دیکھا لکھنے میں نہیں آسکتا۔

وجہ تالیف

جب حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد بندہ شرقپور شریف سے بادل ناخواستہ قصور واپس آیا۔ تو حاجی رب نواز خاں صاحب میونسپل کمشنر قصور بندہ کے مکان پر تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی سوانح عمری لکھی جانی چاہئے۔ بندہ نے اُن کی خدمت میں عرض کی۔ کہ مجھ سے یہ خدمت سرانجام پانی مشکل ہے۔ حاجی صاحب موصوف نے فرمایا۔ خداوند کریم مدد فرمائیں گے۔ آپ ہمت کیجئے۔ یہ سُن کر بندہ حیران ہو گیا۔ کہ بالکل ناخواندہ آدمی اتنے بڑے کام کو کس طرح سرانجام دے سکے گا۔ پھر دل میں ایک خیال پیدا ہو گیا۔ چونکہ حاجی صاحب موصوف حضرت محمد حسن خاں صاحب کرت پوری علیہ الرحمۃ کی صحبت سے مستفید اور حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے ارادتمند ہیں اُن کے فرمان نے بندہ کے دل پر ایک نقش کر دیا۔ بندہ کو یہ فکر اس قدر دامنگیر ہوا۔ کہ ہر وقت یہی خیال طبیعت میں رہنے لگا کہ کسی طرح یہ سوانح حیات لکھی جاوے مگر کوئی اسباب نہ تھے۔ بندہ کو ایسے آدمی کی ازحد ضرورت تھی جو میرے پاس بیٹھ کر لکھے پہلے نیاز علی شاہ صاحب کی خدمت میں عرض کی۔ تو چند ورق انہوں نے بیٹھ کر تحریر فرمائے۔ اُس کے بعد میاں فتح محمد صاحب للیانی والوں نے میرا ساتھ دیا۔ اُس کے بعد خیر الدین بہ قصوری نے میری مدد کی۔ یہ دو نوعزیز میرے بازو بنے اور کام شروع کر دیا۔ جب بندہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے چالیسویں پر شرقپور شریف حاضر ہوا۔ تو وہاں عین ختم شریف کے موقعہ پر میاں احمد الدین صاحب کچی کوٹھی والوں نے اعلان کیا۔ کہ ابراہیم قصوری سوانح حیات حضرت میانصاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی لکھنے لگے ہیں۔ ہر ایک صاحب اپنے اپنے حالات جو حضرت میانصاحب سے اخذ کیے ہیں۔ قصور اُن کے پاس بھیجدیں۔ بعض نے کچھ حالات عنایت فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر عطا فرماوے آمین +

بندہ اس سوانح حیات میں حضرت میانصاحب علیہ الرحمۃ کے حالات کے علاوہ شروع میں متقدمین بزرگان سلسلہ خاندان نقشبندیہ رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے حالات بھی درج کیے ہیں۔ اس لیے کہ مناسبت آپ کی متقدمین کے ساتھ بہت تھی۔ اور زمانہ حاضر کے سمجھانے کے واسطے منطق فلسفہ اور سائنس سے دلائل لے کر لکھے گئے +

چونکہ اس کام میں مخالفت بہت ہوئی ہے جس کی بندہ نے مطلقاً پرواہ نہیں کی۔ اور یہ خیال دامنگیر رہتا تھا۔ کہ اس زمانہ میں بھی متقدمین اور سلف صالحین کے نمونہ کی ایک بہت بزرگ ہستی حضرت قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی ذات مبارک گذری ہے۔ آپ کے حالات اور ارشادات قلمبند کیوں نہ کیے جائیں جناب

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد حضرت صدیق اکبر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہلا کام یہ کیا تھا۔ کہ قرآن شریف کو جمع کرنا شروع کیا۔ آپ کی بھی مخالفت بعضوں نے کی۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن شریف جمع نہیں کیا گیا۔ تو اب کس لیے کرنا چاہیے۔ تو امیر المومنین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ بھائیو بعض آیات پتوں پر اور بعض جھلیوں پر لکھی ہوئی ہیں۔ بہت سا حصہ اصحابہ اکرام رضی اللہ عنہم کو حضور نے یاد کرا رکھا ہے۔ اگر یہ صحابی جنگ میں شہید ہو جائیں اور یہ پتے وغیرہ کہیں منتشر ہو جائیں تو ہمارے پاس کلام اللہ نہ رہے گا۔ اس پر سب اصحابہ کرام نے اتفاق کر لیا۔ اور قرآن مجید یکجا جمع ہوا۔

بندہ کو بھی یہی خیال دامنگیر ہوا۔ کہ اگر آپ کے حالات دیکھنے والے دنیا سے گذر جائیں۔ تو پھر یہ حجت جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوئی ہے معدوم ہو جائے گی۔ اس لیے مصمم ارادہ کر لیا۔ کہ آپ کی سوانح حیات ضرور لکھنی چاہیئے۔ جب آپ کے حالات اور سوانح لکھ چکا۔ تو حیران تھا کہ کوئی صاحب علم میرا ہاتھ پکڑے۔ تائید الٰہی سے صاحبزادہ مولوی محمد عمر صاحب سکنہ بیربل شریف کہ جو حضرت میاں صاحب علیہ الرحمتہ کے مخلص یاروں میں سے ہیں قصور میں تشریف لائے۔ بندہ نے اُن کی خدمت میں عرض کی۔ کاش کوئی صاحب علم میری دستگیری فرمائے تو میں بامراد ہو جاؤں۔ بندہ نے صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ آپ اس کتاب کو درست فرمائیں۔ آپ نے فرمایا جس طرح کی امداد چاہیے تیار ہوں۔ حتیٰ کہ کتاب کی عبارت و حاشیہ آرائی اور ترتیب آپ ہی نے درست فرمائی۔ اور مولوی چراغدین صاحب سکنہ اٹاری حضرت میاں صاحب علیہ الرحمتہ کے پیر بھائی نے آپ کے حالات دینے میں بہت امداد فرمائی۔ اللہ تعالےٰ اُن کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

دیباچہ

حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی پیدائش اور آپ کی تعلیم و تربیت آپ کی بچپن میں ہی ترک ماسوا ہو چکی تھی۔ ماسوا آپ کو وہبی عنایت۔ آپ کی بیعت کا حال۔ آپ کا ذکر شغل و جوش خروش کا زمانہ۔ آپ کا سُکر و صحو اور جنگلوں میں پھرنا۔ آپ کی توجہ الی اللہ۔ آپ کی خلافت۔ آپ کا تصرف و کشف۔ آپ کے سفر۔ آپ کی تواضع و انکساری۔ آپ کا اندوہ۔ آپ کا ایثار و سخاوت۔ آپ کی ہمت اور استقلال۔ آپ کے مخلوق الٰہی پر احسانات آپ کے کشف اور کرامات۔ آپ کا بلا پر صبر کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب اعمال متقدمین بزرگوں سے مشابہت رکھتے ہیں۔ اس لیے متقدمین کے حالات اس کتاب میں پہلے درج کیے گئے ہیں کہ ناظرین حالات حضرات خاندان عالیہ میں متقدمین بزرگوں کے دیکھ کر اندازہ لگا سکیں کہ اس زمانہ میں بھی ایک مقدس ہستی متقدمین کے نقش قدم پر چلنے والی خداوند کریم نے ظاہر فرمائی تھی۔ اور دعا ہے کہ رب العالمین ہمیں ان حالات کے پڑھنے سننے سے عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

"قال وحال"

بطور دیباچہ از صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی سلمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین الرحمن الرحیم والصلوۃ والسلام علی رسولہ النبی الکریم

تذکرہ کا مسودہ مجھے گذشتہ سے پیوستہ سال عرس کے موقعہ پر دیا گیا۔ تاکہ میں اسے ترتیب دے کر پیش کروں لیکن واقعات اور حادثات نے مجھے اتنی فرصت نہ دی کہ میں احباب سے سرخرو ہو سکتا۔

سب سے پہلے سیلاب عظیم کی قیامت خیز بلا سے واسطہ پڑا اور کئی ماہ تک اُس کے غارت کردہ مکانات اور ساز و سامان کی مرمت رہی۔ لیکن ابھی یہ مصیبت نہ ٹلی تھی کہ موسمی بخار کی وبا نے آگھیرا۔ اور تمام کے تمام چار پائیوں کے اُوپر سوار ہو گئے۔ پورے چھ ماہ کے بعد جب مسودہ اُٹھانے کی فرصت ہوئی تو تبلیغ کی عالمگیر وبا نے ضلع بھر بلکہ پنجاب بھر میں سر اُٹھایا۔ طبیعت نے غیرت کھائی۔ چنانچہ کئی سو صفحے اس بارے میں لکھنے پڑے آخر رمضان سے پیشتر چند دن فرصت ہوئی تو مسودہ کتاب پر نظر دوڑانی شروع کی۔ اور کئی بار دیکھنے کے بعد یہ رائے قائم ہوئی کہ کتاب بعینہ اپنی اصلی صورت میں بلا تغیر الفاظ بلا تبدیل معانی رکھی جائے۔ تاکہ حضرت مصنف سلمہ ربہ کے خیالات پر کسی قسم کا غبار نہ آئے۔ اور جس سلسلہ میں آپ نے ذکر رکھا ہے اسی سلسلہ میں اسے رکھنے کی کوشش کی جائے۔ لیکن چونکہ مسودہ میں کوئی علمی کلی ترتیب نہ تھی اس لیے مجبوراً ایک علمی ترتیب دینے کی ضرورت پیش آئی۔ اور تمام مسودہ حصہ ثانی (سوانح حیات طیبہ) کو اس کے اندر ترتیب دیا گیا۔

حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس جامعیت کے انسان کامل تھے۔ اُس جامعیت سے آپکی ذات بابرکات پر کسی نے قلم نہیں اُٹھایا۔ حضرت صوفی صاحب سلمہ ربہ۔ مؤلف کتاب ہذا تمام یاران طریقت سے اپنے اندر زیادہ قابلیت رکھتے تھے۔ کہ یہ فرض طریقت سرانجام دیں۔ کیونکہ جہاں وہ حضور قبلہ علیہ الرحمۃ کے ایک سچے اور برگزیدہ عقیدتمند تھے۔ وہاں آپ کے ایک مونس اور یار غار بھی تھے۔ ساتھ ہی ایک زمانہ ہمپیالہ اور ہم نوالہ ہونے کا آپ کو فخر حاصل رہا۔ اگرچہ حضرت صوفی صاحب مدظلہ حضرت قبلہ عالم بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ لیکن حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پیر و مرشد سے کم نہ جانتے تھے۔ اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت و محبت کا بھی یہ حال تھا کہ جب کبھی صوفی صاحب سلمہ ربہ

آجائے تو حضرت قبلہ خوشی کے مارے پھولے نہ سماتے گھنٹوں نہیں پہروں خلوت رہتی جلوت کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں

حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آخری سفر کی تیاری کا ذکر اپنے ان دو مخلصوں سے بیان فرمایا جس میں تیسرے کی گنجائش نہیں۔ ایک یہی ہمارے صوفی صاحب سلمہٗ ربہٗ۔ اور دوسرے قاری اللہ بخش صاحب سلمہٗ ربہٗ۔ اور ہر دو نے مجھ سے بایں الفاظ ذکر کیا کہ آپ نے ہم دونو کو الگ الگ فرمایا کہ جی تو چاہتا ہے کہ کسی وقت تم دونو کو بلا کر خود قبرستان (ڈاہرانوالہ) میں چلا جاؤں اور باہر ہی کیکروں کے نیچے بیٹھے لیٹے کام ہو جائے۔ اور تم خاموش مجھے کسی جگہ ڈال دو۔

اندازہ فرمایئے کہ یہ کس قسم کا دوستانہ۔ کس قسم کی محبت تھی اور کس قسم کی معیت ذاتیہ تھی۔ کہ مرے ہوئے بھی یہ چاہا کہ ان دوستوں کے ہوتے ہوتے رفیق اعلےٰ سے وصال کیا جائے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!!!

ایسے حالات کے ہوتے ہوئے حضرت صوفی صاحب سلمہٗ سے بڑھ کر کون تھا۔ جو اس فرض کو انجام دیتا آپ جہاں یار غار ہیں وہاں صاحب دل اور اہل بصیرت بھی ہیں اور خدا کے فضل و کرم سے دماغ بھی عالی رکھتے ہیں

ان حالات نے حضرت مؤلف مدظلہ کو مجبور کیا کہ اس میدان میں کود پڑیں۔ باوجودیکہ آپ اہل قلم تو کجا محض امی ہیں۔ لیکن جہاں عرفانی علوم اپنا قدم جماتے ہیں وہاں رسمی علوم کی واقفیت اہمیت نہیں رکھتی بلکہ رسمی علوم علم لدنی کے لیے ایک دھبہ قرار پاتے ہیں۔ یہی وجہ ہوئی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالےٰ کی ذات بابرکات نے رسمی علوم سے فارغ رکھا۔

حضرت مؤلف بھی ان پاک نفوس سے ہیں۔ جنہیں اللہ تعالےٰ نے خاص امتیاز اس امر میں بخشا ہے باوجودیکہ آپ نے ایک حرف بھی کسی سے سیکھا نہیں۔ لیکن ہزاروں عالموں سے بڑھکر آپ کے معلومات کا ذخیرہ ہے اگر ایک طرف آپ کو نقلی علوم کا بحر ذخار دیکھا جاتا ہے۔ تو دوسری طرف عقلی علوم کا بحر بے کراں کہنا بیجا نہ ہوگا۔ کتاب ہذا خود اس کی شہادت دے گی۔

لیکن خیالات صاف اور ستھرے اسی وقت تختہ قرطاس پر آتے ہیں جب صاحب خیال اپنے خیال اپنے قلم کی نوک سے سمجھائے۔ اگر کوئی دوسرا آدمی قلم کی نوک جنبش سے کسی کے خیال کو ستھرا یا صاف کرنا چاہے تو یا کمی کی ہوگی یا بیشی۔ صاف آئینہ وار انکا اصلی چہرہ اصلی خط و خال ہرگز نظر نہ آئیں گے۔

یہی دقت ہمارے مہربان مکرم مؤلف صاحب کو پیش آئی کہ اُن کے خیالات پر کئی ایک دوستوں کے تحریری لباسوں سے ایک نرالی حالت پیدا ہوگئی۔ سرورق خود بتلا رہا ہے۔ کہ کسی ایک کاریگر کی گلکاری کی یہ کتاب رہین منت نہیں بلکہ "ہر گلے را رنگ و بوے دیگر است" ہر ایک نے ایک ایک تازہ رنگ بھر دیا۔ اور مشورہ دینے سے کتاب کی صورت میں ایک تغیر عظیم پیدا کر دیا۔

اس لیے میں نے مناسب نہ سمجھا کہ اب کسی قسم کا تصرف کتاب ہذا میں کیا جائے۔ ساتھ ہی یہ بھی میرے لیے مشکل تھی کہ کسی ایک موقعہ کی تحریف و تبدیلی سے کئی دوسرے موقعوں کو ردوبدل کرنا پڑتا تھا جس کے لیے میری طبیعت میں اس قدر مضامین نہ تھے۔ اس لیے ترتیب کے بغیر کسی لفظ کو چھوا نہ گیا۔ بلکہ عبارات جوں کی توں نکال کر جمادی گئیں۔

ترتیب میں بہت جگہ کمی باقی ہے۔ میں نے اپنے خیال کے مطابق اکثر اذکار کو کرامات تصرفات وغیرہ سے نکال کر اوصاف میں شمار دیا۔ تاکہ وہ پوشیدہ پہلو (جس کی طرف سوائے بایک بین صاحب بصیرت کے کسی دوسرے کی توجہ مشکل تھی) ظاہر و باہر اور عام فہم ہو جائے۔ ورنہ تمام اذکار تمام حالات و واقعات باب الولایۃ کے نیچے آسکتے تھے۔

اسی طرح وہ تمام اذکار جو دو رُخہ سہ رُخہ عنوانات کے اندر آسکتے تھے کسی کو تو کسی مناسبت سے ایک باب میں داخل کر دیا۔ لیکن ساتھ ہی اُسی جیسے ایک دوسرے ذکر کو دوسرے باب میں منتقل کر دیا تاکہ دونو پہلو روشن ہو جاویں۔ مثلاً تبلیغ ہے تو پہلے کمالات میں دکھایا گیا کہ ایسے طریقہ سے تبلیغ فرماتے تھے جس کی نظیر آج مشکل ہے۔ پھر عادات کے اندر یہ تبلیغ دکھا کر آپ کی عادت مبارکہ کا نقشہ دکھانے کے لیے ذکر کیا گیا۔

بعض اذکار ایسے ہیں کہ اصل ذکر کا تعلق تو ایک باب سے ہے لیکن اس کے مالہ و ماعلیہ تمتہ کا تعلق دوسرے باب سے۔ تو کسی میں ابتدا کا خیال کر کے اسے ایک باب میں شامل کیا گیا۔ اور کسی میں انتہا پر نظر رکھتے ہوئے کسی دوسرے باب میں رکھا گیا۔ مثلاً ارشادات کے اندر شاید دوسرا یا تیسرا ذکر اوصاف کی سرخی لیے ہوئے ہے لیکن حضرت مؤلف کی طرف سے جو اضافہ ہوا وہ اس کو معارف میں سے نکلا۔ چنانچہ ہم نے اُس کو معارف کے اندر رکھ دیا۔

کتاب کے اندر ایسی فوری تبدیلی دیکھتے ہوئے ناظرین نہ گھبرائیں بلکہ اُس کی مصلحت پر توجہ فرمائیں اور میری مجبوریوں کی وجہ سے معذور بھی خیال فرمائیں۔

کتاب ہذا کا گو ظاہراً مقصد یہی قرار دیا گیا ہے کہ یہ اعلیٰ حضرت قبلہ مرشدم میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات طیبہ ہے۔ لیکن درحقیقت یہ ایسا نہیں بلکہ تصوف حقیقی اور اسلام مجازی کا خاکہ دیا گیا ہے یا بالفاظ دیگر یہ "خزینۃ التصوف" کہلانے کی مستحق ہے۔

حضرت مؤلف نے زیادہ زور اپنا اسی میں صرف فرمایا کہ حضرت قبلہ رح کے حالات و کیفیات کو دیگر حضرات متقدمین کے ساتھ وابستہ کر کے دکھایا جائے اور احادیث نبوی سے اُن کی تفسیر کی جائے۔ اگرچہ کتاب حقیقی معنوں

ایک نہایت مفید اور کامیاب تصنیف ہے لیکن حق یہ ہے کہ اصل میں جس غرض اور مقصد کے لیے قلم اٹھایا گیا تھا اس میں پوری کامیابی نہیں ہوئی۔

بیشک ہمارے حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبان پر یہ فاخرانہ الفاظ ہوتے تھے کہ "خان صاحب محمد حسن خاں (مؤلف حالات نقشبندیہ) نے حالات نقشبندیہ لکھ کر بڑا احسان کیا کہ تمام مشکوٰۃ کو اس کے اندر بھر دیا" یعنے طریقہ نقشبندیہ کے تمام سلف وخلف رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے حالات کو سنت نبویہ علیہ التحیۃ والسلام کے ساتھ منطبق کر دکھایا۔ اور یہی بات آنقبلہ بابرکات کو منظور بھی تھی۔ کہ آپ کے حالات میں بھی یہی رنگ دکھایا جائے۔ لیکن جس جامعیت اور کمال کی آپ کی ذات بابرکات تھی اس حیثیت کی سوانح کا لکھا نہ جانا باعث افسوس ضرور ہے۔

یوں تو متعدد کتب آپ کے حالات میں لکھی گئیں اور لکھی جارہی ہیں۔ اور لکھی جائیں گی لیکن ہمارے دِل کی پیاس تو اُس وقت بجھے گی جبکہ آپ کا ایک ایک حال ایک ایک عمل بلکہ ایک ایک حرکت وجنبش اوراق کے اندر ضبط ہو کر ہماری بینائی کا باعث ہوگی۔

کسی کو آپ کے حالات وکیفیات کے جوڑ توڑ تعلق دیتے تعلق سلف او خلف علیہ الرحمۃ کے ساتھ دیکھنے کا شوق ہو تو ہوا کرے۔ لیکن ہمیں تو صرف عشق ومحبت ہے تو آپ کے حالات سے آپ کی کیفیات سے۔

کسی بزرگ نے کسی بزرگ کے خادم سے پوچھا تھا کہ تم اپنے پیر کو اچھا جانتے ہو یا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو اُس نے عرض کیا کہ اپنے پیر کو اس پر فقیر صاحب بہت ناراض ہوئے۔ اور فرمایا کیوں؟ اس نے عرض کیا کہ مدت سے حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر تھا لیکن جیسا تھا ویسا تھا مگر جس دن سے حضور کی غلامی کا فخر حاصل ہوا تو انسان ہوگیا۔ فقیر صاحب کا یہ جواب سننا تھا کہ خوش ہو کر اُن سے بغل گیر ہوئے کہ واقعی تمہارا خیال درست ہے۔

سو اپنی حالت تو یہ ہے کہ کتابوں کے ڈھیر پڑھے تھے۔ تراجم وتفاسیر کی اوراق گردانی کی تھی تصوف کے ذخیرے اُلٹے تھے۔ لیکن جب سے اس مایۂ نازِ ہستی کے قدموں کی شرف یابی ہوئی انہیں کتابوں اور انہی تفسیروں سے کچھ اور نظر آنے لگا۔ ؎

کافرِ عشقم مسلمانی مرا درکار نیست ہر رگِ من تار گشتہ حاجتِ زنار نیست

اب ہم حیران ہیں کہ کس کو مقدم رکھ کر اپنا ایمان دیکھیں تصوف کا بے بہا ذخیرہ یا آپ کی ذات ستودہ صفات!

آج ساڑھے تیرہ سو برس کا زمانہ گذر گیا۔ کہ حضرت خیر البشر ساقی حوض کوثر فخر موجودات صلے اللہ علیہ وسلم اس دار فانی سے رحلت فرما کر مدینہ طیبہ کی مقدس زمین میں سو گئے۔ لیکن جس دن سے حضرت قبلہ میاں صاحب

کی زیارت نصیب ہوئی۔ اسی دن سے خیال ہے۔ کہ ہمیں اللہ تعالٰی نے کمال فضل وکرم سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے اس آخری زمانہ پرفتن میں بہرہ ور فرمایا۔ مولانا گولڑوی رحمۃ اللہ نے اپنے پیر کی صفت میں کیا خوب فرمایا ہے مدینے تک نہیں پہنچن جیسے دا ۔۔ ویکھے وچ پیر بل نائب نبی دا۔

سو دوستو ہم نے بھی نائب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا! اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔!!

ایک بار حضرت میرے رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الاولیا مصنفہ حضرت مولانا عطار رحمۃ اللہ سُن رہے تھے کہ قاری (کتاب خوان) نے یہ الفاظ پڑھے "کہ جنید را دیدہ بود" ایک طرف یہ پاک الفاظ نکلے دوسری طرف حضرت قبلہ کے آنسو پھوٹ آئے۔ آپ بار بار اس جملہ کو دہراتے تھے اور آنسو چھم چھم برس رہے تھے۔ کیونکہ حضرت قبلہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ کا چہرہ پاک آپ کے سامنے آگیا تھا۔

سو ہم نے بھی دنیا میں آکر کچھ دیکھا سنا نہیں۔ اور نہ کچھ کیا کرایا ہے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ جنید را دیدہ بود" کا فخر حاصل ہے۔ ہمیں کیا ضرورت کہ کسی دوسرے جنید سے اپنے جنید کے ناز و ادا ملاتے پھریں اور مناسبت دیکھتے پھریں ؎ عشق ہو مصلحت امیز تو ہے خام ابھی" ہمیں مناسبت سے کیا واسطہ، وہ لوگ جانیں جن کے وساوس باقی ہیں، ہمارے ہاں تو وساوس کی دھجیاں بھی نہیں اس عشق جنون امیز نے اڑا کر بکھیر دیں! اَللّٰهُ اَكْبَرُ!

آپ کی ذات بابرکت میں اللہ تعالٰی نے وہ کچھ چن چنا کر رکھا تھا۔ جو دوسرے بزرگوں کے لیے فرداً فرداً عنایت فرما کر انہیں سرفراز فرمایا کسی کو محبت و درد سے ممتاز کیا کسی کو سوز و ساز سے عزت بخشی۔ کسی کو فنا کی آخری منزل پر قدم زنان فرمایا۔ اور کسی کو بقاء کے انتہائی مرحلہ پر جا بٹھایا کسی کے ہاتھ میں ہمت کا بلند جھنڈا دیا۔ اور کسی کے سر پر عقل کلی کا تاج رکھا کسی کو دم مسیحائی دیا۔ اور کسی کو عصائے موسٰی سے سرفرازی بخشی۔

لیکن ماں باپ کا کوئی ایک بیٹا ہوتا ہے جس کو ان تمام انعامات سے سرفراز فرماتے ہیں۔ پیغمبر لاکھوں گذرے لیکن حضرت عبداللہ کے صاحبزادے اور حضرت آمنہ کے فرزند ارجمند کے لیے روز میثاق نے فیصلہ کر دیا تھا۔ ؎

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری + کسی دوسرے کو یہ دولت نصیب نہ ہوگی۔

میری بات سن کر ناظرین کہیں گے "منہ چھوٹا بات بڑی" لیکن جو زبان پر آجائے اُسے روکنا بھی تو منافقت کاملہ ہے۔ لیکن اپنی زبانی نہ سہی کسی کی زبانی تو آپ کتاب ہذا کے اندر دیکھ لیں گے، کہ جو راہ چار آدمیوں کو دیا گیا ہے وہ کسی دوسرے کو عنایت نہیں ہوا۔ (۱) حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ (۲) حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ (۳) خواجہ ابو الحسن خرقانی رضی اللہ عنہ (۴) وہ جن کے بارہ میں آپ خاموش ہو گئے۔ یعنے آنجناب قبلہ وہ السالکین رضی اللہ عنہ۔

یہی وجہ تھی کہ تمام سلاسل علیہ کے متوسلین جب آنحضور کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ تو آپ کی ذات

گرامی میں اپنے سلسلہ کی پوری مناسبت اور اپنے پیر و مرشد کی کامل نسبت دیکھتے تھے۔

اخوی ام مولوی فخر الدین صاحب چشتی سلمہٗ جب آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے تو آپ پر توحیدی مشرب اتنا غالب پایا۔ کہ نقشبندی نسبت (بیخودی و بے کیفی) بالکل معدوم نظر آئی پورے ذوق شوق میں آپ نے کئی اشعار توحیدی اپنی محویت تامہ میں پڑھے۔ ایسا ہی جب قادری نسبت کے بزرگ آپکی خدمت عالیہ میں تشریف لاتے تھے۔ تو بعینہ قادری نسبت کا نور آپ کے وجود باجود سے ٹپکتا تھا۔ اور ہو اندر بھی اور باہر بھی ہو نظر آتا تھا۔

اس دور متاخرین میں کوئی ایسا ولی اللہ (بلند ہستی نظر نہیں آیا جس میں تمام نسبتیں یکساں چشمہائے آب حیات کی طرح موجزن ہو کر ہر سلسلہ کے لئے "فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرَبَهُمْ" کے مطابق ہر سلسلہ کے تشنہ لبوں کیلئے سیرابی بخشیں اور راندے فاندے اپنا حصہ ازلی مناسبت کا کامل طور پر حاصل کریں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ کا معاملہ ہے اور بس!

اسی موہبت عظمیٰ کا نتیجہ تھا کہ موجودہ وقت کے اکثر متوسلین حق تلاش نے اپنے شیخ الطریقت کیلئے حیات طیبہ میں بھی آپ کی زیارت اور آپ کے انفاس کو اپنے لیے آب حیات خیال کیا۔ اور آنقدوۃ السالکین نے بھی جبلی فطرت عالیہ کی وجہ سے یگانہ و بیگانہ میں کوئی تمیز نہ فرمائی۔ لیکن واہ رے کمال نسبت!! اگر کسی کو اپنے شیخ الطریقت کے اوراد و اذکار کے علاوہ کبھی بھی کچھ نہ فرمایا۔ بلکہ نسبت القائی کا عکس ڈالتے ہوئے اتنا فرما دیتے کہ اپنے پیر و مرشد کا کہا کیے جاؤ۔ برکت ہوگی۔ اور اگر کوئی بلند نسبت بزرگ پیر و مرشد ہوتے تو ان الفاظ سے اپنی کسر نفسی کی شان ادا فرماتے کہ ذرا سوچو تو سہی! کونسا دل چیر کر تم کو انہوں نے تلقین فرمائی! کرتے جاؤ ضرور فائدہ ہوگا۔ لیکن ان الفاظ کے اندر وہ فیض اور برکت ہوتی کہ فی الفور سالک کی حالت بدلتی ہوئی اسے محویت کے عالم میں لے جاتی اور استغراق تمام اسے گھیر لیتا۔ اور جو سالہا سال میں اپنے پیر و مرشد کے جوش قلبی سے اسے حاصل نہ ہوا تھا۔ وہ ایک منٹ کے اندر حاصل ہو کر اسے محو حیرت کر دیتا۔

اکثر محبت بھرے الفاظ کے ساتھ گاہے پیشانی طالب پر ہاتھ مبارک پھیرتے۔ اور گاہے سینہ پر، اور کبھی کبھی قلب کو اپنی شہادت کی انگلی سے ذراسی ٹھیس لگاتے۔ لیکن شہادت کا لگنا بارود کو آگ لگنا ہوتا تھا۔ کہ قلب اپنی حرارت سے مشتعل ہو کر اپنی ہستی کو خاک سیاہ کر بیٹھتا۔ اور خود ماسوا اللہ سے فارغ مشعل نورانی کی طرح چمکنے دمکنے لگتا۔ اور عینی مثال العشق نار یحرق ما سوی اللہ کی نظر آجاتی۔

اسی مناسبت لم یزلیہ نے آپکے تعلقات روحانی تمام سلاسل کے بزرگوں کے ساتھ وابستہ کر رکھے تھے۔ اگر ایک طرف مکان شریف کو اپنا پیر خانہ خیال فرما کر متوجہ رہا کرتے تھے۔ تو دوسری طرف خواجہ معین الدین

اجمیری رحمۃ اللہ کو سرتاج عرفا دیکھتے ہوئے آپ دوچار رہتے شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ سے اتنی محبت تھی کہ ہر گھڑی اُن کے اشعار پڑھ کر حاضرین کے دلوں کو چھیڑتے تھے اور جہاں سرہند شریف کے پاک روضے کی محبت آپ کو بے تاب کر رہی ہوتی وہاں علی احمد صابر کی فضا پسند مزار آپ کو اشتیاقانہ نگاہ سے بھی بلاتی تھی۔

اگر حضرت پیر بلوی علیہ الرحمۃ کی پاک صورت و سیرت کے بیانات سے آپ کے لب مبارک متحرک رہتے تھے تو خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی علیہ الرحمۃ کے اس ملفوظ کا بھی بار بار تکرار فرماتے۔ کہ خواجہ اللہ بخش صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کہ صفاتی اسماء میں بے انتہا برکات ہیں۔ اور یا کریم یا رحیم پڑھنے کا ارشاد اپنے متوسلین کو فرمایا کرتے تھے۔" آغا سکندر شاہ صاحب کے کمالات کے اگر آپ ہر موقعہ معترف نظر آتے تھے تو حضرت قبلہ شمس العارفین سیالوی کا ذکر بھی درد بھرے الفاظ میں فرماتے کہ وہ انگریزوں کے اندر بھی رہے۔ اور انگریزوں سے باہر بھی رہے یعنے باوجودیکہ انگریزی حکومت کے اندر تھے۔ لیکن حکومت انگریزی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ گویا کہ انکی حکومت سے باہر تھے۔ حضرت قبلہ کے متوسلین اگر سامنے آجاتے تو جوش محبت سے انہیں اپنی بغلگیری کا شرف بخشتے۔ تو ساتھ ہی حضرت میرٹھی علیہ الرحمۃ کے دامنگیروں پر نگاہ الفت کی توجہ سے کام بالا تر فرما دیتے۔

اسی نسبت کو دیکھتے ہوئے حضرت شاہ ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ نے مجمع عام میں بمقام وزنگ فرمایا کہ اس روپے سے تو یہ بچہ ہی بڑھ گیا۔ حضرت شاہ صاحب کے کمالات میں کوئی کمی نہ تھی۔ لیکن یہ جنبش کچھ اور تھی۔ اور وہ جنبش کچھ اور۔ گو جلال و جمال متقابل صفات سے ہیں۔ لیکن کون ہے جو جمال کی آبیاری اور سیرابی کے مقابل جلال کی آتش فشانی اور تپش کو پسند کرے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

ایثار۔ جو کمالات ولایت اور کمالات نبوت کی جڑ ہے۔ اتنا بارگاہ ربوبیت سے نصیب ہوا تھا کہ فی زمانہ یہ دولت اتنی بڑی کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ جو کچھ آیا راہ مولا پر خرچ کیا۔ اپنی گذران ایک سادہ اور معمولی انسان کے سوا نہ تھی۔ جمع و خرچ کا خیال تک عمر بھر نہ رہا۔ پہلے خرچ کیا۔ پھر ادا کیا۔ باقیات الصالحات (تعمیرات مساجد و اشاعت کتب) کے سوا ایک حبہ بھی کسی جگہ کے مصرف پر خرچ نہ کیا۔ شان کریمی کی بے انتہا جلوہ گری کا یہ عالم تھا کہ انسان تو انسان کتوں اور پلید جانوروں تک کا خیال دامنگیر رہا کرتا تھا۔

ایک خادمہ نے گذشتہ عرس کے موقعہ پر ذکر کیا کہ جاڑے کے موسم میں ایک بار صبح سویرے گھر پر تشریف لائے اور فرمایا جلدی حلوئی تیار کرو لیکن تر و تازہ ہو اور بہت سا۔ خیال آیا کہ شاید کسی مہمان کے لیے ہوگا۔ ہم نے جلدی عمدہ اور تر و تازہ حلوئی تیار کر رکھا۔ آپ آئے اور فرمانے لگے کہ ایک چوڑے برتن میں ڈال کر ٹھنڈا کر دو اور آپ یہ کہہ کر باہر تشریف لے گئے واپس آئے تو ایک کتیا مع بچوں کے اپنے ہمراہ لائے۔ حلوئی اُس کے سامنے رکھ دیا۔ جوں جوں وہ کھاتی تھی آپ کی طبیعت ہلکی ہوتی جاتی تھی اور بار بار فرماتے تھے کہ بیچاری کو تمہیں سردی نے بہت

تکلیف دی! اور کھالے! اور کھالے۔

الغرض جب وہ پیٹ بھر چکی تو چپکے سے آپ کے بستر پر جا بیٹھی۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا یہ بستر یہ برتن تیرے ہی ہیں۔ مزے سے لیٹی رہ! اور مزے سے کھاتی رہ۔

اگر بایزید علیہ الرحمۃ کو جنگل میں کوئیں سے پانی بگڑی اور ٹوپی سے نکال کر کتے کو پلانے سے ولایت اور قطبیت نصیب ہوئی۔ تو کون با انصاف انسان ہوگا کہ اُس واقعہ کو اس واقعہ سے بڑھ کر دیکھتا ہو آپ کی الفاظلمی اور آپ کے ایثار اور محبت کو اُن سے کم دیکھے گا۔ ایک واقعہ نہیں سینکڑوں ہر دو بھرے محبت بھرے واقعات ہیں جن سے آپ کی طبیعت کی جبلی فطرت۔ انکساری اور ایثار نفسی کا پتہ لگتا ہے۔

ولی جب اخیر عمر میں پہنچتا ہے۔ تو ولایت اپنے انتہائی کمالات پر پہنچ جاتی ہے اور وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی۔ اور وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی کی صحیح تعبیر اُلیٰ کی ذات ہو جاتی ہے۔ اس وقت کسی قسم کی کمی نہیں رہتی۔ ابتلا و فقر کا زمانہ گذر چکتا ہے اور فراخی و غنا آ کر پاؤں چومتے ہیں۔

حضرت قبلہ مرشدم رحمۃ اللہ علیہ بھی اس آخری زمانہ میں ان آیات کی عینی تفسیر ہو بہو ہو چکے تھے اور سینکڑوں روپے اور بیسوں تھیلیاں روزانہ آپ کی دست بوسی کے لیے تڑپا کرتی تھیں۔ لیکن آپ اتنا ہی قبول فرماتے جس سے مصارف لنگر کا قرض ہی اُتر تا۔ اور وہ بھی جو با اخلاص مرید کے اخلاص سے بھرپور ہوتی تھی۔ ورنہ جیبے بھری آئیں واپس بھری جاتیں۔

غرض نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کی طرح کبھی ایک حبہ بھی گھر میں نہ رہنے دیتے۔ اور تمام یاران طریقت و مخلصان حقیقت سے بھی اسی کی امید رکھا کرتے تھے۔ ایک دن کسی صاحب مجاز سے گفتگو میرے سامنے ہوئی۔ کہ لطائف کیا ہیں؟ آپ نے تمام وجود کے ذرہ ذرہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ یہ تمام لطائف ہی لطائف ہیں۔ لیکن یہ کہا۔ کہ نسبت تو ہو صدیقی۔ لیکن گھر ہو پیسوں سے بھرا ہوا۔ کیا صدیق رضی اللہ عنہ صاحب نے بھی ایسا ہی کیا تھا؟ یا ایک دمڑی بھی گھر نہ تھی؟

کمالات نبوت کی یہ شان تھی کہ اتباع سنت کے سوا ذرا سی جنبش بھی پسند نہ فرماتے۔ اور اُس کے برخلاف کسی کو دیکھنا پسند بھی نہ فرماتے۔ اکثر آپ کی زبان پر یہ جاری رہا کرتا۔ کہ اگر سنت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی غیر مشروع فعل کو مسلمان دیکھے۔ تو ایسے ہو جائے جیسے بھو کا بھیڑیا بکری پر۔ اس میں یگانے اور بیگانے برابر تھے۔ ظاہر و باطن میں یکساں۔ خلوت اور جلوت میں مساوی۔ غرض ایک قلیل عرصہ میں اتباع سنت کی روح تازہ کر دی جو بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسے اس قسم بالشان فرض کی ہدایت فرمائی۔ اور شاہ راہ سنت پر قدم زن ہونے کی تاکید فرمائی اور حقیقی اسلام کی ایک ٹھوس اور سادہ عمارت قائم فرما کر رخصت ہوئے۔

لیکن یہ وہ وقت تھا جب کہ دنیائے اسلام سنت اور اتباع سنت کے نام سے بھی ناواقف ہو چکی تھی۔ اور دہریت و فلسفیت کی فضا نے حلقۂ اسلام کو اندھا کر رکھا تھا۔ ایسے وقت اتباع سنت کی دعوت دینا کوئی آسان کام نہ تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ اور مشیت ایزدی کی سنت جاریہ نے ایک ایسی ہستی پیدا کر دی جو اس کفر و الحاد کا مقابلہ کر سکے۔ اور اپنے اندر اتنا جوش اتباع سنت رکھے۔ کہ ہر کہ و مہ سے جہاد فی سبیل اللہ کر کے اسے اتباع سنت کے مسلک پر چلانے کی ہمت کرے۔

چنانچہ آپ نے اپنی عمر کا تمام وقت۔ تمام خیال۔ اسی پاک جذبہ کی تکمیل اور تعمیل میں صرف فرمایا۔ کشف اور کرامات اور تصرف جو کچھ بھی آپ سے ظہور ہوئے وہ اسی اتباع سنت کی تکمیل کے لیے ظہور پذیر ہوئے۔ ورنہ آپ کو جذب و خروش سے۔ اور کشف و کرامات سے بہت نفرت تھی۔ کسی خادم کو اگر جذبۂ الفت بیقرار کرتا ہوا یا اشعار توحید سے اپنی گرمی بجھاتا ہوا یا نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے دل کی تسلی کرتا ہوا آپ دیکھ پاتے تو نہایت بے تابانہ فرماتے کہ کبھی مجھ پر بھی یہ بھوت سوار تھا۔ ہو ہائے سے کیا فائدہ سراسر انسان حال اور سراسر عمل ہو جائے۔ زبانی جمع و خرچ سے کیا فائدہ۔

اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات کا دستور چلا آتا ہے۔ کہ نبی اور ولی کو اپنے زمانہ کی ہدایت کے لیے ایسے معجزات و کرامات عطا کیے جاتے ہیں جن سے اس زمانہ کے لوگ متاثر ہو کر خدائے ذوالجلال کی توحید کے سامنے سر بسجود ہوتے چلے جائیں اور انکار کا چارہ نہ رہے۔

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام و الصلوٰۃ کو عصائے موسوی اور ید بیضا سے شرف بخشا۔ اور حضرت عیسےٰ علیٰ نبینا علیہ السلام کو بے پدر پیدا فرما کر گہوارہ میں گویا کیا۔ پھر دست مسیحائی کا وہ در بامعجزہ دیا۔ کہ اندھے بینا ہوتے گئے۔ لنگڑے چلتے گئے۔ اور کوڑھے اچھے ہوتے گئے۔ لیکن حضرت خیر البشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ معجزہ کلام مجید عنایت فرمائی۔ جس کی آج تک نظیر پیش نہ کی جا سکی اور نہ کی جا سکے گی۔ یہ کیوں؟ صرف اپنے زمانہ کے مذاق اور معاشرت کے مطابق انہیں معجزات بخشے گئے۔ تا کہ کسی کو انکار کی گنجائش نہ رہے۔

نبوت ختم ہوئی اور ولایت کا زمانہ آیا۔ تو اولیاء اللہ بھی اسی سنت اللہ کے مطابق اپنے اپنے وقت کے موافق کرامات سے سرفراز کیے گئے۔ کوئی توحیدی مشرب میں نغمہ زن ہدایت ہوا۔ اور کوئی رسولی طریقہ پر دعوت و تبلیغ کا فرض انجام دہندہ ہوا۔

مجددی زمانہ میں بدعات نے زور پکڑ لیا۔ اور عقائد کے اندر فتور واقع ہو گیا حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو قلمی جہاد کی سخت ضرورت تھی۔ تا کہ بدعات کا قلع قمع کیا جائے اور عقائد کو درست و صحیح مسلک پر لایا جائے۔ چنانچہ آپ نے اپنی تمام عمر صرف اسی جہاد میں خرچ فرما دی۔ لیکن تاہم اسلامی دنیا فقر و ولایت کی منکر نہ تھی۔ اور

توحید ورسالت کی بھی معترف تھی۔ البتہ فروعات کے اندر بہت کچھ اختلاف واقع ہو گیا تھا۔ ظاہری علمائے کرام اہل باطن پر بدظن تھے۔ اور اہل باطن اہل ظاہر سے متنفر۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ والغفران نے دونوں کو یکجا کر دکھایا۔ اور اختلافی حیثیت کو دور کرکے ایک ہی مسلک پر قدم زن ہونے کی دعوت دی۔

لیکن موجودہ وقت نے کچھ اور ہی رنگ اختیار کیا۔ کہ اسلامی دنیا بالکلیہ اسلام اور صاحب اسلام سے ناواقف ہو چکی تھی۔ ولایت تو کجا۔ خود اسلام پر ہزار ہا طعنے ہزاروں شکوک اُن کے دلوں میں پیدا ہو گئے تھے اور ہر ایک امر میں تقلید فرنگیانہ پیش نظر ہو گئی تھی۔ جس کسی کو دیکھو۔ وہ سائنس وفلسفہ سے استدلال طلب کرتا ہے قول وفعل رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ایک فلسفیانہ حیثیت سے پرکھے جانے لگے۔ اور خدائی کلام بھی فلسفیانہ نگاہ سے سمجھی اور پڑھی جانے لگی۔

ایسے وقت میں ایک ایسے کامل ولی اللہ کی ضرورت تھی جو فلسفہ واستدلال کی دھجیاں اُڑا دے۔ اور عقل وفکر کے پرخچے کردے۔ اور دنیا کو اپنی آنکھوں وہ کچھ دکھائے جو فلسفہ واستدلال سے بالاتر ہو۔ اور جس کے دیکھنے کے بعد خدائے ذوالجلال کے وجود باجود کی ہستی میں ذرہ بھی تردد نہ رہے! اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے رتبہ "لولاک" میں ذرہ بھر شک نہ رہے۔ اور معراج جیسے بلند از خیال واقعہ کو اپنی ایمانی بصارت سے تسلیم کرا دے۔

سو اللہ تعالےٰ کی ذات بابرکات نے اپنے محض فضل وکرم سے اپنے برگزیدہ ولی یعنے حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات کو اس درجۂ بلند کے لیے منتخب فرمایا۔ اور وہ کچھ آپ کی ذات بابرکات کے اندر رکھا جو ولایت کی جان تھی۔ اوصاف تھے تو یگانہ۔ اخلاق تھے تو فاضلانہ۔ کمالات تھے تو واہیا کشف وکرامت اور تصرف والقا کا یہ انداز تھا کہ ہر ایک دیکھنے والا حیرت میں آجاتا تھا۔ اور اپنی پوری تسلی کے بعد اپنے ایمانی یقین کو اس درجہ پر دیکھتا تھا جس درجہ پر متقدمین لوگ اپنے اندر دیکھا کرتے تھے۔ گو سائنس وفلسفہ نے موجودہ دور کی باطن بین آنکھوں کو اندھا کر رکھا تھا۔ لیکن جب کبھی کوئی آکر پیش ہو جاتا۔ تو آپ کا نور ولایت اس کے تمام حجابات ظلماتی فوراً دور کر دیتا۔ اور گھڑی کی گھڑی میں اپنی تمام نفسانی ذمائم کو داغہائے سیاہ کی طرح اپنے وجود کے اندر ایک ایک کرکے دیکھ پاتا۔ اور از سر نو نور اسلام کے اندر داخل ہونے کے لیے تڑپتا۔

دنیائے اسلام میں لاکھوں ایسی پاک ہستیاں ہو گذری ہونگی اور گذرتی رہیں گی جو ولایت کے بلند مرتبہ پر فائز ہوں لیکن اس درجہ کی پاک ہستی جو ان اوصاف یگانہ اور کمالات منفردانہ کی مالک ہو محال نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ کیونکہ اس راہ ولایت میں تمام معاملہ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ پر ہے۔ اور بس! کسب کو اس سے کیا نسبت!!!

فنا و بقا، جو ولایت کے درجے کی جان ہے۔ اُس کی بابت کیا عرض کیا جائے دیکھنے والوں کو خود معلوم ہے کہ آپ کس درجہ کی فنا سے ممتاز تھے۔ آپ کی زبان مبارک ہر وقت حضرت علی احمد صابرؒ کی فنا کا سبق دیتی تھی (وہ ہو فنا ذات میں کہ تو نہ رہے۔ تیری ہستی کی رنگ و بو نہ رہے" آپ کی بلند فنا ہی تھی، کہ بار بار ولیوں میں جاتے جاتے بے اختیار زبان سے کہلاتی۔ کہ کب یہ فنا ہونگے" اور یہی فنائے بلند تھی جسنے اپنے جسمانی کون و فساد کو ان سادہ لفظوں میں ادا کر دیا۔ کہ جی تو چاہتا ہے کہ ڈاہر الو الہ (قبرستان) میں کیکروں کے نیچے اُٹھتے بیٹھتے لیٹتے کام ہو جائے یہی فنا تھی کہ زائرین کی آنکھوں سے خون کی ندیاں بہانے لگتی۔ اور آنِ واحد کے اندر تمام دنیا فنا ہی فنا نظر آتی اور تمام کائنات اور اپنی ہستی ایک کھلونا دکھائی دیتی، اور پانی کے بلبلے کی طرح اپنی ہستی پر از ہوا نظر آجاتی۔ اور یہی فنا تھی جس نے مسند مصلیٰ سے اُٹھا کر آپ کو چٹائی پر روز افزوں ہمیشہ کے لیے بٹھا دیا مشہور ہے جتنی جس کی فنا بلند اتنی ہی اس کی بقا بلند جس کی یہ فنا ہو اس کی بقا کا کیا ٹھکانا!!!

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ[1] کا بقائی ملکہ اتنا بلند آپ کی ذات بابرکات میں ہر وقت موجزن رہتا کہ ہفتوں نہیں بلکہ مہینوں اسی جذبہ سے بھر پور رہتے۔ اور بہت کم وقفہ ایسا پیدا ہوتا جس کی طرف مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی[2] کی پر از اسرار آیت اشارہ کرتی ہے۔

ایک بار آپ نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ اولیاء اللہ کے کئی احوال ہوتے ہیں" لیکن میں تو کہتا ہوں (یعنے حالت بسط) ایک ہی حال ہوتا ہے۔ اور ان ہی الفاظ کی تائید بھی کشف المحجوب میں ملتی ہے۔

لیکن حق یہ ہے کہ دونوں باتیں صحیح اور درست ہیں۔ ہر ایک نے اپنے حال کی خبر دی جس کی بقا بلند ہو وہ کیونکر اپنی زبانی کسی کی پست حالت کا بیان دے۔ وہ تو صرف اپنی عرفانی حالت کی خبر دے گا۔

سو میں نے اپنی پنج سالہ حاضری میں کبھی کوئی ایسا وقت نہیں دیکھا جس میں آپ کی حالت قابضانہ ہو بلکہ ہر وقت طبیعت شریف اپنے جذبہ بقا میں روز افزوں ترقی میں ہی جلوہ گر نظر آئی۔

اسی جذبہ بقا نے آپ سے وہ تمام حالات سلب کر لیے۔ جو ماورائے بقا سالک کو پیش آتے ہیں مثلاً آپ اپنی مصیبت و بیماری یا کسی دوسرے دکھ میں کوئی خاص صدقہ نہ دیتے اور کوئی خاص عمل تجویز نہ فرماتے۔ اور نہ ہی کسی دوسرے کو اس طرح کی تلقین فرماتے۔ لیکن وہ شاہراہ صداقت جس پر پہلے روز عہد الست باندھ چکے تھے اس میں ذرہ بھر فرق نہ آنے دیتے۔ اور جو کچھ آتا راہِ مولیٰ خرچ فرماتے۔ جو کرتے صرف للہیت کے لیے کرتے غیر اللہ کا خیال اُٹھ گیا تھا۔ دم بدم آپ کی زبان سے بے اختیار نکلتا ؎

یقین بدان کہ تو با حق نشستہ شب و روز	چو در خیال تو باشد خیال نام خدا

حاشیہ۔ [1] جو لوگ ایماندار ہیں، انہیں اللہ سے از حد محبت ہوتی ہے۔ [2] (اے نبی) نہ تمہارے رب نے تمہیں فراموش کیا اور نہ تجھ سے [illegible]

فنا و بقا سے تمام اولیاء اللہ گذرنے کے بعد ولی کہلاتے ہیں۔ لیکن فنا و بقا بھی تو ایک درجہ کی نہیں ہوتی تب ہی تو حضرتؒ نے اپنے مرض الموت میں فرمایا تھا۔ کہ حضرت صاحب (جد امجد رحمۃ اللہ علیہ) کی فنا دیکھو اور بقا دیکھو! وہ کیسی فنا تھی اور وہ کیسی بقا!!!۔

یعنے عام فنا و بقا کی طرح اس فنا و بقا کو خیال نہ کرنا۔ بلکہ یہ فنا و بقا کچھ اور ہے!!!۔

تمام کائنات ولایت کا معیار اگر فنا و بقا کو قرار دیا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ کسی ولی اللہ کی فنا اس کی بقا سے بلند ہوتی ہے اور کسی کی بقا اس کی فنا سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ لیکن اس کے یہ معنے نہ سمجھنا۔ کہ فی حدِّ ذاتہٖ ایسا ہوتا ہے بلکہ سالک فنا و بقا کے بعد کسی خاص ایک وصف میں اپنا طیران جاری رکھتا ہے۔ یا فنا میں یا بقا میں۔ اسی وجہ سے ولایت کی حالت مختلف ہوتی ہے۔ درحقیقت ولایت کا خمیر ان دو پاک جذبوں سے تیار ہوتا ہے۔ لیکن کامل ترین ولی اللہ وہ ہوتا ہے جس کے ضمیر میں یہ دونو جذبے مساوی رکھے جائیں۔ حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ میں جذبہ فنا ہی زیادہ اللہ تعالٰے نے ودیعت فرمایا تھا۔ لیکن حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ جذبۂ بقا سے زیادہ بھرپور تھے۔ دونو کے احوال دیکھو! اقوال دیکھو! دونو میں زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ کسی کی اصل ولایت میں کمی نہیں۔ لیکن دونو کی حیثیات ولایت مختلف ہیں۔

صاحب فنا مغلوبانہ حالت رکھتا ہے۔ اور صاحب بقا۔ غالبانہ حالت کا مالک ہوتا ہے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ بقائی جلوہ میں ظہور پذیر ہوئے۔ لیکن حضرت شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ فنائی صورت میں نمودار ہوئے۔
غوث الثقلین محبوب سبحانی سرکار بغداد رحمۃ اللہ علیہ اپنے اندر دونو اوصاف (فنا و بقا) برابر کے رکھتے تھے یہی وجہ ہوئی کہ آپ اپنی خاموشی سے ہزاروں کو حیران اور مبہوت کر دیتے۔ اور اپنی گویائی سے لاکھوں کو شفا بخشتے۔ ایک طرف وہ عالم ملکوت سے متکلم ہوتے کہ "اَنَا الْجَامِعُ وَ اَنْتَ الْمُغْتَنِمُ" اور دوسری طرف کعبۃ اللہ کا غلاف پکڑے ہوئے فرماتے کہ "الٰہی اگر تو اپنی چادر ستاری سے میرے گناہائے سیاہ کو نہ ڈھانپے تو مجھے قیامت کے دن اندھا کر کے اُٹھانا! تاکہ میں تیری مخلوق سے رسوا و شرمندہ نہ ہوں"!

حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی قسم کی فنا و بقا سے سرفراز کیے گئے تھے۔ کبھی تو نماز نیاز ادا کرنے کے بعد اپنے اندر وہ حالت دیکھتے جو ایک ذلیل ترین فعل کے بعد کسی انسان پر وارد ہوتی ہے۔ لیکن کبھی وہ اس کہنے پر مجبور ہو جاتے کہ تم جانتے ہو میں کون ہوں؟ اور عالم ارواح کا ذکر اس طرح فرماتے جس طرح کوئی عالم اسباب کے رہنے والوں کا ذکر کرتا ہے۔ مرنا جینا آپ کے نزدیک ایک خیالی تصویر کے دو رخ تھے اور دونو برابر اسی وجہ سے آپ نے کبھی بھی مابعد الموت کے حالات سے کسی کو خوف نہ دلایا بلکہ اس دنیا کی تفسیر ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ فرما کر عبرت آموز سبق کی تصویر سامنے کر دکھاتے۔

اسی توازن فنا و بقا نے آپ کی ولایت کو اس درجہ پر پہنچا دیا کہ کسی کو آپ کی ولایت کے انکار کی مجال نہ رہی جس مذہب کا آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا وہی آپ کی ولایت حقہ کا مقر ہو گیا۔

آج مسلمانوں میں سینکڑوں فرقے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے سخت بدظن۔ بلکہ ایک دوسرے کو کافر تک کہنے سے نہیں ڈرتے۔ لیکن جو بھی کسی فرقہ کا آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ نے اُس سے دو چار باتیں کیں۔ یا صرف آپ کی نگاہ مسحور نے اسے دیکھا وہی آپ کی ولایت حقہ کا معترف ہو کر آیا۔ ایک بار شرقپور شریف سے واپسی کے وقت ایک بڑی فرم کا ایجنٹ میرے ہمراہ آیا۔ جو غیر مقلد تھا۔ اور اپنی زبانی قصور پر لور کے قضیہ نامرضیہ یعنے سُنیوں وہابیوں کے مقدمہ کا ذکر کرتے ہوئے کہنے لگا کہ میاں صاحب کی ذات بابرکات بھی مسلمانوں میں عجیب چیز ہے۔ کہ میاں صاحب نے اپنے متوسلین کو لکھا۔ کہ قبروں کی وجہ سے کیوں عدالتوں میں کافروں کے سامنے ایڑیاں رگڑتے پھرتے ہو۔ فوراً صلح کر لو۔ اگر تم صلح نہ کرو گے تو میں تم سے بیزار ؒ بلکہ خواص کو یہاں تک لکھ دیا کہ کسی قسم کی شہادت عدالت میں مہیا نہ ہونے دی جائے"۔

مقدمہ تو سُنیوں نے آپ کے کہنے سے نہ چھوڑا لیکن نتیجہ وہی ہوا جو آپ کو منظور تھا یعنے باوجودیکہ غیر مقلد ملزموں پر فرد جرم قائم کر دیا گیا۔ لیکن فیصلہ سُنانے کا وقت آیا تو مجسٹریٹ نے اتنا پوچھنے کے بعد کہ یہ جرمانہ کون ادا کرے گا ؟ صاف بری کر دیا۔ کیونکہ اسے یہی جواب ملا کہ مُسلمان ادا کریں گے۔

بھلا خود اندازہ فرمائیے۔ آج اس درجہ کا کوئی مغلوب الحال ولی ملتا ہے۔ جو اپنے اندرونی جذبات پر ایسے قادر ہو کر اپنے مذہبی مسلک کے برخلاف اعتدال حقیقی قائم رکھنے کے لئے ایسا فیصلہ دلوائے۔

اسی طرح ہندو۔ عیسائی۔ اور سِکھ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے لیکن اس مواحدانہ صورت میں آپ اُن سے ملتے جلتے تھے کہ کسی کو اپنے گرو کے سوا کچھ اور نظر نہ آتا تھا۔ اور اپنے دیگر متوسلین کی طرح آپ اُن پر مہربان دکھائی دیتے تھے۔ اور وہی سلوک فرماتے جو برگزیدہ نبوت فخر الرسل والانبیاء (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے وقت کے کفار زائرین سے فرماتے۔ مگر جب اپنے مذہب کے متوسلین اور زائرین حاضر ہوتے تو آپ کے وجود باجود میں سراسر نور رسالت ہی چمکنے لگتا۔ ہر امر ہر واقعہ میں فعل رسول (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تنبیہہ فرماتے۔ اور غیرت اسلامی کا پورا پورا جوش آپ کی طبیعت میں موجزن ہوتا۔ بات بات پر فرماتے،، کہ ہم فقیری وقیری نہیں جانتے۔ ہم تو صرف اتباع نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی اپنا فرض خیال کرتے ہیں۔

فنا و بقا کے ساتھ جلال و جمال بھی برابر کا تھا جلال اگرچہ کشف و کرامت اور تصرفات کا سرچشمہ ہے۔ لیکن اس میں بیگانگی حد سے زیادہ اور توحیدی رنگ غالب ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے ہر چیز سے

بے نیازی۔ اور بے مہری پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ہر چیز اس سے خوف کھاتی ہے۔ لیکن جمال اپنی دلربایانہ ادا کی وجہ سے ہر ایک چیز پر اپنا جاذب اثر ڈالتا ہے۔ اور اپنے اندر اتنی کشش محبت رکھتا ہے۔ کہ جاندار چھوڑ بیجان اشیاء بھی اُس کی طرف کھچی چلی آتی ہیں۔ اور القائی اثر اس میں غالب ہوتا ہے۔ جو چیز بھی اُس کے مقابل ہو جائے اسکو اپنے رنگ میں رنگنے کی ہمت اپنے اندر رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صاحب جمال کے پاس تمام اشیاء (متنفس اور غیر متنفس۔ ذوی العقول اور غیر ذوی العقول) خود بخود جذب ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اور اس کے قلبی اثر سے فوراً متاثر ہو جاتی ہیں۔ بلکہ اس کی ہر جنبش کے اندر ایک محبوبانہ جذبہ ہوتا ہے۔ جو دیکھنے والے کو مسحور کر دیتا ہے اور اُسے وارفتہ بنا دیتا ہے۔ بخلاف صاحب جلال کہ ہر چیز اس سے خوف کھائی ہوئی ہوتی ہے۔ گو وہ توڑ جوڑ کا مالک ہوتا ہے۔ لیکن جاذبانہ کشش اور محبوبانہ ادا اُس کے اندر نہیں ہوتی۔ صاحب جلال خدائی عظمت و جلال کے اندر ہر وقت حیران رہتا ہے۔ لیکن صاحب جمال اس کے کریمانہ جمال کے اندر لذت گیر مشاہدہ۔ پہلا خائف دوسرا امیدوار جس طرح فنا و بقا کے بغیر تکمیل ولائت نہیں ہوتی۔ اسی طرح جلال و جمال کے بغیر تکمیل ناممکن۔ بلکہ درحقیقت جلال و جمال اسی فنا و بقاء کے تاثیرات اور لوازمات کا نام ہے۔ اور بس۔ البتہ اسکی کمی و بیشی پر مدارج ولایت کا اختلاف ظہور پاتا ہے جس کسی ولی اللہ پر جلال غالب ہوتا ہے۔ وہ اس ذات اقدس جل و علے کے جلال کا مظہر ہو جاتا ہے۔ اور جس کسی ولی اللہ پر جمال غالب ہو جاتا ہے وہ اُس کے جمال کا منبع بن جاتا ہے۔ ایک خوف سے لرزاں اور دوسرا محبت سے خنداں پھر کسی کی محبت میں درد و سکون ہے اور کسی کے عشق میں سوز و بے تابی۔ غرض صاحب ولایت کے اندر جو کچھ (ودیعت) رکھا ہوگا اسی کا ظہور اس کی ذات سے ہوگا۔ اور اُس کے اخلاص مندوں پر وہی رنگ غالب ہوگا۔ اس میں بناوٹ اور تکلف کو دخل نہیں۔ درحقیقت یہ سب کچھ کارفرمائی موہبت عظمیٰ کی ہے۔ اور بس۔ صاحب فنا یا صاحب جلال سے خود بخود تصرفات عجیبہ ظہور پذیر ہونگے اور صاحب جمال سے خود بخود توجہ اپنا القائی اثر دکھائے گی۔

میں نے انقلاب الحقیقت میں لکھا ہے کہ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جمال ذاتی تھا۔ اور جلال عارضی۔ جمال اندر تھا اور جلال باہر۔ جمال باطن تھا اور جلال ظاہر۔ اس لیے آپ کی خدمت میں جو بھی حاضر ہوا خالی واپس نہ آیا۔ جلال کی وجہ سے تصرفات اور کرامات ظاہر ہوتے تھے۔ اور جمال کی وجہ سے باطن فیوضات باطنی سے بھرپور ہو جاتے تھے۔ بلکہ اندر اندر تمام جمالی طبیعت تھی اسی وجہ سے تمام زائرین پر آپ کا جمالی جذبہ فوری اثر کر جاتا۔ اور دل فوراً متوجہ بارگاہ الوہیت ہو جاتا۔ ایک طرف جلال کی وجہ سے عوارضات قلبی کو دور کر دیتے تھے۔ اور دوسری طرف جمال کی وجہ سے محبت الہیہ کا جوش اندر بھر دیتے تھے۔ ورنہ کیونکر یہ ممکن تھا کہ آن واحد میں طالب کا دل صاف ہو کر متوجہ بارگاہ صمدیت ہو جائے۔

حضرت قبلہ عالم حضرت مولانا بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپکی طبیعت مبارک نہایت مناسبت رکھتی تھی فرق تھا تو اتنا کہ حضرت صاحب کا ظاہر جمال سے آراستہ تھا۔ اور باطن جلال سے۔ اور آپ کا ظاہر جلال سے بھرپور تھا اور باطن جمال سے۔ یہ صاحب جذبہ تھے وہ صاحب سلوک حضرت قبلہ جد امجد رحمۃ اللہ علیہ جلال الٰہیہ کے اندر حیران تھے اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جمال ربوبیت کے اندر بے تاب وہ جبروتی حالت میں مستغرق تھے۔ اور یہ ملکوتی کیفیت میں غرق۔ وہ شاہانہ طبیعت سے آراستہ نظر آتے تھے۔ اور یہ خاکسارانہ رنگ و روپ سے ناز انداز باریک بینی۔ جزورسی۔ اور عقل کلی میں بالکل یکساں۔ ہاں اُن کا علم ظاہری اُن کے باطن کی آبیاری کرتا تھا۔ اور ان کا باطن اُن کے ظاہری علم کو سیراب کرتا تھا۔ اتباع سُنت میں یگانہ۔ لیکن وہ شریعت حقہ کے لیے جوش میں آکر حدود الہیہ قائم کرتے عصائے موسوی سے کام لیتے۔ اور یہ اندر ہی اندر دم عیسوی سے تازگی بخشتے اُنہوں نے علم ظاہری کی آبیاری میں اپنا تمام زور خرچ فرمایا اور انہوں نے علم باطنی کی سیرابی میں اپنی عمر بسر فرمائی حضرت صاحب کسی غیر شرعی صورت سے نہ الجھتے لیکن حضرت میاں صاحب بے تابانہ اُس سے دست بدست ہو جاتے۔ لیکن یہ بھی مدنظر رہے کہ فنا و بقا۔ یا جلال و جمال کی بلندی اور پستی کا تعلق اللہ تعالےٰ نے اوصاف نفسی کے ساتھ وابستہ کر رکھا ہے۔ جتنے بھی اوصاف نفسی بلند ہونگے۔ اتنی ہی فنا و بقا بلند ہوگی۔ مثلاً غصہ ہو تو کمال کا اور رحم ہو تو انتہا کا غیرت ہو تو غضب کی اور شفقت ہو تو بلا کی۔ انتقام گیری میں جباری صفت کا جلوہ ہو۔ اور معافی و بخشش میں غفور رحیمی کی شان ہو۔ الغرض خودی اپنے درجہ کمال نفسی پر ہو۔ وہ اوصاف الہیہ کا پورا پورا مظہر ہو۔ اور ہر صفت جلالی و جمالی کے اندر اپنی نظیر آپ ہو۔ اور اوصاف الہیہ کا کامل ظل ہو۔ کیونکہ فنا و بقا کے بعد اس نفسی خودی کا تعلق ذات عارف کے ساتھ بالکلیہ نہیں رہتا۔ بلکہ یہ خودی بشری آلائشوں سے پاک ہو کر شان الہیہ کے ساتھ بتمامہ وابستہ ہو جاتی ہے۔ اور بشری ارادہ سے کچھ نہیں کرتی۔ بلکہ "بی یسمع وبی یبصر وبی یبطش" کا حکم رکھتی ہے۔ سو ایسی خودی کی فنا و بقا ونیل کے اندر لاثانی ہوتی ہے۔ اور اسی فنا و بقا کے مدارج بلند ہوتے ہیں ورنہ پست ہمت انسان کی فنا و بقا کیا کچھ ہوتی ہے جو کچھ کر دکھائے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مدارج سلوک طے کرنے کے بعد بھی نہ اپنے اندر کچھ دیکھتے ہیں اور نہ اپنے باہر کچھ دکھاتے ہیں۔ اسی لیے میں نے اوصاف کا ملہ دکھانے کے لیے بعض واقعات و حالات کے ابواب بدل دیئے۔

اس اختصار کے بعد اب ناظرین کتاب سے التجا ہے کہ ولی اللہ کے حالات صرف ظاہری آنکھوں اور ظاہری زبان سے دیکھے اور پڑھے نہ جائیں بلکہ باطن بین آنکھ سے اُن کا گہرا مطالعہ کرکے اُن کی حقیقت پر پہنچنے کی کوشش کی جائے۔ اور ہر حال کو کشفی نظر یا عرفانی آنکھ سے پرکھنا چاہیے۔ اور اس کی نا آشنا لذت سے بے انتہا حظ اٹھانا چاہیئے

خاصکر آپ کی فنا آپ کی بقاء اور آپ کے اوصاف ولایت پر پوری توجہ فرماکر اپنی ہمت کو بلند تر بنانے کی کوشش کی جائے۔ شاید آپکے اتباع کامل اور محبت واصلہ کی وجہ سے کسی کو اپنی دولت لازوال سے مشرف فرما جاوے۔ تو گو مارا دران شاہ بار نیست ۔ باکریماں کارہا دشوار نیست۔

کتاب ہذا کے ابواب ایک علمی تقسیم کے مطابق رکھے گئے۔ اور ہر باب کے آغاز میں حسب ضرورت ایک مختصر حقیقت آموز تبصرہ لکھا گیا۔ جو اس باب کے حالات پر انشاء اللہ تعالےٰ بصیرت افزا ثابت ہوگا۔ علاوہ ازیں واقعات اور حالات پر تشریحی ذیلی حواشی بھی دیئے گئے۔ تاکہ ناظرین کو زیادہ غور کی تکلیف نہ ہو۔ لیکن حق یہ ہے کہ جو لوگ راہ سلوک میں حالی کیفیات سے سرفراز ہو چکے ہیں۔ انہیں تو اِن حواشی اور اُن تبصرات کی ضرورت نہیں۔ اور جنہیں اس نعمت سے سرفرازی نہیں بخشی گئی۔ انہیں ان حواشی و تبصرات سے کیا فائدہ؟

آخر میں بارگاہ الٰہیہ میں التجا ہے۔ کہ اپنے حبیب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقے ہمیں وہ کچھ نصیب فرمائے۔ جو سراسر حقیقت ہو۔ اور جس میں ذرہ بھر نمائش نہ ہو!!! اپنے بیگانے سب نظر آئیں۔ اور بیگانے یگانے دکھائی دیں۔ اپنے پیر و مرشد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قدم بقدم چلنے کی توفیق عنائت ہو۔ اور آپ کے روحانی فیوضات سے دل بھرپور ہو کر آپ کا صحیح نمونہ بننا نصیب ہو!!! آمین ثم آمین!!!

مکرراً اینکہ بعض احباب کو میری اس دلیرانہ تحریر پر گرفت ہوگی۔ لیکن میں بحق مجبور ہوں۔ ؎

چناں طوطی صفت حیران آن آئینۂ رویم ۔ کہ ے گویم سخن اما نمے دانم چہ مے گویم۔

تاہم کوئی فقرہ پسند آجائے۔ تو دعا سے فراموش نہ کیجئے گا۔ گناہگار ہوں۔ سیاہ کار ہوں۔ اور عمر بھر رسوائیوں میں کھیلتا اچھلتا جا رہا ہوں!

البتہ امید ہے تو صرف یہ کسی کے دامن کے سہارے چل رہا ہوں!!! اور کسی کی محبت میں جا رہا ہوں!!!

شنیدم کہ در روز امید و بیم ۔ بدان را بہ نیکاں بہ بخشد کریم۔

دل میں لاکھوں ارمان۔ لاکھوں حسرتیں ہیں۔ لیکن احباب کی دل تنگی سے خوف کھاتا ہوا رخصت ہوتا ہوں، اگر عمر ناپائدار نے وفا کی۔ اور مشیت ایزدی نے موافقت فرمائی تو پھر کسی موقعہ اپنا ارمان اپنی حسرت نکال کر اپنا دل ہلکا کروں گا۔ "والعاشق المہجور ما یتجرع"

سکوت آموز طول داستان درد ہے ورنہ زبان بھی ہے ہمارے منہ میں اور تاب سخن بھی ہے۔

تمت

(یہاں تک حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب کا دیباچہ ختم ہے)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

ہزار بار بشویم دہن بہ عطرِ گلاب
ہنوز نامِ تو گفتن کمالِ بے ادبیست

حالاتِ حضرت رسول اکرم نبی کریم محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم

حضور سرور عالم آقائے نامدار حضرت نبی کریم رؤف رحیم رحمۃ للعلمین شفیع المذنبین منبع البرکات فخر موجودات سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان دو نو جہان میں آشکارا ہے اگر دنیا کے تمام درخت قلم اور سب سمندر اور دریا سیاہی بنا دیئے جائیں حتے کہ یہ سب کچھ ختم ہو جائے مگر پھر بھی حضور کی صفت نہیں لکھ سکتے تبرکاً کچھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات عالیہ جو حضورؐ نے اپنی کمال شفقت سے امت کے لیے خاص خاص ہدایات فرمائی ہیں لکھی جاتی ہیں تاکہ آپکا اس رستہ میں قدم رکھنے والوں کو فیض پہنچے اور دو نو عالم کیلئے نجات کا موجب ہو

(حدیث) اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ یعنی سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے میرے نور کو پیدا کیا وَكُنْتُ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ یعنی میں پیغمبر تھا اس وقت بھی کہ آدم پانی اور مٹی میں تھے جو حدیثیں خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں اُن سے ثابت ہے کہ آپ کا نور اللہ تعالےٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا تھا۔ لیکن اس کا ظہور اس عالم میں بروایت راجح بروز دوشنبہ بتاریخ ۱۲ ربیع الاول بسال فیل موافق سنہ حکومت کسریٰ کو واقع ہوا۔ ایامِ حمل میں آپ کی والدہ ماجدہؓ نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ تیرے حمل میں ایسا شخص ہے جو عالم کا سردار ہے جب پیدا ہو نام اُس کا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھنا پھر ولادت کو وقت آپکی والدہ شریفہ نے دیکھا کہ ایک نور اُن سے نکلا جس سے اُن کو مکانات شام کے نظر پڑے۔ فاطمہؓ بنت عبد اللہؓ والدہ عثمانؓ بن ابی العاصؓ نے بیان کیا کہ شب ولادت بسعادت میں میں حضرت آمنہؓ والدہ ماجدہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھی۔ میں نے دیکھا کہ آسمان سے ستارے لٹک آئے ہیں۔ اور حرم کی زمین سے اسقدر قریب ہو گئے کہ معلوم ہوتا تھا کہ زمین پر گر پڑینگے۔ سات روز تک آپنے اپنی والدہ ماجدہؓ کا دودھ پیا بعدہ ثوبیہ ابولہب کی لونڈی نے پلایا

جب آپکا سن مبارک دو ماہ کا ہوا تو آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہؓ بن عبدالمطلبؓ کا انتقال ہو گیا بعدہٗ حضرت حلیمہؓ آپ کو دودھ پلاتی رہی اور اپنے گھر لے گئی حلیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آپ کی تشریف آوری کے سبب خوب فراخی ہو گئی آپ پستان راست کا دودھ خود پیتے اور پستان چپ کا دودھ اپنے رضاعی برادر کیلئے چھوڑ دیتے۔ گویا آپ کی جبلی عدالت تھی جب آپ دو برس کے ہوئے تو آپ حضرت حلیمہؓ کے لڑکوں کیساتھ جنگل میں جہاں انکے مویشی چرتے تھے تشریف لے جاتے تھے۔ ایکدن آپ وہیں جنگل میں تشریف رکھتے تھے کہ دو فرشتے آئے اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک طرف لیجا کر آپ کو چت لٹا کر سینہ مبارک کو تا ناف چاک کیا اور دل مبارک کو نکال کر دھویا اور اس کو سکینہ سے کہ ایک چیز عالم قدس کی بصورت پسی ہوئی دوائی کے تھی پُر کیا اور پھر دل مبارک کو اسی جگہ رکھکر شگاف سینہ کو سی دیا اور حضورؐ کو مطلق تکلیف نہیں معلوم ہوئی۔ یہ سب حال شرح صدر کا حلیمہؓ کے لڑکوں نے اپنی والدہ سے جا کے کہا حضرت حلیمہؓ یہ سن کر دوڑتی ہوئی حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں اور دیکھا کہ آپ کا رنگ مبارک متغیر تھا آپ سے دریافت کیا آپ نے سارا ماجرا سنا دیا حضرت حلیمہ سعدیہؓ یہ حال شق صدر کا سن کر ڈریں اور آپ کو مکہ میں آپ کے گھر پہنچا دیا +

چھ برس کی عمر میں آپ کی والدہ ماجدہ نے انتقال فرمایا پھر آپکے چچا ابو طالب آپکے متکفل ہوئے انہوں نے نہایت محبت و تعظیم سے آپکی پرورش کی جب آپکا سن مبارک پچیس ۲۵ برس کا ہوا آپ کے اوصافِ حمیدہ اور دیانت اور امانت کا حال سنکر اس وقت آپکو محمد امین کہا کرتے تھے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے جو اُس وقت بہت مالدار تھیں۔ آپ کو اپنے اسباب تجارتی کے ساتھ شام کو روانہ کیا۔ جب آپ وہاں سے تشریف لائے تو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے آپکے معاملہ میں اپنے گمان سے زیادہ صدق و صفائی پائی۔ علاوہ ازیں میسرہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا غلام آپکے ساتھ گیا تھا اُس نے حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بہت سے معجزے جو اثنائے سفر میں اُسنے دیکھے تھے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے بیان کئے۔ یہ سنکر حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اپنی درخواست سے آپکے نکاح میں داخل ہوئیں۔

جب سن شریف حضورؐ کا چالیس سال کا ہوا اور زمانہ نبوت کا قریب ہوا۔ آپ کو خواب صحیح آنے لگے اور آپ نے غارِ حرا میں خلوت اختیار کی۔ وہاں ۸ ربیع الاول دوشنبہ کے دن حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور کے پاس تشریف لائے اور وحی لائے اور آپ سے کہا کہ پڑھو۔ آپ نے فرمایا کہ میں اُمی ہوں۔ پھر حضرت جبرائیلؑ نے حضور سے معانقہ کر کے آپ کو خوب دبوچا اور چھوڑ کر فرمایا کہ اب پڑھو آپ نے پھر فرمایا کہ میں ناخواندہ ہوں۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو خوب دبوچا چنانچہ یہ معاملہ تین مرتبہ ہوا پھر آیت اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ مَا لَمْ يَعْلَمْ تک پڑھائی۔

بسبب نزول وحی کے آپکے بدن مبارک میں تکلیف ہوئی اور حضورؐ نے اڑھالو مجھکو اوڑھالو مجھکو فرماتے ہوئے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا مجھکو اپنی جان کا خوف ہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے آپکو اوڑھالیا اور آپ کی بہت تسکین و تشفی کی اور آپ کے اوصاف حمیدہ بیان کرکے کہا کہ اللہ تعالےٰ آپ کو ضائع نہیں کریگا +

ابتدا میں آپ دعوتِ اسلام پوشیدہ کیا کرتے تھے۔ سب سے پہلے جوانوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ ایمان لائے عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ لڑکوں میں حضرت علی مرتضیٰؓ بعد ازاں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ترغیب سے حضرت عثمان بن عفانؓ وعبدالرحمن بن عوفؓ وسعد بن وقاصؓ وزبیر و طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسلام قبول کیا۔ جب آیت فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ نازل ہوئی یعنی جو تمہیں حکم ملے اسے صاف صاف باعلان بیان کرو تب آپؐ نے دعوتِ اسلام آشکارا اور بتوں کی مذمت برملا کرنی شروع کی۔ کفار اس بات سے آپ کے دشمن ہوگئے اور طرح طرح سے آپ کو ایذا پہنچانے لگے۔ یہانتک کہ جنگ اُحد میں حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندان مبارک کو شدید ضرب لگی جس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک دانت مبارک بھی شہید ہوا پھر بھی آپنے یہی دعا فرمائی کہ اے باری تعالیٰ میری قوم کو ہدایت دے تاکہ یہ مجھے پہچانیں اسلام اور صداقت کلمۃ الحق پھیلانے میں حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے جان نثار شہید ہوئے۔ واقعات جنگ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو جو تکالیف عدائے اسلام کی طرف سے ہوئیں اگر تفصیل وار لکھا جائے تو ایک دفتر بن جائیگا مفصل حالات کے لئے تاریخ اسلام پڑھ لینی کافی ہے۔ اب حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند ارشادات ذیل میں لکھے جاتے ہیں خداوند کریم ہمیں اُن پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرماوے آمین۔

(۱) حضور انور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دو عادتیں ایسی ہیں کہ ان سے بڑھکر کوئی چیز نہیں (۱) اللہ تعالےٰ پر ایمان لانا (۲) مسلمانوں کو نفع پہنچانا اور دو عادتیں ایسی ہیں کہ ان سے زیادہ بُری کوئی نہیں (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا (۲) مسلمانوں کو ستانا۔

(۲) آپ نے فرمایا تمہیں عالموں کے پاس بیٹھنا چاہئے اور عقلمندوں کی باتیں سُننی چاہئیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ جس طرح مردہ وسوکھی زمین کو مینہ کے پانی سے زندہ اور ہری بھری کردیتا ہے اسی طرح دانائی کے نور سے مردہ وسیاہ دل کو زندہ و روشن بنا دیتا ہے۔

(۳) آپ نے فرمایا جو خدا کی پناہ چاہے اُسے پناہ دو جو خیرات مانگے اُسے خیرات دو جو دعوت کرے اُسے قبول کرو۔ جو تم پر احسان کرے اس کا بدلہ دو اور اگر ایسا موقعہ نہ ملے تو اُس کے لئے خدا سے یہانتک دعا کرو کہ تمہارا دل گواہی دے کہ ہم نے دعا میں اس کا عوض دیدیا ہے۔

(۴) آپ نے فرمایا کوئی کھانا اپنی قوت بازو سے بہتر نہیں۔

(۵) آپ نے فرمایا مزدوروں کی مزدوری انکے پسینہ سوکھنے سے پہلے دیدو (یعنی جلدی ادا کردو)

(۶) آپ نے فرمایا کاریگروں کی مدد کرو جو صنعت نہ جانتا ہو اس کو سکھلاؤ۔

(۷) فرمایا مالدار کو اور جو اپنی قوت بازو سے کما سکتا ہے اس کو خیرات مانگنا اور لینا جائز نہیں

(۸) فرمایا جو شخص رسی لیکر جنگل میں جائے اور لکڑیوں کا بوجھ اپنی پشت پر لاد کر شہر میں لائے اور بیچے اور آبروسے اپنی گذر کرے یہ کام اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگتا پھرے

(۹) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا جوتا خود گانٹھ لیتے تھے۔ اپنے کام کاج آپ کرتے تھے اپنے جانوروں کا دودھ آپ دوہتے تھے۔ اور اپنی خدمت آپ ہی کرتے تھے (مطلب یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے خود ہی کرتے تھے) اور دوسرے کے دست نگر یا محتاج نہ ہوتے تھے۔

(۱۰) آپ نے فرمایا جو کسی گمشدہ چیز کو پاکر اپنے گھر لائے وہ گمراہ ہے۔ اور اگر وہ چیز لوگوں کو شناخت کرائے اور کہے "جس کی ہو لیجائے تو مضائقہ نہیں۔

(۱۱) آپ نے فرمایا دُنیا میں مسافر کی طرح رہو جو رستہ چل رہا ہو۔

(۱۲) آپ نے فرمایا زندگی بے اعتبار ہے۔ شام کو صبح اور صبح کو شام کی امید نہیں تندرستی میں بیماری کیلئے اور زندگی میں آخرت کے لئے سامان کرو۔

(۱۳) فرمایا موت کو زیادہ یاد کرو جو تمام لذتوں کو مٹا دیتی ہے۔

(۱۴) فرمایا کامل حیادار وہ ہے جو دماغ کو بُرے خیالوں سے اور پیٹ کو لقمۂ حرام سے بچائے اور موت کو اور جسم کے خاک ہو جانے کو نہ بھولے۔ اور جو شخص آخرت کا خواستگار ہو وہ دنیاوی آرائش و نمائش کو چھوڑ دے

(۱۵) فرمایا خدا کو یاد کرتا ہے وہ مثل زندہ کے ہے۔ اور جو خدا کو یاد نہیں کرتا وہ مثل مُردہ کے ہے

(۱۶) جسم میں ایک بوٹی ہے وہ جب سنورتی ہے تو تمام جسم سنور جاتا ہے۔ اور وہ جب بگڑتی ہے تو تمام جسم بگڑ جاتا ہے"۔ وہ بوٹی دل ہے۔

(۱۷) فرمایا یا اللہ ہمارے ظاہر کی بہ نسبت ہمارے باطن کو درست و بہتر بنا!

(۱۸) فرمایا چار چیزیں جس کو مل جاویں اُسے دنیا و آخرت کی خوبیاں مل گئیں۔ (۱) شکر کرنیوالا دل (۲) خدا کا ذکر کرنیوالی زبان (۳) بلاؤں پر صبر کرنیوالا بدن (۴) اپنے نفس میں اور خاوند کے مال میں خیانت نہ کرنے والی بیوی"۔

(۱۹) فرمایا سادہ پن۔ پھٹے پرانے کپڑے سے عار نہ کرنا مومن کی علامت ہے
(۲۰) فرمایا جو دنیا میں شہرت کا لباس پہنے اس کو آخرت میں ذلت کا لباس خدا تعالےٰ پہنائیگا
(۲۱) فرمایا جو باوجود مقدرت کے خوبصورت لباس ترک کردے خدا اس کو خلعت بزرگی عزت عنائت فرمائیگا
(۲۲) فرمایا خدا پسند کرتا ہے کہ بندوں پر اپنی نعمت کا اثر پائے
(۲۳) کھاؤ پیو اور خیرات کرو۔ اور پہنو۔ اوڑھو۔ جس میں فضول خرچی اور غرور نہ ہو
(۲۴) فرمایا چمکدار اور ریشمی ارغم کے رنگ کے کپڑے نہ پہنا کرو
(۲۵) آپ نے فرمایا ایک شخص عمدہ قیمتی چادر اوڑھ کر اتراتا ہوا چلا کرتا تھا جس سے غرور ٹپکتا تھا۔ اسی وجہ سے وہ ہلاک ہوا
(۲۶) فرمایا یاد رکھو سوا خدا تعالےٰ کے سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں
(۲۷) فرمایا۔ بد آدمی کی صحبت سے تنہائی بہتر ہے اور نیکی سکھلانا چپ رہنے سے بہتر ہے۔ اور برائی سکھانے سے چپ رہنا بہتر ہے۔
(۲۸) فرمایا زیادہ ہنسی سے بچو اس لئے کہ زیادہ ہنسی سے دل مردہ ہوتا ہے۔ اور چہرہ نورانی نہیں رہتا۔
(۲۹) فرمایا خدا سے ڈرتے رہو۔ خواہ تم کسی جگہ رہو۔
(۳۰) فرمایا جو شخص فروتنی اور تواضع کرتا ہے۔ خدا اس کو عزت دیتا ہے۔ اگرچہ وہ اپنے کو ذلیل سمجھتا ہے۔ مگر لوگ اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور جو تکبر کرتا ہے خدا اس کو ذلیل کرتا ہے اگرچہ وہ خود کو بڑا سمجھتا ہے۔ لیکن لوگ اسے سؤر اور کتے سے زیادہ ذلیل حقیر جانتے ہیں
(۳۱) فرمایا دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑھ ہے۔
(۳۲) فرمایا کہ مسلمان کا مال ہضم کرنا اس طرح حرام ہے جیسا کہ اس کا خون
(۳۳) فرمایا گھر سے پہلے ہمسایہ۔ سفر سے پہلے ساتھی دیکھ بھال لو
(۳۴) فرمایا مونچھیں چھوٹی کرو۔ اور ڈاڑھی چھوڑ دو
(۳۵) فرمایا نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔
(۳۶) فرمایا انسان کی شیریں بیانی اسکا حسن ہے۔ (۳۷) فرمایا انسان کی خوبی اس کی میٹھی زبان ہے
(۳۸) فرمایا جنت سخی لوگوں کا گھر ہے۔ (۳۹) فرمایا حسد ایمان کو اس طرح برباد کرتا ہے جسطرح شہد کو ایلوا
(۴۰) فرمایا نیک خیالی بندوں کی ایک خوبی ہے۔ (۴۱) فرمایا زکوٰۃ ادا کرکے (اسکی برکت سے) مال کو محفوظ کرو
(۴۲) فرمایا حکمت مسلمانوں کی گمشدہ چیز ہے (یعنی جہاں دانائی کی بات سنو فوراً اسے لے لو)

(۴۳) فرمایا حلیم وہ ہے جو چشم پوشی کرجاتا ہے۔ اور کریم وہ ہے جو باوجود قدرت کے معاف کردیتا ہے

(۴۴) فرمایا دنیوی لذت (کی فکر) میں آخرت کی تلخی اور آخرت کی لذت (کی فکر) میں دنیا کی تلخی ہے۔

(۴۵) فرمایا کسی گناہ سے توبہ کرنے کے یہ معنی ہیں کہ انسان پھر عمر بھر اس گناہ کی طرف رجوع نہ کرے

(۴۶) فرمایا کھانے کے حصوں کا آپس میں تبادلہ کرو۔ اس سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔

(۴۷) فرمایا نیکی کا راستہ بتلانے والا گویا خود نیکوکار ہے۔ اور بدی کی رہنمائی کرنیوالا خود بدکار ہے۔

(۴۸) فرمایا جس کے اخلاق اچھے ہوں وہ نیک (اور شریف) آدمی ہے۔

(۴۹) فرمایا فضول باتیں اور بیکار سوالات مت کرو اور فضول خرچی سے بچو۔

(۵۰) فرمایا دنیا دھوکا دیتی ہے اور نقصان پہنچاتی ہے۔ اور گذر جاتی ہے (یعنی کسی کا ساتھ نہیں دیتی)

(۵۱) فرمایا انسان کا دین ہی اس کی عقل ہے۔ جو بے دین ہے وہ بے عقل ہے۔

(۵۲) فرمایا ہاتھ میں لکڑی رکھنا مسلمانوں کی علامت ہے اور پیغمبروں کا طریقہ ہے

(۵۳) فرمایا ساری مخلوق خدا کی عزیز ہے۔ خدا کا پیارا بندہ وہ ہے جسکا وجود خدا کی عزیز مخلوق کے حق میں مفید ہے

(۵۴) فرمایا تم لوگوں میں وہ افضل ہے جو اپنی عورتوں کے لئے (حسنِ سلوک کے لحاظ سے) اچھا ہو

(۵۵) فرمایا جسکی زبان اور ہاتھ سے کسی مسلمان کو ضرر نہ پہنچے وہ ہی نیک مسلمان ہے۔

(۵۶) فرمایا مسلمانوں کو سلام کرنا بھی ایک گونہ خیرات ہے

(۵۷) فرمایا بدترین وہ شخص ہے جو اپنے اہل وعیال کو تنگدست رکھے (یعنی ان کو خوشحال نہ رکھے)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان یہ ضعیف البُنیان انسان کہاں تک لکھے خداوند کریم ہمیں سچا مسلمان بنائے اور حضور کی تابعداری میں رکھتے ہوئے توفیق عمل عطا فرماوے آمین۔

سرکار مدینہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ سچا دعوے کہ یہ کلمۂ حق جو میرے منہ سے نکل رہا ہے دنیا کا کوئی کونہ ایسا نہ ہوگا جہاں یہ نہ پہنچ جائیگا واقعی سچے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام دنیا کے ہر گوشہ میں جہاں کہ انسانوں کی بستی ہے پانچ وقت اذانوں میں گونج رہا ہے۔ اور خداوند کریم کی کلام کی تصدیق کہ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ حضور کی علوِ شان ہر جگہ ظاہر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی چشمے سے جو کہ آجتک سلسلہ وار سینہ بسینہ چلا آرہا ہے۔ حضور کے خلیفۂ اول رفیق غار جس کی عزت اور شان میں اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا جبرائیل علیہ السلام کی زبان پر عرش سے فرش تک آیا اس روحانی چشمہ سے جو نہر جاری ہوئی ہے حضرت ابوبکر صدیق اکبر رض کی خلافت سے شروع ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات بارہ ربیع الاول دوشنبہ دوپہر ڈھلے پائی + اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ +

حالات خلیفہ اول امیر المؤمنین حضرت ابی بکر صدیق رض

حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت سالِ فیل سے دو سال اور کچھ کم چار مہینہ کے بعد ہوئی ساتویں پشت میں آپ کا نسب جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔ آپ کی اٹھارہ سال کی عمر تھی کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف ہوئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کریمہ سورۂ احقاف حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ شان ابوبکر رض میں نازل ہوئی اور قصہ اس کا یہ ہے کہ جب صدیق اکبر رض کی عمر بیس برس کی ہوئی تو ہمراہ حضرت رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم کے بقصد تجارت جانب شام گئے اور ایک مقام پر بیری کے درخت کے نیچے نزول فرما ہوئے اس کے قریب ایک درویش کتابی رہتا تھا۔ حضرت ابوبکر رض اس کے پاس گئے اس نے پوچھا کہ بیری کے درخت کے نیچے کون ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا محمد صلعم بن عبداللہ بن عبدالمطلب اس راہب نے کہا واللہ یہ نبی ہیں بعد عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے اس درخت کے سایہ کے نیچے کوئی نہیں بیٹھا۔ مگر محمد نبی اللہ صلعم۔ سو یہ کلام اسی وقت سے صدیق اکبر رض کے دل میں جم گیا اور نقش فی الحجر ہو گیا۔ اور اسی دن سے ابوبکر رض نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور محبت اختیار کی یہانتک کہ چالیس برس کے ہوئے اور ابوبکر رض اسلام لانیکے وقت اڑتیس برس کے تھے فرمایا کہ ایک روز قبل بعثت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے میں نے خواب میں دیکھا کہ نور اعظم آسمان سے بام کعبہ پر اترا ہے اور پھر تمام مکہ کے گھروں میں پھیلا ہے۔ بعد ازاں وہ نور ایک جگہ جمع ہو گیا ہے اور میرے گھر میں آ گیا ہے۔ فرمایا کہ صبح اٹھکر اس خواب کو میں نے ایک حبار یہود سے بیان کیا اس نے کہا یہ خواب خیال ہے۔ چند سال کے بعد میرا سفر جانیکا اتفاق ہوا۔ اور ایک جگہ ایک راہب سے اس خواب کی تعبیر پوچھی۔ اس نے کہا کہ تم کون ہو۔ میں نے کہا کہ میں ایک قریش ہوں۔ اس نے کہا کہ اللہ تعالےٰ تم سے ایک پیغمبر پیدا کریگا۔ اس کی حیات میں تم اس کے وزیر ہوگے اور اس کے بعد اس کے خلیفہ چنانچہ جب جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ اور آپ نے حضرت ابابکر صدیق رض پر اسلام پیش کیا تو حضرت ابوبکر رض نے بلا تامل اور بلا ایک لمحہ توقف کے قبول کر لیا۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم آپ کے فضائل میں اوروں سے فرمایا کرتے تھے کہ تم میں اور ابوبکر رض میں یہ فرق ہے کہ ابوبکر رض نے اسلام بلا حجت قبول کیا اور تم نے باحجت جس وقت سے آپ نے اسلام قبول فرمایا سفر و حضر میں کبھی حضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے علیحدہ نہیں ہوئے۔ الا باجازت

غرضیکہ آپ کی ذات سے اسلام اور مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچا۔ ابتدائے اسلام میں جب کفار اپنے زیردست مسلمانوں کو بہت ایذا دیا کرتے تو آپ روپیہ دیکر انکو ظالموں کے پنجے سے چھڑا لیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت بلالؓ اور حضرت عامرؓ بن فہیرہ کو خرید کر آزاد کر دیا تھا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مال میں اسی طرح تصرف فرماتے تھے جیسے کہ کوئی اپنے مال میں تصرف کرتا ہے۔ اور جس روز حضرت ابا بکر صدیقؓ ایمان لائے تھے اُس روز ان کے پاس چالیس ہزار دینار اور بقولے چالیس ہزار درہم تھے وہ سب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر خرچ کر دئے۔ جب مدینہ کی جانب ہجرت کی تو آپ کے پاس پانچ ہزار دینار تھے وہ تمام اعانت اسلام اور مسلمانوں میں خرچ کر دئے۔ ایک بار حضرت ابو بکرؓ صدیقؓ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف ایک عبا پہنے ہوئے کہ اسمیں بجائے تکمہ کے ایک کانٹا تھا حاضر ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اے ابو بکرؓ یہ کیا وضع بنائی ہے۔ انہوں نے ابھی کچھ جواب نہیں دیا تھا کہ اتنے میں حضرت جبرئیل بھی اسی ہیئت سے تشریف لائے اِس سے حضورؐ کو اور بھی تعجب ہوا۔ اُن سے اِس کا سبب دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ آج اللہ تعالیٰ نے ہمکو حکم فرمایا ہے کہ جس طرح ابو بکر صدیقؓ نے زمین پر اپنی وضع بنائی ہے تم آسمان پر بناؤ۔ اور مجھ کو اللہ تعالےٰ نے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ ابو بکرؓ سے میرا سلام کہو اور دریافت کرو کہ اس حال میں تم مجھ سے راضی ہو۔ یہ سُن کر حضرت ابو بکرؓ صدیق نے تین مرتبہ زور سے نعرہ مارا کہ میں اپنے رب سے راضی ہوں"۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں"۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں"۔ یعنی اپنے آپ سے راضی ہوں" جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اے ابو بکرؓ آج تم سے کیا ایسا کام ہوا ہے جس سے اللہ تعالےٰ نے اپنا سلام اور پیغام رضا بھیجا ہے حضرت صدیق اکبرؓ نے کچھ جواب نہ دیا اس پر حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا کہ آپ کو خبر نہیں ہے۔ انہوں نے اپنا تمام مال واسباب اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ کر دیا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو کسی کے مال سے اتنا نفع نہیں ہوا جس قدر کہ ابو بکرؓ کے مال سے۔ جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ میں ایکدن درِ دولت رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم پر با جماعتِ مہاجرین و انصار حاضر تھا۔ اور باہم تذکرہ بزرگی و فضیلت کر رہے تھے کہ آنجناب تشریف لائے اور فرمایا کس شغل میں ہو میں نے عرض کیا کہ فضائل لوگوں کے بیان کرتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر یہ مذکور ہے تو خبردار ابو بکر رضی اللہ عنہ پر کسی کو تفضیل مت دیجیوؑ اس لیئے کہ وہ تم سب سے افضل ہیں دنیا و آخرت میں جابرؓ سے بہ سند صحیح روایت ہے کہ ایک دن میں ابو بکرؓ کے آگے آگے جاتا تھا کہ دفعتہً حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس شخص کے

آگے چلتے ہو۔ جو تم سے دنیا و آخرت میں بہتر ہے۔ واللہ کہ آفتاب طلوع وغروب نہیں ہوا بعد انبیا
و مرسلین کے کسی پر کہ بہتر ہو ابو بکرؓ سے اور نیز پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم پر ابو بکر کو کثرت
نماز کے سبب فضیلت نہیں دیتا بلکہ اس چیز کے سبب فضیلت دیتا ہوں کہ اس کے سینہ میں ہے۔ جناب
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک سب آدمیوں سے زیادہ احسان کرنیوالا مجھ پر ابو بکرؓ ہے
اور کسی کو میں سوائے خدا کے خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا لیکن بھائی چارہ اسلام کا موجود ہے۔ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے حضرت ابو بکر سے فرمایا تم میرے رفیق حوض پر ہو اور تھے رفیق غار میں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اگر ابو بکرؓ کا ایمان تمام جن وانس کے ایمان سے وزن کیا جائے تو ابو بکرؓ کے ایمان کا پلہ جھکتا
رہیگا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا سب سے مہربان میری امت پر ابو بکرؓ ہے
اور فرمایا جس شخص نے میرے ساتھ کچھ سلوک کیا اس کا بدلہ میں نے اس سے زیادہ کر دیا مگر ابو بکرؓ
کہ اس کا میرے اوپر احسان ہے۔ خدا تعالےٰ اس کا بدلہ دے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا کہ خیر کے تین سو ساٹھ خصایل ہیں۔ جب خداوند تعالےٰ کسی بندہ کے ساتھ نیکی کا ارادہ کرتا
ہے تو کوئی خصلت انہیں سے اُسے عطا کرتا ہے۔ اور وہ اس خصلت ہی کے سبب سے جنت میں
داخل کریگا حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں سے کوئی خصلت
مجھ میں بھی ہے۔ یا نہیں آپ نے فرمایا تم میں سب ہیں آنحضرت نے فرمایا دوستی حضرت ابو بکرؓ کی اور شکر اسکا
تمام امت میری پر واجب ہے۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں ایکدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت میرے پاس ایک شخص آتا ہے کہ حق تعالیٰ
نے میرے بعد اس سے بہتر کسی کو پیدا نہیں کیا۔ اور اس کی شفاعت قیامت کے دن پیغمبروں کی مانند ہوگی جابرؓ کہتے
ہیں کہ دیر نہ گذری تھی کہ حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اٹھے انسے بغلگیر ہوئے اور انکی پیشانی پر بوسہ دیا۔ غزوہ تبوک میں جو گرمی شدت سے تھی و مسافت
بعید لوگوں نے جانے میں سستی کی تو اللہ تعالےٰ نے تمام مسلمانوں پر عتاب فرمایا اِلّا حضرت صدیق
اکبرؓ کو مستثنےٰ کر دیا۔ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ کیونکہ آخر کار اس غزوہ میں ستر ہزار آدمی ہوئے تھے
لیکن سامان حرب کچھ نہ تھا۔ اور اس کا نام جیش العسرۃ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھا۔ اور
فرمایا جو اس لشکر کی تدبیر درستی کرے اس کو بہشت ہے۔ چنانچہ اکابر صحابہ نے بہت کچھ مال
دیا تھا۔ مگر حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنا تمام مال آپ کے حضور میں پیش کر دیا۔ اس کے بعد آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ ہجرت کو روانہ ہوئے۔ اور غار میں آکر قیام فرمایا تو اس غار میں
سوراخ بیشمار تھے جو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنی چادر پھاڑ کر بند کر دئے تھے۔ لیکن ایک سوراخ

کے بند کرنیکو کچھ موجود نہ تھا تو آپ نے اپنے پاؤں کی ایڑی لگادی۔ سورہ واللیل کے اخیر حضرت ابو بکر رضہ کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ۔ ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ اس سوراخ میں سانپ تھا۔ سانپ نے آپ کے پاؤں کو کاٹ لیا۔ مگر چونکہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ کے زانو پر سر مبارک رکھے ہوئے سوتے تھے۔ آپ نے اس وجہ سے جنبش نہ کی حضرت مولے علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ جنگ بدر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک چھولداری میں مقیم تھے ہم نے صلاح کی کہ کوئی شخص موجود رہے کہ مشرک اس طرف نہ آئیں۔ لیکن اس امر کی کسی کو ہمت نہ ہوئی حضرت ابو بکر صدیق تلوار کھینچکر کھڑے ہوگئے اور اس طرف حضور کے قریب کسی کو نہ آنے دیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی دن وفات سے پہلے خطبہ پڑھا اور اس میں حضرت ابو بکر رضہ کی بہت تعریف ارشاد فرمائی چنانچہ یہ بھی فرمایا کسی کا احسان مال کا اور سلوک اور حق الخدمت بدن اور جان کا مجھ پر اسقدر نہیں ہے جس قدر ابو بکر رضہ کا ہے۔ اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی اور مجھ سے مہر نہ لیا۔ اور حضرت بلال رضہ کو اپنے خالص مال سے مول لیکر آزاد کیا اور مکہ سے مدینہ کی ہجرت کے سفر میں سب اسباب زاد اور راحلہ کا درست کر کے مجھے پہنچایا اور اپنی جان اور مال سے ہمیشہ میری غمخواری کرتا رہا۔ سو اب سب کے دروازے مسجد کی طرف بند کردو۔ سوا ابو بکر رضہ کے دروازے کے کہ اس کو کھلا رہنے دو۔ اس کے بعد جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مرض موت لاحق ہوا۔ اور مرض کی زیادتی ہوئی تو آپ نے حکم فرمایا کہ ابو بکر رضہ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ اس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضہ نے عذر کیا کہ میرے والد رقیق القلب ہیں۔ آپ کی جگہ کھڑے ہونیکی تاب نہیں لائینگے۔ لیکن حضور نے بمبالغہ حضرت صدیق رضہ کی امامت کے واسطے فرمایا چنانچہ حسب الامر حضرت ابو بکر رضہ نے لوگوں کو پانچ دن تک نماز پڑھائی۔ اگرچہ اس وقت دیگر اولوالعزم صحابہ کرام موجود تھے۔ مگر حضرت ابو بکر کی تخصیص امامت گویا اپنی حیات میں خلیفہ بنانیکی طرف اشارہ تھی جس طرح کہ کوئی بادشاہ اپنی زندگی میں کسی کو تخت وچھتر شاہی دلوائے اور یہ علامت اس امر کی ہے کہ بادشاہ نے اپنا ولی عہد بنا دیا۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایا۔ اس وقت خبر پہنچی کہ انصار نے ثقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو کر یہ تجویز کی ہے کہ سعد بن عبادہ کو امیر کرلیں۔ اس کو سن کر حضرت ابو بکر رضہ اور حضرت عمر رضہ اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح ثقیفہ بنی ساعدہ کو گئے وہاں پہنچ کر حضرت ابو بکر رضہ نے ایک برجستہ تقریر کی جسمیں انصار کے بڑے فضایل اور مناقب بیان کئے اور ان کے حقوق کو تسلیم کیا مگر خلافت کے بارہ میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث پڑھی کہ اَلْاَئِمَّةُ مِنَ الْقُرَیْشِ (یعنی سردار اور بادشاہ قریش میں سے ہوں) اور فرمایا کہ ان دو آدمیوں

حضرت عمرؓ اور ابو عبیدہ میں سے ایک کے ہاتھ پر بیعت کر لو حضرت عمرؓ یہ سنکر کہنے لگے کہ تمام تقریر میں مجھہ کو یہی ایک فقرہ ناگوار گذرا۔ اور مجھکو اپنی گردن ماری جانی منظور تھی بہ نسبت اس بات کے کہ میں ان لوگوں کا امام ہوں جنمیں حضرت ابو بکرؓ صدیق موجود ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ کے ہوتے ہوئے کون امام ہو سکتا ہے۔ ہاتھہ بڑھائیے! انہوں نے ہاتھ بڑھایا اور حضرت عمرؓ نے بیعت کی۔ اور ان کے ساتھ حضرت ابو عبیدہؓ اور جملہ حاضرین بیعت ہوئے۔ اس کے دوسرے دن حضرت ابو بکرؓ منبر پر چڑھے۔ مگر انہوں نے ابھی کچھہ فرمایا نہیں تھا کہ حضرت عمرؓ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے ہمارے کاموں کا مرجع ایسے شخص کو بنایا جو ہم سب میں بہتر مصاحب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور ثَانِيَ اثْنَيْنِ فِي الْغَارِ ہے۔ اٹھو اور اس کی بیعت کرو۔ چنانچہ سب اٹھے اور بیعت عام کی پھر حضرت ابو بکرؓ نے بعد حمد و ثنا فرمایا کہ اے لوگو میں تمہارا ولی ہوا ہوں۔ اور حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں تمہارے ساتھ بھلائی کروں تو تم میری مدد کرنا۔ اور اگر برائی کروں میری اصلاح کرو۔ صدق امانت ہے اور کذب خیانت۔ غرضیکہ آپ کی خلافت پر سب کا اتفاق ہوا۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد عرب کے لوگوں نے کہا کہ ہم نماز پڑھیں گے اور زکوٰۃ نہیں دینگے حضرت ابو بکرؓ نے انکو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے آپ سے کہا کہ اے خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ الفت اور نرمی اختیار کیجئے۔ یہ لوگ مثل وحشی جانوروں کے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جواب دیا کہ اے عمرؓ مجھکو امید تھی کہ امور خلافت میں تم میری مدد کروگے۔ مگر تم مجھے اس مشورہ میں رسوا کرنا چاہتے ہو۔ تم تو زمانۂ جاہلیت میں بڑے جبار تھے اسلام میں کیوں سست ہوگئے۔ اور فرمایا کہیں ضرور اس شخص کو قتل کرونگا جس نے زکوٰۃ اور نماز میں تفرقہ کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے یقین ہوگیا۔ کہ خداوند کریم نے اس مسئلہ میں آپ کو شرح صدر کردیا۔ ادھر تو اہل عرب اس سرکشی پر تھے کہ زکوٰۃ نہ دیں اور حضرت ابو بکرؓ کا ارادہ کہ جو زکوٰۃ نہ دیں۔ ان کو قتل کریں۔ ادھر اسامہ بن زیدؓ کو مع لشکر روانہ کیا کہ اپنے والد اور دیگر شہدا کا انتقام لے اور دعوت اسلام کریں۔ یہ لشکر خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آخری وقت میں روانہ ہو رہا تھا۔ اور آپ نے اپنے دست مبارک سے اس کا لوا باندھا تھا مگر چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر شدت مرض طاری ہوگئی تھی۔ اس کا جانا ملتوی ہوگیا تھا۔ مگر بہت جلد بعد وفات آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت صدیق اکبرؓ نے خلیفہ ہوتے ہی اس لشکر کو روانہ کردیا۔ اگرچہ حضرت صدیق اکبرؓ

سے عرض کیا گیا کہ اہل عرب مرتد ہو گئے ہیں۔ پہلے انہیں سے مقابلہ کیا جائیگا۔ اس لشکر میں جوان مرد اور بہتر مرد ہیں۔ اسوقت انکی روانگی ملتوی کیجائے۔ لیکن حضرت ابو بکر رضہ صدیق نے فرمایا کہ مجھکو اپنا مرنا بہ نسبت اس کے زیادہ پسند ہے کہ جناب سرور عالم حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شروع کئے ہوئے کام کو ختم نہ کروں اور یہ کہکر لشکر کو روانہ کر دیا۔ البتہ حضرت عمر رضہ کو اسامہ رضہ سے مانگ لیا کہ چھوڑتے جایئے کیونکہ انکے مشورے کی مجھکو ضرورت ہے۔ اسی سال میں مسیلمہ کذاب نے یمامہ کی طرف دعوئے نبوت کیا۔ اس کو قتل کرنیکو حضرت خالد بن ولید رضہ کو مع لشکر روانہ کیا۔ انہوں نے وہاں پہنچکر محصور کر لیا اور کئی روز کے بعد اسکو وحشی رضہ حضرت امیر حمزہ رضہ کے قاتل نے قتل کر دیا مسیلمہ کذاب کی عمر اسوقت ڈیڑھ سو برس کی تھی۔ اس لڑائی میں قراء حافظ قرآن بکثرت شہید ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضہ نے حضرت صدیق اکبر رضہ سے کہا کہ جسقدر اس لڑائی میں قراء شہید ہوئے ہیں۔ اگر کسی اور لڑائی میں شہید ہوئے تو قرآن شریف کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے قرآن شریف ایک جگہ جمع ہونا بہت ضروری ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضہ نے زید بن ثابت رضہ سے کہا کہ تم جوان عاقل ہو اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی ہو تم قرآن شریف کو جمع کرو۔ انہوں نے یہ کام عظیم الشان شروع کر دیا۔ بڑی کوشش سے ڈھونڈھنے میں قرآن جمع ہوا۔ یہ قرآن شریف حضرت صدیق اکبر رضہ کی زندگی میں انکے پاس انکی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق خلیفہ دوم کے پاس آگیا۔ حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت صدیق رضہ کو قرآن جمع کرنیکی وجہ سے بھی زیادہ اجر ملیگا۔

حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰے عنہ نے دو سال اور سات مہینہ تک خلافت کی۔ جب سے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اس کے صدمے سے آپ روز بروز ضعیف اور لاغر ہوتے جاتے تھے۔ ۷ رجمادی الآخر ۱۳ھ کو آپ سردی میں نہائے اور اس کی وجہ سے آپ کو تپ عارض ہو گئی مرض طول پکڑ گیا۔ اور آپ کی وفات قریب ہوئی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضہ سے وصیت کی کہ مجھکو جو کپڑے پہنے ہوئے ہیں انکو دھو کر انہیں میں کفنانا۔ لوگوں نے آپ کے پاس آکر کہا کہ ہم کسی طبیب کو بلائیں جو آپ کا حال دیکھے آپ نے فرمایا میرے طبیب نے مجھکو دیکھہ کر کہدیا ہے کہ اِنِّی فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ یعنی میں جو چاہوں گا کرونگا۔

حضرت سلمان فارسی رضہ آپکے پاس تشریف لائے اور عیادت کیلئے خدمت میں

بیٹھے اور کہا کہ اے امیرالمومنین کچھ مجھ کو بھی وصیت کیجئے ۔ آپ نے فرمایا کہ خدا تعالے تمہارے لئے دنیا فتح کرنے کو ہے اسمیں سے بقدر بسر اوقات کے لینا ۔ اور یاد رکھو جو کوئی صبح کی نماز ادا کرتا ہے وہ اللہ تعالےٰ کے عہد میں ہوجاتا ہے ۔ ایسا نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ سے عہد شکنی کرو۔ اور یہ عہد شکنی تم کو منہ کے بل دوزخ میں ڈالے گی ۔ جب حضرت صدیق اکبر رضہ بوجہ زیادتی مرض کے گھر سے نہ نکل سکے ۔ تو آپ سے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اپنا کوئی نائب کردیں ۔ آپ نے فرمایا میں نے حضرت عمر فاروق رضہ کو اپنا نائب مقرر کیا لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ایسے تند مزاج اور سخت دل کو نائب مقرر کرتے ہیں آپ اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دینگے ۔ آپ نے فرمایا ۔ والی بنایا میں نے تم میں سے بہتر اللہ قوی اور حریص کر نیوالا تم پر تمہارے لئے دین میں دنیا و آخرت میں ۔ اور آپ نے فرمایا کہ میں تم لوگوں کو ایک وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے کچھ دن کے حقوق ہیں کہ ان کو رات میں قبول نہیں کرتا ۔ اور کچھ رات کے ہیں کہ انکو دن میں قبول نہیں کرتا ۔ اور وہ نفل کو قبول نہیں کرتا جب تک کہ فرض ادا نہ کرو اور قیامت کے روز جو بھاری پلہ والوں کے پلہ بھاری ہونگے تو وجہ یہی ہوگی کہ انہوں نے دنیا میں حق کا اتباع کیا ہوگا ۔ اور اپنے اوپر اسی کو بھاری سمجھا ہوگا ۔ اور اس ترازو کیلئے جسمیں بجز حق کے اور کچھ نہ رکھا جائے ۔ شایاں یہی ہے کہ وزن زیادہ ہو ۔ اور ہلکے پلہ والوں کے جو قیامت میں ہلکے پلے ہونگے تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ دنیا میں انہوں نے باطل کی پیروی کی ہوگی اور اس کو ہلکا ہی ہونا زیبا ہے ۔ اور ایک رحمت اور عذاب کا ذکر فرمایا ہے کہ مومن کو رغبت اور خوف دونو رہیں اور اپنا ہاتھ ہلاکت میں نہ ڈالے ۔ اور اللہ تعالےٰ سے بجز حق کے اور کسی کی تمنا نہ کرے پس اے عمر رضہ اگر تم میری نصیحت کو یاد رکھو گے تو موت سے زیادہ غائب چیز تمہارے نزدیک محبوب نہ ہوگی ۔ اور اس کا آنا تم پر ضروری ہے ۔ اور اگر تم میری وصیت کو تلف کردو گے ۔ تو موت سے زیادہ کوئی غائب چیز تم کو بری معلوم نہ ہوگی ۔ اور اس سے تم بھاگ نہ سکو گے نہ اس کو تھکا سکو گے

نقل ہے کہ ایک روز حضرت ابوبکر رضہ کو کسی نے گالی دی فرمایا کہ جو حال میرا تجھ پر پوشیدہ ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہے ۔

آپ کے چند ارشادات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں خداوند کریم توفیق عمل عطا فرماوے

(۱) آپ نے فرمایا جو آدمی بغیر توشہ (نیک عمل) کے قبر میں چلا گیا اس کی مثال ایسی ہے جیسی دریا کا سفر بغیر کشتی کے کیا یعنی جسطرح بغیر کشتی کے دریا کا سفر ڈوبنے کی نشانی ہے ۔ اسی طرح بغیر عمل کئے مرجانا بھی مصیبت میں ڈال دیگا ۔

(۲) ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کی تفسیر میں آپ نے فرمایا کہ خشکی زبان ہے اور تری دل. پس اگر زبان بگڑی تو دنیا والے اس پر روئیں گے ۔ اور اگر دل بگڑا تو فرشتے اس کے حال پر افسوس کرینگے

(۳) آپ نے فرمایا تین چیزوں سے تین چیزیں حاصل نہیں ہوسکتیں (۱) مالداری آرزو سے (۲) جوانی خضاب سے (۳) تندرستی دوا سے

(۴) فرمایا پانچ تاریکیاں ہیں اور ان کے پانچ چراغ (۱) دنیا کی محبت اندھیری ہے اور پرہیز گاری اس کا چراغ ہے ۔ (۲) قبر اندھیری ہے اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اسکا چراغ (۳) آخرت اندھیری ہے اور نیک عمل سکا چراغ (۴) پلصراط اندھیری ہے اور یقین اس کا چراغ (۵) گناہ اندھیری ہے اور توبہ اُس کا چراغ ۔

(۵) آپ نے فرمایا شیطان تمہارے سامنے کھڑا ہے اور نفس دہنی طرف اور ہوا و ہوس بائیں جانب اور دنیا پیچھے اور ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء ادہر اُدہر ۔ زبردست خدا تعالےٰ کا اوپر ہونا اپنی قدرت کے لحاظ سے ہے ۔ مکانیت کے اعتبار سے نہیں ۔ پس شیطان مردود ہے تمہیں دین چھوڑنے کے لئے کہتا ہے ۔ اور نفس گناہ کرنے کے لئے اور ہوا و ہوس خواہشیں پوری کرنے کے لئے اور دنیا آخرت کے مقابلہ میں اپنے آپ کو اختیار کرنے کے لئے ۔ اور اعضا گناہ کرنے کے لئے اور اللہ تعالےٰ معافی چاہنے اور جنت میں جانے کے لئے جیسا کہ خود اس نے ارشاد فرمایا ہے وَاللّٰہُ یَدْعُوْٓا اِلَی الْجَنَّۃِ وَالْمَغْفِرَۃِ ۔ (اور خدا تمہیں جنت میں جانے اور معافی مانگنے کے لئے بلاتا ہے) ۔ پس جس نے شیطان کا کہا مانا اس نے اپنا دین کھویا ۔ اور جس نے نفس کا کہنا مانا اس نے اپنی جان کھوئی ۔ اور جس نے ہوا و ہوس کا کہنا مانا اُس نے اپنی عقل کھوئی اور جس نے اعضا کا کہنا مانا اس نے جنت کھوئی ۔ اور جس نے اللہ تعالےٰ کا کہا مانا اس سے سارے گناہ چھوٹ گئے اور تمام بھلائیاں حاصل ہوگئیں

(۶) آپ نے فرمایا آٹھ چیزوں سے آٹھ چیزوں کی رونق ہوتی ہے ۔ (۱) پرہیزگاری سے فقیری کی (۲) شکر سے نعمت کی (۳) بردباری سے علم کی (۴) عاجزی سے طالب علم کی (۵) زیادہ رونے سے خوفِ الٰہی (۶) صبر سے بلا کی (۷) احسان نہ جتانے سے احسان کی (۸) گڑگڑانے سے نماز کی

(۷) آپ نے فرمایا عبادت کرنیوالے تین قسم کے ہیں (۱) جو ڈر کر اللہ کی عبادت کرتی ہیں ۔ (۲) جو جنت کی امید پر اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتے ہیں (۳) جو محبت کے سبب اللہ تعالیٰ کی عبادت

کرتے ہیں۔ ان عبادت کرنے والوں کی تین شناختیں ہیں (۱) ڈر کر عبادت کرنے والوں کی شناخت (۱) اپنے آپ کو ذلیل سمجھتے ہیں (۲) اپنی نیکیوں کو کم جانتے ہیں (۳) اپنے گناہوں کو زیادہ جانتے ہیں (۲) جو جنت کی امید پر عبادت کرتے ہیں (۱) ہر حالت میں قوم کے پیشوا ہوتے ہیں (۲) دنیا کے مال میں سب سے زیادہ سخی ہوتے ہیں۔ (۳) تمام خلقت میں خدا کی طرف سب سے اچھا دھیان رکھنے والے ہوتے ہیں۔ (۳) محبت کیساتھ عبادت کرنے والے (۱) اپنی سب سے زیادہ چیز جو پیاری ہو خدا کے نام پر دیتے ہیں اور اس کی پرواہ نہیں کرتے جس سے خدا راضی ہو جاتا ہے (۲) اپنی خواہشوں کے خلاف عمل کرتے ہیں جس سے خدا راضی ہو جاتا ہے۔ (۳) ہر حالت میں خدا کے امر و نواہی کے پابند ہوتے ہیں۔

(۸) آپ نے فرمایا۔ جس آدمی کو اللہ تعالےٰ نے یہ دس عادتیں عطا فرمائی ہیں بیشک وہ ہر ایک آفت اور بلا سے نجات پائیگا نیز اس کو مقربین اور پرہیزگاروں کا درجہ ملیگا (۱) ہمیشہ قناعت کے لئے والے دل کے ساتھ سچائی اختیار کرنا۔ (۲) ہمیشہ شکر کے ساتھ پورا پورا صبر کرنا (۳) ہمیشہ پرہیزگاری کے ساتھ فقیری کرنا۔ (۴) ہمیشہ مسلسل خوف کیساتھ (گناہوں کی زیادتی پر) افسوس کرنا۔ (۵) ہمیشہ خدمت گذار جسم کے ساتھ (نیکی بڑھنے کی) کوشش کرنا (۶) ہمیشہ مہربانی کے ساتھ کسی سے دوستی کرنا (۷) ہمیشہ شرم و لحاظ کے ساتھ کسی سے محبت کرنا۔ (۸) ہمیشہ کی بردباری کے ساتھ نفع دینے والا علم (۹) عقل کی سلامتی کے ساتھ پختہ ایمان (۱۰) ہمیشہ ذکر الہی کے ساتھ اپنی زبان کو تر رکھنا

(۹) آپ نے فرمایا چار چیزیں چار چیزوں پر ختم ہو جاتی ہیں (۱) نماز سجدہ سہو پر (۲) روزہ صدقہ فطر پر (۳) حج فدیہ پر (۴) ایمان جہاد پر

(۱۰) آپ نے فرمایا کنجوس آدمی کو سات باتوں میں سے ایک ضرور پیش آتی ہے۔ وہ مر جائے تو ایسا شخص اس کا وارث بنے جو حرام کاموں میں اس کا مال خرچ کر ڈالے (۲) یا اللہ تعالےٰ اس پر ظالم بادشاہ مقرر کر دے جو اسے ذلیل کر کے سارا مال چھین لے (۳) یا اسے کوئی ایسی لت لگ جائے جسکے پیچھے اس کا سارا مال برباد ہو جاوے (۴) یا اس کے دل میں اجاڑ زمین کو بسانے کا کوئی خیال بیٹھ جائے تو اس میں سارا مال صرف کر ڈالے۔ (۵) یا دنیا کی بلاؤں میں سے کوئی بلا آ جائے جیسے طوفان آنا۔ آگ لگ جانا چوری ہو جانا وغیرہ (۶) یا ایسا مرض لگ جائے جس کے علاج میں ساری دولت ختم ہو جائے (۷) یا کسی

پچگہ مالٹی دبا کر بھول جائے ۔ اور پھر نہ پائے

حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی کے تقوے کا یہ حال تھا کہ ایک دن حضور نے اپنے غلام کی کمائی کا دودھ پی لیا پھر جو اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں نے ایک قوم کی کہانت کی تھی انہوں نے مجھ کو یہ دودھ دیا ہے ۔ آپ نے یہ سنکر اپنے منہ میں انگلی ڈال کر استفراغ فرما لیا۔

حضرت انیسہ رضی فرمائی تھیں کہ حضرت ابو بکر صدیق تین برس ہمارے پاس تشریف لائے ہیں ۔ دو برس قبل خلافت اور ایک سال بعد خلافت ۔ اور ہمارے پڑوس میں ایک قبیلہ تھا وہ اپنی بکریاں حضرت ابو بکر رضی سے دوہانے کے لئے لاتے تھے تو آپ دودھ دوہا کرتے تھے حضرت عمر رضی فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ میں بڑھیوں اور اندھوں کے پاس پانی وغیرہ کے خیال سے جاتا تھا ۔ تو سب امور انکے تیار پاتا تھا ۔ مجھ کو تلاش ہوئی ۔ کہ دیکھوں تو کون ہے ۔ جوان کا کام کر جاتا ہے ۔ بعد تلاش اور جستجو کے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر رضی کر جایا کرتے ہیں ۔

حضرت زبیر رضی فرماتے ہیں کہ ایکروز حضرت ابو بکر رضی صدیق نے خطبہ پڑھا ۔ اور فرمایا کہ خدا سے حیا کرو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جنگل میں جس وقت پاخانہ پھرتا ہوں بوجہ حیا کے خدا سے اپنے سر کو ڈھکتا ہوں ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اپنی کمر دیوار سے لگاتا ہوں ۔ ایک دفعہ حضرت ابو بکر رضی نے ایک پرندہ کو سایہ میں بیٹھا دیکھ کر ٹھنڈا سانس لیا ۔ اور فرمایا ۔ اے پرندے تیری زندگی اور عیش بہت اچھی ہے ۔ تو درخت کے پھل کھاتا ہے اور اس کے سایہ میں بیٹھتا ہے اور تو اس کا حساب نہیں دیگا ۔ اے کاش میں بھی تیری مانند ہوتا ۔

جس وقت آپ کی کوئی تعریف کرتا تو آپ فرماتے خدایا میری نسبت میرے نفس کا تو زیادہ عالم ہے ۔ اور میں ان لوگوں کی نسبت اپنے نفس کا خود زیادہ عالم ہوں ۔ ان کے گمان سے زیادہ مجھ کو بہتر کر اور بخشش کر جس کا کہ انکو علم نہیں ہے ۔ مجھ سے مواخذہ نہ کر جو کچھ کہ یہ کہتے ہیں ۔

فرمایا کاش کہ میں مومن کے بدن کا بال ہوتا ۔ فرمایا کاش میں درخت ہوتا کہ کھایا جاتا اور کاٹا جاتا ۔ فرمایا کاش میں گھاس ہوتا کہ چارپائے کھاتے ۔ فرمایا مسلمان کو ہر چیز کا اجر دیا جائیگا ۔ کانٹے کے لگنے میں اور تسمہ کے ٹوٹنے میں ۔ فرمایا کہ جو شخص خالص محبت الہی سے مزہ چکھتا ہے وہ ذائقہ طلب دنیا سے اسے روک دیتا ہے ۔ اور تمام خلقت سے اس کو

وحشت دلاتا ہے۔ فرمایا حق بات گراں ہوتی ہے اور باوجود گرانی کے خوشگوار ہے۔ اور امر باطل سبک ہے اور باوجود اس کے برا ہے فرمایا دعا اَللّٰھُمَّ اَرِنِی الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنِی اِتِّبَاعَهٗ وَاَرِنِی الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنِی اجْتِنَابَهٗ وَلَا تَجْعَلْ مُتَشَابِهًا عَلَیَّ فَاَتَّبِعُ الْهَوٰی فرمایا دعا بھائی کی بھائی کے لئے قبول کی جاتی ہے۔ اور آپ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ خَیْرَ عُمُرِیْ اٰخِرَهٗ وَخَیْرَ عَمَلِیْ خَوَاتِمَهٗ وَخَیْرَ اَیَّامِیْ یَوْمَ لِقَائِكَ غرضیکہ خیر البشر بعد انبیا بالتحقیق حضرت ابو بکر صدیق رض تھے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

بیں اندر کمالات نبوت　　　　زامت بہتر از صدیق اکبر رض

۲۲ رجمادی الآخر ۱۳ھ کو تریسٹھ برس کی عمر میں انتقال فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ آپ کی وصیت کے موافق حضرت کی زوجہ محترمہ اسما رض بنت عمیس نے آپ کو نہلایا اور عبد الرحمن رض بن ابو بکر رض نے پانی ڈالا۔ اور آپ کی وصیت موافق جو کپڑے آپ نے پہنے ہوئے تھے انہیں میں آپ کو کفنایا۔ اور حضرت عمر رض نے درمیان قبر اور منبر کے مع چار تکبیروں کے نماز جنازہ پڑھی۔ حضرت عائشہ رض صدیقہ کو آپ نے وصیت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کتف مبارک پر آپ کا سر رکھا جائے حضرت عمر رض حضرت عثمان رض اور حضرت طلحہ رض اور عبد الرحمن رض بن ابو بکر رض نے آپ کو قبر میں اتارا

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مزار پر انوار کے ساتھ دائیں جانب حضرت ابو بکر رض کی مرقد شریف بنائی گئی حُلْیَہٗ رنگ آپ کا سفید نحیف العارض بلند پیشانی او غائر العینین تھے ہمیشہ چہرہ مبارک عرقناک رہتا تھا۔ آپ کی آزار ٹخنوں سے نیچے لٹکتی رہتی تھی۔ اور آپ اسکے وعیدسے مستثنےٰ تھے۔ حنا اور کتم ایک قسم کی گھاس ہے۔ اس کا خضاب لگایا کرتے تھے آپ نے تمام عمر یعنی ایام جاہلیت سے لیکر نہ کبھی شعر کہا اور نہ کبھی شراب پی۔ خداوند کریم ہمیں حضور خلیفۃ المومنین حضرت ابی بکر صدیق رض کے کلمات طیبات جو ہماری رہبری کے لئے حضرت نے فرمائے توفیق عمل عطا فرمائے

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ عالیہ حضرت ابو بکر صدیق رض سے حضرت سلمان فارسی رض اصحاب اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ میں آیا جنکا مفصل ذکر حضرت سلمان فارسی کے حالات میں آئیگا + اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ط

حالات حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کو نسبت علم باطن میں باوجود محبت حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت امیر المومنین خلیفہ اول ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہے۔

آپ اصل میں مجوسی تھے عالم جوانی سے طلب حق میں ساعی تھے۔ علما یہود و نصاریٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بکمال صبر و استقامت اس راہ میں شدائد و تکالیف برداشت کیں اور قریب قریب دس مرتبہ نوبت بہ نوبت فروخت ہوئے۔ اور آخرکار جناب سرور کائنات نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ سونا دلوا کر آپ کو یہودی سے آزاد کرایا۔ جب سے وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں رہنے لگے۔ غزوہ خندق میں خندق کھودنے کیواسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مابین مہاجرین وانصار تقسیم فرمائی تو سلمان فارسیؓ میں نزاع واقع ہوئی۔ مہاجرین کہتے تھے سلمان ہمارے ساتھ ہیں۔ اور انصار کہتے تھے کہ ہمارے ساتھ ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حال دیکھ کر فرمایا سَلْمَانُ مِنْ اَهْلِ الْبَيْتِ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اصحاب صُفّہ میں سے ہیں۔ اور ان لوگوں میں سے ہیں کہ بہشت انکا مشتاق ہے۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ فاروق رضہ نے ان کو ایام خلافت میں حاکم مدائن مقرر کر دیا تھا۔ اور پانچہزار درم بیت المال سے مقرر کر دیئے تھے۔ آپ تمام روپیہ فقیروں کو تقسیم کر دیتے تھے اور خود زنبیل بافی سے اپنی بسر اوقات کرتے تھے۔ آپ کے پاس ایک کملی اونٹوں کے بالوں کی تھی دن کو اپنے اوپر اس کو لپیٹ لیا کرتے تھے۔ اور وہی رات کو اوڑھ لیا کرتے تھے۔ بکری کے بالوں کی آپ رسیاں اور جھول بنایا کرتے۔ لڑائی کے موقعہ پر کسی کو جھول اور کسی کو رسی دیا کرتے۔ ایک دفعہ اپنے ایام حکومت میں آپ شہر مدائن کے بازار میں جاتے تھے اور وہاں کسی شخص کو اپنا اسباب لیجانے کو ایک مزدور کی تلاش تھی۔ آپ کو کملی پہنے ہوئے دیکھا۔ اور آپ پر اسباب اٹھوا کر چلدیا۔ آپ نے یہ نہ فرمایا کہ میں کون ہوں۔ راستہ میں ایک شخص ملا اور اس نے کہا اے امیر آپ نے یہ بوجھ کیوں اٹھایا۔ جب اس شخص کو یہ حال معلوم ہوا جس کا کہ اسباب آپ نے اٹھایا ہوا تھا

فوراً اپنا سر قدموں پر رکھدیا۔ اور بہت ہی معذرت کی آپ نے فرمایا تو نے اپنے مکان تک لیجانے کا ارادہ کرلیا تھا۔ اب وہاں پہنچکر ہی واپس ہوگا۔

جب آپ کا وقت اخیر ہوا۔ آپ بہت بیقرار ہوئے۔ اور زار زار رونے لگے۔ لوگ جو عیادت کو آئے تھے دریافت کرنے لگے کہ آپ کیوں روتے ہیں۔ فرمایا کہ نہ مجھکو موت کا خوف ہے۔ اور نہ دنیا کی خواہش۔ بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ اگر مجھ سے قیامت میں ملنا چاہتا ہے تو دنیا جمع نہ کرنا۔ اور دنیا سے اس طرح جانا جس طرح کہ میں جاتا ہوں۔ اور اب میرے پاس اسباب جمع ہوگیا ہے۔ ڈر لگتا ہے کہ کہیں آپ کے جمال سے محروم نہ ہوں۔ اور اسباب میں آپ کے پاس فقط ایک لوٹا ایک پالان پوستین اور کمبل تھا بس۔ آپ کی عمر بروایت ڈیڑھ سو برس کی ہوئی ۳۳ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ نے ایک شب میں بکرامت مدینہ سے مدائن تشریف لیجاکر حضرت سلمان فارسی کو غسل دیا اور اسی شب مدینہ سکینہ کو واپس آگئے۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم چار سابقین ہیں۔ میں سابقین عرب سے۔ بلال رضؓ حبش سے۔ صہیب رضؓ روم سے اور سلمان رضؓ فارس سے

نقل ہے حضرت سلمان کو ایک شخص نے گالیاں دیں انہوں نے کہا کہ اگر قیامت کے دن میرے گناہوں کا پلہ بھاری ہوگا تو جو کچھ تو کہتا ہے اس سے بھی میں بدتر ہوں۔ اور اگر گناہوں کا پلہ ہلکا ہوگا تو تیری بات سے مجھے کیا ڈر ہے

حضرت سلمان رضؓ نے حضرت ابو داؤد رضؓ کو ایک خط میں لکھا کہ اے برادر اتنی دنیا مت جمع کرنا جس کا شکر تم سے ادا نہ ہو سکے۔ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ مالدار نے اپنے مال کو خدا تعالےٰ کے فرمان کے موجب صرف کیا ہوگا تو وہ قیامت کو حاضر کیا جاویگا۔ اس کا مال سامنے ہوگا۔ جب پلصراط پر ادھر اُدھر جھکنے لگیگا تو اس کا مال کہیگا کہ چلا کیوں نہیں جاتا تو مجھ میں سے اللہ کا حق دیچکا ہے۔ پھر ایسا مالدار آئیگا جس نے حکمِ خدا کے موافق نہ کیا ہوگا۔ اس کا مال اس کے شانوں پر رکھا جائیگا۔ جب پلصراط پر جھکنے لگیگا تو اس کا مال کہیگا کہ خرابی ہو تجھکو تو نے مجھ میں سے خدا کا حق کیوں نہ دیا۔ اسی طور پر اس کا حال رہیگا۔ یہانتک کہ دوہائی تہائی مچائیگا +

حالات حضرت امامِ قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم

علم باطن میں آپ کو حضرت سلمان فارسی سے نسبت تھی - اور اپنے جد بزرگوار کی نعمت ان کے وسیلہ سے حاصل کی اپنی پھوپھی حضرت عائشہ صدیقہ رض کے کاشانہ فیض نشانہ میں تربیت پائی تھی - امام زین العابدین کی صحبت سے حضرت امیر المومنین شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی نسبت بھی حاصل کی تھی آپ کبار تابعین و فقہائے سبعہ مشہورین میں سے ہیں - امام اہل زمانہ اور اپنے وقت کے بےنظیر تھے -

یحییٰ بن سعد رض فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی آدمی ایسا نہیں دیکھا کہ جسکو قاسم بن محمد رض پر فضیلت دوں - حضرت عمر بن عبد العزیز رح فرمایا کرتے تھے کہ اگر معاملہ خلافت میرے اختیار میں ہوتا تو امام قاسم کے سپرد کرتا - اور حضرت امام زین العابدین رض کے خالہ زاد بھائی تھے - آپکا سن شریف ستر سال کا ہوا اور سنہ ۱۰۱ھ میں یا ۱۰۲ھ میں انتقال فرمایا - آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا آپ اعلم ہیں یا سالم رض بن عبد اللہ رض بن عمر رض بن الخطاب رض - فرمایا کہ وہ مبارک ہیں زبان سے یہ نکلا چاہتا تھا کہ وہ اعلم ہیں - مگر رک گئے کہ کہیں جھوٹ نہ ہو اور یہ بھی نہ فرمایا کہ میں اعلم ہوں کہ خلاف تذکیہ نفسی ہے +

حالات حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم باطن میں اپنے نانا امام قاسم بن محمد بن ابی بکر رض و نیز اپنے والد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے نسبت ہے آپ کا مقولہ ہے کہ وَلَدَنِی اَبُوْبَکْرٍ مَرَّتَیْنِ یعنی میں ابو بکر صدیق سے دو مرتبہ پیدا ہوا - ایک ولادت ظاہری کہ میری والدہ کے باپ قاسم بن محمد بن ابی بکر رض تھے - دوم ولادت باطنی کہ علم باطن بھی میں نے انہی سے پایا ہے -

حضرت امام رض کو صادق بوجہ آپ کے صدق مقال کے کہا کرتے تھے - آپ سادات اہل بیت سے تھے سلسلہ نسب آپ کا یہ ہے - امام جعفر صادق رض بن امام محمد باقر رض بن امام زین العابدین رض بن سید الشہدا حضرت امام حسین رض بن حضرت علی مرتضیٰ رض کرم اللہ وجہہ +

امام ابوحنیفہؒ و امام یحییٰ بن سعید انصاریؒ و ابن جریحؒ و امام مالکؒ و محمد بن اسحاقؒ و موسیٰ بن جعفرؒ وسفیان ثوریؒ و سفیان بن عیینہؒ آپ کے شاگرد تھے۔ آپ کی امامت و سیادت پر سب کا اتفاق ہے۔ عمر بن المقدم کا مقولہ ہے کہ جس وقت حضرت امام جعفر صادقؒ کو دیکھتا ہوں فوراً معلوم ہوجاتا ہے کہ آپ خاندان نبوت سے ہیں۔ آپ کے اخلاق حسنہ و فتوت ظاہری تغیر قرآن بلکہ جملہ علوم میں۔ اسرار جلیلہ و اشارہ جمیلہ ہیں۔ آپ صاحب زہد و تقویٰ و ورع کامل تھے شہوات ولذات سے نہایت مجتنب اور سراپا ادب تھے۔ آپ مدینہ منورہ میں لوگوں کو افاضہ وافادہ فرماتے تھے۔ بعدازاں آپ عراق تشریف لے گئے۔ اس جگہ مدت تک قیام فرمایا۔ مگر کبھی بھی امامت کے خواہاں نہیں ہوئے۔

ایک مرتبہ حضرت داود طائیؒ حضرت امام جعفر صادقؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے فرزند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کچھ نصیحت فرمائیے کہ میرا دل سیاہ ہوگیا ہے حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا کہ بھلا آپ کو میری نصیحت کی کیا حاجت ہے۔ تم خود زاہد زمانہ ہو۔ انہوں نے کہا آپ کی فضیلت تمام پر ثابت ہے۔ آپ کو واجب ہے کہ سب کو پند و نصیحت فرمادیں۔ حضرت امام نے فرمایا کہ اے ابا سلمان مجھکو خود اندیشہ ہے کہ قیامت کے دن میرے جد امجد مجھ سے فرمائیں کہ تو حق متابعت کیوں نہ بجالایا اے ابا سلمان یہ کام نسب پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ سے معاملہ شائستہ رکھنے پر موقوف ہے۔ یہ سن کر حضرت داؤد طائیؒ بہت روئے کہ جب ایسے شخصوں کا کہ جن کی معجون طینت نبوت سے ہو اور جس کے جد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ماں بتولؓ ہو یہ حال ہے تو داؤد بیچارہ کس حساب میں ہے۔

ایک روز آپ معہ اپنے خادموں کے بیٹھے تھے۔ فرمانے لگے آؤ باہمیں بیعت و اقرار کریں کہ ہم میں سے جس کو نجات ہو وہ سب کی شفاعت کرے۔ سب نے عرض کیا کہ اے فرزند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ کو ہماری شفاعت کی کیا احتیاج ہے کہ آپ کے جد شفیع خلائق ہیں فرمایا کہ مجھ کو اپنے افعال سے شرم آتی ہے کہ ان کو لیکر ان کے روبرو ہوں۔

ایک مرتبہ سفیان ثوریؓ نے کہا کہ کچھ وصیت فرمائیے۔ فرمایا اے سفیان دروغ گو کو مروت نہیں ہوتی۔ اور حاسد کو راحت نہیں ہوتی۔ بدخلق کو سرداری نہیں ہوتی

اور ملوک کو اخوت نہیں ہوتی عرض کیا کچھ اور فرمائیے۔ فرمایا۔ اے سفیان اپنے تئیں اللہ تعالےٰ کے محارم سے بچانا تاکہ عابد ہو۔ اور جو کچھ قسمت میں ہو گیا اس پر راضی ہونا کہ مسلم ہو۔ فاجر سے صحبت مت رکھ کہ تجھ پر فجور غالب نہ آ جائے۔ اپنے معاملہ میں ایسے آدمیوں سے مشورت کر کہ طاعت خدا خوب کرتے ہوں۔ پھر سفیان ثوری رضؓ نے عرض کیا کچھ اور فرمائیے۔ فرمایا اے سفیان رضؓ جو شخص چاہے کہ اس کی عزت بلا ذات و قبیلہ کے ہو۔ اور ہیبت بلا حکومت ہو۔ اس سے کہو کہ گناہ چھوڑ دے۔ اور اطاعت اختیار کرے۔ اور فرمایا جو شخص ہر آدمی کے ساتھ صحبت رکھتا ہے وہ سلامت نہیں رہتا اور جو کوئی برے راستہ جاتا ہے اُسے اتہام لگتا ہے اور اپنی زبان کو قابو میں نہیں رکھتا وہ پشیمان ہوتا ہے جو کوئی اللہ تعالےٰ سے اُنس رکھتا ہے اُسے خلق سے وحشت ہو جاتی ہے فرمایا بہت سے ایسے گناہ ہیں کہ جس کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہو جاتا ہے۔ اور بہت سی عبادتیں ایسی ہیں کہ جس کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مطیع مغرور گنہگار ہوتا ہے۔ اور گنہگار نادم مطیع ہوتا ہے نقل ہے کہ ایک روز حضرت امام جعفر صادق رضؓ نے امام ابوحنیفہ رحؒ سے دریافت کیا کہ عقلمند کس کو کہتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحؒ نے کہا کہ جو خیر اور شر میں تمیز کرے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تمیز تو جانوروں میں بھی ہوتی ہے۔ کہ مارنے والے اور چارہ دینے والے میں تمیز رکھتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحؒ نے عرض کیا کہ آپ کے نزدیک عقلمند کون ہے فرمایا عقلمند وہ ہے جو دو خیر اور دو شر میں امتیاز کرے۔ خیر میں خیر الخیرین کو اختیار کرے اور شر میں شر الشرین کو۔ آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ درویش صابر فاضل تر ہے یا تونگر شاکر۔ فرمایا درویش صابر کیونکہ تونگر کا دل کیسہ میں لٹکا رہتا ہے۔ اور درویش کا اللہ تعالےٰ میں۔ اور فرمایا عبادت بلا توبہ درست نہیں ہوتی۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے توبہ کو عبادت پر مقدم کیا ہے (اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ) توبہ ابتداء مقامات اور عبودیت انتہا مقامات اور درجات ہے

نقل ہے ایک شخص کی اشرفیوں کی تھیلی گم ہو گئی تھی۔ اس نے حضرت امام سے بلا وقعی میں کہا کہ تم نے لی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کس قدر اشرفی تھی اس نے کہا کہ ایک ہزار اشرفی تھی۔ آپ اس کو اپنے گھر لے گئے اور گن کر ایک ہزار اشرفی اسے دیدی۔ جب وہ شخص اپنے گھر واپس گیا۔ وہاں اس کو وہی تھیلی مل گئی۔ یہ شخص دوڑتا ہوا حضرت امام رضؓ کے پاس آیا۔ اور عرض کی کہ مجھ سے خطا ہوئی۔ مجھے اپنی تھیلی مل گئی ہے۔ آپ اپنی اشرفیاں واپس لے لیجئے آپ نے فرمایا کہ تم لیجاؤ۔ ہم جو کچھ دے دیتے ہیں پھر واپس نہیں لیتے اس شخص نے بعد میں دریافت کیا کہ یہ کون ہیں کسی نے کہا کہ یہ حضرت امام جعفر صادق رضؓ ہیں۔ وہ شرمندہ ہو کر چلا گیا! +

ایک مرتبہ خلیفہ منصور بادشاہ نے اپنے وزیر سے کہا کہ صادق ؓ کو لاؤ کہ قتل کریں۔ وزیر نے کہا کہ انہوں نے گوشہ و عبادت اختیار کر رکھی ہے۔ ملک سے ہاتھ کوتاہ کر لیا ہے اب ان کے قتل سے کیا فائدہ۔ خلیفہ نے کہا نہیں ان کو ضرور لاؤ۔ وزیر نے ہر چند ٹالا مگر خلیفہ نے نہ سنا۔ آخر کار وزیر آپکے بلانے کو گیا۔ اس کے جانے کے بعد خلیفہ نے غلاموں سے کہدیا کہ جس وقت امام صادق آویں اور میں ٹوپی سر سے اتاردوں تم انکو قتل کر ڈالنا۔ اسی اثنا میں حضرت امام جعفر صادق رضی بھی تشریف لائے انکو دیکھتے ہی منصور تعظیم کو اٹھ کھڑا ہوا اور مسند پر انکو بٹھایا اور آپ باادب تمام آگے بیٹھا اور عرض کیا کہ کیا حاجت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر مجھے اپنے پاس نہ بلانا۔ اور آپ تشریف لیگئے فی الفور خلیفہ بیہوش ہو کر گر پڑا اور کئی وقت یا کئی روز تک ہوش نہ آیا۔ جب افاقہ ہوا تو وزیر نے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہوا ہے۔ خلیفہ نے جواب دیا کہ جس وقت حضرت امام اندر آئے ایک اژدہا ان کی ساتھ منہ پھیلائے ہوئے تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ اگر میں نے ان کو کچھ بھی تکلیف دی تو وہ مجھکو کھا جائیگا۔ اس خوف سے میں نے عذر کیا اور بیہوش ہو کر گر پڑا

نقل ہے کہ حضرت امام جعفر ؓ صادق بازار میں جاتے تھے۔ کیا دیکھا کہ ایک بڑھیا کے آگے ایک گائے پڑی ہوئی ہے اور وہ عورت مع اپنے بچہ کے روتی ہے۔ حضرت نے اس سے رونے کا سبب دریافت کیا۔ اس بڑھیا نے کہا کہ یہ ایک گائے تھی اس کے دودھ سے ہماری پرورش ہوتی تھی یہ مرگئی ہے۔ اب حیران ہیں کہ ہماری گذر کسطرح ہوگی آپ نے فرمایا کہ تجھکو یہ منظور ہے کہ اللہ تعالٰے اس کو زندہ کردے۔ اس عورت نے جواب دیا کہ ہم پر تو یہ مصیبت پڑی ہے اور تم ہنسی کرتے ہو۔ آپ نے فرمایا اے بڑھیا میں ہنسی نہیں کرتا۔ اور پھر آپ نے گائے کو ٹھوکر ماری کہ اٹھ اللہ کے حکم سے گائے فی الفور اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور آپ عام لوگوں میں جا ملے کہ کوئی شناخت نہ کرے سبحان اللہ کیوں نہ ہو اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ کی یہی شان ہے۔ اور یہ حدیث صادقہ حضرت امام جعفر صادق رضی پر خوب صادق آئی۔ آپ کے فضائل اور ارشادات بکثرت ہیں۔ اگر آپ کی کرامتیں اور مکاشفات مفصل لکھے جاویں تو بہت طویل ہو جاتا ہے۔ لہذا اسی پر اکتفا کیا ہے اللہ تعالٰے توفیق عمل عطا فرماوے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ مدینہ منورہ میں ۸۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۴۸ھ ہجری میں وفات پائی (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمْ۔

حالات حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رضی اللہ تعالےٰ عنہ

حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۳۶ھ ہجری میں پیدا ہوئے آپکو حضرت امام جعفر صادق رض سے نسبت ہے۔ اور آپکی تربیت روحانی حضرت امام رض سے ہی ہوئی کیونکہ آپکی پیدائش باکرمی حضرت امام جعفر صادق رض کے بعد ہوئی ہے۔ اگرچہ تذکرۃ الاولیا کی بعض حکایات سے پایا جاتا ہے کہ آپکو حضرت امام کی صحبت نصیب ہوئی ہے۔ لیکن تحقیق یہی ہے کہ آپ نے حضرت امام جعفر رض صادق کو بظاہر نہیں دیکھا ہے۔ آپ کے جدروساۓ بسطام سے گبر یا نصاری تھے۔ پھر اسلام اختیار کرلیا تھا۔ آپکی والدہ ماجدہ سے نقل ہے کہ ایام حمل میں کہ جب میں کبھی شبہ کا لقمہ کھالیتی تو اندر بیقراری شروع ہوجاتی اور تا وقتیکہ قے نہ کر دیتی آرام نہ آتا جب آپ نے مکتب میں پڑھنا شروع کیا اور سورہ لقمان کی اس آیت پر پہنچے اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ آپ نے استاد سے اجازت چاہی اور اپنے والدین کے پاس گئے اور ان سے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا شکر اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔ سو مجھ سے دو کا شکر ادا ہونا مشکل ہے۔ یا تو اللہ تعالےٰ سے اس کا شکر معاف کرادو یا اپنا بخشدو۔ انکی والدہ نے فرمایا کہ ہم نے اپنا حق بخشا۔ اور تجھ کو بالکل اللہ تعالیٰ کا ہی کر دیا۔

حضرت بایزید رض یہ سنکر بسطام روانہ ہوئے۔ اور تیس سال تک ملک شام کے جنگلوں میں مصروف ریاضات و مجاہدات رہے۔ جسوقت نماز پڑھتے تو آپ کے سینہ کی ہڈیوں سے ہیبت حق و تعظیم شریعت سے ایسے زور کی آواز نکلتی کہ لوگوں کو سنائی دیتی

ایک مرتبہ آپ سے کسی نے کہا کہ فلاں جگہ ایک بڑے بزرگ ہیں۔ آپ اُن کی ملاقات کو گئے۔ جب اُن کے پاس پہنچے انہوں نے قبلہ کی جانب منہ کرکے تھوکا حضرت بایزید رض یہ دیکھکر واپس آگئے اور فرمایا کہ اگر اس شخص کو طریقت میں کچھ بھی دخل ہوتا تو خلاف ادب فعل اس سے صادر نہ ہوتا۔ نقل ہے کہ آپ کے گھر سے مسجد تک چالیس ۴۰ قدم کا فاصلہ تھا۔ مگر بوجہ تعظیم مسجد کبھی راہ میں نہ تھوکا۔

جب آپ نے سفر مکہ معظمہ کا کیا تو ہر قدم پر دوگانہ ادا کرتے۔ یہانتک کہ بارہ برس میں مکہ شریف پہنچے اور فرمایا کہ یہ دنیا کے بادشاہ کی بارگاہ نہیں کہ ایکبارگی چلا جاۓ۔ آپ

اس سال مدینہ منورہ نہ گئے۔ اور فرمایا کہ حج کی تبعیت میں زیارت کرنا ادب نہیں ہے۔ دوسری سال آپ مدینہ منورہ گئے۔ راستہ میں ایک شہر میں داخل ہوئے۔ وہاں کے لوگوں نے آپ کے گرد بہت ہجوم کیا۔ اور آپ نے چاہا کہ کسی طرح یہ لوگ علیحدہ ہوں۔ دو رکعت نماز پڑھی اور ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی (اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ) لوگوں نے کہا یہ شخص دیوانہ ہے۔ اور آپ کو چھوڑ کر چلے گئے آپ کے پاس ایک اونٹ تھا کہ اس پر آپ اپنا اور مریدوں کا اسباب لاد کر چلا کرتے تھے۔ کسی نے کہا کہ اس بیچارہ پر کس قدر بوجھ لاد دیا ہے۔ آپ نے فرمایا غور سے دیکھو اس پر کچھ بوجھ ہے۔ دیکھا تو اس کی پشت سے ایک ہاتھ اونچا تھا۔ فرمایا سبحان اللہ کیا معاملہ ہے کہ اگر اپنا احوال تم سے پوشیدہ رکھوں تو ملامت کرو۔ اور اگر ظاہر کروں اس کی تم کو طاقت ہے نہیں۔ فرمایا کہ تم بعض شخصوں کو میری زیارت سے لعنت ہوتی ہے۔ اور بعض پر رحمت ہوتی ہے فرمایا لعنت اس وجہ سے کہ وہ آیا اس وقت مجھ پر حالت غالب ہوئی۔ اور مجھ کو اپنے آپ میں نہ پایا ناچار میری غیبت کریگا۔ دوسرا آیا حق کو مجھ پر غالب پایا۔ مجھکو معذور رکھا۔ اس پر رحمت ہوگی +

فرمایا یہ دل چاہتا ہے کہ قیامت کے دن دوزخ کی طرف اپنا خیمہ لگاؤں کہ وہ مجھ کو دیکھ کر پست ہو جائے اور خلق خدا کو راحت ملے فرمایا ایک بار اللہ تعالےٰ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے کہا یا اللہ تیرا راستہ کس طرح ہے۔ فرمایا دَعْ نَفْسَکَ وَتَعَالَ (یعنی اپنے نفس کو چھوڑ اور آ) فرمایا۔ نماز سے سوا کھڑا ہونے اور روزہ سے سوا بھوکا رہنے کے کچھ نہ پایا۔ مجھ کو تو جو کچھ ملا ہے اللہ تعالےٰ کے فضل سے ملا ہے نہ کہ عمل سے۔ کیونکہ جہد و کوشش سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا +

نقل ہے ایک مرتبہ آپ کے حال میں قبض واقعہ ہوئی۔ طاعت سے ناامید ہو کر ارادہ کیا کہ بازار سے زنار خرید کریں اور اسے کمر میں باندھیں۔ بازار میں پہنچے تو ایک زنار کی قیمت دریافت کی اور دل میں خیال کیا کہ ایک درم ہوگی۔ مگر دوکاندار نے کہا کہ اس کی قیمت ایکہزار درم ہے۔ یہ سُن کر آپ خاموش ہو گئے۔ ہاتف غیب نے آواز دی کہ جو زنار بایزیدؒ باندھے اس کی قیمت ہزار درم ہی ہونی چاہئے۔ فرمایا کہ میرا دل خوش ہو گیا کہ اللہ تعالےٰ کی میرے حال پر عنایت ہے۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھ کو الہام ہوا کہ بایزیدؒ جو عبادت کرتا ہے اس سے بہتر لا اور ایسی چیز کہ میری درگاہ میں نہو۔ میں نے عرض کیا بار خدایا تیری درگاہ میں کیا نہیں ہے۔ الہام ہوا بیچارگی عجز و نیاز و شکستگی نہیں ہے۔ کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ تیرا پیر کون ہے۔ فرمایا ایک بڑھیا عورت۔ پوچھا

کہ وہ کیونکر - فرمایا کہ ایک مرتبہ غلبۂ شوق میں میں جنگل میں چلا گیا - وہاں ایک بڑھیا کو دیکھا کہ بوجھ لاتی ہے مجھ سے کہا کہ یہ بوجھ اٹھالے مجھ سے نہیں اٹھتا - فرمایا اس وقت میری حالت ایسی تھی کہ مجھ سے اپنے وجود کا بھی بوجھ نہیں اٹھ سکتا تھا - بڑھیا کا کیا اٹھاتا - آپ نے ایک شیر کی جانب اشارہ کیا وہ آیا اور میں نے اس کی پشت پر بوجھ رکھدیا - اور بڑھیا سے کہا کہ جب تو شہر میں جائیگی تو کیا بیان کریگی - کہ میں نے کس کو دیکھا - بڑھیا نے کہا میں کہونگی ایک ظالم کو دیکھا ہے - میں نے کہا کہ کسطرح تو بڑھیا نے کہا پہلے تو یہ بتا کہ شیر مکلف ہے کہ غیر مکلف میں نے کہا کہ غیر مکلف اس نے کہا کہ جس کو خدا تکلیف نہ دے اُس کو تو تکلیف دے تو تو ظالم ہے یا نہیں - فرمایا ظالم! بڑھیا نے کہا پھر اس پر تو چاہتا ہے کہ شہر کے لوگ معلوم کریں کہ شیر تیرے تابع ہیں - اور تو صاحب کرامت ہے -

نقل ہے کہ ایک مرتبہ آپ گورستان سے آتے تھے ایک جوان بسطام کے رئیسوں سے گاتا بجاتا چلا آتا تھا - حضرت بایزید نے اس کو دیکھ کر فرمایا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ جوان نے اپنا ساز آپ کے سر پر زور سے مارا کہ باجا بھی ٹوٹ گیا اور آپ کے سر مبارک پر بھی گہری چوٹ آئی - اس کے دوسرے دن صبح کے وقت حضرت بایزید نے باجے کی قیمت اور کسی قدر حلوا اپنے مرید کے ہاتھ اس جوان کے پاس بھیجا اور کہا اس سے کہنا بایزیدؒ نے عذر کیا ہے - اور یہ قیمت بھیجی ہے کہ اور باجہ خرید لو - اور یہ حلوا بھیجا ہے کہ اس کو کھاؤ تاکہ رات کا غم وغصہ دفع ہو - جوان نے جو یہ معاملہ دیکھا فوراً آکر حضرت کے قدموں پر گرا اور توبہ کی اور بہت رویا - اور اس کے ہمراہی بھی اس کی موافقت میں مرید ہوئے - اور یہ حضرت خواجہ کی خوش خلقی کا نتیجہ تھا -

ایک روز حضرت خواجہ نے اپنے میں ذوقِ عبادت نہ پایا - خیال جو کیا تو گھر میں ایک خوشہ انگور کا رکھا تھا - فرمایا کہ یہ کسی کو دیدو - میرا گھر میوہ فروش کی دوکان نہیں ہے - چنانچہ اسی وقت وہ خوشہ کسی کو دیدیا گیا - اور فی الفور حضرت خواجہ کی عبادت میں لذت پیدا ہو گئی - حضرت خواجہ کے پڑوس میں ایک آتش پرست رہتا تھا - وہ سفر کو گیا ہوا تھا - اس کا بچہ اندھیری رات کی وجہ سے روتا تھا تو حضرت خواجہ اپنا چراغ اس کے گھر لیجاتے تب وہ خوش ہو جاتا - جب وہ آتش پرست سفر سے واپس آیا - اس کی بیوی نے یہ حال اس سے بیان کیا اس نے کہا جب خواجہ کی روشنی ہمارے گھر میں آگئی تو اب کیا اندھیرے ہی میں رہینگے اسیوقت مسلمان ہوگئے رضی اللہ عنہ

نقل ہے کہ ایک آتش پرست سے کسی نے کہا کہ تو مسلمان ہو جا اس نے کہا کہ اگر مسلمانی ایسی چیز ہے جیسے کہ حضرت خواجہ بایزیدؒ کرتے ہیں تو وہ مجھ سے نہیں ہوسکیگی اور جیسی تم کرتے ہو ایسی کوئی چیز نہیں +

نقل ہے کہ حضرت خواجہ بایزیدؒ نے کسی امام کے پیچھے نماز پڑھی بعد نماز امام نے پوچھا کہ آپ کا کھانا پینا کہاں سے چلتا ہے۔ آپ نے اسے جواب دیا کہ ذرا صبر کرو۔ پہلے میں نماز کا اعادہ کرلوں یعنی دوبارہ نماز پڑھ لوں تب تمہاری بات کا جواب دوں کہ جو شخص روزی دینے والے کو نہ جانے اس کے پیچھے نماز روا نہیں۔ فرمایا کسی روز بلا نہیں آتی تو کہتا ہوں۔ الہی روٹی بھیجی اور سالن نہ بھیجا۔ کسی شخص نے پوچھا کہ مجھ سے اپنے مجاہدہ کا حال بیان فرمائیے۔ فرمایا اگر بڑی بات بیان کروں تو اس کی تمکو طاقت نہیں۔ لیکن ایک چھوٹی سی بات سناتا ہوں کہ ایکدفعہ میں نے اپنے نفس سے کچھ کام لینا چاہا اس نے کہنا نہ مانا ایک سال تک اس کو پانی نہ دیا کہا اے نفس یا عبادت کر یا پیاسا مر۔ آپکے پاس ایک مرید تیس برس سے تھا۔ آپ ہر روز اس سے پوچھا کرتے کہ تیرا کیا نام ہے۔ وہ ہر روز بتادیتا۔ آخر کار ایک روز اس نے کہا کہ اے شیخ میں تیس سال سے آپ کیخدمت میں ہوں۔ آپ ہر روز میرا نام دریافت کرتے ہیں اور بھول جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں ہنسی نہیں کرتا۔ جب سے اُس کا نام دل میں آگیا ہے کچھ یاد نہیں۔ ہر روز تیرا نام پوچھ لیتا ہوں۔ اور ہر روز بھول جاتا ہوں۔ ایک شخص آپ کیخدمت میں آیا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی تعلیم کیجیے کہ جس سے نجات ہو۔ فرمایا کہ دو باتیں یاد کرلے کافی ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالےٰ تیرے حال سے آگاہ اور جو کچھ تو کرتا ہے وہ دیکھتا ہے اور تیرے عمل سے بے نیاز ہے۔ ایکروز کسی نے عرض کیا کہ اپنی پوستین کا ایک ٹکڑا مجھکو دیجئے کہ آپ کی برکت حاصل ہو۔ فرمایا کہ اگر پوست بھی میرا پہن لے تو کیا ہوتا ہے جبتک کہ میرے والے عمل نہ کرے۔ فرمایا سچا عابد اور سچا عامل وہ ہے کہ تیغ جہد سے تمام مرادات کا سر کاٹ لے۔ اور اس کی تمام شہوات و تمنا محبت حق میں فنا ہو جائیں اور جو اللہ تعالےٰ کی آرزو ہو وہی اس کی بھی ہو۔ فرمایا اللہ تعالےٰ کے پہچاننے کی یہی نشانی ہے کہ خلق سے بھاگے۔ ادنےٰ بات جو عارف کو ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ملک و مال سے پرہیز کرے۔ فرمایا نیکوں کی صحبت کارِ نیک سے بہتر ہے۔ اور بدوں کی صحبت کار بد سے بدتر ہے۔ فرمایا کہ جس نے اپنی خواہشات ترک کیں وہ اللہ تعالےٰ کو پہنچ گیا۔ اور فرمایا کہ تو اپنے

تیں ایسا ظاہر کر جیسا کہ تو ہے۔ فرمایا ذکر کثرت عدد نہیں ہے بلکہ حضور بے غفلت کا نام ذکر ہے فرمایا اللہ تعالیٰ کی محبت یہ ہے کہ دنیا اور آخرت کو دوست نہ رکھے۔ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عزیز وہ ہے جو بار خلق کھینچے اور خوئے خوش رکھے۔ کسی نے دریافت کیا کہ کسطرح حق کو پہنچنا چاہیے۔ فرمایا کہ اندھا اور بہرا اور لنگڑا بن کر۔ کسی نے دریافت کیا کہ متکبر کس کو کہتے ہیں فرمایا کہ جو شخص تمام عالم میں اپنے سے زیادہ کوئی چیز خبیث دیکھے۔ فرمایا مردوں کا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے دل نہ لگائیں۔ ذیل میں تبرکاً آپ کے کلمات وارشادات جو آپنے وقتاً فوقتاً اپنے منہ مبارک سے فرمائے درج کئے جاتے ہیں۔

اللہ اکبر آپ نے فرمایا کہ ایک بار میں نے حق تعالیٰ کی درگاہ میں مناجات کی اور کہا کہ یا الٰہی میں تیری طرف کس راہ سے آؤں۔ تب میں نے ایک ندا سنی کہ اے بایزید پہلے اپنے نفس کو تین طلاق دے۔ اور پھر ہمارا نام اللہ لیا کر۔ اللہ اکبر اور آپنے فرمایا کہ حقتعالیٰ کی ذرہ بھر معرفت عارف کے دل میں وہ لذت بخشتی ہے کہ ایک لاکھ محل بہشت اعلےٰ کے اس عارف کو اس ذرہ بھر معرفت کے مقابل ہیچ معلوم ہوتے ہیں۔ اللہ اکبر اور فرمایا دنیا دنیاداروں کیلئے غرور پر غرور ہے۔ اور آخرت آخرت والوں کیلئے سرور پر سرور ہے۔ اور حقتعالیٰ کا عشق معرفت والوں کیلئے نور پر نور ہے۔ اللہ اکبر اور فرمایا جبکہ عارف اور عاشق الٰہی خاموش ہوتا ہے تب اسکی آرزو یہ ہوتی ہے کہ اللہ کیساتھ بات کرے اور جب آنکھیں بند کرتا ہے تو اس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ کہ جب آنکھیں کھولے تو اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھے اور جب زانو پر سر دھرتا ہے تب اسکی یہ آرزو ہوتی ہے کہ جب تک حضرت اسرافیل علیہ السلام صور نہ پھونکیں وہاں تک اللہ تعالیٰ کے دیدار مبارک کی امید میں سر نہ اٹھائے اللہ اکبر اور فرمایا کہ علم اور اخبار (یعنی حدیث مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سیکھنا ایسے شخص سے چاہئے جو علم سے معلوم تک پہنچا ہو اور خبر سے یعنی مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخبر (یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم) تک پہنچا ہو۔ اور جس شخص نے فخر کیواسطے علم پڑھا ہو اور اُس علم سے رتبہ اور مرتبہ چاہتا ہو اس عالم سے پرہیز کرو کیونکہ وہ عالم ہر روز اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا جاتا ہے یہانتک کہ اللہ تعالےٰ سے بچھڑ جاتا ہے اللّٰھم احفظنا۔ اللہ اکبر اور فرمایا کہ دنیا ہے کیا چیز جو اس کا چھوڑنا ایک بھاری کام سمجھا جائے اللہ اکبر اور فرمایا کہ یہ بات ہو ہی نہیں سکتی کہ کوئی اللہ تعالےٰ کو پہچانے اور اس پاک ذات کو دوست نہ رکھے اور دیکھو یاد رکھو کہ معرفت الٰہی بغیر محبت اور عشق کے بیفائدہ اور بیفائدہ ہے اللہ اکبر

اور فرمایا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کو جانتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا اپنی زبان کو دوسری کے ذکر میں نہیں کھولتا اللّٰہُ اَکْبَرُ اور فرمایا کہ جسکو اللہ رب العزت دوست رکھتا ہے انکو تین خصلتیں عطا فرماتا ہے۔ سخاوت دریا کی سخاوت جیسی اور شفقت آفتاب کی شفقت کے مانند اور تواضع زمین کی تواضع کی مانند اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا کہ حاجی لوگ جسم سے خانہ کعبہ کے گرد طواف کرتے ہیں اور بقا یعنی ہمیشہ کی زندگی کے خواستگار ہوتے ہیں اور اہلِ محبت اپنے دلوں سے عرشِ الٰہی کے گرد طواف کرتے ہیں اور دیدارِ الٰہی کے خواستگار ہیں۔ اور فرمایا کہ علموں میں ایک ایسا علم ہے کہ جسکو عالم لوگ نہیں جانتے اور زاہدوں میں ایک ایسا زہد ہے جسکو زاہد لوگ نہیں جانتے اور جسکو حق تعالیٰ قبول فرماتا ہے ایک فرعون کو اس پر مقرر کرتا ہے۔ تاکہ اس کو رنج پہنچاوے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا کہ ساری کوششیں مجاہدے میں صرف کر کے خدائے پاک کے فضل پر اپنی نظر رکھنا چاہئے نہ کہ اپنے فعل پر اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اس کو سوال کی حاجت نہیں ہے۔ اور نہ ہوگی۔ اور جسے نہ پہچانا وہ حاجتمند ہی رہیگا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا عارف باللہ وہ ہے کہ کوئی اس کے مشرب کو بگاڑ نہ سکے اور جو گدلا پن کہ اس تک پہنچے صاف ہو جائے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا کہ آگ ایسے شخص کیواسطے عذاب ہے کہ جو خدائے پاک کو نہیں پہچانتا۔ لیکن خدائے پاک کا پہچاننے والا آگ کیواسطے عذاب ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا کہ جس نے خواہش نفسانی کو ترک کیا وہ اللہ رب العزت سے جا ملا اور واصل بحق ہو گیا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا کہ جو عارف بحق ہے وہ کہتا ہے کہ میں جاہل ہوں اور جو جاہل بحق ہے وہ کہتا ہے کہ میں عارف ہوں۔ اور عارف اڑنے والے پرندوں کی مانند ہے۔ اور زاہد گردش کرنیوالے حیوانوں جیسا ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا جو یہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے کہا کہ خداوندا ہمکو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل کر اس کا باعث یہی تھا کہ ان پیغمبروں نے اس امت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں ایسے لوگ دیکھے کہ ان کے قدم تحت الثریٰ پر تھے اور ان کے سر اعلیٰ علیین کے اس پار تھے۔ اور وہ ایسے ذوق و شوق میں مستغرق تھے کہ درمیان سے گم تھے اَللّٰہُ اَکْبَرُ! فرمایا کہ اگر ساری دولتیں اور نعمتیں کہ جو مخلوق کیواسطے ہیں وہ تمام کی تمام دولتیں اور نعمتیں تمہارے حوالے کریں تو بھی تم اس پر مائل نہ ہونا۔ اور اگر ساری بدبختیاں تمہارے سامنے آویں تب بھی ناامید نہ ہونا کیونکہ

اللہ تعالیٰ کا کام کُن فیکون ہے۔ اَللہُ اَکبَرُ! اور فرمایا کہ جس کم نصیب اور بدبخت نے اپنے دل کو خواہش کی کثرت سے مُردہ بنایا ہے وہ جب مرے گے اسے لعنت کے کفن میں لپیٹنا اور ندامت کی زمین میں دفن کرنا چاہیے اور سبحان اللہ جس شخص نے کہ اپنے نفس کو خواہشوں کے روکنے سے مارا ہے وہ جب مرے تو اسے رحمت کے کفن میں لپیٹنا اور سلامتی کی زمین میں دفن کرنا۔ اَللہُ اَکبَرُ! اور فرمایا کہ زندگی اور حیات علم میں ہیں۔ اور راحت معرفت میں ہے۔ اور ذوق و شوق ذکر میں ہے۔ اَللہُ اَکبَرُ! اور فرمایا کہ بھوکا رہنا ایک ایسا ابر ہے کہ رحمت کی بارش کے سوا نہیں برسنا۔ اَللہُ اَکبَرُ! اور فرمایا کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے اور تمام مخلوق سے دور تر ہے کہ جو غرور کے سبب اشارہ اور کنایہ سے کام چلاتا ہے۔ اَللہُ اَکبَرُ! اور فرمایا کہ عارف اور عاشق الٰہی کا دل اُس چراغ کی مانند ہے جو صاف آئینہ کی قندیل میں دھرا ہو کہ اُس کی روشنی عالم ملکوت کو روشن کرتی ہے اور جب یہ حال ہے تو پھر اُس کو تاریکی اور اندھیری کیا خوف ہے۔ اَللہُ اَکبَرُ! اور فرمایا کہ لوگوں نے جب آپ سے پوچھا کہ فرض اور سنت کیا ہے؟ تو فرمایا کہ حق تعالیٰ کی محبت فرض اور دنیا کا ترک کرنا سنت ہے۔ اَللہُ اَکبَرُ! لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ بندہ کمال کے درجہ کو کب پہنچتا ہے؟ تب آپ نے فرمایا کہ جب اپنے عیبوں کو پہچانتا ہے اور مخلوق سے دل کو اُٹھا لیتا ہے اُس وقت حق تعالیٰ اُس کو اُس کی ہمت اور اپنے نفس سے دوری کے موافق اپنی قربت اور نزدیکی عطا فرماتا ہے۔ اَللہُ اَکبَرُ! ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت فرمایئے تب آپ نے فرمایا کہ آسمان کی طرف نظر کرو! اُس نے اوپر نگاہ کی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تو جانتا ہے اس آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ اُس نے کہا کہ ہاں جانتا ہوں۔ آپ نے فرمایا جس نے آسمان پیدا کیا ہے وہ ایسا زبردست ہے کہ تو جہاں کہیں ہو گا وہ تجھ سے واقف ہو گا۔ اُس سے ڈرتا رہ۔ اَللہُ اَکبَرُ! ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیا وجہ ہے؟ کہ طالب لوگ سیر اور سفر سے آسودہ نہیں ہوتے۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ کہ مقصود ہے وہ مقیم ہے تو پھر ظاہر بات ہے کہ جب مقصود مقیم ہے تو مسافر کا سفر میں اسکو تلاش کرنا ایک محال بات اور دوری ہے۔ اَللہُ اَکبَرُ؟ لوگوں نے پوچھا کہ ہم کس کے ساتھ صحبت رکھیں! تب آپ نے فرمایا کہ ایک ایسے شخص کے ساتھ صحبت رکھو کہ اگر تم بیمار پڑو تو بیمار پرسی کو آوے اور کوئی خطا تم سے نہ چھپاوے۔ اَللہُ اَکبَرُ! لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کی عمر کس قدر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ چار برس کی۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ کیونکر؟ آپ نے فرمایا کہ ستر برس تک تو میں دنیا ہی کے قیل و قال میں مصروف رہا! لیکن اب چار برس ہوئے ہیں۔ کہ اُس پاک ذات کو اس طرح دیکھتا ہوں کہ اس کا حال مجھ سے مت پوچھو آہ جو زمانہ کہ حجاب اور پردہ میں گذرا وہ تو عمر میں داخل ہی نہیں ہے۔ اَللہُ اَکبَرُ! لوگوں نے عرض کیا کہ آپ بھوکے رہنے کی تعریف

کیوں فرماتے ہیں، تب آپ نے فرمایا کہ اگر فرعون بھوکا ہوتا تو اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی نہ کہتا۔ اے لوگو یاد رکھو متکبر اور مغرور کبھی بھی معرفت الٰہی کی خوشبو نہ سونگھے گا۔ لوگوں نے کہا کہ متکبر اور مغرور کس کو کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا متکبر اور مغرور اُس کو کہتے ہیں کہ جو شخص اپنے آپ کو اٹھارہ ہزار عالم سے برا نہ سمجھے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! لوگوں نے عرض کیا کہ حضور آپ بڑے صاحب کرامت ہیں کہ پانی کی سطح پر چلتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کرامت نہیں ہے لکڑی کے ذرا ذرا سے ٹکڑے پانی پر تیرتے ہیں اس وقت لوگوں نے کہا کہ یہ تو کرامت ہے کہ آپ ہوا میں اُڑتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ بھی کچھ کرامت نہیں ہے ذرا ذرا سے مچھر بھی ہوا میں اڑا کرتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ تو ضرور بڑی کرامت ہے کہ آپ ایک رات میں مکہ معظمہ پہنچ جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بھی کچھ نہیں کیونکہ جادوگر ایک رات میں ہندوستان سے کوہ دماوند پہنچتے ہیں۔ پھر لوگوں نے کہا کہ اچھا حضرت آپ ہی فرمائیے کہ مردوں کا کام کیا ہے؟ فرمایا کہ اس دل کو سوا خدائے پاک کے کسی سے بھی نہ لگائے اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور آپ نے فرمایا کہ میں اس خیال میں تھا کہ میں اللہ رب العزت کو دوست رکھتا ہوں۔ مگر جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت کی دوستی تو میری دوستی سے پہلے تھی۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور آپ نے فرمایا کہ ہر کوئی عمل کے دریا میں ڈوبا ہے۔ اور میں اس پاک ذات کی خشکی کے دریا میں ڈوبا ہوں یعنے دوسروں نے اپنی ریاضت پر نظر کی اور میں حق تعالٰے کی عنایت پر نظر رکھتا ہوں۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا کہ علم ظاہری اور شریعت پاک کی فرمانبرداری اور پیروی سے میرے نزدیک کوئی چیز زیادہ دشوار نہیں ہے

راوی فقیر پر تقصیر عرض کرتا ہے کہ شریعت پاک کیا شئے ہے؟ اور اُس کی پابندی اور اطاعت کے مبارک شجر کے شیریں اور میٹھے میٹھے پھل کیسے ہوتے ہیں۔ اُن سے حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ جیسے مبارک اور نوری لوگ ہی واقف ہیں کہ جن کا مبارک کلام ہی بتلا رہا ہے کہ میرے نزدیک شریعت پاک کی پیروی اور پابندی سے بڑھکر اور کوئی چیز زیادہ دشوار نہیں ہے۔

علم باطن ہمچو مسکہ علم ظاہر ہمچو شیر	کے بود بے شیر مسکہ کے بود بے پیر پیر

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور آپ نے فرمایا میں نے اپنے نفس کو حق تعالٰے کی طرف بلایا اس نے قبول نہ کیا میں نے اُس کا ساتھ چھوڑا اور اکیلا اُس پاک ذات کی حضوری میں گیا! اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا کہ میں اپنے اعضاء کو عبادت میں مشغول کرتا اور جب کسی عضو کو عبادت سے سُست پاتا تو دوسرے عضووں سے کام لیتا یہاں تک کہ میں بایزید ہو گیا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا کہ میرے دل میں گذرا کہ معلوم کروں سب سے زیادہ عذاب جسم کے لیے کونسا ہے؟ تو آخر معلوم ہوا کہ یاد الٰہی کی غفلت سے بڑھ کر کوئی عذاب سخت تر نہیں ہے کیونکہ دوزخ کی آگ آدمی کو اس طرح نہ جلاوے گی جس طرح کہ ذرا بھر کی غفلت جلاوے گی اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا کہ برسوں گذر گئے کہ جب میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں تو میرا اعتقاد نفس کے بارے میں یہی رہتا ہے کہ میں آتش پرست ہوں مجھے زنار توڑنا چاہیئے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا کہ عورتوں کا معاملہ ہمارے معاملہ سے بہتر ہے کیونکہ وہ ہر مہینے میں غسل کر کے ناپاکی سے پاک ہوتی ہیں اور ہمیں ساری عمر پاکی کا غسل نصیب نہ ہوا اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا کہ ساری عمر میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ بایزید سے صحیح اور درست نکل آئے تو پھر بایزید کو کسی سے خوف نہیں۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا کہ میں نے باری تعالیٰ کو خواب میں دیکھا مجھ سے فرمایا کہ اے بایزید کیا چاہتا ہے تب میں نے عرض کیا کہ جو تو چاہتا ہے وہ میں چاہتا ہوں۔ تب حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے بایزید میں تیرا ہوں جیسا کہ تو میرا ہے۔ خداوند کریم حضرت خواجہ بایزید رح کے ارشادات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔

حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ شروع میں اللہ اللہ بہت کیا کرتے تھے اور جبکہ آپ پر سکرات موت تھی اس وقت بھی آپ اللہ اللہ فرمانے لگے اور پھر کہا کہ یا رب! میں نے آج تک غفلت سے اللہ اللہ کہا کیا ہے اب تو وقت اخیر ہے نہ معلوم کہ مجھے کب تیری حضوری حاصل ہو گی۔ یہ کلمات طیبات آپ کی زبان ہی پر تھے کہ جان بحق تسلیم ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

اب جس رات کو آپ نے رحلت فرمائی اس روز حضرت ابو موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے پاس حاضر نہ تھے۔ ابو موسیٰ رح کہتے ہیں کہ میں نے اسی رات خواب میں دیکھا کہ میں عرش الٰہی سر پر اٹھائے ہوئے اڑ رہا ہوں۔ بیدار ہونے کے بعد میں تعجب میں رہا اور صبح کو اس خواب کی تعبیر دریافت کرنے کو حضرت خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جانے کو روانہ ہوا۔ یہاں آ کر معلوم ہوا کہ آپ نے رات کو وفات پائی ہے۔ اور بہت سی مخلوق ہر چہار طرف سے جمع ہو رہی ہے۔ جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو میں نے بہت کوشش کی کہ میں بھی آپ کے جنازہ کا ایک پایہ پکڑوں اور کندھا دوں لیکن کثرت اور ہجوم کی وجہ سے میری باری نہیں آتی تھی۔ تب میں بہت تنگ ہوا۔ اور آخر کار میں نے جنازہ کے نیچے گھس کر جنازہ کو اپنے سر پر اٹھا لیا۔ اور اس وقت میں اپنی خواب بھول گیا تھا۔ ناگاہ میں کیا سنتا ہوں کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ اے ابو موسیٰ رح یہی تیرے خواب کی تعبیر ہے کہ تو عرش الٰہی کو اپنے سر پر اٹھائے ہوئے تھا۔ اے ابو موسیٰ رح وہ عرش تو یہی عاشق الٰہی کا جنازہ ہے اَللّٰھُمَّ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔

سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو بعد وفات ایک مرید خاص نے خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ حضرت آپ نے منکر نکیر کے سوال سے کیونکر خلاصی پائی؟ آپ نے فرمایا کہ جب ان ہر دو ملائکہ نے مجھ سے سوال کیا تو میں نے یہ کہا کہ تمہارا اس سوال سے مقصد پورا نہ ہو گا۔ کیونکہ اگر میں کہوں گا کہ میرا خدا

تو وہ ہے تو یہ میری بات ہیچ اور پوچ ہے۔ ہاں البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ تم واپس جاؤ اور حق تعالیٰ سے پوچھو کہ میں اس کا کون ہوں۔ ہو وہ پاک ذات جو کچھ فرمائے وہ بالکل حق اور درست ہے۔ اور اگر میں سو بار کہوں کہ وہ میرا خداوند ہے تو بے فائدہ ہے۔ ہاں اگر وہ مجھے اپنا بندہ اور عاشق جانے۔ سبحان اللہ یہ حضرت کی ہی شان تھی

آپ کی وفات ۱۴ شعبان ۲۶۱ھ کو ہوئی بسطام شہر میں دفن ہوئے کسی نے حضرت خواجہ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ کہا مجھ سے دریافت کیا کہ کیا لایا۔ میں نے عرض کیا اے باری خدایا کوئی درویش اگر درگاہ شاہی میں آتا ہے۔ تو اس سے یہ نہیں سوال کیا جاتا کہ کیا لایا ہے بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ کیا چاہیئے۔ اللہ اکبر۔ کسی اور نے حضرت کو خواب میں دیکھا عرض کیا تصوف کسے کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ آرائش ترک کرنا اور محنت اختیار کرنا +

حالات عاشق یزدانی حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ کو تصوف میں بطریق اویسیت حضرت سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت ہے۔ چونکہ آپ کی ولادت بعد وفات حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے ہوئی +

نقل ہے کہ حضرت بایزید بسطامی رہ ہر سال دہستان قبور شہداء کی زیارت کو جایا کرتے تھے جب راستہ میں خرقان میں پہنچتے اُس جگہ کھڑے ہوتے اور اس طرح سے سانس لیتے جیسے کہ کوئی کچھ سونگھتا ہے تب مرید عرض کرتے کہ حضرت ہم کو تو کچھ خوشبو نہیں آتی۔ آپ کیا سونگھتے ہیں۔ آپ جواب میں فرماتے کہ اس چوروں کے گاؤں سے ایک مرد کی خوشبو آتی ہے اس کا نام علی اور کنیت ابوالحسن ہے اور اس میں تین باتیں مجھ سے زیادہ ہونگی۔ ایک تو بار عیال ہوگا۔ دوسرا کھیتی کرے گا۔ تیسرے درخت لگایا کرے گا = سبحان اللہ یہ پیشین گوئی تھی جو حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی +

نقل ہے کہ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رہ ابتداء میں ۱۲ سال تک عشاء کی نماز خرقان میں باجماعت پڑھ کر حضرت سلطان العارفین بایزید رہ کے مزار پرانوار پر جاتے اور وہاں متوجہ بروح پرفتوح ہو کر منتظر مراقب برکات وافاضات کھڑے رہتے۔ اور التجا کرتے کہ الٰہی جو خلعت تو نے سلطان العارفین بایزید رہ کو فضل سے عطا کیا ہے اس میں سے ابوالحسن کو بھی عطا فرما۔ پھر واپس آتے اور عشاء ہی کے وضو سے صبح کی نماز باجماعت پڑھتے +

خواجہ مولانا ابن روزبہان اصفہانی رہ نے حضرت شیخ عبدالخالق غجدوانی کے شرح وصیت نامہ میں حضرت

خواجہ ابو الحسنؒ کا سلسلہ چند واسطوں سے حضرت بایزیدؒ سے اس طرح بھی ملایا ہے۔ حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانیؒ مرید ابی مظفرؒ مولانا ترک طوسیؒ کے اور وہ مرید حضرت خواجہ اعرابی عشقی رح کے اور وہ مرید حضرت خواجہ محمد مغربیؒ کے اور یہ مرید سلطان العارفین بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے اور شیخ ابو العباس قصابؒ نے فرمایا تھا کہ یہ پیر اسعاطہ ارشاد بعد میرے خرقانی کی جانب رجوع ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

نقل ہے حضرت خواجہ ابو الحسنؒ نے چالیسؒ سال تک سر تکیہ پر نہیں رکھا۔ اور صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی۔ آپ کے پاس ایک باغ تھا۔ ایک بار جو آپ نے اُسے کھودا تو چاندی نکلی اور پھر دوسری بار کھودا تو سونا نکلا تیسری بار کچھ موتی اور ہیرے جواہرات نکلے۔ تب آپ نے کہا کہ خداوندا! تیرے در کا فقیر ابو الحسن اس چاندی سونے اور ہیرے جواہرات پر فریفتہ نہ ہو گا۔ اے خداوند اس تیرے فقیر کو اگر دین و دنیا دو نو ملجاویں تب بھی اس کو سوائے تیری ذاتِ پاک اور تیری محبت و عشق کے اور کسی طرف توجہ اور خیال نہیں ہو گا۔ خداوندا مجھے تو تیرے عشق و محبت اور تیری ذاتِ پاک کی دولت چاہیئے۔ اللّٰہُ اکبر!

ایک روز ابو العمر ابو عباسؒ حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی رح کے پاس آئے۔ اُس وقت ایک طشت پانی سے بھر آپ کے آگے دھرا تھا۔ حضرت ابو عباسؒ نے اپنا ہاتھ اُس طشت والے پانی میں ڈال کر ایک زندہ مچھلی نکالی اور حضرت خواجہ ابو الحسنؒ کے سامنے دھر دی۔ تب حضرت خواجہ رح نے یہ کیا کہ پاس ہی جو تنور روشن تھا اُس تنور میں اپنا ہاتھ ڈال کر ایک زندہ مچھلی نکالی اور فرمایا کہ آگ سے زندہ مچھلی نکالنا چاہیئے تب حضرت ابو العمر ابو عباس رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آؤ اس تنور میں گھسیں دیکھیں زندہ کون نکلتا ہے؟ تب حضرت خواجہ ابو الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آؤ ہم اپنی نیستی میں غوطہ لگائیں دیکھیں کہ اُس کی ہستی کے ساتھ زندہ ہو کر کون نکلتا ہے۔ یہ سُن کر حضرت ابو العباس رح خاموش ہو گئے۔ اللّٰہُ اکبر!

شیخ بو علی سینا حضرت ابو الحسنؒ کی زیارت کو خرقان میں آئے۔ اور جب آپ کے مکانؒ گئے تب آپ جنگل میں لکڑیاں لینے گئے ہوئے تھے۔ گھر سے دریافت کیا کہ شیخ ابو الحسنؒ کہاں ہیں۔ آپ کی بیوی صاحبہ یہ سن کر بہت جھنجلائیں اور کہا کہ اس جھوٹے کا نام کہاں لیتے ہو وہ تو کذاب ہے۔ او کہا کہ وہ جنگل میں لکڑیاں لینے گیا ہے۔ تب شیخ بو علی سینا کے دل میں گذرا کہ خدا خیر کرے! جب بی بی کا اپنے خاوند کے ساتھ یہ حال ہے تو نہیں معلوم شیخ رح کا کیا حال ہو گا۔ پھر بو علی سینا جنگل کی طرف گئے دیکھا کہ شیخ ابو الحسنؒ ایک شیر کی پشت پر لکڑیاں لادے ہوئے چلے آتے ہیں۔ آپ کا یہ حال دیکھ کر شیخ بو علی سینا کا سینہ جلنے لگا اور چھکے چھوٹ گئے۔ جب وسان بحال ہوئے تو کہا کہ حضرت یہ تو بتائیں کہ آپ کا تو یہ معاملہ ہے کہ شیر بھی آپ کا فرمانبردار ہے اور آپ کی بیوی صاحبہ کا آپ کے ساتھ یہ معاملہ تب آپ نے فرمایا کہ بھائی اگر میں ایسی بھیڑنی کا

بوجھ نہ اُٹھاؤں تو بھلا یہ شیر میرا بار کیونکر اُٹھاتا۔ پھر آپ مکان پر آئے اور بہت سی اسرار کی باتیں آپ سے ظہور میں آئیں۔ اور بو علی سینا بہت ہی معتقد ہو کر واپس تشریف لے گئے۔ آئے تھے ممتحن ہو کر اور گئے شاگرد ہو کر۔ یہ طفیل عشق الٰہی کا تھا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

ایک بار سلطان محمود غزنوی نے اپنے چہیتے غلام ایاز سے وعدہ کیا تھا کہ میں اپنا خلعت تجھ کو پہناؤں گا اور تیری تلوار اپنے سینہ پر رکھ کر غلاموں کی طرح تیرے سامنے کھڑا رہوں گا۔ جب سلطان محمود غزنوی حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی کی زیارت کو آیا تو پہلے قاصد کو بھیجا اور اُس سے کہدیا کہ جاکر یوں عرض کیجیو کہ محمود غزنی سے چل کر آپ کی زیارت کو یہاں آیا ہے۔ آپ ذرا تکلیف گوارا فرماکر بادشاہ کے خیمہ تک تشریف ارزانی فرمائیں۔ اور قاصد سے یہ بھی کہا کہ اگر نہ آئیں تو یہ آیت اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ پڑھ دینا۔ قاصد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور محمود غزنوی کا سلام اور پیغام عرض کیا۔ آپ نے فرمایا مجھے معاف رکھو۔ تب قاصد نے یہ مذکورہ آیت پڑھی آپنے آیت شریف سُنکر فرمایا کہ جاؤ محمود سے کہدو کہ میں اَطِیْعُوا اللّٰہَ میں اسقدر مستغرق ہوں کہ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ سے شرمساری اور ندامت رکھتا ہوں پھر اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ کا تو ذکر ہی کیا ہے؟ قاصد یہ سن کر محمود غزنوی کے پاس واپس آیا اور کل حال جو آپ نے فرمایا تھا سنایا۔ محمود کا یہ سن کر دل بھر آیا اور کہا چلو ہم ہی اُن کی زیارت کو وہاں چلیں۔ وہ فقیر تو اُن لوگوں میں سے نہیں ہے جو ہم نے خیال کیا تھا۔ پھر محمود نے اپنا شاہانہ لباس اپنے غلام ایاز کو پہنایا اور ایاز کا اپنا غلامانہ لباس اور تلوار خود آپ پہن لیا۔ اور دس لونڈیوں کو مردانہ لباس پہنا کر اپنے ہمراہ لیا۔ اور خود بھی اس جماعت کے ساتھ ہتھیار پہن کر غلامانہ صورت میں حضرت کی خدمت میں روانہ ہوا۔ جب آپ کے دروازہ کے اندر آیا السلام علیکم کہا حضرت خواجہؒ نے وعلیکم السلام کہا۔ مگر تعظیم کو کھڑے نہ ہوئے۔ اور محمود کی طرف جو کہ غلام کے لباس میں تھا متوجہ ہوئے۔ اور ایاز جو کہ شاہانہ لباس میں تھا مطلق توجہ نہ کی محمود نے کہا کہ آپ نے بادشاہ کی تعظیم نہیں کی۔ تب آپنے فرمایا میاں یہ تو تمام دام اور فریب ہے۔ محمود نے جواب دیا کہ ہاں بیشک دام اور پھندا ہے مگر آپ ایسے پرندے نہیں ہیں جو اس دام اور پھندے میں گرفتار ہو جائیں۔ پھر آپ نے محمود کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کہ آگے آؤ۔ جب محمود آگے ہوا اور عرض کیا کہ حضرت کچھ فرمائیے۔ آپنے فرمایا اے محمود پہلے ان دس نامحرموں کو باہر بھیجدے۔ محمود نے اشارہ کیا اور سب لونڈیاں باہر چلی گئیں۔ پھر محمود نے کہا کہ حضرت کوئی نقل اور حکایت حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی فرمائیے۔ آپنے فرمایا کہ حضرت سلطان العارفین بایزیدؒ نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اُس نے بدبختی سے نجات پائی۔ تب محمود نے عرض کیا کہ کیا

بایزید" کا درجہ سلطان الانبیاء صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی زیادہ ہے؟ کہ ابولہب اور ابوجہل اور کئی سنکڑوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ اور بدبخت کے بدبخت ہی رہے۔ تب حضرت خواجہ ابوالحسن رحمۃ نے محمود کو اسکے جواب میں فرمایا کہ اے محمود دیکھ ادب کا لحاظ رکھ اور اپنی یہ لن ترانی اپنے ہی پاس رہنے دے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سوائے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کسی نے نہیں دیکھا اور فرمایا اے محمود دیکھ۔ میری اس بات پر یہ دلیل ہے۔ وَ تَرَاهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ یعنی اے محبوب تو ان کو دیکھتا ہے جو تیری طرف نظر کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ تجھ کو نہیں دیکھ سکتے۔ یعنے اے میرے پیارے تیری شان و نورانیت کا کیا کہنا تیری ذات عالی کچھ ایسی ذات نہیں ہے کہ جو ظاہری آنکھوں سے دکھائی دے بلکہ تیری ذات اور شان ایسی ہے کہ جس کے دیکھنے کے لیے باطنی اور دل کی آنکھوں کی ضرورت ہے۔ محمود کو آپکی یہ مدلل بات بہت پسند آئی اور عرض کیا کہ حضور مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔

آپ نے فرمایا اے محمود چار چیزوں کا خیال رکھو۔ اوّل جو چیز کہ شریعت پاک نے منع کی ہو اس چیز سے پرہیز کرو۔ دوم نماز باجماعت پڑھو۔ سوم سخاوت کرو۔ چہارم خدائے تعالےٰ کی مخلوق پر شفقت اور مہربانی کرو۔ پھر محمود نے عرض کیا کہ آپ میرے لیے دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں ہمیشہ یہ دعا کرتا ہوں۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ محمود نے عرض کیا کہ دعائے خاص فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ اے محمود! تیری عاقبت محمود ہو۔ پھر محمود نے ایک تھیلی اشرفیوں کی نذر کی۔ تب آپ نے جَو کی خشک روٹی آگے رکھ کر فرمایا کہ اسے کھاؤ محمود نے آپ کے ارشاد موافق لقمہ توڑ کر منہ میں رکھا محمود اس لقمہ کو دیر تک چباتا رہا مگر حلق سے نیچے نہ اترتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ نوالہ حلق میں اٹکتا ہے۔ محمود نے کہا کہ ہاں! آپ نے فرمایا کہ تو چاہتا ہے کہ میرے بھی حلق میں یہ اشرفیوں کا توڑا اسی طرح اٹکے۔ اے محمود اس کو اٹھالے کیونکہ میں اس کو طلاق دے چکا ہوں۔ پھر محمود نے کہا کہ اچھا آپ اپنا تبرک تو مجھکو عنایت فرمائیں۔ تب آپ نے اپنا ایک پیراہن محمود کو دیا۔ محمود نے رخصت کے وقت عرض کیا کہ حضرت آپ کی خانقاہ شریف بہت ہی خوب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اتنی بڑی سلطنت کے ہوتے ہوئے کیا اس فقیر کی جھونپڑی کے بھی خواہاں ہو۔ جب محمود جانے کو اٹھا آپ اس کی تعظیم کو کھڑے ہو گئے محمود نے کہا کہ حضرت جب میں آیا تو آپ نے توجہ نہ کی اب یہ تعظیم کیسی؟ اور بخشش اور نظر رحمت کا باعث کیا ہے

آپ نے فرمایا آتے وقت تو تو بادشاہی خیال اور امتحان کو آیا تھا۔ اور اب جاتے وقت انکساری اور درویشی کے ساتھ جاتا ہے۔ اور فقیری کا آفتاب تیرے چہرے پر چمکتا ہے۔ اسلیئے اول مرتبہ تیری بادشاہی کی وجہ سے نہیں کھڑا ہوا۔ اور اب تیری درویشی اور فقیری کی وجہ سے کھڑا ہوا ہوں۔ اسکے بعد سلطان محمود روانہ ہوا۔

سبحان اللہ! عاشق خدا کی ایک ساعت کی صحبت نے سلطان محمود کو محمود بنا دیا۔ دنیا کا بادشاہ تو تھا ہی مگر فقیر کے در پر بھیک مانگنے سے آخرت کی بادشاہت بھی ہاتھ آگئی ۔ اللہ اکبر!

جب محمود غزنوی سومنات پر حملہ آور ہوا تو اُس کو یہ اندیشہ ہوا کہ میری یہاں کہیں شکست تو نہ ہوگی! کیونکہ سلطان محمود کے مخالف اور مقابل بڑی ہی زور آور اور سرکش فوج تھی سلطان محمود کو ایکبارگی کچھ خیال آیا اور فوراً گھوڑے پر سے اُتر پڑا۔ اور ایک گوشہ میں جاکر مُنہ خاک پر رگڑا اور وہی پیراہن کہ جو حضرت خواجہ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کو دیا تھا اُس مبارک پیراہن کو ہاتھ میں لیکر کہا خداوندا جسکا یہ مبارک پیراہن ہے اُس کا اور اُسکے پیراہن کا وسیلہ تیرے دربار میں پیش کرتا ہوں۔ مجھ کو اور اسلام کو اسکے وسیلہ سے ان مخالفوں پر فتحمندی عطا فرما۔ جو کچھ مجھ کو یہاں سے مال غنیمت حاصل ہوگا وہ سب درویشوں اور فقیروں کی نذر کردوں گا۔ اللہ اکبر! محمود کا آپ کے مبارک پیراہن کو ہاتھ میں لیکر وسیلہ لینا ہی تھا کہ مخالفوں میں باہم کچھ ایسا شور اور غل اور نا اتفاقی پیدا ہوئی کہ خود ہی آپس میں لڑ لڑ کر خون کے فوارے اُڑانے لگے۔ اور جہاں جس کا بس چلا وہاں بھاگ نکلا۔ یہانتک کہ اہل اسلام کا لشکر فتحیاب ہو گیا سلطان محمود جب اُس رات کو لیٹا تو خواب میں دیکھتا کیا ہے کہ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رح فرماتے ہیں کہ اے محمود تو نے اس چھوٹے سے کام کے لئے حضرت جل جلالہ کی بارگاہ میں خرقہ کا طفیل دیا۔ یہ خوب نہیں کیا۔ اے غافل اگر تو اس وقت میں یہ درخواست کرتا کہ اس خرقہ کی طفیل میں سارے کفار مسلمان ہو جائیں؟ تو سب کے سب مسلمان ہو جاتے ۔ اللہ اکبر!

یک بار آپ فرماتے تھے کہ الٰہی ملک الموت کو میرے پاس نہ بھیجے گا۔ اس لیے کہ میں ملک الموت کو جان نہیں دوں گا! کیونکہ میں نے ملک الموت سے جان نہیں لی ہے کہ جو واپس اُسکو دوں۔ ہاں میں نے جان تجھ سے لی ہے تو تجھے ہی دوں گا۔ اللہ اکبر! آپنے فرمایا کہ میں نے تین چیزوں کی غایت کو نہ جانا۔ ایک تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مراتب اور درجوں کی غایت اور نہایت کو دوسرے نفس کے مکر کے درجہ کی غایت اور نہایت کو تیسرے معرفت کی غایت اور نہایت کو ۔ اللہ اکبر!

اور آپ نے فرمایا۔ کہ میرے دل میں عشق الٰہی کا یہ کچھ درد ہے۔ اگر اس عشق الٰہی کے درد کا ایک قطرہ میرے دل سے باہر ٹپک پڑے تو تمام جہان میں وہ طوفان برپا ہو۔ کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں تھا نقل ہے۔ کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ ابوالحسن مع جماعت کثیر درویشان خانقاہ میں ہی سات روز گذر گئے کہ کچھ کھانے کو نہ ملا۔ ایک شخص آٹا اور ایک بکری لایا۔ اور آواز دی کہ صوفیوں کے لئے لایا ہوں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا۔ کہ تم میں سے جو صوفی ہو لے لے۔ میری تو ہمت نہیں کہ صوفی ہونے کا دعویٰ کروں غرضکہ کسی شخص نے

بھی نہ لیا۔ اور وہ شخص ہر دو جنس واپس لے گیا۔ ذیل میں چند ارشادات اور ملفوظات درج کیے جاتے ہیں۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! آپ نے فرمایا کہ ستر سال میں نے اس طرح حق تعالیٰ کے ساتھ زندگی بسر کی کہ ایک سجدہ بھی شریعت اور فرمان مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہیں کیا۔ اور ایک سانس بھی شرع شریف کے حکم بغیر نفس کی موافقت پر نہ لیا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

اور فرمایا کہ کبھی میرے دل کے ایک گوشہ میں وہ قوت اور طاقت رب العزت کی طرف سے پیدا ہوتی ہے کہ اگر چاہوں تو آسمان کو پکڑ کر گھسیٹ لوں۔ اور اگر چاہوں تو تحت الثریٰ تک اتر جاؤں۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا کہ میں اس راز و نیاز کو کہ جو حق تعالیٰ کو میرے ساتھ ہے اگر کہوں تو لوگ باور نہ کریں۔ اور جو کچھ کہ حق تعالیٰ کو میرے ساتھ ہے۔ اس کو کہوں تو گویا ایک آگ ہے کہ روئی میں رکھدوں تعجب ہے کہ اپنے آپ میں رہ کر اس معشوق حقیقی کا بھید اپنے منہ سے ظاہر کروں۔ اور شرماتا ہوں کہ اس پاک ذات کے روبرو کھڑے ہو کر اس کا راز کہوں۔ کیونکہ تو اس مبارک قافلہ میں ہوں کہ جس کے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

اور فرمایا کہ ایک مرتبہ تمام روے زمین کے خزانوں کو حاضر کیا اور مجھے دکھائے۔ میں نے کہا کہ خداوندا میں ان خزانوں سے فریفتہ نہ ہونگا۔ پھر حق تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہوا کہ اے فقیر ابوالحسن! دنیا اور آخرت میں تجھے حصہ نہیں ہے اور ان دونو کے عوض میں میں تیرا خدا ہوں۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! آپ نے فرمایا کہ جب سے میں نے دنیا سے ہاتھ اُٹھایا۔ تب سے اُس کی طرف ہرگز نہیں گیا ہوں۔ اور جب سے میں نے اللہ کہا ہے تب سے کسی مخلوق کی طرف متوجہ نہیں ہوا ہوں۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

آپ نے ایک شخص سے فرمایا کہ تو حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ رہنا چاہتا ہے؟ اُس نے کہا ہاں! تب آپ نے فرمایا اے غافل! اپنی عمر کے ساٹھ برس تو تُو نے برباد کیئے۔ اب جس نے کہ تجھے پیدا کیا اُس کی محبت کو چھوڑ کر حضرت خضر علیہ السلام کی محبت کا خواہاں بنا ہے۔ اے ساٹھ برس کے بڈھے سُن لے کہ جب سے مجھے اللہ رب العزت کی صحبت ہوئی ہے تب سے مجھے کبھی بھی آرزو نہیں ہوئی کہ کسی مخلوق کے ساتھ صحبت رکھوں۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

آپ نے فرمایا کہ میں نے عافیت تنہائی میں پائی اور سلامتی خاموشی میں۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

آپ نے فرمایا کہ میرے دل میں یہ ندا آئی کہ اے ابوالحسن میرے فرمان پر قائم رہ! کیونکہ میں وہ زندہ ہوں کہ کبھی نہ مرونگا۔ اور تجھے ایسی زندگی عطا کرونگا کہ اسکو کبھی زوال نہ ہو۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

آپ نے فرمایا کہ جس نے مجھے پہچانا اور دوست رکھا اُس نے اللہ تعالیٰ کو دوست

رکھا اور جو کوئی جوانمردوں کی صحبت میں بیٹھا وہ حق سبحانہ وتعالٰے کی صحبت میں بیٹھا ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!
اور فرمایا کہ جب میری زبان حق سبحانہ وتعالٰے کی توحید اور ذکر میں کشادہ ہوئی تب میں نے آسمانوں اور زمینوں کو دیکھا کہ میرے گرد طواف کرتے تھے اور مخلوق اس بات سے بے خبر ہے ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! آپ نے فرمایا کہ صبح کو عالِم علم کی زیادتی اور زاہد زہد کی زیادتی چاہتا ہے۔ اور ابوالحسن اس فکر میں ہوتا ہے کہ ایک مسلمان بھائی کے دل میں ایک قسم کی مسرت اور خوشی پہنچاوے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اور آپ نے فرمایا کہ جو شخص میرے پاس آئے اُسے لازم ہے کہ میرے ساتھ جبتک ایسا اعتقاد نہ رکھے کہ قیامت کے روز جب میں کھڑا ہوں گا۔ جب تک کہ اُس کو نجات نہ دلواؤں گا تب تک بہشت میں قدم نہ رکھوں گا۔ اگر ایسا اعتقاد مجھ سے نہیں رکھتا ہے تو اُسے کہدو کہ یہاں مت آیا کرے اور مجھے سلام مت کرے
اَللّٰہُ اَکْبَرُ! آپ نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ تعالٰے نے میری طرف خطاب کیا کہ جنہوں نے تیری نہر سے پانی پیا ہے اُن سب کو تیری طفیل ہم نے بخشدیا +

راوی کہتا ہے کہ اس بات میں کچھ شک وشبہ نہیں۔ کیونکہ اللہ والوں کا کلام اور اُن کے مُنہ سے نکلی ہوئی مبارک بات وہ حقیقت میں کلام خدا اور خدائے پاک ہی کا سخن ہوتا ہے +

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود	گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اب خواجہ ابوالحسن علیہ الرحمۃ کی زبان سے یہ خوشخبری خاندان نقشبندیہ کے مریدوں کو سنا رہے ہیں کہ جنہوں نے اُس نہر سے پانی پیا ہے۔ اُن سب کو اللہ سبحانہٗ وتعالٰے نے میری طفیل بخشدیا ہے (حدیث قدسی) لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہٗ وَیَدَہٗ وَبَصَرَہٗ وَلِسَانَہٗ فَبِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ وَبِیْ یَبْطِشُ وَبِیْ یَنْطِقُ (ترجمہ) یعنے اللہ تعالٰے فرماتا ہے کہ جب کوئی بندہ میرا مقرب ہو جاتا ہے تو میں اُس بندہ کو اپنا دوست بنا لیتا ہوں۔ اور جس وقت میں نے دوست بنا لیا تو میں اُس بندہ کے کان اور آنکھیں اور ہاتھ اور زبان بن جاتا ہوں۔ حتیٰ کہ وہ میرے ہی کانوں سے سنتا ہے اور میری آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اور میرے ہی ہاتھ سے پکڑتا ہے اور میری ہی زبان سے بولتا ہے۔ یہ انہی کی شان میں ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ حضرت خواجہ ابوالحسنؒ نے فرمایا کہ قیامت کے روز ہر شخص کا تعلق اور علاقہ ٹوٹ جائے گا۔ مگر وہ علاقہ کہ میرے اور تیرے درمیان ہے ہرگز نہیں ٹوٹے گا۔ اے اللہ اپنے فضل سے مجھے ایسے مقام میں رکھ۔ کہ میری خودی درمیان نہ رہے۔ اور سب کچھ تو ہی تو ہو + اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

فرمایا خداوندا میں ہر جگہ تیرا بندہ ہوں اور تیرے محبوب حضرت سلطان الانبیاء صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چاکر اور غلام ہوں اور تیری مخلوق کا خدمت گذار ہوں ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

فرمایا کہ خداوندا! جب تو مجھے یاد کرے تو میری جان تیری یاد پر قربان ہو جیو اور جب میرا دل تجھے یاد کرے تو میرا تن وجان میرے دل پر قربان ہو جائے۔ اور فرمایا تو نے مجھے اپنے واسطے پیدا کیا ہے اور میں ماں کے پیٹ سے تیرے ہی واسطے پیدا ہوا ہوں۔ مجھے کسی مخلوق کا شکار مت کر اے خداوند! بعض تیرے بندے نماز اور طاعت کو دوست رکھتے ہیں اور بعض حج اور جہاد کو اور بعضے علم اور سجادے کو مگر اے پاک ذات مجھے تو تو ایسا کر دے کہ میری زندگی اور دوستی سوائے تیری ذات پاک کے نہ ہو۔ اللہ اکبر!

اور کہا الٰہی ایک جماعت ہے کہ قیامت کے روز شہید اُٹھے گی۔ اور وہ جماعت وہ ہے کہ جو تیری راہ میں مقتول ہوئی ہے۔ مگر میں قیامت کے روز وہ شہید ہوں گا۔ کہ تیرے شوق اور عشق کا مقتول ہوں گا اور اے میرے معشوق تیرے عشق کا میں ایسا درد رکھتا ہوں۔ کہ جب تک تیری ہستی باقی ہے میرا درد بھی باقی ہے۔ اللہ اکبر!

اور فرمایا کہ خبردار! آسان سمجھ کر یہ نہ کہہ دینا کہ میں مرد ہوں۔ جب تک کہ ستر برس تک اپنا عمل ایسا نہ دیکھے کہ تکبیر تحریمہ تو خراسان میں کہے اور سلام کعبہ میں پھیرے۔ اور عرش اعلےٰ سے تحت الثریٰ تک جب تک کہ تو نماز میں نہ دیکھے تب تک تو دل میں سمجھ لے کہ میں بےنماز اور نامرد ہوں۔ اللہ اکبر!

اور فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا کہ سال بھر سجدہ میں رہتا تھا اور دوسرا دو سال تک سجدہ میں رہتا۔ لیکن سبحان اللہ مشاہدہ تو یہی ہے کہ جو امت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نصیب ہوا ہے کہ بندہ کی ایک ساعت کی فکر اُن کے سال بھر کے سجدہ کے برابر ہوتی ہے۔ اللہ اکبر!

اور فرمایا کہ حق تعالےٰ کے رُوئے زمین پر ایسے بندے ہیں کہ توحید کی قوت سے اُن کے دل میں ایک ایسی تجلی روشن ہے کہ اگر عرش اعلےٰ سے تحت الثریٰ تک جو کچھ ہے اس تمام موجودات پر اگر وہ تجلی روشن ہو جائے تو وہ تجلی سب کو اس طرح جلا ڈالے جس طرح مرغ کے پروں کو آگ جلاتی ہے۔ اللہ اکبر!

اور فرمایا کہ جو کچھ اولیاء اللہ کے اندر ہوتا ہے اگر اُس میں سے ذرہ کے برابر اُن کے لبوں سے باہر آجائے تو تمام زمین وآسمان کی مخلوق گھبرا جائے۔ اللہ اکبر!

فرمایا دوست جب کہ اپنے دوست کے پاس حاضر ہوتا ہے تو خود سے فراموش ہو کر اپنے دوست کو دیکھتا ہے۔ اللہ اکبر!

اور فرمایا کہ جوان مردوں کی آنکھیں عالم غیب پر لگی رہتی ہیں تاکہ عالم غیب سے وہ چیزیں اُن کے دل پر نازل ہوں کہ جس چیز کا ذائقہ انبیاء واولیاء نے چکھا ہے اور یہ بھی اُس مبارک چیز کا ذائقہ چکھیں۔ اللہ اکبر! اور فرمایا کہ فرشتے تین جگہ اولیاء اللہ سے ہیبت اور دہشت رکھتے ہیں ایک تو ملک الموت

نزع کے وقت میں۔ دوسرے کراماً کاتبین لکھنے کے وقت میں۔ تیسرے منکر نکیر سوال کے وقت میں۔

اَللّٰہُ اَکْبَرْ فرمایا کہ اس طرح زندگانی بسر کرو کہ کراماً کاتبین کو واپس بھیج دو۔ اگر اس طرح نہیں کر سکتے ہو تو اس طرح زندگانی ضرور بسر کرو کہ رات کے وقت تو اُن کے ہاتھ سے دیوان لے لو۔ اور جس کو چاہو مٹا دو۔ اور جسکو چاہو لکھ دو۔ اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتے تو سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ایسے تو بن جاؤ کہ جب فرشتے حق تعالیٰ کے حضور میں واپس لوٹ کر جائیں تو عرض کریں کہ اُس نے نیکی کی ہے۔ وبدی سے باز رہا ہے اَللّٰھُمَّ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا ۔

اَللّٰہُ اَکْبَرْ! فرمایا کہ حق جل جلالہ ہر مؤمن کو چالیس فرشتوں کی ہیبت اور رعب عطا کرتا ہے اور یہ کترزدہ ہے اور اُس ہیبت کو لوگوں سے پوشیدہ رکھتا ہے تاکہ خلقت اُن سے ملے جُلے ✚

اَللّٰہُ اَکْبَرْ اور فرمایا۔ کہ علی دھقان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ آدمی فضول سوچ بچار کرنے سے رب کی راہ تک اللہ رب العزۃ سے دور جا پڑتا ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرْ! فرمایا کہ جو دل اللہ تعالےٰ کے درد میں مبتلا ہوا سبحان اللہ وہ دل تو نہایت ہی مبارک دل ہے اس لیے کہ اس درد کی شفا بھی اللہ تعالےٰ ہے ✚

اَللّٰہُ اَکْبَرْ! اور فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ جو کوئی اپنی زندگی بسر کرتا ہے۔ تو دیکھنے کے قابل جو چیزیں ہیں اُن سب کو دیکھتا ہے۔ اور سننے کے قابل جو باتیں ہیں اُن سب کو سنتا ہے۔ اور کرنے کے لائق جو کام ہیں اُن سب کو کرتا ہے۔ اور جاننے کے لائق جو باتیں ہیں اُن سب کو جانتا ہے ✚

اَللّٰہُ اَکْبَرْ! فرمایا کہ جبتک تو دنیا کا طالب رہے گا دنیا تجھ پر بادشاہ رہے گی اور جب تو دنیا سے مُنہ پھیرے گا۔ تو اُس وقت دنیا پر بادشاہ ہو گا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرْ! فرمایا جس طرح تجھ سے وقت سے پہلے نماز نہیں طلب کرتے ہیں تو اسی طرح تُو بھی وقت سے پہلے روزی مت طلب کر ✚

اَللّٰہُ اَکْبَرْ! اور فرمایا کہ جواں مردی ایک ایسا دریا ہے کہ تین چشمے اُس سے جاری ہیں۔ ایک سخاوت دوسرا خلق خدا پر شفقت۔ تیسرا خلق سے بے پرواہی اور خالق سے پرواہ اور آشنائی ✚

اَللّٰہُ اَکْبَرْ! اور فرمایا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور میرے دل کے نور حضور پر نور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایسے بے نہایت اور معرفت الٰہی کے دریا تھے کہ اگر ایک قطرہ اس دریا سے باہر آتا تو تمام عالم اور دنیا اور دنیا کے رہنے والے غرق ہو جاتے۔ اور جس قافلہ میں کہ ابوالحسنؒ ہے اُس قافلہ کا مقدمہ اور پیشوا اللہ رب العزت ہے اور بعد رب العزت کے میرے سردار اور میرے پیشوا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں اور ان دونوں کے درمیان کلام مجید اور سنت رسول صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور بعد اس کے متابعت صحابہ کرام و نقبائے عظام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم الیٰ یوم القیامۃ وہ لوگ بہت ہی بانصیب ہیں جو اس مبارک قافلہ میں ہوتے ہوئے اُن کے دل بیمار کی حضرات سے ایک دوسرے کے ساتھ لگے ہوئے ہیں ✚

اللہ اکبر! آپ نے فرمایا کہ تو کب تک اپنے آپ کو صاحب رائے اور اہل حدیث کہتا رہے گا۔ ایک بار اللہ کہدے اور جس کا کہ قرآن پاک اور حدیث پاک ہے اُس کا ہوجا۔

اللہ اکبر! اور آپ نے فرمایا۔ کہ جب تو نیکوں کا ذکر کرتا ہے۔ تو اُس وقت ایک سفید نورانی ابر آتا ہے اور نیکوں کے ذکر کرنے والے پر اس نورانی ابر سے رحمت برستی ہے۔ اور جب اللہ جل جلالہ کا ذکر کرتا ہے تو ایک ہرا ابر چڑھ کر آتا ہے۔ اور اُس اللہ جل جلالہٗ کے ذکر کرنے والے پر اُس ہرے ابر سے عشق برستا ہے۔ اور اس ذاکر کا دل اور دل کی کھیتی ہری بھری ہوجاتی ہے۔

اللہ اکبر! اور فرمایا کہ یہ عرفان الٰہی اور عشق الٰہی کے دریا میں لاکھوں کشتیاں کنارے پر ہی غرق ہوگئی ہیں۔ اور ایک کشتی بھی دریا کے اندر نہ جاسکی۔ ہاں میاں یہاں تو اللہ ہی اللہ ہے اور بس۔

اللہ اکبر! اور فرمایا کہ دین کو شیطان سے اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا کہ دو آدمیوں سے نقصان پہنچتا ہے۔ ایک تو اُس عالم سے کہ جو حرص رکھتا ہو۔ اور دوسرے اُس زاہد سے جو بے علم ہو۔

اللہ اکبر! اور فرمایا کہ مومن کی زیارت کرنا سو حج کے ثواب کے برابر ہے۔ اور ہزار دینار کے صدقہ کرنے سے زیادہ ہے۔ اور جب مومن کی زیارت نصیب ہو تو یقین جانیں کہ اللہ پاک نے اس پر رحمت فرمائی ہے۔

اللہ اکبر! لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ اللہ تعالٰے کو آپ نے کہاں دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جہاں دیکھا ہے جہاں اپنے آپ کو نہ دیکھا۔ اللہ اکبر! اور آپ نے فرمایا کہ بہت روؤ اور کم ہنسو اور بہت خاموش ہو کم بولو۔ اور بہت داد و دہش کرو۔ اور کم کھاؤ۔ اور کم سوؤ۔ اللہ اکبر! اور فرمایا کہ وہ شخص جس کی کہ رات اور دن بغیر کسی مومن کے ایذا دینے اور ستانے سے بسر ہوئی تو گویا وہ اس رات و دن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت میں رہا۔ اور کوئی شخص اگر کسی مومن کو آزار پہنچاتا ہے تو اللہ رب العزت اس کی اس دن کی عبادت کو قبول نہیں کرتا۔ اللہ اکبر! اور فرمایا کہ جو اس جہان میں حق تعالٰے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور اولیائے کرام رحمتہ اللہ علیہم سے شرم و حیا رکھتا ہے تو اس جہان میں بھی حق تعالٰے اُس سے شرم رکھے گا۔

اللہ اکبر! اور فرمایا کہ ٹاٹ پہننے اور مرقع رکھنے والے بہت ہیں۔ لیکن اس پاک ذات کے یہاں تو سچائی دل کی اور اخلاص عمل کو دخل ہے۔ اور نہ ہر دغاباز کو۔ کیونکہ اگر ٹاٹ پہننے اور جو کی روٹی کھانے ہی پر صوفی بننا منحصر ہے تو ضرور ہے کہ تمام اُون والے اور جو کھانے والے جانور سب کے سب صوفی ہوتے۔

اللہ اکبر! اور فرمایا کہ اپنی ساری عمر میں ایک بار بھی تو نے اپنے خدا کو ناخوش کیا ہو تو تجھے لازم ہے کہ اپنی ساری باقی عمر اس کی معذرت میں روتا رہے۔ کیونکہ اگر معاف بھی کر دے تب بھی یہ حسرت کا داغ نہ مٹے گا۔ ہائے میں نے ایسے خداوند جل جلالہ و عظم شانہ کو کیوں ناراض کیا۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ! اور فرمایا کہ عالم علم کو اختیار کرتا ہے اور زاہد زہد کو اختیار کرتا ہے اور عابد عبادت کو اختیار کرتا ہے اور یہ لوگ ان چیزوں کو اللہ رب العزت تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ مگر خبردار ہوشیار ہو جاؤ اور میری اس بات کو دل کے کانوں سے سُن لو کہ تم تو سوائے کسی پاکی کے کسی چیز کو پسند نہ کیجیو۔ اور پاکی کو ہی اللہ رب العزت تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھو۔ کیونکہ اس کی ذات پاک ہے وہ تو پاکی کو ہی پسند کرے گا۔ اللہ بس اللہ بس اللہ بس باقی ہوس۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ! فرمایا کہ سختی اور خوشی تو تب ہی تک ہے کہ جب تک تو مخلوق کے ساتھ ہے اور جب تو نے مخلوق کو ترک کیا اور بشریت سے درگذرا پھر تو اے پیارے تیری زندگی خدا ہی کے ساتھ ہے ✦

اَللّٰهُ اَكْبَرُ! اور فرمایا میرا نہ تن ہے اور نہ دل ہے اور نہ زبان ہے میری ان تینوں چیزوں پر تو اللہ ہی اللہ ہے اور میرے لیے نہ دنیا ہے نہ آخرت ہے۔ میرا تو معشوق اللہ ہی اللہ ہے ✦

اَللّٰهُ اَكْبَرُ! آپ نے ایک عقلمند سے سوال کیا۔ کہ تو خدائے پاک کو دوست رکھتا ہے یا کہ خدائے پاک تجھکو دوست رکھتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں خدائے تعالےٰ کو دوست رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا! جا اس اپنے دوست کے گرد گھوم کیونکہ جو کوئی کسی کو دوست رکھتا ہے اُس کے پیچھے پیچھے پھرتا ہے۔ تو بھی اپنے دوست کے پیچھے پھر کہ ایک روز مراد کو پہنچے گا ✦

اَللّٰهُ اَكْبَرُ! آپ نے فرمایا۔ کہ لوگ کہتے ہیں الٰہی تین موقعہ پر ہماری دستگیری فرما۔ یعنے جان کنی کے وقت قبر میں اور قیامت کے روز۔ مگر میں کہتا ہوں کہ خداوندا ہر وقت تو میری مدد اور دستگیری فرما ✦

اَللّٰهُ اَكْبَرُ! محمد بن حسین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں بیمار تھا اور جان کنی کے غم سے نہایت غمگین تھا۔ اتنے میں خواجہ ابو الحسن رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ اے محمد بن حسین! کیوں گھبراتے ہو خدائے پاک کے فضل سے تم اچھے ہونے والے ہو۔ اور فرمایا کہ موت سے ہرگز ڈرنا نہیں۔ اور دیکھو اگر میں تم سے تیس برس پہلے بھی انتقال کر جاؤں گا تب بھی تمہاری جان کنی کے وقت انشاء اللہ تعالےٰ حاضر ہو جاؤں گا۔ حضرت محمد بن حسینؒ کہتے ہیں کہ میں اچھا ہو گیا ✦

اور جب کہ حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی علیہ کی وفات کو تیس برس ہو چکے تھے۔ کہ محمد بن حسینؒ کی جان کنی کی حالت آگئی اور یکایک محمد بن حسینؒ جان کنی کی حالت میں مؤدب سیدھے کھڑے ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ آئیے آئیے وعلیکم السلام تب ان کے صاحبزادے نے پوچھا کہ حضرت آپ کس کو دیکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بیٹا! شیخ ابو الحسن خرقانی رح اپنے وعدہ کے موافق بہت مدت کے بعد تشریف لائے ہیں۔ اور یہ تشریف لانا اس لیے ہوا کہ میں موت سے نہ ڈروں۔ اور ایک نورانی جماعت آپ کے ساتھ جوان مردوں کی ہے۔ یہ کہا اور جان بحق تسلیم ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ✦

اللہ اکبر لوگوں نے پوچھا کہ حضرت آپ کو موت کا خوف ہے یا نہیں تب آپ نے فرمایا کہ مردے کو موت سے خوف کہاں۔ اور ساتھ میں یہ بھی سمجھ لو کہ اللہ تعالٰے نے جو وعید کہ موت اور قیامت اور دوزخ وغیرہ سے فرمائی ہے۔ وہ وعید میرے رنج اور مصیبت کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ اور جو وعدہ کہ اللہ تعالٰے نے آسائش اور راحت اور جنت وغیرہ کا کیا ہے۔ وہ میری امید کے مقابل کچھ بھی نہیں ہے کسی نے آپ سے پوچھا صدق کسے کہتے ہیں۔ فرمایا صدق یہ ہے کہ دل باتیں کرے۔ یعنے وہ بات کہے کہ جو دل میں ہو کسی نے دریافت کیا کہ اخلاص کس کو کہتے ہیں۔ فرمایا جو کچھ تو اللہ تعالٰے کے واسطے کرے وہ اخلاص ہے اور جو خلق کے واسطے کرے وہ ریا ہے۔ اور فرمایا کہ ایسے آدمی کے پاس مت بیٹھو کہ تم اللہ کہو اور وہ کچھ اور کہے۔ اور فرمایا کہ اندوہ پیدا کرو کہ تیری آنکھ سے پانی نکلے۔ کیونکہ اللہ تعالٰے بندۂ گریاں اور بریاں کو دوست رکھتا ہے ✦

اللہ اکبر! اور فرمایا کہ کوئی شخص سرود بجائے اور اس کے ذریعہ خدا کو چاہے اُس سے بہتر یہ ہے کہ قرآن پڑھے اور خدا کو چاہے۔ اللہ اکبر۔ اور فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وارث وہی شخص ہو سکتا ہے کہ آپ کے فعل کی اقتدا کرے نہ کہ وہ کاغذ سیاہ کرے ✦

اللہ اکبر فرمایا شبلی علیہ الرحمۃ نے کہا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ نہ چاہوں (آپ نے فرمایا یہ بھی ایک خواہش ہے) اللہ اکبر اور فرمایا کہ چالیس سال گذرے کہ میرا نفس ٹھنڈے پانی اور ترش چھاچھ کو چاہتا ہے ابھی تک نہیں دیا۔ اللہ اکبر فرمایا۔ نماز روزہ سب کرتے ہیں۔ لیکن مرد وہ ہے کہ ساٹھ سال گذر جائیں اور بائیں جانب کا فرشتہ کچھ نہ لکھے کہ اُس کو اُس سے اللہ تعالٰے کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔ فرمایا۔ درویش وہ ہے کہ دنیا اور عاقبت کی رغبت نہ کرے کیونکہ یہ ایسی چیزیں نہیں کہ ان کا دل سے تعلق ہو۔

فرمایا مردوں کا کام طہارت سے بلند ہوتا ہے نہ کثرت کام سے۔ اللہ اکبر! فرمایا جس دل میں اللہ تعالٰی کے سوا کچھ اور بھی ہو وہ مردہ ہے۔ اگرچہ سراپا طاعت ہی ہو۔ اللہ اکبر۔ فرمایا تمام جہان کی نعمتوں کا لقمہ بنا کر مہمان کے منہ میں دیا جائے پھر بھی اس کا حق ادا نہیں ہوا اور فرمایا سب سے بہتر کام وہ ہے جس میں اندیشۂ خلق نہ ہو۔ اور سب سے حلال لقمہ وہ ہے جو اپنی کوشش سے ہو۔ اور سب سے بہتر وہ رفیق ہے کہ اُسکی زندگانی اللہ کے واسطے ہو۔ فرمایا اللہ تعالٰے کی دوستی اُس شخص کے دل میں نہیں ہوتی جس کو خلق پر شفقت نہیں ہوتی۔ اللہ اکبر! اور فرمایا بہت سے ایسے آدمی ہیں جو زمین پر چلتے ہیں وہ مردہ ہیں۔ اور بہت سے ایسے شخص ہیں جو زمین کے اندر سوئے ہیں وہ زندہ ہیں ✦

اللہ اکبر! اور فرمایا ایک روز الہام ہوا کہ جو کوئی تیری مسجد میں آئے اُس کا گوشت و پوست آتش دوزخ پر حرام ہوا اور جو شخص تیری مسجد میں دو رکعت نماز تیری زندگی میں یا تیرے بعد میں ادا کرے قیامت کے

دن عابدوں میں اُٹھے گا۔ اور فرمایا کہ مجھ کو یہ گوارا ہے کہ دنیا سے قرضدار جاؤں اور قیامت کے دن قرضخواہ وہاں دامنگیر ہوں مگر یہ گوارا نہیں کہ کوئی سائل مجھ سے سوال کرے اور اُس کی حاجت رد کروں +

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا جس شخص نے اللہ تعالےٰ کے کلام کی حلاوت و لذت نہ چکھی اور دنیا سے چلا گیا۔ وہ گویا تمام بھلائی اور آرام سے محروم گیا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں خلق خدا کو دعوت حق دوں آپ نے فرمایا کہ اللہ کی طرف دعوت کرنا۔ خبردار اپنی طرف نہ کرنا اُس نے عرض کیا کہ اپنی طرف کیسے ہوتا ہے۔ فرمایا اپنی طرف کے معنے یہ ہیں کہ اگر کوئی اور شخص اللہ تعالےٰ کی طرف دعوت کرے اور تجھ کو ناخوش آئے۔ تو یہ علامت اس کی ہے کہ تو اپنی طرف دعوت کرتا ہے +

سبحان اللہ! آپ کے کلمات اور ارشادات تو کثرت سے ہیں بوجہ طوالت چھوڑ دیے حضرت رب العزت ہمیں توفیق عمل عطا فرمائے۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا۔ اور ان پاک ہستیوں کی محبت ہمیں نصیب ہو۔ آمین

جب حضرت شیخ ابوالحسن کی وفات نزدیک ہوئی۔ وصیت کی کہ میری قبر تیس گز گہری کھودنا کہ شیخ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رح کی قبر سے اونچی نہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور آپ کی وفات بمقام خرقان ۴۲۴ھ ہجری میں ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ +

حالات شیخ ابی علی فارمدی طوسی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ ابی علی فارمدی طوسی قدس سرہٗ العزیز کو تصوف میں حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی سے نسبت ہے۔ ان کے سوا شیخ ابی القاسم گرگانی طوسی سے بھی کہ وہ بھی شیخ ابوالحسن خرقانی رح کے مرید تھے۔ نیز شیخ ابی علی فارمدی تذکیر و وعظ امام ابی القاسم قشیری رح صاحب تفسیر و رسالہ کے شاگرد ہیں۔ فرمایا کہ ابتدا جوانی میں میں نیشاپور علم ظاہری پڑھنے گیا تھا۔ وہاں میں نے سُنا کہ شیخ ابوسعید ابی الخیر رح میہنہ سے آئے ہوئے ہیں اور وعظ فرماتے ہیں میں اُن کی زیارت کو گیا۔ اور اُن کی صورت دیکھ کر مجھ کو اُن سے ایک عشق ہو گیا۔ اور اس طائفہ کی محبت میرے دل پر غالب ہو گئی۔ ایک روز گھر بیٹھا تھا کہ یکایک میرے دل میں شیخ ابوسعید کی زیارت کا شوق بشدت پیدا ہوا اور وہ وقت شیخ کے گھر سے باہر نکلنے کا تھا۔ ارادہ کیا کہ ابھی نہ جاؤں مگر صبر نہ ہو سکا ناچار اُٹھ کر باہر گیا۔ جب چوراہے پہنچا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ شیخ مع مریدوں کے چلے جاتے ہیں۔ میں بھی اُن کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ جب وہ ایک جگہ پہنچے میں بھی اُن کے ہمراہ چلا گیا۔ اور ایک گوشہ میں جا کر اس طرح بیٹھ گیا کہ شیخ کی نظر مجھ پر نہ پڑے وہاں سماع شروع ہو گیا۔ اور شیخ کو وجد عظیم پیدا ہوا چنانچہ اُنہوں نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے جب سماع سے فارغ ہوئے کپڑے اُتارے اور اُن کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ ایک آستین علیحدہ رکھی۔ اور

آواز دی۔ اے ابا علی فارمدی کہاں ہے میں نے اپنے دل میں کہا۔ کہ وہ تو مجھ کو جانتے بھی نہیں۔ کوئی ابا علی اُن کا مرید ہوگا جس کو پکارتے ہیں۔ یہ سوچ کر خاموش ہو گیا۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔ شیخ نے پھر پکارا مگر میں نے کچھ جواب نہ دیا۔ شیخ نے پھر پکارا۔ مگر میں نے کچھ جواب نہ دیا تیسری مرتبہ جب پکارا تب کسی نے کہا کہ تم ہی کو شیخ صاحب پکارتے ہیں۔ جب میں اُٹھ کر اُن کے پاس گیا۔ شیخ نے وہ تریز اور آستین مجھ کو دی۔ اور فرمایا کہ جاؤ اور اسکو اچھی طرح سے بحفاظت رکھنا کہ تو مجھ کو مثل اس آستین اور تریز کے ہے جو تعلق کہ آستین اور تریز میں ہے وہی مجھ میں اور تجھ میں ہے۔ میں وہ کپڑا لے کر آداب بجا لایا۔ اور بہت حفاظت سے رکھا۔ اور مجھ کو اُنکی خدمت میں بہت فائدہ اور حال وارد ہوئے۔ جب وہ نیشاپور سے چلے گئے تو میں امام ابو القاسم قشیری رح کے پاس گیا اور جو کچھ میرے اوپر احوال وواردات گذری تھیں وہ بیان کیں اُنہوں نے فرمایا اے فرزند ابھی علم پڑھو۔ چنانچہ میں علم حاصل کرتا رہا۔ لیکن ہر روز وہ روشنائی بڑھتی جاتی تھی کہ تین سال تک میں تحصیل علم میں مشغول رہا۔ ایک روز قلم دوات سے نکالا تو بجائے سیاہ کے سفید نکلا۔ میں نے امام ابی القاسم رح سے یہ حال بیان کیا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ اب علم نے تجھ سے مُنہ پھیر لیا ہے۔ اب تو بھی اُس سے مُنہ پھیر لے۔ چنانچہ میں مدرسہ سے خانقاہ میں گیا اور امام کے استاد کی خدمت میں مشغول ہوا۔ ایک دن استاد امام رح تنہا غسل خانہ میں گئے میں نے چند ڈول پانی کے غسل خانہ میں ڈالدیے۔ جب اُستاد رح باہر آئے اور نماز پڑھی فرمایا یہ کس نے غسل خانے میں پانی ڈالا تھا۔ میں نے خوف کے مارے کچھ نہ کہا کہ شاید مرضی کے خلاف ہوا ہو۔ پھر دریافت کیا۔ پھر بھی میں نے کچھ جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ پھر دریافت فرمایا۔ تب میں نے عرض کیا کہ میں تھا۔ فرمایا اے اباعلی جو کچھ کہ ابو القاسم کو ستر سال میں ملا تجھ کو ایک ڈول پانی میں مل گیا۔ اس کے بعد مدتوں اُنکی خدمت میں مجاہدہ کیا۔ ایک روز میں بیٹھا تھا کہ کچھ ایسا حال وارد ہوا۔ کہ میں اُس میں گم ہو گیا۔ یہ حال میں نے اُستاد رح سے بیان کیا۔ اُنھوں نے فرمایا اے ابی علی اس سے زیادہ میرا سلوک نہیں ہے۔ میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ مجھ کو ابھی اور پیر کی ضرورت ہے کہ اس مقام سے نکالے۔ شیخ ابی القاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام سُنا تھا۔ اُن کے پاس طوس کی جانب روانہ ہوا۔ جب اُنکی خدمت میں پہنچا۔ وہ اس وقت اپنے مریدوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے دو رکعت نماز تحیۃ المسجد گذاری اور اُن کے سامنے آیا۔ اور وہ مراقب بیٹھے تھے۔ سر اُٹھایا اور فرمایا آؤ کیا بات ہے۔ میں نے سلام کیا اور بیٹھ گیا اور اپنا تمام واقعہ بیان کیا۔ شیخ نے فرمایا۔ ہاں ابتدا تمہاری اچھی ہے۔ اگر تمہاری تربیت ہو تو مرتبہ بلند پر پہنچ جاؤ۔ میں نے اپنے دل میں جان لیا کہ میرے پیر یہی ہیں۔ اور وہیں قیام کیا۔ اُنہوں نے مدت دراز تک مجھ سے طرح طرح کے مجاہدے اور ریاضتیں کرائیں بعد ازاں اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کیا۔ ابھی شیخ رح نے مجھے وعظ زمانے کو نہیں کہا تھا کہ ایک روز میں

شیخ ابو سعید رح کے پاس میہنا میں گیا۔ انہوں نے کہا کہ اے ابا علی بہت جلد تجھ سے مثل طوس کے باتیں کرائینگے۔ ابو علی فارمدی کا قول ہے کہ اسی بات کو بہت دن نہیں گذرے تھے کہ شیخ ابی القاسم رح نے مجھ سے وعظ کہنے کو فرمایا۔ آپ کی وفات مقام طوس سنہ ۴۷۷ ہجری میں ہوئی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ✦

حالات حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی قدس سرہٗ

حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت خواجہ ابو علی فارمدی قدس سرہٗ سے نسبت ہے لیکن شرح وصایہ خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی بے واسطہ شیخ ابو الحسن خرقانی رح کے مرید ہیں۔ اور خرقہ شیخ عبد اللہ جوینی قدس سرہٗ سے پہنا۔ اور شیخ حسن رح سمنانی کی صحبت میں بھی حاضر رہے۔ اور آپ کی کنیت ابو یعقوب ہے۔ آپ کی عمر اٹھارہ سال کی تھی کہ بغداد۔ اصفہان۔ عراق۔ خراسان۔ سمرقند۔ بخارا وغیرہ میں استفادہ حاصل کیا اور حدیث شریف پڑھی۔ وعظ فرمانا شروع کیا۔ لوگوں کو آپ سے بہت نفع پہنچا۔ فتویٰ و احکام شرعیہ میں دست قدرت کامل حاصل ہو گئی علوم و معارف میں قدم راسخ تھا جم غفیر علماء و فقہا کا آپ کی مجلس میں حاضر رہتا۔ آذربائیجان۔ عراق خراسان کے لوگوں کی تربیت فرمائی۔ خواجہ ابو یوسف ہمدانی رح ان مشائخ میں سے ہیں کہ جن کی صحبت میں محبوب سبحانی غوث صمدانی حضرت شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ جیلانی حاضر رہے ہیں۔ ایک روز حضرت خواجہ رح نے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رح سے کہ ابھی آپ عالم جوانی میں تھے۔ فرمایا کہ تم وعظ کہو انہوں نے کہا کہ میں عجمی ہوں فصحاء بغداد کے سامنے کس طرح بات کروں حضرت خواجہ نے فرمایا تم کو فقہ و اصول فقہ و اختلاف مذاہب و لغت و تفسیر قرآن یاد ہے تم سب طرح سے اسکی صلاحیت رکھتے ہو کہ منبر پر آؤ اور وعظ کہو اور میں تم میں وہ چیز پاتا ہوں کہ جس کی اصل و فرع زمین و آسمان میں پہنچے ہوئے ہیں حضرت خواجہ رح کا مذہب حنفی تھا۔ مرو میں مقیم تھے۔ پھر ہرات میں چلے آئے تھے۔ وہاں سے پھر مرو کو آتے تھے۔ کہ راستہ میں انتقال فرمایا۔ ساٹھ سال سے زیادہ مسند ارشاد پر قائم رہے۔ اور قبولیت عظیم ہوئی تھی۔ اپنے وقت کے غوث تھے۔ سالہا سال تک کوہ آذر میں مقیم رہے۔ اور عادت تھی کہ سوائے جمعہ کے دن کے باہر نہ تشریف لاتے ✦

ایک روز ایک درویش حضرت خواجہ کے پاس آیا۔ اور کہا کہ ابھی میں شیخ احمد غزالی رح کے پاس تھا۔ وہ درویشوں کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ کہ اسی اثنا میں ان کو غیبت ہو گئی۔ اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ ابھی میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ تشریف لائے ہیں اور میرے منہ میں لقمہ رکھا ہے۔ یہ سنکر حضرت خواجہ رح نے فرمایا۔ یعنے یہ خیالات ہیں کہ جس سے اطفال طریقہ پرورش کیے جاتے۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ ایک عورت روتی پیٹتی آپ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ فرنگی میرے لڑکے کو پکڑ کے لے گئے ہیں۔ دعا فرمائیے کہ وہ آجائے۔ آپ نے فرمایا کہ تو صبر کر اور مکان پر جا تیرا لڑکا تجھ کو گھر ملے گا۔ وہ عورت گھر واپس آئی تو دیکھا فی الواقع لڑکا گھر میں موجود تھا۔ لڑکے سے جب دریافت کیا تو اُس نے کہا میں ابھی قسطنطنیہ میں قید تھا۔ نگہبان میرے گرد تھے۔ ناگاہ ایک شخص جس کو میں نے کبھی نہیں دیکھا ظاہر ہوا اور طرفۃ العین میں اس جگہ مجھ کو لے آیا۔ وہ عورت حضرت خواجہ کے پاس گئی اور اپنے لڑکے کا قصہ سنایا آپ نے فرمایا کہ تجھکو حکم خدا سے تعجب آتا ہے ✤

حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رح کی ولادت ۴۴۰؁ھ ہجری میں ہوئی اور ۵۳۵؁ھ ہجری میں وفات پائی۔ اول آپ کی قبر مرو کے راستہ میں تھی۔ جہاں کہ آپ کا انتقال ہوا تھا۔ بعد ازاں وہاں سے نعش مبارک مرو لے آئے۔ اور اب مزار مبارک مرو میں ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ✤

حالات حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رح قدس سرہٗ سر حلقہ سلسلہ خواجگان ہیں۔ آپ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد امجاد سے ہیں۔ آپ کی والدہ سلطان روم کی نسل سے تھیں۔ والد بزرگوار عبدالجمیل رح امام کبرا اولیاء عظماء اتقیاء سے تھے اور حضرت خضر علیہ السلام کے صحبت دار تھے ✤

نقل ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے آپکے والد بزرگوار کو بشارت دی تھی کہ تیرے گھر میں لڑکا پیدا ہو گا۔ اس کا عبدالخالق نام رکھنا۔ اُس کو ہم اپنی فرزندی میں لے لینگے۔ اور اپنی نسبت سے بہرہ مند کرینگے اس کے بعد ایسا اتفاق ہوا کہ امام شیخ عبدالجمیل آپکے والد بزرگوار بسبب حوادث زمانہ روم سے ماوراءالنہر آگئے اور قصبہ غجدوان میں کہ متصل بخارا ہے۔ قیام فرمایا اور وہاں آکر حضرت خواجہ عبدالخالق رح تولد ہوئے ✤

حضرت خواجہ شروع میں اپنے اُستاد صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے تفسیر قرآن پڑھتے تھے۔ جب اس آیت پہنچے اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔ تو اُستاد سے دریافت کیا اللہ تعالے نے جو خفیہ فرمایا ہے۔ اُس کا کیا طریقہ ہے اگر ذاکر بلند کہے یا بوقت ذکر اعضا کو حرکت دے اور اُس سے غیر واقف ہو جائے۔ وہ خفیہ نہیں رہتا۔ اور اگر دل سے خفیہ ذکر کرے تو بھی چونکہ بحکم حدیث اِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ فِيْ عُرُوْقِ ابْنِ اٰدَمَ مَجْرَى الدَّمِ مطابق شیطان بھی واقف ہو جاتا ہے۔ تب اُستاد نے فرمایا کہ یہ علم لدنی ہے۔ اگر حق سبحانہٗ و تعالےٰ کے ارادہ میں ہے۔ تو کوئی اہل اللہ تجھ کو تعلیم کرے گا ✤

چنانچہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رح ہمیشہ ایسے شخص کی انتظار میں رہتے تھے۔ اتفاقاً جمعہ کے

روز اپنے باغ کے دروازہ پر بیٹھے تھے۔ کہ ایک شخص ضعیف العمر آئے۔ حضرت خواجہ نے اُن کی بہت تعظیم و تکریم کی۔ اُس بزرگ نے فرمایا کہ اے جوان میں تجھ میں آثار بزرگی دیکھتا ہوں۔ کہیں تو بیعت ہوا ہے یا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ مدت گذری کہ میں اسی بات کی تلاش میں ہوں۔ اُس بزرگ نے فرمایا کہ اے جوان میں خضر ہوں۔ تجھ کو میں نے اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ ایک سبق تجھ کو بتلاتا ہوں۔ اُس پر ملازمت رکھنا تیری کشایش کا کام ہے۔ پھر فرمایا کہ حوض میں غوطہ مار اور دل سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہو۔ تب حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رح نے اسی طرح کیا۔ اور یہ سبق لے کر اپنے کام میں مشغول ہوئے اور کشایش عظیم ہوئی۔ بعد ازاں جب حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رح بخارا میں آئے تو حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رح ان کی صحبت میں حاضر ہوئے۔ مگر تکرار اسی سبق کا کرتے جو حضرت خضر سے عطا ہوا۔ یہانتک کہ مدت تک حضرت خواجہ ابو یوسف بخارا میں مقیم رہے۔ اور آپ اُن کی خدمت میں رہے۔ اور فوائد کثیرہ اُن کی صحبت سے اخذ کیے۔ پیر سبق خضر علیہ السلام تھے اور پیر صحبت و خرقہ و خلافت حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی تھے اگرچہ خواجہ ابو یوسف ہمدانی رح کا طریقہ ذکر جہر کا تھا۔ لیکن چونکہ حضرت خواجہ عبد الخالق رح کو حضرت خضر علیہ السلام نے ذکر خفیہ تعلیم فرمایا تھا۔ اس لیے خواجہ ابو یوسف ہمدانی رح نے آپ کو ذکر جہر کا حکم نہ دیا۔ اور فرمایا کہ جس طرح حضرت خضر علیہ السلام نے حکم دیا ہے اسی طرح کیے جاؤ۔ جب حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی حضرت ابو یوسف رح کی خدمت سے علیحدہ ہوئے۔ مدت تک مشغول مجاہدات و ریاضات رہے۔ اور کسی کو اسکی اطلاع نہ تھی کہ حضرت خواجہ عبد الخالق کیا کرتے ہیں۔ ایک روز آپ اپنے عبادت خانہ میں روتے تھے۔ کہ مریدوں نے عرض کیا۔ کہ آپکے ایسے عمدہ اطوار اور خوش اوقات پھر اس خوف کے رونے کی کیا وجہ ہے۔ فرماتے کہ جس وقت اللہ تعالےٰ کی بے نیازی کو خیال کرتا ہوں نزدیک ہو جاتا ہوں کہ جان قالب سے باہر ہو جائے۔ اور اس سبب سے خوف آتا ہے کہ شائد بے قصد اور بے اطلاع مجھ سے ایسا کام سرزد ہو گیا ہو۔ کہ اللہ تعالےٰ کو ناپسند ہو۔ جس جگہ آپ بیٹھتے بوجہ خوف خدا ایسا معلوم ہوتا گویا آپ کو قتل کرنے کے واسطے بٹھلایا ہے۔

آپ نے فرمایا میری بائیس سال کی عمر تھی کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رح کو میری تربیت کے واسطے وصیت فرمائی۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

ایک درویش نے حضرت خواجہ عبد الخالق رح سے دریافت کیا کہ تسلیم کس کو کہتے ہیں۔ فرمایا تسلیم یہ ہے۔ کہ روز الست جو نفس و مال فروخت کر کے بہشت خریدا ہے۔ آج بھی تسلیم کرے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ۔ تسلیم نفس اس طرح ہوتا ہے کہ اپنے نفس کو حق سبحانہ و تعالےٰ کا مملوک سمجھے۔ اور اپنے تئیں وکیل خرچ حق جل و علا سمجھے اور جہانتک ہو سکے

اپنے نفس اور مال سے بندگان خدا تعالے کے ساتھ بے منت نیکی کرے۔ اور مال دنیا کو باطن میں جگہ نہ دے۔ اور اپنے تئیں حکم وقضاء حق تعالیٰ کے تسلیم کرے۔ ایک روز ایک خادم نے عرض کیا کہ فراغت کسے کہتے ہیں۔ فرمایا فراغت دل یہ ہے کہ محبت دنیا دل میں راہ نہ پائے۔ اور یہ نہیں کہ دنیا کے کام کاج سے آزاد ہو۔ حق سبحانہ وتعالے نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ یعنے جس وقت تمام موجودات سے دل فارغ ہو جائے اسوقت میری خدمت میں مشغول ہو۔ جو لوگ کہ خرید و فروخت اور خلق سے معاملہ داری میں اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتے انکی تعریف اللہ تعالے نے قرآن شریف میں فرمائی رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ اگر ان لوگوں میں ہو جاؤ تو سبحان اللہ ورنہ ان لوگوں کے جان و مال سے خدمت کرنے میں تقصیر نہ کرنا اور انکے واسطے اسباب جمعیت وفراغت مہیا رکھو۔ تاکہ انکی دولت میں تمہارا تعلق رہے۔ اور جو طاعت عبادت اس لقمہ کی قوت سے ان لوگوں سے ہو اسکا ثواب اس شخص کو بھی ملے۔ اور انکے درجات و مقامات اسکے نامہ اعمال میں درج ہوں اور قیامت کے روز انکی خدمت میں اور محبت کیساتھ انہی میں محشور ہوں المرء مع من احب اور یہ حضرات لی مع اللہ وقت کی خاصیت رکھتے ہیں فرمایا جس وقت قابل تصرف جذبات الوہیت ہوتے ہیں اہل زمین و آسمان کے عقدے کھل جاتے ہیں کہ (جذبة من جذبات الله توازی عمل الثقلین) اور اسوقت اس جانی اور مالی خدمت کرنیوالے کا جو کچھ نصیب ہوتا ہے کہ اہل مشرق و مغرب اس کا حساب نہیں کر سکتے۔ ملتا ہے چنانچہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے جہاں کہ فرمایا ہے (وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا) یعنے جو کچھ تیرا حصہ دنیا کا ہے اس کو اللہ کی رضا میں صرف کر سبحان اللہ!

ذیل میں چند کلمات حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے درج کیے جاتے ہیں کہ بناء طریقہ حضرت خواجگان رحمۃ اللہ علیہم اسی پر مبنی ہے۔ (ہوش در دم) یعنے ہوشیار ہونا سالک کا کہ ہر نفس میں کہ بیدار ہے یا غافل (نظر بر قدم) یعنے سالک کو چاہیے کہ راہ چلنے میں نظر اپنے قدمگاہ سے تجاوز نہ کرے اور ہر وقت نشست نظر کو روبرو رکھے۔ دائیں بائیں نہ دیکھے۔ کہ موجب فساد عظیم اور مانع حصول مقصود ہے (سفر در وطن) انتقال کرنا سالک کا صفات بشریہ خبیثہ سے بجانب صفات ملکیہ کے۔ (خلوت در انجمن) اس سے مراد یہ ہے کہ سالک جمیع اوقات خلوت وجلوت کھانے پینے چلنے پھرنے بات چیت میں اپنا قلب اللہ تعالے سے مشغول رکھے۔ یاد کرد۔ اس سے مراد ذکر اللہ تعالے ہے کہ ہر وقت اسمیں مشغول رہے۔ بازگشت سے یہ مراد ہے کہ چند بار ذکر کرکے بکمال تضرع یہ دعا کرے۔ کہ الٰہی مقصود میرا تو ہے۔ اور رضا تیری۔ اپنی محبت اور معرفت مجھ کو عطا کر۔ (نگہداشت) سے مراد خطرات اور حدیث النفس کا قلب سے دور کرنا ہے (یاد داشت) سے مراد توجہ سالک کی طرف ذات بیچون وبیچگون حق سبحانہ وتعالے بغیر الفاظ وخیال کے۔ (وقوف زمانی) وہوش در دم ایک ہی چیز ہے۔ (وقوف عددی) ذکر میں سانس چھوڑتے وقت عدد طاق کا لحاظ رکھنا وقوف قلبی سے مراد توجہ سالک بجانب قلب ہے کہ زیر پستان چپ واقع ہے۔

(ارشادات)

نقل ہے۔ کہ ایک روز حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رح نے اپنے فرزند حضرت خواجہ اولیاء کبیر قدس سرہٗ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر یہ وصیت فرمائی۔ اے فرزند تجھ کو وصیت کرتا ہوں۔ کہ تقوی کو اپنا شعار بنانا وظائف اور عبادات کی ملازمت رکھنا اپنے احوال کا مراقبہ کرتے رہنا۔ اللہ تعالٰے سے ڈرتے رہنا۔ اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا حق ادا کرنا۔ والدین کے حق کا بھی خیال رکھنا کہ ان خصلتوں سے اللہ تعالٰے تک مشرف ہوگا۔ اللہ تعالٰے کی فرمانبرداری کرنا کہ وہ تیرا حافظ رہے۔ قرآن شریف خواہ یاد ہو یا ناظرہ پڑھنا لازم رکھنا۔ قرآن شریف کو بہ تفکر و تدبر و حزن و گریہ سے پڑھنا۔ طلب علم سے ایک قدم نہ ہٹنا۔ علم فقہ اور حدیث پڑھنا۔ جاہل صوفیوں سے پرہیز کرنا۔ عوام الناس سے دور رہنا۔ کہ یہ راہ دین کے چور ہیں۔ اور مسلمانوں کے رہزن ہیں۔ ملازمت سنت و جماعت کرنا۔ ائمہ سلف کے مذہب پر قائم رہنا کہ باقی جو کچھ ہے مُحدَث ہے گمراہی ہے۔ جوانوں اور عورتوں اور اہل بدعت سے صحبت مت رکھنا کہ تیرا دین برباد کر دینگے۔ دو گروہ روٹی پر راضی رہنا اگر کسی سے صحبت رکھے تو فقیروں سے رکھنا۔ خلوت اختیار کرنا۔ حلال کھانا کہ حلال مفتاح خیر ہے۔ حرام سے بچنا کہ حق تعالٰے سے دور ہو جائے گا۔ اسی پر رہنا کہ کل قیامت کو دوزخ میں نہ جلے۔ حلال پہننا کہ عبادت میں حلاوت پاوے نماز رات و دن میں بہت گذارنا۔ جماعت ترک نہ کرنا۔ امام و مؤذن نہ ہونا۔ دستاویز درج اپنا نام نہ لکھنا۔ قاضیوں کی کچہری میں حاضر نہ ہونا۔ لوگوں کی وصیت کے درمیان نہ آنا۔ آدمیوں سے اس طرح بھاگنا جس طرح شیر سے بھاگتے ہیں۔ کوشش کرنا کہ گم نام رہے تاکہ دین خراب نہ ہو۔ سفر کرنا کہ نفس کو ذلت ہو گھر میں نہ بیٹھنا اور نہ گھر بنانا۔ کسی کی برائی کرنے سے غمگین نہ ہونا کسی کی مدح سے مغرور نہ ہونا۔ لوگوں سے حُسن سلوک اور خلق کیساتھ معاملہ نیک کرنا۔ ہر حال میں نیک ہو یا بد باادب رہنا۔ تمام خلائق پر رحمت کرنا۔ قہقہ مار کر نہ ہنسنا کہ قہقہہ غفلت سے ہوتا ہے اور دل کو مردہ کرتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کچھ مجھ کو معلوم ہے اگر تم کو معلوم ہو جائے تو تم تھوڑا ہنسو اور بہت رؤو۔ اللہ تعالٰے کے عذاب سے بے ڈر نہ ہونا۔ اللہ تعالٰے کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ درمیان خوف و رجا کے زندگانی بسر کرنا کہ سالکوں کا یہی مقام ہے کبھی خوف اور کبھی رجا۔ اے فرزند اگر ہو سکے تو نکاح نہ کرنا کہ دنیا کا طالب ہو جائے گا۔ اور دنیا کی طلب برباد کرتی ہے۔ اور اگر نفس نکاح کا مشتاق ہو تو مجاہدہ کرنا۔ ہمیشہ آخرت کا غم رکھنا۔ موت کو بہت یاد رکھنا۔ ریاست کا خواہاں نہ ہونا۔ جو طالب ریاست ہو اسے سالک طریقت نہیں کہنا چاہئے۔ ہمیشہ روزہ رکھ کہ روزہ نفس کی سرکوبی کرتا ہے۔ فقر میں پاکیزہ رہنا۔ سبکباری با دیانت باورع با پرہیز رہنا۔ اور اللہ تعالٰے کی راہ میں حلیم اور ثابت

قدم رہنا۔ مشائخ کی مال وتن وجان سے خدمت کرنا۔ اور اُن کے دل کا خیال رکھنا کسی مشائخ کا انکار مت کرنا البتہ جو امر خلاف شرع ہو۔ اگر مشائخ کا انکار کرے گا۔ نجات نہیں ہوگی۔ لوگوں سے کچھ مت مانگ۔ اپنے لیے کچھ مت جمع کرنا حق تعالےٰ کی ضمانت پر اعتماد کرنا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اے بنی آدم میں ہر روز تیرے واسطے روزی پہنچاتا ہوں۔ تو اپنے تئیں تکلیف مت دے۔ توکل کے بھروسہ پر قدم رکھ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے مَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ یعنے جس نے اللہ تعالےٰ پر توکل کیا۔ حق جل وعلا اس کو کافی ہیں یقین کر کہ رزق قسمت کا ہے۔ جوان مرد ہو جو کچھ اللہ تعالےٰ نے دیا ہے۔ تو خلق کو دے۔ بخل اور حسد سے بچتے رہنا کیونکہ بخیل اور حاسد قیامت کو دوزخ میں جائینگے۔ اپنا ظاہر آراستہ مت کر۔ کہ آرائش ظاہری سبب خرابی باطن ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کے وعدہ پر اعتماد کرنا سب خلق سے نا امید ہونا ہے۔ کسی سے امید نہ رکھنا اُن سے محبت نہ کرنا سچی بات کہنا اور خوف نہ کرنا چاہیے کہ نفس کے درپے ہو تاکہ اُس کو درستی پر لائے۔ اپنے نفس کو عزیز مت رکھنا۔ غیر ضروری باتوں سے خاموش رہنا۔ ہمیشہ خلق کو نصیحت کرنا۔ کھانا پینا کم کھانا تاوقتیکہ احتیاج نہ ہو کچھ نہ کھانا۔ سوا ضرورت کلام نہ کرنا۔ جب تک کہ نیند کا غلبہ نہ ہو نہ سونا اور پھر جلد اُٹھ بیٹھنا۔ سماع میں بہت نہ بیٹھنا کہ سماع سے نفاق پیدا ہوتا ہے۔ بہت سماع دل کو مردہ کرتا ہے۔ سماع کا انکار بھی نہ کرنا کہ اصحاب سماع بہت ہیں۔ سماع اُس شخص کو روا ہے کہ اُس کا دل زندہ ہو اور نفس مردہ۔ اور جس میں یہ بات نہ ہو۔ اُس کو نماز روزہ میں مشغول ہونا اولیٰ ہے۔ چاہیے کہ تیرا دل ہمیشہ فکر مند ہو۔ تن نماز میں ہو عمل خالص ہوں۔ دعا تیری مجاہدہ تیرا کپڑے پرانے تیرے ساتھی درویش تیرا گھر مسجد۔ تیرا۔ مال مسئلہ کی کتابیں۔ تیری آرائش ترک دنیا دوست تیرا خدائے تعالےٰ جب تک کسی شخص میں یہ پانچ باتیں نہ ہوں اس سے برادری نہ کرنا۔ جو فقر کو امیری پر ترجیح دے دوسرے علم کو دنیا کے کاموں پر ترجیح دے تیسرے ذلت کو عزت پر ترجیح دے۔ چوتھے علم ظاہر وباطن کا بینا ہو پانچویں موت کے لیے مستعد ہو۔

اے فرزند دنیا پر مغرور نہ ہونا صبح یا شام کو کوچ ہو جائے گا۔ چاہیے کہ خلوت میں تنہا ہو اور خدائے شکستہ ہو کر اللہ تعالےٰ کی بخشش میں غرق ہو جائے۔ دنیا میں اس طرح زندگی گذارو گویا مسافر ہے۔ دنیا سے اس طرح بچ جاناکہ قیامت کے دن یہ معلوم نہ ہو کہ تو کس گروہ سے ہے۔

اے فرزند جس طرح میں نے اپنے پیر سے یہ وصیت سُن کر یاد کی تھی اور عمل کیا تھا اسی طرح تو بھی ان سب کو یاد رکھ اور ان پر عمل کر۔ اللہ تعالیٰ تیرا دین و دنیا میں حافظ ہوگا۔ جس شخص میں یہ باتیں پائی جائیں اُس کو پیر ہونا مسلّم ہے اور جو شخص اس کی اقتدا کریگا انشاء اللہ تعالیٰ منزل مقصود پر پہنچے گا۔ سبحان اللہ۔ اَللّٰھُمَّ تَوْفِیْقَنَا
کسی درویش نے حضرت خواجہ سے دریافت کیا کہ عالم کی عقوبت کس کو کہتے ہیں۔ فرمایا جس وقت مرد

عالم طلب آخرت سے رہ کر طلب دنیا میں مشغول ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں اُسے یہ عقوبت دیتا ہے کہ حلاوت ولذت عبادت وطاعت اس سے لے لیتا ہے۔ اور وہ کاہل ہو کر نیکیوں سے رہجاتا ہے۔ اُس وقت اُس کو عقوبت آخرت میں مبتلا کرتا ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ!

کسی شخص نے حضرت خواجہ سے دریافت کیا کہ نماز میں خشوع کس کو کہتے ہیں۔ فرمایا کہ نمازی کو اسقدر خوف الٰہی غالب ہو کہ اگر اُس کو تیر بھی ماریں تو خبر نہ ہو۔ فرمایا تین کام ہیں جو اُس میں سے ایک کو بھی دوست رکھے گا دوزخ اُس کے رگ گردن سے بھی نزدیک ہوجائے گا۔ اول عمدہ کھانا دوم امیروں کی صحبت میں بیٹھنا تیسرے عمدہ پوشاک پہننا کیونکہ غالب یہ ہے کہ یہ تینوں کام ہوائے نفس سے ہوتے ہیں۔ اور جو شخص تابع ہوائے نفس ہو اُس کی جگہ دوزخ ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ۔ یعنے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تمام گناہ تو لاوے اور شرک نہ ہو تو سب بخشدوں گا۔ اور اگر شرک ماسوا کو باطن میں راہ دے گا تو ہماری رحمت سے محروم رہے گا۔

ایکمرتبہ حضرت خواجہؒ مع مریدوں کے حج بیت اللہ شریف کو جاتے تھے کہ راہ میں سب کو پیاس نے غلبہ کیا ناگاہ ایک کنوئیں پر پہنچے مگر وہاں رسی اور ڈول کچھ نہ تھا۔ نہایت مایوسی ہوئی۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ میں تو نماز پڑھتا ہوں۔ تم پانی پیو اور وضو کرو مریدوں نے جو یہ سنا تو سب سمجھ گئے کہ اس میں کچھ بھید ہے اور کچھ پانی کی امید پڑی پھر جب کنوئیں پر گئے دیکھا تو حضرت خواجہؒ کی دعا اور برکت سے کنواں مُنہ تک بھرا ہوا تھا۔ سب نے پانی پیا اور وضو بھی کیا۔ ایک شخص نے ایک برتن پانی سے بھر لیا فی الفور کنواں نیچے تہ پر چلا گیا۔ یہ بات کسی نے حضرت خواجہؒ سے عرض کی تو آپ نے فرمایا یاروں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہ کیا ورنہ قیامت تک پانی تہ پر نہ پہنچتا۔

جب حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کا وقت اخیر آیا۔ مرید و فرزند وہاں موجود تھے۔ حضرت خواجہؒ نے آنکھیں کھول کر فرمایا۔ اے عزیز خوشخبری ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہے اور بشارت رضا دی ہے۔ تمام اصحاب رونے لگے۔ اور عرض کی ہمارے واسطے بھی دعا فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو بھی بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا ہے کہ جو شخص اس طریقہ پر تا آخر استقامت رکھے گا میں اُس پر رحمت کروں گا۔ اور اُس کو بخشوں گا۔ تم کوشش کرو کہ اس طریقے سے علیحدہ نہ ہو۔ اور قائم رہو۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک آواز آئی یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً۔ اصحاب نے جو خیال کیا تو حضرت خواجہ کا انتقال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کی وفات بارہ ربیع الاول ۵۷۵ھ ہجری میں ہوئی۔

بعد وفات آپ کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ زیر عرش ایک تخت نورانی پر بیٹھے ہیں اور ملائکہ آپ کے گرد جمع

ہیں اور اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچاتے ہیں ✦

حالات حضرت خواجہ عارف ریوکری قدس سرہ

حضرت خواجہ عارف ریوکری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اعظم حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ تا حیات خواجہ عبدالخالق رح کی خدمت میں حاضر رہے۔ اور فائدہ باطنی حاصل کیا۔ بعد وفات حضرت خواجہ غجدوانی رح کے آپ مسندِ ارشاد پر بیٹھ کر ہدایت خلق میں مصروف ہوئے۔ علم و حلم، زہد و تقویٰ و ریاضت و عبادت و متابعت سنت میں عالی شان رکھتے تھے۔ آپ کی وفات غرہ شوال ۶۱۶ھ ہجری میں ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک موضع ریوکر بفاصلہ اٹھارہ میل شہر بخارا سے ہے ✦

حالات حضرت خواجہ محمود الخیر فغنوی قدس سرہ

حضرت خواجہ محمود الخیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ افضل و اکمل خلیفہ حضرت خواجہ عارف ریوکری رح کے ہیں۔ جب حضرت خواجہ عارف کا وقت اخیر آیا۔ تو آپ نے ان کو اپنا خلیفہ بنایا۔ اور دعوت خلق کی اجازت دی۔ آپ کا مولد ایک موضع الخیر فغنی متصل بخارا واقعہ ہے۔ پہلے آپ واکہند میں مقیم تھے۔ اور وہیں تربیت و ہدایت خلق فرمایا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ محمود الخیر فغنوی کا انتقال ۷۱۵ھ میں ہوا۔ اور آپ کا مدفن موضع الخیر فغنی ہی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ✦

حالات حضرت خواجہ علی رامیتنی قدس سرہ

حضرت خواجہ علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ محمود الخیر فغنوی کے خلفاء کبار سے ہیں۔ جس وقت حضرت خواجہ محمود رح کا وقت اخیر ہوا تو آپ نے حضرت خواجہ علی رامیتنی رح کو اپنی خلافت سپرد کی۔ اور اپنے جمیع اصحاب آپ کے تفویض کیے۔ آپ حضرت خضر علیہ السلام کے صحبت دار تھے۔ اور انہی کے اشارہ سے حضرت خواجہ محمود رح کے مرید ہوئے تھے۔ آپ کا مسکن قصبہ رامیتن ہے۔ بسبب بعض حوادث شہر باورد میں آ گئے۔ اور وہاں مدت تک ارشاد خلق میں مشغول ہوئے۔ اس جگہ بھی آپ کے بہت سے مرید جمع ہو گئے۔ اہل طریقت آپ کو حضرت عزیزان کہتے ہیں۔ کسی نے آپ سے عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی تربیت حضرت خضر علیہ السلام نے کی ہے یہ کیا بات ہے؟ فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کے عاشق ہوتے ہیں حضرت خضر ان کے عاشق ہوتے ہیں۔ اور اس نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ ذکر جہر بھی کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ ذکر خفیہ کرتے ہیں پس اب

آپ کا بھی ذکر جہر ہو گیا۔ آپ سے کسی نے پوچھا کہ ایمان کس کو کہتے ہیں آپ نے فرمایا توڑنا اور جوڑنا یعنے خلق سے توڑنا اور خالق سے جوڑنا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! آپ نے فرمایا ہمیشہ اللہ تعالےٰ کی صحبت رکھو اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ایسے کے ساتھ صحبت رکھو جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ صحبت رکھتا ہو۔ کیونکہ مصاحب مصاحب خدا مصاحب خدا ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اور فرمایا ایسی زبان سے دعا کرو کہ جس سے گناہ نہ کیا ہو یعنے اللہ تعالےٰ کے دوستوں کے دوستوں کے سامنے عاجزی کیا کرو۔ تاکہ وہ تمہارے واسطے دعا کیا کریں۔ اور فرمایا عمل کیا کرو اور اُن عملوں کو ناکردہ خیال کرکے اپنے تئیں مقصر جانا کرو۔ اور فرمایا کہ کسی آدمی کے پاس بیٹھے اور خدا تعالےٰ کو بھولے اُس کو شیطان سمجھ اگرچہ آدمی کی صورت ہو۔ کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ بالغ شریعت کس کو کہتے ہیں اور بالغ طریقت کون ہے۔ آپ نے فرمایا بالغ شریعت وہ ہے کہ جس سے منی نکلے اور بالغ طریقت وہ ہے جو منی سے باہر آئے (یعنے اُس کی خودی جاتی رہے) اس درویش نے یہ الفاظ اور تشریح سن کر اپنا سر زمین پر رکھ دیا۔ حضرت نے فرمایا سر کے زمین پر رکھنے کی حاجت نہیں ہے بلکہ جو کچھ سر میں ہے (یعنے نخوت وغرور) وہ زمین پر رکھو۔ آپ کے فرزند حضرت خواجہ ابراہیم قدس سرہ سے کسی نے دریافت کیا کہ اسکے کیا معنے ہیں اَلْفَقِیْرُ وَ لَا یَحْتَاجُ اِلَی اللّٰہِ یعنے فقیر نہیں حاجت رکھتا طرف اللہ تعالےٰ کی حضرت نے جواب دیا کہ لا یحتاج بالسؤال الی اللہ یعنے فقیر سوال نہیں کرتا جبکہ اللہ تعالےٰ علام الغیوب ہے اُس سے سوال کی کیا حاجت ہے وہ سب کی حاجتیں جانتا ہے۔ اور فرمایا غنا بے پرواہی کو کہتے ہیں اور یہ اگرچہ بصورت توانگری معلوم ہوتی ہے مگر فقیری کے وصف سے ہے۔ اور فرمایا کہ فقیر کے ہاتھ میں کچھ نہ ہو اور دل میں بھی کچھ خواہش نہ ہو پس وہ فقیر محمود الصفات ہے۔ اور اگر فقیر ہاتھ میں تو کچھ نہ رکھے اور دل میں خواہاں ہو وہ گدائے محلہ ہے نہ کہ تابع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اگر فقیر ہاتھ میں بھی رکھے اور دل میں بھی خواہاں ہو وہ فقیر مذموم الصفات ہے۔ سواد الوجد و کاد الفقر ان یکون کفرا اس پر صادق آتا ہے۔ حضرت خواجہ علی رامیتنی رح کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھ کو بھول نہ جائیگا آپ نے فرمایا کہ بازار جاکر ایک کوزہ مٹی کا خریدا اور وہ ہم کو لاکر تحفہ دے۔ اُس نے ایسا ہی کیا۔ تب فرمایا کہ جس وقت یہ کوزہ دیکھا کروں گا تجھ کو یاد کیا کروں گا۔ آپ کے دو فرزند تھے۔ ایک صاحبزادہ کا نام خواجہ محمد رح اور دوسرے کا خواجہ ابراہیم رح۔ جب آپ کی وفات قریب ہوئی تو آپ نے چھوٹے صاحبزادہ حضرت خواجہ ابراہیم رح کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ لوگوں کے دل میں خیال آیا کہ بڑے فرزند کے ہوتے ہوئے چھوٹے کو آپ نے اپنا قائمقام کیوں کیا۔ آپ نے لوگوں کے خیال سے واقف ہوتے ہوئے فرمایا کہ بڑے کی عمر میرے بعد جلد ختم ہو جائے گی۔ چنانچہ آپ کے انتقال کے بعد انیس ۱۹ روز بعد ہی بڑے صاحبزادہ نے بھی انتقال فرمایا۔

حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رح کا انتقال روز دوشنبہ ۲۸ ذیقعدہ ۷۲۱ھ ہجری ایک سو تیس برس

کی عمر میں ہُوا اور آپ کا مزار مبارک شہر خارزم علاقہ بخارا میں ہے ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ◆

حالات حضرت خواجہ محمد باباسماسی قدس سرہٗ

حضرت خواجہ محمد باباسماسی قدس سرہ اکمل اصحاب وافضل خلفاء حضرت عزیزان علی رامیتنی رہ کے تھے ۔ نقل ہے کہ جب حضرت عزیزان خواجہ علی رامیتنی کا آخر وقت آیا تو آپ نے اپنے اصحاب میں حضرت بابا رہ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا اور جملہ مریدوں کو فرمایا کہ ان کی ملازمت و متابعت کرو ۔ حضرت باباسماسی رہ کو استغراق اور بیخودی بدرجہ غایت تھی ۔ سماس قصبہ میں آپ کا ایک باغ تھا ۔ بعض دفعہ جب آپ شاخیں کاٹتے تھے تو آپ کو بیخودی ہو جاتی تھی اور وہ اندازہ سے زیادہ کٹ جاتی تھی ۔ جب آپ کا گذر شہر کوشک ہندوان پر ہوتا تو فرماتے کہ اس خاک سے ایک مرد کی خوشبو آتی ہے ۔ اور قریب ہے کہ کوشک ہندوان قصر عارفاں ہو جئی کہ ایک مرتبہ اس جگہ پھر آپ تشریف لے گئے تو فرمایا کہ وہ مرد پیدا ہو گیا ۔ اُس وقت حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ کو تولد ہوئے صرف تین دن گذرے تھے ۔ چنانچہ حضرت خواجہ بہاؤالدین کے جدامجد آپ کو لیکر حضرت باباسماسی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ حضرت بابا رہ نے دیکھ کر فرمایا کہ یہ ہمارا فرزند ہے ۔ اس کو میں نے اپنی فرزندی میں قبول کیا ۔ اور سب اصحاب سے متوجہ ہو کر فرمایا کہ یہی وہ مرد ہے جس کی خوشبو مجھ کو آیا کرتی تھی ۔ اور اپنے خلیفہ حضرت سید امیر کلال رہ سے فرمایا کہ میرے اس فرزند کے حق میں تربیت سے دریغ نہ رکھنا ۔ ورنہ میں تجھ کو معاف نہیں کرنے کا ۔ اُنھوں نے فرمایا کہ اگر میں اس میں قصور کروں تو مرد نہیں ہوں ۔ حضرت خواجہ نقشبند رہ سے منقول ہے ۔ کہ ایک مرتبہ حضرت بابا رہ نے کھانا کھا کر ایک قرص نان مجھ کو عطا کیا اور فرمایا کہ اس کو اپنے پاس رکھ لے ۔ اور میں آپ کے ہمراہ روانہ ہوا ۔ راستہ میں اگر کچھ فتور یا خطور میرے دل میں گذرتا تو فرماتے کہ باطن کو نگاہ رکھو ۔ اور چلتے چلتے ایک مخلص کے مکان پر قیام فرمایا ۔ وہ مخلص آپ کے تشریف لے جانے سے بہت خوش ہوا ۔ لیکن مضطرب نظر آتا تھا کبھی گھر میں آتا کبھی باہر جاتا ۔ حضرت بابا رہ نے دریافت فرمایا کہ سچ بتا تجھ کو اضطراب کس بات کا ہے ۔ اُس نے عرض کیا کہ دودھ موجود ہے مگر روٹی نہیں ہے میں نے ہر چند کوشش کی مگر دستیاب نہیں ہوئی ۔ حضرت بابا رہ نے مجھ سے متوجہ ہو کر فرمایا کہ وہ روٹی لاؤ کہ امیر کا دل تسکین پائے ۔ اور فرمایا دیکھا اے فرزند روٹی آخر کام آئی ◆

سبحان اللہ حضرت باباسماسی رہ کی وفات ۷۵۵ھ ہجری میں ہوئی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ◆

حالات حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ اجل خلفاء حضرت باباسماسی رحمۃ اللہ سے ہیں ۔ آپ سید صحیح النسب تھے

پیشہ کلالی یعنے گھمار کا کام کیا کرتے تھے۔ آپ کی والدہ شریفہ فرمایا کرتی تھیں کہ جس وقت امیر کلالؒ میرے شکم میں تھے اُس وقت اگر میں شبہ کا لقمہ کھا لیتی تھی تو مجھ کو درد شکم ہو جاتا۔ تاوقتیکہ قے نہ کرتی آرام نہ آتا تھا جب چند مرتبہ یہ واقع وقوع میں آیا تب میں سمجھ گئی کہ اس کی وجہ یہ نیک طفل ہے۔ اس کے بعد پھر میں نے لقمہ میں احتیاط رکھی۔

حضرت امیر کلالؒ کو جوانی میں کشتی لڑنے کا نہایت شوق تھا۔ ایک روز حضرت بابا سماسیؒ کا گذر معرکہ کشتی پر ہوا اور آپ وہاں کھڑے ہو کر تماشہ دیکھنے لگے۔ بعض مریدوں کے دل میں خیال گذرا کہ حضرت باباؒ کا ایسے مجمع میں ٹھیرنے کا کیا موقعہ ہے آپ نے اشتراق خاطر سے معلوم کر کے فرمایا کہ اس معرکے میں ایک مرد ہے کہ اُس کے فیض سے بہت سے آدمی درجہ کمال کو پہنچیں گے۔ اس کے شکار کے واسطے کھڑا ہوا ہوں۔ اسی اثناء میں حضرت امیرؒ نے حضرت باباؒ کی طرف دیکھا اور دیکھتے ہی متاثر ہو گئے۔ چنانچہ فی الفور معرکہ کشتی چھوڑ کر حضرت خواجہ بابا سماسیؒ کے ہمراہ ہو لیئے۔ جب حضرت خواجہ اپنے مکان پر پہنچے۔ حضرت امیر کلالؒ کو خلوت میں طلب کیا۔ اور تلقین طریقہ فرمایا۔ اور اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ اسکے بعد حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ پھر کبھی کشتی دیکھنے بازار میں نہیں گئے۔ اور بیس سال حضرت باباؒ کی خدمت میں حاضر باش رہے۔ ہفتہ میں دو مرتبہ دوشنبہ و پنجشنبہ اپنے مسکن سوخمار سے سماس کو جاتے اور واپس آجاتے تھے۔ اور تمام راہ شغل طریقہ میں اس طرح مشغول رہتے کہ کسی کو خبر نہ ہوتی۔ یہاں تک کہ دولت صحبت تکمیل اور ارشاد کو پہنچے۔

آپ کی وفات صبح کی نماز کے وقت بروز پنجشنبہ بتاریخ آٹھویں جمادی الاول ۷۷۲ھ ہجری میں ہوئی آپ کا مزار قصبہ سوخمار میں ہے۔

حالات حضرت امام الطریقہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ کی نسبت بحسب ظاہر حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ اور فی الحقیقت آپ حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے اویسیؒ ہیں۔ اور اُن کی روح پاک سے تربیت پائی۔ آپ کی ولادت باسعادت ماہ محرم ۷۱۸ھ ہجری کو ہوئی۔ بچپن سے ہی آثار ولایت وانوار کرامت پیشانی مبارک سے ظاہر تھے۔ حضرت خواجہ بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی ولادت سے پہلے ہی آپ کی علو شان کی بشارت دی تھی۔ اور بعد ولادت تیسرے ہی دن آپ کو اپنی فرزندی میں قبول کیا اور امیر کلالؒ کو آپ کی تربیت کی وصیت فرمائی۔ ایک روز حضرت خواجہ نقشبندؒ خلوت میں بیٹھے تھے کہ ناگاہ آپ کے گوش مبارک میں آواز آئی کہ اے بہاؤ الدین کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تو سب کی جانب سے منہ پھیر کر ہماری درگاہ میں متوجہ ہو یہ آواز سن کر حضرت خواجہؒ کی حالت متغیر اور بیقرار ہو گئی۔ اور وہاں سے نکل کر اُسی وقت اندھیری رات میں ایک

نہر پہ گئے۔ کپڑے دھوئے اور غسل فرمایا۔ اور بکمال شکستگی دو رکعت نماز پڑھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ مدت گذر گئی اس آرزو میں کہ پھر ویسی نماز پڑھوں۔ مگر میسر نہیں ہوئی۔ فرمایا ابتدا جذبہ میں مجھ کو الہام ہوا کہ تو نے جو اس راستہ میں قدم رکھا ہے۔ کس طرح رکھا ہے میں نے کہا کہ جو کچھ میں چاہوں وہ ہو۔ خطاب آیا کہ نہیں جو کچھ ہم کہیں وہ کرنا چاہیئے میں نے کہا کہ مجھ کو اس کی طاقت نہیں۔ ہاں جو کچھ میں کہوں اگر وہ ہو تو اس راستہ میں قدم رکھتا ہوں ورنہ نہیں دو مرتبہ اسی طرح سوال و جواب ہوئے۔ بعد ازاں مجھ سے لاپرواہی کی گئی پندرہ روز تک میرا حال نہایت خراب رہا اور میں خشک ہو گیا۔ اور جب ناامیدی ہو چکی تو پھر خطاب یہ پہنچا اچھا جس طرح تم چاہتے ہو رہو۔ اور فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھ کو سخت قبض ہوا۔ اور چھ ماہ تک رہا مجھ کو یقین ہو گیا کہ دولت باطنی میری قسمت میں نہیں ہے۔ لاچار ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا کہ دنیا کا کوئی کام اختیار کروں۔ رستے میں ایک مسجد کے دروازہ پر یہ شعر لکھا ہوا نظر پڑا۔

اے دوست بیا کہ ما تراایم بیگانہ مشو کہ آشنائیم

اس شعر کو دیکھتے ہی تمام حال عود کر آیا اور میں مسجد کے گوشہ میں آکر بیٹھ گیا۔ اور اس کے بعد فرمایا کہ جن ایام میں مجھے جذبات و غلبات و بیقراری عنایت تھی راتوں کو بخارا کے گرد مزاروں پر پھرا کرتا تھا وہاں مجھے پیران عظام کی طرف سے بہت استفادہ حاصل ہوا اس کے بعد آپ حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بطریق نفی اسمات خفیہ میں مشغول رہے۔ اور مدت تک یہی ورزش کی۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ ایک روز میں حضرت امیر کلال کی خدمت میں جا رہا تھا کہ راہ میں حضرت خضر علیہ السلام ایک سوار کے جامہ میں نظر آئے۔ ہاتھ میں ایک لکڑی گلہ بانوں کی طرح لیے ہوئے اور کلاہ پہنے ہوئے میرے پاس آئے اور ترکوں کی زبان میں مجھ سے کہا کہ تم نے گھوڑوں کو دیکھا ہے۔ اور اس لکڑی سے مجھ کو ملا میں نے کچھ اُن سے نہ کہا۔ اور انہوں نے چند مرتبہ میرا راستہ گھیر کر مجھ کو مشوش کیا۔ میں نے کہا کہ میں تجھ کو جانتا ہوں کہ تم خضر ہو اور ایک مقام تک وہ میرے پیچھے آئے۔ اور کہا کہ ٹھہر جاؤ کچھ دیر پاس بیٹھیں۔ میں نے کچھ التفات نہ کیا اور اپنی راہ چلتا گیا۔ جب حضرت امیر کلالؒ کے پاس پہنچا دیکھتے ہی فرمانے لگے کہ راہ میں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور کچھ التفات نہ کیا۔ میں نے کہا کہ جی ہاں۔ چونکہ میں آپ کی طرف متوجہ تھا۔ اُن کی طرف التفات نہ کر سکا اور فرمایا کہ ہمارے خواجگان کی نسبت چار وجہ سے ہے۔ ایک حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے دوسرے حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے تیسرے حضرت بایزید سے کہ جو اُن کو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے ذریعہ سے پہنچی ہے اور چوتھے جو اُن کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملی ہے اور اسی سبب سے اِن کی نسبت کو نمک مشائخ کہتے ہیں۔ اور فرمایا ہمارا روزہ نفی ماسوا اللہ ہے اور نماز کا نُنْتُ ثَمَرَاکہ ہے۔" اور فرمایا کہ وقوف قلبی اور وقوف عددی میں باختیار آنکھیں بند نہ کرنا چاہیئے کہ وہ سب اطلاع خلق ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ نے ایک شخص کو گردن

جھکائے بیٹھے دیکھا فرمایا کہ آبا انعق ادخم عنقک ذکر اس طرح کرنا چاہیے کہ اہل مجلس میں کوئی نہ معلوم کرے۔ فرمایا کہ حقیقت اخلاص بعد فنا حاصل ہوتی ہے جب تک بشریت غالب ہے میسّر نہیں۔ اور فرمایا ذکر رفع غفلت کا نام ہے۔ جس وقت غفلت رفع ہو گئی تو ذاکر ہے۔ اگرچہ ساکت ہی ہو۔ اور فرمایا کہ رعایت وقوف قلب ہر حال میں چاہیئے۔ یعنے کھانے میں بات کرنے میں سُننے میں چلنے میں خرید و فروخت میں عبادت میں نماز میں قرآن شریف کی تلاوت کرنے میں۔ لکھنے میں پڑھانے میں وعظ فرمانے میں کسی حالت میں بھی ایک لحظہ غافل نہ ہو۔ کہ مقصود حاصل ہو۔ شعر یک چشم زدن غافل ازان ماہ نباشی شاید کہ نگاہ کنی آگاہ نباشی ؛

بزرگوں نے کہا ہے کہ اگر بقدر پلک جھپکانے کے بھی اللہ تعالٰے سے غافل ہو گا تو باقی طول عمر اس نقصان کا تدارک نہ کر سکے گا۔ باطن کا نگاہ رکھنا نہایت مشکل ہے لیکن بعنایت حق سبحانہ وتعالٰے و تربیت خاصاں جلد میسّر آجاتا ہے۔ اور فرمایا ہمارا طریقہ عروہ وثقےٰ ہے۔ اتباع سنت پیغمبر علیہ السلام و اقتداء آثار صحابہ کرام ہے اور فرمایا مجھ کو براہ فضل لائے ہیں اور آخر تک میں نے فضل ہی دیکھا ہے اپنے عمل سے کچھ نہیں دیکھا فرمایا ہمارے طریقہ میں تھوڑا عمل زیادہ ہے لیکن متابعت شرط ہے۔ اور فرمایا ہمارا طریقہ صحبت ہے اور خلوت یا گوشہ نشینی شہرت ہے۔ اور شہرت میں آفت ہے اور جمعیت صحبت میں ہے اور صحبت ایک دوسرے میں نفی ہونے کو کہتے ہیں۔ اور فرمایا جس وقت کسی خداوست کی صحبت میں داخل ہو اپنے حال کو معلوم کرے کہ کیسا ہے۔ اور پھر کچھ مدت کے بعد اُس گذشتہ احوال سے موازنہ کرے اگر اپنے میں کچھ ترقی اصلاح دیکھے تو اُس کی صحبت فرض سمجھے۔ اور فرمایا مراقبہ نسیان رویت خلق بدوام نظر الی الخالق ہے۔ اور فرمایا کہ دوام مراقبہ نادر ہے اور ہم نے اُس کے حاصل کرنے کا طریق مخالف نفس پایا ہے۔ اور فرمایا محاسبہ یہ ہے کہ سالک ہر ساعت حساب کرتا رہے کہ مجھ پر کیا گذرتا ہے۔ اگر نقصان پائے تو اُس کا تدارک کرے اور اگر ترقی پائے اُس کا شکریہ ادا کرے۔ اور اُس عمل میں کوشش کرے کہ زیادہ ہو۔ اور فرمایا جو شخص اپنے تئیں اللہ تعالٰے کے سپرد کرے اُس کو دوسرے سے التجا کرنا شرک ہے اور یہ شرک عوام الناس کو معاف ہے اور خاص کو نہیں۔ اور فرمایا متوکل کو چاہیے کہ اپنے توکل کو اسباب میں پوشیدہ رکھے۔ اور فرمایا کہ مجھ کو اللہ تعالٰی نے دنیا کی خرابی کیواسطے پیدا کیا ہے اور لوگ مجھ سے دنیا کی عمارت چاہتے ہیں اور فرمایا اس وجود سے زیادہ خراب کوئی اور وجود ہوتا تو فقر کے خزانے کو اُس جگہ رکھتے۔ اور فرمایا کہ اہل اللہ بار خلق اس سبب سے اُٹھاتے ہیں کہ تہذیب اخلاق ہو یا کسی ولی سے ملاقات ہو۔ کیونکہ کوئی ایسا ولی نہیں ہے جس پر اللہ تعالٰے کی نظر نہ ہو جب اس ولی سے ملاقات ہوتی ہے اس نظر الٰہی سے فیض یاب ہوتا ہے۔ اور فرمایا کہ جس شخص نے ایک مرتبہ بھی میری جوتی سیدھی کی ہے اُس کی شفاعت کروں گا۔ فرمایا اول رجوع خستہ ہو پھر توجہ خاطر شکستہ فرمایا اس راہ میں صاحب پندار کا کام بہت مشکل ہے ؛

نقل ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے حضرت خواجہ سے کرامت طلب کی۔ آپ نے فرمایا کہ کرامت ظاہر ہے کہ باوجود اسقدر گناہوں کے زمین پر چلتا پھرتا ہوں اور دھنس نہیں جاتا۔ جب حضرت خواجہ زیارت وحج بیت اللہ کو گئے۔ حاجیوں نے روز عید قربانی کی آپ نے فرمایا کہ ہم بھی قربانی کرتے ہیں۔ ایک لڑکا ہے اسی کو قربان کیا۔ جب آپ بخارا واپس تشریف لائے تو معلوم ہوا کہ روز عید قربانی آپ کے لڑکے کا انتقال ہو گیا تھا۔

اور فرمایا کہ درویش کو چاہیے کہ جو کچھ کہے حال سے کہے۔ جو شخص بلا حال کہتا ہے وہ اُس حال کو نہیں پہنچتا۔ فرمایا یہ ضرور نہیں کہ جو دوڑے اُس کو گیند مل جائے۔ مگر ملتی اُسی کو ہے جو دوڑتا ہے (اس سے اشارہ دوام کوشش کا ہے) اور فرمایا اولیاء کو اسرار پر اطلاع دیتے ہیں مگر بے اجازت اظہار نہیں کرتے ہیں۔ فرمایا جو رکھتا ہے وہ چھپاتا ہے اور جو نہیں رکھتا وہ چلاتا ہے۔ آپ کی کرامات اور ملفوظات بکثرت ہیں بوجہ طول زیادہ نہیں لکھ سکتے اللہ تعالیٰ ان پر توفیق عمل عطا فرمائے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب میرا وقت اخیر آئے گا تو تم سب کو مرنا سکھلاؤں گا۔ چنانچہ جب آپ کا وقت اخیر آیا تو نفس آخر میں دونوں ہاتھ اُٹھا کر مدت تک دعا فرماتے رہے جب بعد دعا دونوں ہاتھ مُنہ پر پھیرے اور جان بجاناں تسلیم کی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ آپ کا سن شریف تہتر سال کا تھا۔ بتاریخ تین ربیع الاول بروز دوشنبہ ۷۹۱ھ ہجری کو انتقال فرمایا۔ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازہ کے آگے کلمہ شہادت اور قرآن شریف نہ پڑھیں کہ بے ادبی ہے۔ بلکہ یہ رباعی پڑھیں ؎

مفلسانیم آمدہ در کوی تو	شَیْئًا لِلّٰہِ از جمال روئے تو	دست بکشا جانب زنبیل ما	آفرین بر دست بر بازوی تو

حالات حضرت خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہ

حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اول ونائب مطلق وداماد حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ کے تھے۔ آپ کی طبع مبارک بچپن ہی سے مائل بفقر تھی اپنے والد کی وفات کے بعد طالب مال پدری نہ ہوئے۔ بلکہ مشغول حصول علم ظاہری ہوئے۔ ابھی بچہ ہی تھے کہ ایک روز حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی والدہ سے فرمایا کہ جب علاؤالدین رح بالغ ہو تو مجھ کو خبر کرنا۔ چنانچہ جب آپ بالغ ہوئے تو ایک روز حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ خود قصر عارفان سے تشریف لائے اور مدرسہ میں جہاں حضرت علاؤالدین رح پڑھتے تھے گئے۔ دیکھا کہ ایک حجرہ میں ٹوٹے پھوٹے بوریہ پر اینٹ سرہانے رکھے ہوئے مطالعہ کر رہے تھے۔ حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ کی صورت دیکھ کر تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت خواجہ رح کو اپنی جگہ بٹھلایا۔ حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ آج میری لڑکی بالغ ہوئی ہے۔ اگر تم قبول کرو تو تم سے نکاح کردوں۔ حضرت علاؤالدین رح نے عرض کیا۔ کہ میری عین سعادت ہے۔ مگر میرے پاس سامان کچھ نہیں ہے۔ تب حضرت خواجہ نے فرمایا۔ کہ

بیری لڑکی کی قسمت میں رزق مقرر ہے۔ کہ وہ خزانہ غیب سے پہنچتا رہے گا۔ تم اس کا کچھ فکر مت کرو۔ جنابہ مبینہؓ معصومہ کا عقد حضرت خواجہ علاؤالدین سے ہو گیا۔ بعد نکاح حضرت خواجہ علاؤالدینؒ حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمتہ کی صحبت میں داخل ہوئے۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کی بھی ان پر نظر خاص تھی۔ اپنے پاس بٹھایا کرتے تھے۔ اور جلد جلد ان کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ چنانچہ عرصہ قلیل میں بمقام کمال و تکمیل پہنچا کر اپنی زندگی میں طالبوں کو ان کے حوالے کیا۔ اور حضرت خواجہؒ فرمایا کرتے تھے کہ علاؤالدین نے مجھے سبکبار کر دیا بعد انتقال حضرت خواجہؒ کے ان کے جمیع اصحاب نے حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حتیٰ کہ حضرت خواجہ محمد پارساؒ نے بھی کہ جن کی نسبت خواجہ نقشبندؒ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جو مجھکو دیکھنا چاہے وہ محمد پارسا کو دیکھے۔ حضرت خواجہ علاؤالدینؒ صاحب طریقہ خاص ہیں۔ ان کے طریقہ کو علائیہ بھی کہتے ہیں۔ آپ کے مناقب مافوق از حد ہیں۔ مجدد صاحب نے آپ کی تعریف اپنے ایک مکتوب میں بہت زیادہ فرمائی ہے

حضرت علاؤالدین عطارؒ نے فرمایا اگرچہ مرشد سے بھی تعلق غیر ہے اور آخر میں اُس کی نفی بھی کرنی چاہیے۔ لیکن ابتدا میں سبب وصول ہے اور تعلق ماسوا اس کے کو نفی کرنا چاہیے۔ اور اُس کی رضاجوئی کرنا چاہیے فرمایا ریاضت سے مقصود نفی تعلقات جسمانیہ توجہ تام بعالم ارواح ہے۔ اور سلوک سے مقصود یہ ہے۔ کہ بندہ اپنے اختیار اور کسب تعلقات موانع راہ سے گذرے اور ہر ایک تعلق پر خیال کرے جس سے دل پر بستگی دیکھے اسی کو قطع کرے۔ فرمایا مزارات مشائخ سے اُسی قدر فیض حاصل ہوتا ہے جس قدر کہ اُن کا اعتقاد ہو۔ اگرچہ زیارت قبور بزرگوں کے واسطے قرب صوری میں اثر عظیم ہے لیکن درحقیقت ارواح طیبہ کی جانب متوجہ ہونے کو بُعد صوری بھی مانع نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث صَلّوا علیّ حیثُ ما کُنتم اس پر دلیل ہے۔ فرمایا۔ بااین ہمہ حضرت خواجہ نقشبندؒ فرماتے ہیں کہ مجاورت خلق سے مجاورت حق بہتر ہے۔ اور فرمایا کہ مقصود زیارت مزارات اکابر سے یہ ہونا چاہئے کہ توجہ حق تعالیٰ کی جانب ہو اور صاحب مزار کی روح کو وسیلہ سمجھے اور یہی حال خلق کیساتھ تواضع کرنے کا ہے کہ ہر چند ظاہر تواضع خلق کے ساتھ ہو درحقیقت اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو۔ فرمایا طریقہ مراقبہ طریقہ نفی و اثبات سے اعلیٰ و اولیٰ ہے کیونکہ طریقہ مراقبہ سے مقام نورانیت و تصرف ملک و ملکوت میں پہنچ سکتا ہے۔ اور اشتراق خواطر حاصل ہوتا ہے اور باطن کو منور کرتا ہے۔ اور دوام جمعیت حاصل ہوتی ہے۔ فرمایا خاموشی ان تین صفتوں سے خالی نہ ہو۔ نگہداشت خطرات یا مطالعہ ذکر دل یا مشاہدہ احوال کہ جو دل پر گذرتا ہو۔ فرمایا اہل اللہ کی دوام صحبت سے عقل معاد کو ترقی ہوتی ہے۔ اور فرمایا یہ صحبت سنت موکدہ ہے ہر روز یا ایک روز ناغہ کرکے ہونا چاہئے۔ اور اگر بُعد صوری ہو تو ایک مہینہ میں بذریعہ مکتوب وغیرہ کے جاری رکھے۔ سبحان اللہ۔

جب حضرت خواجہ علاؤالدین عطارؒ کا وقت اخیر ہوا تو فرمانے لگے کہ مجھ کو کوئی آرزو دل میں سوائے اس کے

نہیں رہی ہے کہ دوست آئیں اور مجھ کو نہ پائیں اور شکستہ خاطر ہو کر واپس ہو جائیں۔ اور فرمایا کہ رسم و عادات کو چھوڑ دو جو کچھ کہ رسم و عادات خلق کی ہیں، اُس کے خلاف کرو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت رسم و عادات و بشریت کے توڑنے کے لیے ہوئی تھی تمام کاموں میں عزیمت پر عمل کرو۔ اور سنت موکدہ پر دوام عمل کرو۔ اور اسی اثنار میں حضرت خواجہ رح نے کلمہ توحید پڑھا اور انتقال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ

آپ کی وفات بیس رجب سنہ ہجری کو ہوئی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے ایک مرید نے خواب میں دیکھا کہ حضرت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے مجھ پر انواع مہربانیاں فرمائیں منجملہ ایک یہ ہے کہ جو کوئی مومن چالیس فرسنگ میری قبر کے گرد دفن ہو گا وہ بخشا جائے گا +

حالات حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا یعقوب چرخی رح کو اگرچہ اجازت حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے ہے لیکن چونکہ آپ کی تکمیل حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رح کی خدمت میں ہوئی اس سبب سے انہی کے خلفار میں شمار میں کیے جاتے ہیں۔ ابتدار میں کچھ مدت آپ نے جامع ہیرات میں اور کچھ عرصہ مصر میں پڑھا۔ بعد تحصیل علوم ظاہری بجذب محبت الٰہی بارادۂ ارادت حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ جب حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم مامور ہیں خود کوئی کام نہیں کر سکتے آج رات کو معلوم کریں گے۔ جو کچھ اشارہ ہو گا ویسا ہی کیا جائے گا۔ مولانا یعقوب رح نے فرمایا کہ جیسی وہ شب میرے اوپر سختی کی گذری ہے ایسی کوئی نہیں گذری ڈر تھا کہ دیکھیے قبول کرتے ہیں یا نہیں۔ بارے صبح کی نماز جب میں نے حضرت خواجہ کے ساتھ پڑھی اور انہوں نے فرمایا کہ تم کو مبارک ہو جس سے میں سمجھا کہ آپ نے قبول فرما لیا۔ پھر آپ نے مجھ کو وقوف عددی تعلیم فرمائی۔ اور فرمایا حتی المقدور عدد طاق کی رعایت رکھنا۔ جب مجھکو کچھ مدت حضرت خواجہ کی خدمت میں گذری تو آپ نے مجھ کو اجازت سفر دی اور یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ تجھ کو ہم سے ملا ہے بندگان خدا کو پہنچانا۔ اور تین مرتبہ یہ فرمایا کہ تجھ کو خدا کے سپرد کیا۔ تجھ کو خدا کے سپرد کیا۔ تجھ کو خدا کے سپرد کیا۔ اور اس وقت اشارہ بمتابعت حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ بھی فرمایا۔ چنانچہ میں وہاں سے روانہ ہو کر کیش پہنچا وہاں خبر پہنچی کہ حضرت خواجہ رح کا انتقال ہو گیا۔ نہایت محزون مغموم ہوا۔ اسی اثنار میں حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رح کا خط آ گیا۔ اور اس میں حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رح کی اشارت ومتابعت کو یاد دلایا۔ بمجرد اس خط کے پہنچنے کے حضرت خواجہ علاؤالدین عطار کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے میرے حال پر نہایت کرم فرمایا اور مدت تک اُن کی صحبت میں رہا۔ حتی کہ اُن کا انتقال ہو گیا۔ فرمایا اُس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت خواجہ کے حکم کی تعمیل کی جاوے

اگرچہ میں اپنے تئیں لائق اس کام کے نہیں سمجھتا تھا۔ لیکن خیال کیا کہ حضرت خواجہ رہ کا فرمانا حکمت سے خالی نہ ہوگا۔
حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ صاحب تصانیف وتفاسیر گذرے ہیں۔ آپ نے ۸۵۱ھ ہجری میں انتقال فرمایا۔
آپ کا مزار مبارک قصبہ بلغنور میں ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ﴿

حالات حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ ماہ رمضان ۸۰۶ھ ہجری میں موضع باغستان توابع ملک تاشقند میں پیدا ہوئے۔ بعد تولد چالیس روز تک کہ ایام نفاس ہیں اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ نوش نہ فرمایا۔ جب تک کہ انہوں نے غسل طہر نہ کر لیا نہیں پیا۔ آپ کے جد امجد حضرت خواجہ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ قطب وقت تھے دم اخیر میں جب اپنے پوتوں کو وداع کرنے بلایا اور خواجہ عبید اللہ احرار کہ اس وقت بہت کم سن تھے اپنے جد امجد رح کے پاس آئے تو انہیں دیکھ کر وہ تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور گود میں لے لیا اور فرمایا کہ اس فرزند کے بارے میں مجھ کو بشارت نبوی ہے کہ یہ پیر عالم گیر ہوگا۔ اور اس سے طریقت و شریعت کو رونق ہوگی۔ جب آپ نے علم ظاہری سے فراغت پائی تو ایک سوداگر سے حضرت مولانا یعقوب چرخی کے مناقب و ماثر سن کر ان کی خدمت بمقام بلغنور روانہ ہوئے راستے میں آپ بیمار ہو گئے بیس روز تک تپ لرزہ رہا جب افاقہ ہوا تو آپ حضرت خواجہ یعقوب چرخی رہ کی خدمت میں بلغنور حاضر ہوئے۔ فرمایا جب میں حضرت مولانا کی خدمت میں گیا تو آپ نہایت لطف و عنایت سے پیش آئے۔ اور حضرت خواجہ نقشبند رح سے اپنی ملاقات کا حال سنایا بعد ازاں اپنا ہاتھ میرے طرف بیعت کرنے کو بڑھایا۔ اور فرمایا خواجہ نقشبند رح نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تھا کہ تیرا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ جس نے یہ ہاتھ پکڑا اس نے گویا خواجہ نقشبند رح کا ہاتھ پکڑا۔ حضرت مولانا نے مجھ کو بیعت کرنے بعد بشغل وقوف عددی میں مشغول فرمایا۔ اور فرمایا کہ جو کچھ مجھے خواجہ نقشبند رح سے پہنچا ہے وہ یہی ہے اور اگر تم بطریق جذبہ طلبہ کو تربیت کرو تو اختیار ہے اور تم کو قوت و تصرف سب حاصل ہے صرف اجازت کی دیر ہے۔ اور فرمایا طالب کو اسی طرح پیر کے پاس آنا چاہیے جس طرح کہ عبید اللہ احرار آیا ہے کہ تیل بتی سب درست ہے ایک آگ لگانے کی دیر ہے حضرت خواجہ عبید اللہ رہ فرماتے ہیں کہ جو وقت میں نے حضرت مولانا رح سے اجازت چاہی تو آپ نے حضرت خواجگان کے جملہ طریق بیان کیے۔ اور اجازت ہدایت خلق فرمائی اور فرمایا کہ یہ نسبت خواجگان مجمع و تفرقہ میں جو زیادہ ظاہر ہوتی ہے اس کی یہ وجہ ہے کہ یہ نسبت محبوبی ہے۔ محبوب کو اگر خلوت میں بلاؤ تو شرماتا ہے اور فرمایا یہ نسبت ایسی لطیف ہے کہ اس کی جانب توجہ مانع ظہور ہے۔ اور فرمایا بعد نماز عشاء جب نیند غلبہ کرے تو تین مرتبہ قل ہو اللہ احد۔ تین مرتبہ قل اعوذ برب الفلق اور تین مرتبہ قل اعوذ برب الناس پڑھے۔ اور اس کا ثواب جمیع اہل قبور کو کہ منتظر زندوں کے رہتے ہیں۔ پہنچائے۔ تاکہ ان کو آسائش پہنچے اور اللہ تعالیٰ اس پر بخشش و رحمت کرے۔

نقل ہے سلطان ابو سعید مرزا کو بعد حضرت خواجہ سے تائب ہونے کے پھر شراب کی خواہش پیدا ہوئی نوکر کہا کہ دیوار کے نیچے لے آنا میں اوپر کوٹھے پر کھینچ لوں گا۔ جب نوکر لایا تو سلطان نے پگڑی لٹکا کر کوزہ شراب کا اوپر کھینچا تو کوزہ دیوار کے ساتھ ٹکرا کر ٹوٹ گیا۔ اس بات پر سلطان کو بہت غم اور افسوس ہوا۔ صبح ہی حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے اول کلام یہ فرمایا کہ رات کوزہ کے ٹوٹنے کی آواز میں نے سنی۔ اور اگر کوزہ نہ ٹوٹتا تو میرا دل تم سے ٹوٹ جاتا۔ اور ہماری تمہاری ملاقات نہ ہوتی۔

حضرت خواجہؒ کا انتقال انتیس ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ ہجری میں ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

حالات حضرت مولانا محمد زاہد قدس سرہٗ

حضرت مولانا محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ سے ہے آپ حضرت خواجہ مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی رشتہ دار بلکہ نواسہ تھے۔ اور اُن کے کسی خلیفہ سے ذکر و تعلیم حاصل کر کے گوشہ اختیار کیا۔ اور مشغول ریاضت و مجاہدات ہوئے۔ بعد ازاں حضرت خواجہ احرارؒ کی خدمت میں سمرقند روانہ ہوئے۔ حضرت خواجہ احرارؒ مولانا کی آمد کی خبر سُن کر خود ملنے کو آئے اور خلوت میں لیجا کر بیعت کر کے اپنی توجہ اور تصرف سے رخصت کر دیا۔ اور خلافت بھی عطا فرمائی۔ آپ سے خاص و عام کو فائدہ کثیر پہنچا۔ آپ کی وفات غرہ ربیع الاول ۹۳۶ھ ہجری کو موضع وخش میں کہ متصل حصار کے ہے ہوئی۔ اور اسی جگہ مزار مبارک ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حالات حضرت مولانا درویش محمد قدس سرہٗ

حضرت مولانا درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ماموں محمد درویش رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت تھی کہتے ہیں کہ آپ بیعت سے پندرہ سال قبل زہد و ریاضت میں مشغول رہے۔ بحالت تجرید و تفرید بغیر خورد و خواب ویرانوں میں رہا کرتے تھے۔ ایک روز بھوک سے نہایت لاچار ہوئے اور آسمان کی جانب مُنہ اُٹھایا۔ اُس کے بعد حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ اگر صبر و قناعت مطلوب ہے۔ تو خواجہ محمد زاہدؒ کی خدمت میں حاضر ہو کہ وہ تم کو صبر و توکل سکھا دیں گے۔ پس حضرت مولانا اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور مرتبہ کمال و تکمیل کو پہنچے۔ اور مولانا محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد بالاستقلال آپ اُن کے خلیفہ اور نائب ہوئے۔ ورع و تقویٰ و عمل بعزیمت حفظ نسبت میں شان عظیم رکھتے تھے۔ آپ کے صاحبزادہ حضرت مولانا خواجگی امکنگی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے جانشین اور خلیفہ مقرر ہوئے۔ حضرت مولانا درویش محمدؒ کا انتقال انیس ۱۹ محرم الحرام ۹۷۰ھ ہجری کو ہوا۔ موضع اسقرار مضافات شہر سبز ماوراء النہر میں آپ کا مزار مبارک ہے۔

حالات حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہٗ

حضرت خواجگی امکنگی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے والد بزرگوار حضرت درویش محمد قدس سرہٗ سے نسبت ہے۔ اور انہیں کی تربیت سے مقام تکمیل وارشاد کو پہنچے۔ تیس سال تک اپنے والد بزرگوار رح کی مسند مشیخت پر متمکن رہے۔ اور خدمت صادر و وارد کیا کرتے تھے۔ باوجودیکہ آپ ضعیف العمر ہونے کے یہانتک کہ آپ کے ہاتھ بھی کانپتے تھے۔ لیکن مہمانوں کے واسطے کھانا خود لاتے تھے۔ اپنے وقت میں مرجع طلاب تھے۔ علماء و فضلاء و امراء و فقراء آپ کی خدمت میں استفادہ و استفاضہ کو حاضر ہوا کرتے تھے۔ بلکہ ملوک و سلاطین خاک آستانہ عالیہ کو سرمہ بناتے تھے۔ عبداللہ خان والیے توران آپ کی خدمت میں اکثر حاضر ہوکر استفادہ حاصل کرتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ کرامات کا چندان اعتبار نہیں ہے۔ اہل اللہ کے پاس خالصۃً للہ آنا چاہئے کہ ان کے باطن سے حصہ ملے۔ آپ نے اپنے انتقال سے تھوڑے دنوں پہلے حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ اپنے خلیفہ کو ایک خط لکھا تھا اور اس کے آخر میں یہ دو شعر درج تھے۔ وہ شعر یہ ہیں۔

زماں تا زماں مرگ یاد آیدم	ندانم کنوں تا چہ پیش آیدم
خدائی مبادا مرا از خدا اے	وگر ہر چہ پیش آیدم شایدم

اس خط کے تھوڑے ہی دن گذرنے کے بعد آپ کا انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

آپ ۹۱۸؁ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۰۰۸؁ ہجری میں رحلت فرمائی +

حالات حضرت خواجہ محمد باقی عُرف باقی باللہ صاحب قدس سرہٗ

حضرت خواجہ محمد باقی عرف باقی باللہ قدس سرہ کو حضرت خواجگی امکنگی رح سے نسبت ہے۔ آپ کی ولادت مبارک باسعادت بمقام کابل ۹۷۱؁ ہجری میں ہوئی۔ ایام لڑکپن ہی میں آثار تجرید و تفرید پیشانی مبارک سے ہویدا تھے۔ بیشتر گوشہ تنہائی میں بیٹھے رہا کرتے تھے۔ حضرت مولانا محمد صادق حلوائی رحمۃ اللہ علیہ کہ اس زمانہ میں علماء کبار سے تھے۔ تحصیل علم ظاہر فرماتے تھے۔ اور چند یوم میں اپنی علو فطرت کی وجہ سے اپنے دیگر اہل مکتب سے بڑھ گئے تھے۔ اس کے بعد علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔ ایک روز کسی تصوف کی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے کہ ایک تجلے کا ظہور ہوا۔ کہ جس سے آپ بے اختیار ہوگئے۔ اور اس وقت روحانیت حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رح نے تلقین ذکر و القاء جذبہ فرمایا۔ اس کے بعد آپ ہمہ تن ارباب باطن کی تلاش میں اسقدر سرگردان و پریشان پھرتے تھے کہ طاقت بشری سے باہر ہے۔ اسباب دنیاوی سے آپ کو اسقدر استغنا تھی کہ کبھی مجلس میں فکر دنیا نہ ہوتا تھا

لباس میں بھی نہایت سادگی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ توکل کے یہ معنے نہیں ہیں کہ ترک اسباب کرکے بیٹھ جائے یہ خود بے ادبی بلکہ کوئی پیشہ مقرر کرے اور نظر سبب پر نہ رکھے۔ جب آپ کا سن شریف چالیس سال کا ہوا۔ تو جس کسی کی وفات کی خبر سنتے آہ سرد فرماتے کہ خوب چھوٹا۔ انہی دنوں میں آپ نے اپنی بیوی صاحبہ سے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا مجھ سے کوئی کہتا ہے۔ کہ جس غرض کے واسطے تم کو لائے تھے۔ وہ پوری ہو گئی۔ ایک روز فرمایا سلسلہ نقشبندیہ میں کسی کا انتقال ہوگا۔ ایک روز فرمایا کوئی کہتا ہے قطب وقت کا انتقال ہوگیا اور میں اُس وقت قصیدہ عزا اپنے مرثیہ میں پڑھتا ہوں۔ اور اُس میں میری تعریف درج ہے۔ غرضیکہ وسط جمادی الثانی میں آپکو مرض موت شروع ہوا۔ ایام مرض میں ایک روز آپ کو استغراق و استہلاک اسقدر ہوا کہ حاضرین یہ سمجھے کہ آپ کی نزع کی حالت ہے جب افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اگر مرنا ایسا ہی ہوتا ہے تو موت بڑی نعمت ہے۔ اور ایسے حال سے نکلنے کو دل نہیں چاہتا۔ روز شنبہ چھبیسؔ جمادی الثانی سنہ ۱۲ ہجری کو اللہ اللہ کہتے ہوئے جان بجاناں تسلیم کی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔ بیرون شہر دہلی بجانب اجمیری دروازہ قریب قدم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ مزار مبارک ہے۔

حالات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ

حضرت امام ربانی محبوب سبحانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ کو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ سے انتساب ہے حضرت امامؒ کی پیدائش چودہ ۱۴ شوال یوم جمعہ بوقت نصف شب سنہ ۹۷۱ ہجری کو بمقام سرہند ہوئی۔ آپ کا حسب نسب حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ روضۃ القیومیہ میں لکھا ہے۔ آپ کی ولادت سے قبل آپ کے والد بزرگوار حضرت مخدومؒ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ تمام جہان پر ظلمت پھیل گئی ہے۔ خوک بندر ریچھ لوگوں کو ہلاک کر رہے ہیں کہ اسی اثنا میں میرے سینے سے ایک نور نکلا ہے اور اس میں ایک تخت ظاہر ہوا ہے اور اس تخت پر ایک شخص تکیہ لگائے بیٹھا ہے اسکے سامنے تمام ظالم و زندیق و ملحدوں کو بکری کی طرح ذبح کرتے ہیں۔ اور کوئی شخص بآواز بلند کہتا ہے۔ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا اس خواب کی تعبیر آپ کے والدؒ نے حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ سے دریافت کی۔ انہوں نے بعد توجہ فرمایا کہ تمہارے لڑکا پیدا ہوگا۔ جس سے ظلمت و الحاد و بدعت دفعہ ہوگی۔ ایک دفعہ حضرت امامؒ ایام رضاعت میں ایسے علیل ہو گئے کہ زندگی کی توقع نہ رہی آپ کے والدؒ آپ کو حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ کی خدمت میں دم کرانے کو لے گئے۔ انہوں نے اپنی زبان حضرت امامؒ کے منہ میں دیدی اور آپ اُسے دیر تک چوستے رہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے آپ کے والد بزرگوار کو تسلی دی کہ اس لڑکے کی عمر دراز ہے اور یہ عالم و عارف کامل ہوگا۔ اگرچہ یہ واقعہ ایام رضاعت کا ہے مگر حضرت امامؒ فرمایا کرتے تھے۔ کہ مجھکو ابھی تک یاد ہے۔ جب حضرت امامؒ کا سن مبارک تعلیم کو پہنچا۔ تو آپ کو داخل مکتب کیا گیا اور

تھوڑے عرصہ میں آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ بعد ازاں اپنے والد بزرگوار سے تحصیل علوم میں مشغول ہوئے۔ اور کچھ دیگر علماء کبار سے سیالکوٹ میں جا کر مولانا کمال کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے عضدی وغیرہ پڑھا۔ بعض کتب احادیث و تفاسیر فقہ، اصول وغیرہ دیگر علماء کبار سے پڑھا۔ سترہ سال کی عمر میں تحصیل علم سے فارغ ہو کر آپ درس تدریس میں مشغول ہوئے۔ طلباء کو نہایت کوشش سے پڑھایا کرتے تھے۔ اسی اثناء میں ایک مرتبہ آپ کا آگرہ کہ اس وقت میں دارالخلافت تھا جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ اسی سفر میں آپ کا ابوالفضل سے کہ مصاحب اکبر بادشاہ کا تھا ملنے کا اتفاق بھی ہوا تھا مگر آخر کار آپ اس کی بدعقادی سے ناراض ہو گئے اور ترک ملاقات کی اور وہاں سے واپس آ کر آپ اپنے والد ماجد کی صحبت میں داخل ہوئے۔ اور اخذ فوائد باطنیہ کر کے اجازت سلسلہ شریفہ چشتیہ حاصل کی۔ لیکن بوجہ کمال تقویٰ والتزام متابعت سنت سنیہ تواجد و سرود وغیرہ سے کہ اس طریقہ شریفہ کے رسوم سے ہے۔ پرہیز رکھا۔ اس زمانہ میں آپ ایک مرتبہ نہایت علیل ہو گئے۔ چنانچہ اس حال کو دیکھ کر آپ کی بیوی صاحبہ نے دو رکعت نماز پڑھ کر آپ کی صحت کے واسطے دعا مانگنی شروع کی۔ اور نہایت گریہ وزاری کی۔ اسی گریہ وزاری میں نیند آ گئی۔ معلوم ہوا کوئی شخص کہتا ہے کہ تم خاطر جمع رکھو۔ ہم کو اس شخص سے بہت کام ہیں کہ ابھی ہزاروں میں سے ایک کام بھی سرانجام نہیں ہوا ہے۔ اس کے بعد پھر آپ جلدی صحت یاب ہو گئے حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کو ہمیشہ سے شوق طواف بیت اللہ و حج و زیارت روضہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بے چین کیے رکھتا۔ لیکن بوجہ اپنے والد بزرگوار کی کبر سنی اور ضعیفی کے ان کی خدمت سے علیحدگی پسند نہ فرماتے تھے۔ آخر کار بمشیت ایزدی ۱۰۰۷ھ ہجری میں حضرت کے والد ماجد نے انتقال فرمایا۔ اور آپ ۱۰۰۸ھ ہجری میں بارادہ حج متوجہ سفر ہوئے۔ جب دہلی میں پہنچے تو مولانا حسن کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے جو حضرت کے دوستوں میں تھے، حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کی اور ان سے ملنے کی ترغیب دلائی۔ چونکہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کو بھی نسبت علیہ نقشبندیہ کا بہت شوق تھا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نہایت بشاشت سے ملے اور ارادہ و قصد دریافت فرمایا۔ حضرت نے اپنا عزم ظاہر کیا۔ اگرچہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نہایت دیر آشنا تھے۔ مگر یہاں اپنی عادت سے تجاوز کر کے فرمایا۔ اگرچہ عزم بہت مبارک ہے لیکن اگر چند روز کم از کم مہینہ یا ہفتہ اس جگہ فقراء کے پاس قیام کرو تو کیا حرج ہے حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے حسب الارشاد ایک ہفتہ رہنا اختیار کیا۔ ابھی صرف دو ہی روز گذرے تھے کہ آپکو شوق انابت و اخذ طریقہ غالب ہو گیا۔ چنانچہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرت خواجہ نے فی الفور بلا استخارہ داخل طریق کیا۔ اور خلوت میں لیجا کر توجہ شروع کی چنانچہ اسی وقت حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کا دل ذاکر ہو گیا۔ اور حلاوت و لذت پیدا ہو گئی۔ پھر وہ وہ معاملے پیش آئے کہ دیکھنے سننے میں نہیں آئے اور عرصہ قلیل دو ماہ چند روز میں تمام نسبت نقشبندیہ بالتفصیل حضرت کو حاصل ہو گئی۔ انہی ایام کا ذکر ہے حضرت

خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام رح کی علو استعداد دیکھ کر آپ کو خلوت میں طلب کیا اور اپنا واقعہ بیان کیا۔ کہ جب مجھ کو حضرت خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم ہندوستان جاؤ وہاں تم سے یہ طریقہ جاری ہوگا۔ میں نے اپنے میں اس کی قابلیت نہ پاکر عذر کیا تو انہوں نے استخارہ کے لیے فرمایا۔ استخارہ میں مجھے معلوم ہوا۔ کہ گویا ایک طوطی ایک درخت کی شاخ پر بیٹھی ہے میرے دل میں خیال آیا کہ اگر یہ طوطی اڑ کر میرے ہاتھ پر آکر بیٹھ جائے تو مجھ کو سفر ہندوستان میں کشایش ہوگی۔ چنانچہ بمجرد اس خیال کے وہ طوطی میرے ہاتھ پر آکر بیٹھ گئی۔ میں نے اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا اور اس طوطی نے میرے منہ میں شکر ڈالی۔ صبح میں نے یہ خواب حضرت خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیان کیا انہوں نے سنکر فرمایا کہ طوطی ہندوستانی جانوروں میں سے ہے۔ ہندوستان میں تم سے ایک ایسے شخص کا ظہور ہوگا کہ جہان اس سے روشن ہوگا۔ اور تم بھی اس سے بہرہ یاب ہوگے اس کے بعد جب میں سرہند میں پہنچا واقعہ میں معلوم ہوا کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ تم قطب کے پڑوس میں آکر ٹھہرے ہو۔ اور اس قطب کا حلیہ بھی دکھایا۔ صبح اٹھ کر میں اس جگہ کے درویشوں سے ملا لیکن کسی میں وہ قابلیت نہ پائی۔ میں نے خیال کیا کہ شاید یہ بات بعد ازاں ظہور میں آئے گی۔ چنانچہ جب تم کو دیکھا تو وہی حلیہ پایا۔ اور یہ معاملہ تمہارا ہی سمجھا غرض کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کو بشارت حصول دولت کمال و تکمیل عطا فرماکر سرہند رخصت فرمایا۔ تھوڑا عرصہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ سرہند میں مقیم رہے پھر حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اب کی مرتبہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپکو اجازت ارشاد آفادہ طلاب عطا فرمائی۔ اور خاص خاص اصحاب تربیت کے لیے حضرت کے سپرد کیے۔ اور خلعت خلافت عطا فرماکر رخصت کیا۔ حضرت سرہند پہنچ کر تربیت و تہذیب میں مشغول ہوئے۔ اور یہاں تک اثر ہوا کہ سالہا سال کا کام گھڑی اور ساعت میں ہو جاتا۔ اور خلق خدا مور و ملخ کی طرح آپ کے گرد ہو گئی۔ اسی اثنا میں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا خط شوق ملاقات میں پہنچا۔ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ خط پڑھتے ہی دہلی روانہ ہوئے۔ آپ کی تشریف آوری کی جب خبر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی تو کابلی دروازہ تک پاپیادہ معہ خدام استقبال کو تشریف لائے اور حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کو باعزاز تمام لے گئے۔ اور اپنے سامنے سرحلقہ بنا کر اپنے جمیع اصحاب کو تاکید کی کہ ان کے روبرو کوئی میری جانب متوجہ نہ ہوا کرے اور نہ کوئی میری تعظیم کیا کرے بلکہ سب انہیں کی طرف متوجہ رہا کریں۔ اس حکم کی تعمیل میں جو بعض کو متامل پایا تو فرمایا کہ میاں شیخ احمد آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ستارے ان کی روشنی میں گم ہیں۔

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے واسطے دعا و توجہ ترقی مقام چاہی تھی۔ اور فرمایا میاں احمد مکمل مردوں اور محبوبوں سے ہیں۔ ایک روز حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کی مانند آج زیر فلک کوئی نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ بعد صحابہ و کمال تابعین و مجتہدین ان کی مانند گنتی کے اشخاص

خواص گذرے ہیں۔ اور فرمایا کہ میں نے تین چار سال میں پیری نہیں کی بلکہ کھیل کیا ہے۔ مگر الحمد للہ میرا کھیل اور دوکانداری رائیگان نہیں گئی۔ کہ ایسا شخص ظاہر ہوا اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی سرگرمی تربیت طالبان اُسی وقت تک ہی جب تک کہ میرا معاملہ انتہا کو نہیں پہنچا۔ اور جب میرے کام سے فارغ ہوگئے معلوم ہوتا تھا کہ مشیخت سے اپنے کو علیحدہ کر لیا۔ اور طلاب کو میرے سپرد کردیا۔ اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ تخم بخارا اور سمرقند سے لاکر ہند میں بویا۔ تیسری مرتبہ جب حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ سرہند سے دہلی تشریف لائے تو حضرت خواجہ سے ملاقات کے واسطے حاضر ہوئے۔ تب حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ضعف بدن بہت معلوم ہوتا ہے۔ اُمید ہے کہ اب حیات کم ہے۔ اور اپنے دونو صاحبزادوں کو خواجہ عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ و خواجہ عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو کہ اُسوقت شیر خوار تھے طلب فرما کر اپنے روبرو توجہ کرائی بلکہ ان کی والدہ کو بھی غائبانہ توجہ کرائی۔ اُس کے بعد جب حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ وطن کو واپس تشریف لے گئے۔ پھر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات نہیں ہوئی۔ سرہند پہنچکر حضرت امام نے چند یوم اقامت فرمائی۔ بعد ازاں لاہور تشریف لے گئے۔ وہاں کے تمام اصاغر و اکابر علماء و فضلاء داخل طریقہ ہوئے۔ اور صحبت حلقہ سرگرم ہوا۔ اسی اثناء میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خبر وفات لاہور میں پہنچی۔ اور حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ باضطراب تمام دہلی روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر عزا پرسی صاحبزادگان و پیر بھائیوں کی کی۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب نے آپ کا تشریف لیجانا نعمت سمجھا۔ اور حاضر حلقہ و مجلس ہوا کرتے حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ بھی بحکم وصیت پیر بزرگوار و التماس یاراں و دلفگاراں کے احوال پر بدل توجہ کرتے تھے۔ گویا کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے وقت میں جو طراوت و تازگی تھی حضرت کی توجہات کی برکت سے از سر نو شروع ہوگئی۔

اسی اثناء میں اکبر بادشاہ کی بے دینی اور از حد گمراہی سے سلطنت کے اکثر سلیم الطبع ارکین مثل خانخانان سید صدر جہان خان اعظم وغیرہم (جن کو کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے ارادت و بیعت کا شرف بھی حاصل تھا) سلطان کی ان قبیح حرکات سے سخت ناراض تھے۔ چنانچہ سلطان کا ارتداد حد سے بڑھ گیا اور اسلام کے اصول پر کھلم کھلا حملے شروع کیے اور اپنے نئے دین کی بنیاد ڈالی جس کا نام دین الٰہی رکھا گیا۔ اور ابو الفضل و فیضی جیسے مصاحبوں کی مدد سے اپنے آپ کو نبی ظاہر کرنے لگا اور دعویٰ میں من گھڑت قرآن بھی پیش کیا۔ تو بعض نیک اندیش و پاک طینت امراء حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جمع ہو کر حاضر ہوئے۔ اور نہایت ادب سے گذارش کی کہ ہم کو اس بلائے عظیم سے نجات دلائیں حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ حمیت دین کی وجہ سے بادشاہ پر نہایت آشفتہ خاطر ہوئے اور کھلم کھلا پیغام بھیجا۔ کہ تم اس دعویٰ سے توبہ کرو اور از سر نو اسلام کی تجدید کرو۔ ورنہ غضب الٰہی کا انتظار کرو۔

سلطان اکبر کو اختر شناسوں اور نجومیوں سے اپنے زوال سلطنت کی خبر مل چکی تھی اور بزرگوں نے بھی خبر دی

دے رکھی تھیں اور خود بھی ایک وحشت ناک خواب دیکھ چکا تھا وہ خواب یہ تھا کہ حضرت مجددؒ کی ولادت کے وقت دیکھا تھا کہ شمال کی جانب سے (سرہند پایہ تخت سلطان سے شمال کی جانب ہے) ایک ایسی تیز ہوا چلی ہے جس سے وہ بمعہ تخت اوندھا گرا ہے۔ اس خواب کی ہیبت سے ایسا بیمار ہوا کہ سات روز تک زبان بند رہی آخر ہفتہ کے بعد زبان کھلی تو سلطان نے حکمائے کہا کہ بیماری تو مجھے کوئی نہیں ہے لیکن میں نے یہ خواب دیکھا ہے جس کا خوف میرے دل پر غالب آگیا اور میرا یہ حال ہوا۔ اختر شناسوں اور معبروں نے اس واقعہ کو مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے وجود مسعود کی خبر دی ان تمام واقعات سے بادشاہ کے دل میں خوف چھایا ہوا تھا۔ ان وجوہات سے اُس نے بپاس خاطر امرا آئین اکبری میں صرف اسقدر نرمی کر دی کہ سجدہ زمین بوس کرانا بند ہو گیا۔ اور مذہبی آزادی ہو گئی کہ جو شخص چاہے دین محمدیؐ پر قائم رہے اور جو چاہے دین الٰہی (اکبر کا نیا) دین میں داخل ہو۔ اور ایک دن مقرر کیا گیا۔ کہ لوگ ایک فریق کو خوشی قبول کرلیں۔ اس مقررہ دن پر دو وسیع ڈیرے نصب کیے گئے۔ ایک کا نام بارگاہ محمدی اور دوسرے کا نام بارگاہ اکبری رکھا گیا۔ اور دونو فریقوں کے لوگ اپنے اپنے ڈیروں میں جمع ہونے لگے۔ اس معاملہ کی خبر جب حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی تو فرمایا غضب الٰہی بادشاہ پر نازل ہونے والا ہے۔ چنانچہ جب دونو طرف کے لوگ جمع ہو چکے اور کھانے میں مصروف ہوئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک آدمی بھیجا جس نے آپ کے ارشاد کے مطابق بارگاہ محمدی کے گرد ایک لکیر کر دی اور بارگاہ اکبری کی طرف حضرت کی دی ہوئی ایک مشت خاک پھینک دی۔ جس سے وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ کی شان ظاہر ہوئی کہ اسی وقت ایک طوفان گرم ہوا کا ایسا نمودار ہوا جس سے بارگاہ اکبری کا سب کارخانہ درہم برہم ہو گیا۔ قناتیں و شامیانے سب گر پڑے۔ دریچے کے تختے بھی ٹوٹ گئے۔ آن کی آن میں ڈیرہ کی میخیں اکھڑ گئیں۔ بادشاہ کے سر میں ایک تختہ ایسا کاری لگا جس سے اکبر بادشاہ کو سات زخم آئے بیہوش ہو کر نیچے گر پڑا۔ غرض ایک ہفتہ تک یہ طوفان رہا۔ اور مرتدین سب ہلاک ہو گئے۔ بارگاہ محمدی حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کی دعا و توجہ سے بالکل محفوظ رہی۔ بادشاہ بھی اسی طوفان کے دوران میں راہی ملک بقا ہوا۔ اور ہزاروں آدمی حضرت مجدد رحمۃ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ چنانچہ خان جہاں لودھی سکندر خان دریا خاں مرتضےٰ خان بہادر خان دلیر خان وغیرہم و دیگر امرا و اراکین انہی ایام میں داخل طریق ہو کر فیضیاب ہوئے تھے۔ اب حضرت کے کمالات اور شان قبولیت کا شہرہ آفاق ہوا۔ اور جوق در جوق لوگ حضرت کے حلقۂ غلامی سے سرفراز ہونے لگے۔ ہند سندھ خراسان ماوراء النہر۔ بدخشان۔ بخارا۔ شام وغیرہ جہان کے کل جانب سے علماء و مشائخ حضرت کے آستان فیض نشان کی طرف متوجہ ہوئے۔

سلطان بدخشاں کے مقرب حضرت شیخ طاہر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سرہند حاضر ہوئے۔ اور راستہ میں چند علماء کبار کو بھی ہمراہ لیتے آئے۔ اُن میں سے شیخ احمد برکی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مجدد رحمۃ اللہ

علیہ نے ایک ہفتہ خدمت میں رکھ کر خلافت و قطبیت سے مشرف فرمایا۔ وطن میں پہنچ کر اُن کو قبولیت عظیم ہوئی اور ہزارہا آدمی حلقہ غلامی میں داخل ہو کر سعادت دارین سے بہرہ یاب ہوئے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے حضرت مولانا قاسم علی رح کو بھی منصب خلافت عطا فرما کر علاقہ ماوراء النہر میں بھیجا۔ اس جگہ کے ہزاروں لوگ مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے فیضیاب ہوئے۔ توران کا بادشاہ عبد اللہ خاں اوزبک حضرت مجدد رح کے خلفاء کا از حد معتقد تھا اور کوئی کام اُن کے حکم اور مشورے بغیر نہیں کرتا تھا۔ حضرت مجدد رح کی خدمت میں اپنے عرائض غلامانہ بھیجتا اور سب خانقاہوں کے مصارف سلطان عبد اللہ خاں کی سرکار سے ملتے تھے۔ اسی سال حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے خلیفہ محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت عطا فرما کر علاقہ دکن میں بھیجا۔ جہاں اُن کو قبولیت عظیم ہوئی۔ ان کے حلقہ مراقبہ میں اسقدر انبوہ ہوتا تھا کہ چار چار سو سوار ہوتے تھے۔ اور پیادوں کا شمار نہ تھا۔ لوگ حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ایسے گرویدہ تھے کہ سلطان ہند کو اپنی سلطنت کا خوف پیدا ہو گیا تھا۔ اسی موقعہ پر حضرت مجدد رح نے ستر آدمی خاص خاص اہل ارادت ملک ترکستان و قپچاق میں بھیجے کہ تبلیغ اسلام کریں۔ اور چالیس اشخاص ایسے ہی خاص خاص بزرگ ہستیاں جن کو منصب خلافت بھی عطا فرمایا تھا۔ ملک عرب یمن۔ شام۔ روم کو روانہ فرمایا جن کے سردار حضرت مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کو مقرر فرمایا۔ یہ سب اپنے اپنے ملکوں میں پہنچ کر مرجع ہدایت خلق خدا ہوئے۔ ہدایت و رشد کا نور ایک عالم پر محیط ہو گیا۔ اور حضرت مجدد رح کا شہرہ تمام دنیا میں پھیل گیا۔ اسی سال حضرت مجدد رح نے شیخ بدیع الدین کو منصب خلافت عطا فرما کر سلطانی لشکر کی ہدایت کے لیے لشکر میں بھیجا۔ اکبر کے بعد سلطان جہانگیر اس کا بیٹا تخت نشین ہوا۔ اور اس نے باپ کی طرح لوگوں سے سجدہ بھی کروانا شروع کیا اور اُنہی رسوم و آئین کو رواج دینا شروع کیا۔ اس کے وزیر و مدار المہام دین متین کے دشمن تھے اور نور جہاں بیگم جو شیعہ ملت کی تھی اور بادشاہ کی چہیتی بیوی تھی اس کے رعب سے شیعہ ملت کو ترقی ہو گئی تھی۔ اس وجہ سے حضرت مجدد رح نے شیخ بدیع الدین رح کو خلافت بخش کر نہایت تاکید فرمائی کہ تمہارا فوج میں پہنچکر ٹھہرنا نہایت ضروری ہے۔ تم کو وہاں بڑی قبولیت ہوگی۔ اور اگر کوئی تکلیف پہنچے تو استقامت رکھیں۔ شیخ کو فوج میں پہنچ کر قبولیت عظیم ہوئی ہزارہا لوگ فیضیاب ہوئے ہجوم اسقدر ہونے لگا کہ امراء کو بھی زیارت بمشکل سے ہوتی تھی اس وجہ سے شیخ رح کے حاسد و دشمن پیدا ہو گئے اور مختلف قسم کے الزام مشہور کیے۔ اسی اثناء میں وزیر اعظم آصف جاہ کے پدر نواب اعتماد الدولہ کی جانب شیخ رح نے ایک آدمی کے واسطے سفارشی چٹھی لکھی۔ اُس چٹھی میں القاب ایسا خفیف لکھا۔ جیسے کمتر درجہ کے مکتوب الیہ کو لکھا جاتا ہے۔ نواب نے وہ کام تو کر دیا اور اس بات کا خیال بھی نہ کیا۔ لیکن اُس چٹھی پر کہیں وزیر اعظم کی نظر پڑ گئی دیکھتے ہی آگ بگولہ ہو گیا اور در پئے شیخ رح کا دشمن بن گیا اور ہمیشہ درپے آزار رہتا تھا۔ چنانچہ ایک دن موقعہ پا کر اس نے بادشاہ جہانگیر سے اس طرح سلسلہ سخن کا چلایا۔ اور کہا سرہند میں شیخ احمد نام دعویٰ تجدید ہزار سال کرتا ہے اور اس کے پانچ لاکھ سوار

زرہ پوش موجود ہیں۔ ایران توران بدخشاں وغیرہ ولایتوں کے فرمانرواؤں نے اس کی مریدی اختیار کرلی ہے اُس کے خلفاء دنیا کے تمام ممالک محروسہ میں پہنچ گئے ہیں۔ ہر ایک نے ہزاروں مرید جمع کرلیے ہیں۔ چنانچہ اُس کے ایک خلیفہ شیخ بدیع الدینؒ نے یہاں لشکر شاہی میں بھی اپنا سکہ جمالیا ہے۔ کُل ارکان سلطنت نے اس کی طرف رجوع کرلیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ کے دل میں ہوس دولت و داعیہ سلطنت ہے۔

یہ باتیں وزیر بادشاہ سے کرچکا تو شہنشاہ جہانگیر کے حکم سے ہندوستان کے تمام علاقوں میں جاسوس مقرر کیے گئے۔ تاکہ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے حالات کی اطلاع ہر وقت جہانگیر کو پہنچتی رہے۔ انہی ایام میں حضرت امامؒ نے رفض و روافض یعنے اہل شیعہ کے رد میں مکاتیب و رسالے لکھ کر جابجا مشتہر کیے تھے۔ اور چونکہ نور جہان بیگم بادشاہزادی شیعہ مذہب تھی۔ اور اُس کا اختیار بھی بہت کچھ تھا۔ اور وزیر اعظم و دیگر اراکین میں سے بھی شیعہ تھے اس لیے وہ سب حضرت امام رہ کی جان و آبرو کے دشمن ہوگئے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت امام کا ایک مکتوب بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ جو کہ حضرت امام رہ نے اپنے پیر خواجہ باقی باللہ رہ کی خدمت میں لکھا تھا (طول مضمون کے یے یہاں نقل نہیں کیا جاتا۔ دیکھو مکتوب ۱۱ جلد اول۔ مکتوبات امام ربانی) اصل میں اپنے واقعہ جس سے پہلے حضرت امام رہ نے فرمایا کہ ابتک میری تربیت جمالی طور سے ہوئی ہے اب خدائے تعالےٰ کی مرضی مبارک جلالی طور پر کرنے کی ہے۔ انہی ایام میں حضرت امام کو القا ہوا کہ جب تک آپ اپنے نفس پر تکلیف نہ گوارا کرینگے۔ دین متین کی تجدید اور کفر و بدعت کی ظلمت کا سنت نبوی سے تبدیل ہونا اور اسلام کا رونق پانا ممکن نہیں۔ خلق خدا نعمت سے محروم رہے گی۔ انبیاء علیہم السلام کی سنت کے مطابق دین کی خاطر تکلیفیں و اذیتیں برداشت کرو۔ اولوالعزم نبی جو ہزار سال کے بعد مبعوث ہوتے رہے۔ اُن کے لیے کفار سے جہاد کرنا اور اُن کے ہاتھوں سے تکلیفیں اٹھانا لازم تھا۔ چنانچہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے اس القاء کے بعد اپنی خواہش کو اللہ تعالےٰ کے سپرد کیا۔ اور تکلیف و ریاضت پر کمر ہمت باندھ لی۔

الغرض جب حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد اسقدر وسعت پذیر ہوا۔ اور حضرت کے خلفاء جابجا ملکوں میں پھیل گئے اور امراء و اراکین جوق در جوق حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ شیخ بدیع الدین رحمۃ اللہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ اور حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے اہل تشیعہ و روافض کی مخالفت میں رسائل لکھے۔ تو وزیر اور اکثر اراکین جو شیعہ تھے حضرت امام رحمۃ اللہ کے درپے آزار ہوئے۔ اور سلطان کو بھی اپنی سلطنت کا اندیشہ اُنہوں نے دلایا پس ایک دن وزیر نے موقعہ پاکر وہی مکتوب ۱۱ سلطان کے آگے پیش کیا اور کہا کہ شیخ احمد اپنے آپ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے افضل بتاتا ہے اور اپنا مقام اُن کے مقام سے برتر کہتا ہے +

یہ دیکھ کر سلطان نے امراء و اراکین کو جمع کیا اور مشورہ کیا مختلف رائوں کے بعد وزیر کی رائے پر اتفاق ہوا کہ

جو جو امرا حضرت کے مرید ہیں اُن کو بے خبر تنخواہیں بڑھا کر دور دور علاقوں میں تبدیل کر دیا جائے۔

اس کے بعد حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کو ظاہری دلاسا و مدارات سے بادشاہ کے حضور میں بلالیا جائے جب یہاں آئیں تو شاہ اکبر کے رسوم و آئین کی اطاعت کا حکم کیا جائے۔ مثلاً سجدہ وغیرہ۔ اگر منظور کریں تو بہتر ورنہ نظر بند رکھا جائے اگر حضرت کے مرید نظر بند رکھنے سے شورش کریں تو ہم ان سب کو حضرت کے قتل کی دھمکی دینگے اور اگر وہ مخالفت پر کمر باندھیں تو ہم اُن کے پیر کو مع خلفاء کے قتل کر ڈالیں گے۔ اور جب تک بیرونی ولایتوں کے خلفاء اپنی کمکوں اور فوج کے ساتھ ہند میں پہنچیں تب تک ہم اپنا انتظام ٹھیک کر لینگے ہم باہر سے آنے والے خلفاء وغیرہم کے واسطے حضرت مقتول کے نام پر مدارات و مہمانداری کا سامان مہیا رکھیں گے اور چند وجب القتل آدمیوں کو طیار رکھیں گے اور اُن پر حضرت کے قتل کا الزام لگا کر قصاص میں قتل کر ڈالیں گے۔

وزیر کی یہ تدبیر بادشاہ نے پسند کی۔ اور دوسرے دن علی الصبح امراء کو دربار میں طلب کیا جو آنجناب حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ مثلاً خانخانان اعظم۔ خان جہان لودھی۔ ترتیب خاں۔ سید صدر جہان۔ اسلام خان قاسم خاں۔ سکندر خاں لودھی۔ جہارسی خاں۔ مہابت خاں۔ مرتضےٰ خاں۔ دریا خاں وغیرہ وغیرہ۔ ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ علاقے کی گورنری پر مقرر کر کے روانگی کا حکم دیا۔

جب ان سب امراء کے اپنے اپنے علاقوں میں پہنچنے کی رپوٹ بادشاہ کو دربار میں موصول ہو چکی۔ تو سلطان نے ایک اشتیاقی خط حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اس مضمون کا لکھا کہ ہم کو زیارت کا شوق ہے اس لئے حضور تشریف لاویں اور حاکم سرہند کے نام حکم بھیجا کہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر ہمارا خط پہنچاؤ اور حضرت کو شاہی درگاہ میں بآرام پہنچاؤ حکم سلطانی تھا کہ حضرت کے متعلقین اور کل مرد خلیفے کیا مخدوم زادے سب کے سب ساتھ آئیں۔ ایک بھی شخص پیچھے نہ رہے حضرت امام رحمۃ اللہ نے جو حکم شاہی سفر کی تیاری فرمائی اور مخدوم زادگان عروۃ الوثقےٰ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ و خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کو کوہستان کی طرف روانہ فرمایا۔ اپنے ساتھ لے جانا مصلحت خیال نہ فرمایا رخصت کے وقت کل خاندان کو تسلی اور دلاسا دیتے رہے۔ اور صبر و تحمل کی وصیت فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ ہم پر ایک سال تکلیف رہے گی اس کے بعد مشقت راحت سے بدل جائے گی۔ اور عسر یسر کا رنگ لائے گی۔ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ پانچ ہزار مخلص یار تھے اور ایک ہزار چھ سو خلیفے تھے۔

جب قریب لشکر شاہی کے پہنچے تو بادشاہ نے تمام امراء و اراکین کو استقبال کا حکم دیا اور آپ کے لیے ایک خیمہ خاص اور مخلصین مع خلفاء کے لیے بھی بہت الگ الگ خیمے لگوا دیے۔ وزیر نے بادشاہ کی ملاقات کا وقت ایسا مقرر کیا جس وقت میں علی العموم بادشاہ غضبناک ہوا کرتا تھا۔ کیونکہ بادشاہ کے خارجی اوقات دو حصے تھے ایک جس میں فسق و فجور اور عیش و نشاط کا وقت تھا۔ دوسرا غضب و غصہ کا جس میں خلق خدا پر طرح طرح کے ظلم و ستم ہوا کرتے تھے۔

ملاقات کے وقت حضرت سیدھے تشریف لے گئے۔ سجدہ تو کرنا ہی نہ تھا آپ نے لفظ سلام بھی زبان مبارک سے نہ نکالا۔ بادشاہ نے تو حضرت کی اس وضع پر کوئی خیال نہ کیا۔ لیکن وزیر نے بگڑ کر بادشاہ سے کہا کہ حضور یہ شخص اپنے آپ کو کل انبیاء علیہم السلام سے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل بتاتا ہے۔ اور اپنے مقام کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام سے برتر کہتا ہے۔

حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ جو شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جو افضل الناس بعد الانبیاء ہیں افضل جانے وہ دائرہ اہل سنت والجماعۃ سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ چہ جائیکہ کوئی اپنے تئیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل جانے۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ کہ فقیر کتاب و سنت کی مخالفت کرے اور اپنے تئیں انبیاء علیہم السلام کے برابر یا اُن سے بہتر کہے۔ حالانکہ اصول صوفیہ سے ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو سگ فرنگ سے بہتر جانے اُس پر خدا کی معرفت حرام ہے۔ اور جس عبارت سے لوگ یہ مطلب سمجھے ہیں وہ سیر عروج کا حال ہے کہ اکثر صوفیہ کو ابتداحال میں مقامات اکابر میں واقع ہوتی ہے۔ اور پھر اپنے اصلی مقام پر آجاتے ہیں۔ مثلاً دربارشاہی میں کہ ہر ایک امیر وزیر کی جگہ مقرر ہے اگر سلطان کسی شخص کو مصلحۃً اپنے پاس ذراسی دیر کس واسطے طلب فرمائے اور اُس سے سرگوشی کر کے پھر اُس کو واپس کر دے۔ چونکہ وہ شخص تمام ارکین سلطنت کے مقام پر ہوتا ہوا آوے گا تو اُس سے یہ ضرور نہیں کہ وہ شخص ان کا ہم رتبہ و ہم درجہ ہو گیا یہی حال اس عروج باطنی کی سیر کا ہے۔ علاوہ میں نے اس مکتوب میں لکھا ہے کہ میں نے اپنے آپ کو اُس مقام کے عکس سے رنگین پایا۔ اُس کی مثال ایسی ہے کہ اگر کوئی چیز عکس آفتاب سے روشن ہو جائے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ چیز آفتاب ہو گئی۔ زمین ہر روز آفتاب سے روشن ہوتی ہے مگر یہ نہیں کہا جاتا کہ زمین آفتاب ہو گئی! ۔ غرض کہ حضرت نے جوابات معقول سے بادشاہ کی تسلی کردی۔ وزیر اور دیگر روافض نے دیکھا کہ ہماری چال نہ چلی تو بادشاہ کو حضرت کے سجدہ و آداب شاہانہ بجالانے کی طرف متوجہ کیا۔ اس پر بادشاہ نے برافروختہ ہو کر حضرت سے کہا کہ آپ آداب سلطنت کیوں نہیں بجالائے اور سجدہ نہیں کیا؟ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ میں نے اب تک خدا اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کے سامنے اس قسم کے آداب نہیں کئے جو شریعت کے خلاف ہوں۔ اور چونکہ سجدہ کی مستحق سوائے خدائے وحدہٗ لاشریک کے اور کسی کی ذات نہیں ہے اس لئے مخلوق کو سجدہ حرام ہے لہٰذا میں نے اسی لیے سجدہ نہیں کیا اور سلام اس لیے نہیں کیا کہ میں جانتا تھا کہ آپ جواب نہیں دینگے اور ترک جواب سے خاطی ٹھہریں گے۔ یہ جواب سُن کر بادشاہ نے پھر آپ کو سجدہ کرنے پر مجبور کیا اور ملا عبدالرحمٰن مفتی سے فتویٰ طلب کیا۔ مُلا صاحب نے کہا کہ حفاظت جان کے لیے سجدہ کرنا جائز ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا اے ملا یہ فتویٰ تم لوگوں کے لیے ہے۔ نہ کہ ہمارے لیے۔ اور فرمایا انبیاء علیہم السلام اور اُن کے اصحاب عظام نے راہ حق میں جانیں دیدی ہیں۔ میں بھی جان دینے پر تیار ہوں۔ تاکہ اُنکی

سنت پوری ہو۔ جب بادشاہ کو یقین ہوگیا کہ آپ سجدہ نہیں کرینگے۔ تو حکم دیا کہ مجھے آپ سے شرم آتی ہے لیکن میری زبان سے نکل چکا ہے اور میرا حکم کبھی ضائع نہیں ہوا ہیں سجدے کی تکلیف آپ سے اُٹھاتا ہوں صرف سر کو خم کردیں لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سر کو خم کرنے سے بھی انکار فرمایا۔ بادشاہ نے دو تین خاص مقربوں کو حکم دیا کہ آپ کا سر مبارک پکڑ کر خم کردیں۔ تاکہ جلدی رخصت کیا جائے۔ اُن لوگوں نے حضرت کا سر مبارک پکڑا اور خوب زور لگایا لیکن حضور کے سر میں ذرہ بھی حرکت نہ آئی۔ اور روئے توجہ آسمان کی طرف رہا۔ اُسی وقت بادشاہ نے حکم دیا کہ حضرت کو چھوٹے دروازہ سے گذار دو۔ تاکہ اندر داخل ہوتے وقت خود بخود جھک جائیں گے وہی رسم آداب کی جاوے گی۔ لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ اُس دروازہ سے گذرنے لگے تو پہلے پاؤں مبارک نکالے اور سر پیچھے کی طرف جھکا کر داخل ہوئے۔

وزیر نے جھٹ موقعہ پاکر بادشاہ سے کہا دیکھا حضرت کا مدعا ہے کہ تیرے تاج و تخت کو پاؤں سے پامال کرونگا جب حضور کے روبرو یہ حال ہے تو باہر جاکر خدا جانے یہ کس قدر فتنہ کا باعث ہونگے۔ اس سے بہتر کوئی موقعہ نہیں ہے کہ اب فوراً ان کو قید کرلیا جاوے۔ یہ سُن بادشاہ نہایت برانگیختہ ہوا اور قید کا حکم دیکر آپ کو اہل دربار سے ایک بہت بڑے امیر کے سپرد کیا مگر اس امیر کے دل میں آپ کے اس استقلال سے عقیدت پیدا ہوگئی تھی۔ اُس نے عرصہ قید میں حضرت کی عزت و حرمت کا خیال رکھا۔ اور حضور کے غلاموں اور خلفاء کو کسی قسم کی اذیت نہ پہنچنے دی۔ اور خود بھی بیعت سے مشرف ہوکر صبح و شام اور لوگوں کے ساتھ حلقہ و مراقبہ میں شامل ہوتا رہا۔ باعقیدت لوگ کھلم کھلا حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے اور فیض حاصل کرتے۔ یہ حالت دیکھ کر بادشاہ نے حضرت کو گوالیار کے مضبوط قلعہ میں بھجوا دیا۔ داروغوں اور افسروں کو بتاکید حکم دیا کہ جس قسم کی سختی پہنچا سکیں حضرت کو اور اُن کے ہمراہیوں کو پہنچائیں۔

جب حضرت بحکم شاہی بمعہ اپنے ہمراہی و خلفاء کے قلعہ گوالیار میں بھیجے گئے۔ اور افسر و داروغہ حضرت پر اور آپ کے ہمراہیوں پر سختی کرنے لگے تو حضرت کے خلفاء غضبناک ہوئے۔ اور افسروں سے کہدیا کہ ہم بادشاہ کی قید میں نہیں ہیں بادشاہ کون ہے جو ہم کو قید کرے۔ ہم اپنے شہنشاہ مطلق کے حکم سے کسی خدمت کے لیے یہاں بھیجے گئے ہیں اگر ایسا کروگے تو ہم اینٹ پر اینٹ بجاکر قلعہ کی دیواریں پھاند جائیں گے۔ اور تمہارے شاہی کارخانہ کو درہم برہم کردیں گے اور ایسے ہی دیگر خوارق و کرامات ظاہر ہونے لگے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو یہ امور ناگوار گذرے اور ناراض ہوکر فرمایا کہ کیا فقیر میں ان کرامات کے اظہار کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ ہم تو اس جگہ ظلم و اذیت پر صبر و تحمل کرنے پر مامور ہیں۔

بس اس قسم کے اخلاق کریمانہ نے افسروں کے دل پر تاثیر اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے طریق معاشرت اور ہر بانہ سلوک اور مالک حقیقی کی رضا پر راضی ہونے کی صفات سے گرویدہ ہوکر داروغہ اور قلعہ کے سب چوکیدار و غیرہم نے حضرت سے عفو تقصیرات کی معافی چاہی اور داخل طریق ہوکر ذکر و مراقبہ کے حلقوں سے فیضیاب ہونے لگے۔

حضرت کے انکسار کا یہ حال تھا کہ انہی قلعہ کے محافظ افسروں میں سے ایک نے آپ کی قید کا سبب پوچھا

آپ فرمایا کہ ہمارے عمل بد اس کا سبب ہوئے اور وَمَا اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ۔ اور اپنے ہمراہیوں کو بھی اسی امر کی ہدایت فرماتے تھے کہ عُجب عمل صالح کو ایسے نابود کر دیتا ہے جیسے لکڑی کو آگ انہی ایام میں جو مکاتیب حضرت نے اپنے غلاموں کو تحریر فرمائے نہایت عجیب غریب نصائح کا نمونہ ہیں۔

جس وقت خانخاناں۔ خان اعظم سید صدر جہاں لودھی سکندر خان وغیرہ و دیگر امراء نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تکلیف قید کی خبر سنی نہایت بیقرار ہوئے۔ اور بغاوت پر طیار ہوئے سب نے آپس میں خط و کتابت کی اور سب متفق ہو کر مہابت خاں کو جو کابل کی گورنری پر متعین تھا اپنا سرگروہ تسلیم کیا۔ اور اُس کو فوج اور خزانے سے امداد دی۔ مہابت خاں نے بادشاہ ہند کی اطاعت سے سر پھیر لیا۔ اور بادشاہان بدخشاں خراسان اور توران سے امداد لیکر شاہ جہانگیر پر فوج کشی کی اور خطبہ و سکّہ سے بادشاہ کا نام نکال دیا۔

اِدھر بادشاہ نے یہ خبر پا کر بمشورہ وزیر ایک ہزار معتمد افسر وزیر کے بھائی کے ماتحت قلعہ گوالیار پر متعین کیے۔ اور پہلے قلعدار کو بھی تاکیدی حکم بھیجا کہ احتیاط قید میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھے۔ پہلا قلعدار تو معہ اپنے دیگر محافظوں کے حضرت کی غلامی میں آچکا تھا۔ ادھر وزیر کا بھائی معہ اپنے ایک ہزار افسروں کے پہنچ کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق کریمانہ سے متاثر ہوا۔ اور مقلب حقیقی نے اُن کے دلوں کو حضرت کی جانب پھیر اور اُن کی چشم بصیرت کھلی۔ اور وہ سب کے سب ایسے فریفتہ ہوئے کہ حضرت کی غلامی کو ایک غیبی عطیہ سمجھا۔ اور بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ سرکار خاطر جمع رکھیں ہم حفاظت میں پوری احتیاط کرینگے۔ ادھر بادشاہ نے امراء کو کہلا بھیجا کہ بغاوت سے باز آؤ۔ ورنہ ہم تمہارے پیر کو قتل کر ڈالیں گے۔ باغی امراء کو حضرت کی زبانی معلوم ہو چکا تھا کہ بادشاہ حضرت پر قید سے زیادہ ظلم نہیں کر سکے گا۔ اُدھر حضرت کے تصرف سے کل قلعہ کے لوگ مرید ہو چکے تھے۔ امراء کو اس امر کی بھی خبر پہنچ چکی تھی۔ اس لیئے انہوں نے بادشاہ کی دھمکی کی کچھ بھی پرواہ نہ کی۔ بادشاہ ایک لشکر عظیم لیکر مہابت خاں کے مقابلہ میں عازم کابل ہوا۔ بادشاہ کی مہابت خاں کے ساتھ جنگ کی مصروفیت دیکھ کر ہندوستان کے کل امراء نے اتفاق کر کے انحراف کیا اور ملک پر قبضہ کر لیا اور شاہی طرفداروں کو برطرف کر دیا۔ اور حضرت کی خدمت میں استدعا کی کہ حضرت تشریف لا کر ہماری شاہی مسند کو قبول فرماویں۔

حضرت نے امراء کی درخواست کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ مجھے سلطنت کی ہوس نہیں ہے اور میں تمہارے اس فتنہ و فساد کو پسند نہیں کرتا میں نے جو قید کی تکلیف اُٹھائی وہ اور کام کے لیے ہے جب وہ کام پورا ہو جائے گا۔ میں خود بخود تمہاری کوشش کے بغیر ہی قید سے رہا ہو جاؤں گا۔ یہ فساد میرے کام کا ہارج ہوگا۔ بہتر ہے کہ تم بغاوت سے باز آؤ اور فوراً اپنے بادشاہ کی اطاعت قبول کرو۔ میں بھی انشاء اللہ جلدی ہی قید سے رہا ہو جاؤں گا۔

اودھر مہابت خاں بادشاہ کے ساتھ مقابلے پر تھا اور دونوں فوجیں دریائے جہلم کے کنارے پر خیمہ زن تھیں

مقابلہ کے وقت مہابت خاں نے ایسی ہیئت بنائی گویا وہ ہیبت زدہ ہو کر فرار ہو رہا ہے۔ بادشاہی لشکر میں جو لوگ حضرت کے مرید تھے اُنہوں نے مہابت خاں کی زیارت کرنے کے لیے مصنوعی حملہ اُس پر کر دیا۔ مہابت خاں نے چکر لگا کر اپنی پراگندہ فوج کو جمع کیا۔ اور حملہ آور شاہی لشکر مہابت خاں کی فوج میں مل گیا۔ اور اسی طرح بادشاہ خود بخود محصور ہو گیا وزیر دریا کے دوسری طرف فوج کی درستگی میں مصروف تھا۔ بادشاہ کے قید ہونے کی خبر پا کر فوراً مہابت خاں سے عذر معذرت کرنے آیا۔ مہابت خاں نے ایک نہ سُنی اور وزیر کو بھی گرفتار کر لیا۔ اور کہا اے شریر النفس تیری ہی خباثت کا نتیجہ ہے جو حضرت کو تکلیف پہنچی۔ بادشاہ اور نور جہاں کو بھی گرفتار کر لیا۔ مہابت خاں کا ارادہ ہوا کہ ان تینوں کو قتل کرا دے۔ لیکن خدا تعالیٰ کو ایسا منظور نہیں تھا۔ اور بادشاہ کو بھی حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی سے فیضیاب ہونا تھا۔ اُسی وقت قید خانے سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا خط مہابت خاں کو ملا۔ اور دیگر امرائے ہند کی طرف بھی مکتوب پہنچے جس میں حضرت کے فرمان کا مضمون مندرج تھا۔ مہابت خان نے جونہی حضرت کا فرمان پڑھا۔ فوراً بادشاہ کے پاس آیا اور حضرت کا ارشاد سنا کر کہا میں حضرت کے ارشاد کی تعمیل میں آپ کو رہا کرتا ہوں اسی وقت بادشاہ کو تخت سلطنت پر بٹھا کر خود اُس کے سامنے غلامانہ وار دست بستہ کھڑا ہوا اور سوائے سجدہ کے تمام آداب سلطنت بجا لایا۔ (اس واقعہ کی مختلف روایات ہیں مگر صحیح یہی ہے) بادشاہ نے تخت نشین ہو کر مہابت خاں کے قصور معاف کر دیے۔ اور اُس پر شاہانہ عنایتیں بھی کیں۔ اور کشمیر کی طرف کوچ کر دیا۔ شاہزادہ شاہجہان اور نور جہان ہر روز حضرت کے آزاد کرنے کے لیے بادشاہ کو تاکید کراتے مگر وزیر بے تدبیر آزادی کے حکم میں توقف کرا دیتا۔ شاہزادہ شاہجہان ہر روز کہتا کہ حضرت امام ربانی مجدد علیہ الرحمۃ برگزیدہ اور ممتاز اولیائے عظام میں سے ہیں۔ اُن کی قید کی تکلیف سے ضرور سلطنت پر کوئی بلائے عظیم نازل ہو گی وزیر ایک منحوس آدمی ہے اُس کی ایک نہ سننی چاہیے۔

مگر دراصل توقف کا موجب یہ تھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سیر اسماء صفات جلالیت کی ابھی تکمیل نہیں ہوئی تھی۔ جن کے سبب آپ نے قید کا گراں بوجھ قبول فرمایا تھا یہی وجہ ہوئی کہ شاہزادہ شاہجہان بھی اپنی کوشش میں فی الفور کامیاب نہ ہوا۔ شاہزادہ کو بھی حضرت کی غلامی کا فخر حاصل تھا۔

اسی لیے حضرت خواجہ محمد معصوم عروۃ الوثقےٰ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم شاہجہان کا حق ادا نہیں کر سکتے اُس کے حقوق سارے سلسلہ عالیہ مجددیہ پر ہیں۔ الغرض جب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت جلالی پوری ہو گئی۔ اور وہ وقت آپہنچا کہ اللہ جلشانہ سنت مصطفویہ کو روشن کرے۔ اور ملت حنفیہ کو زینت دے اور دین اسلام ترقی پکڑے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو القا ہوا کہ جن اہم امور کے لیے تمہیں قید میں رکھا گیا تھا وہ ہم نے اب اپنے فضل و کرم سے پورے کر دیے ہیں۔ اب زندان سے نکلنے کا وقت

آپہنچا۔ حضرت نے فی الفور نمازِ شکرانہ ادا کی اور اپنے غلاموں کو یہ بشارت بھی سُنائی۔ انہی دنوں میں بادشاہ کشمیر میں تھا ایک رات اسقدر خوف زدہ ہوا اور دیکھتا ہے کہ حضرت امام تشریف لائے اور میرا تخت اوندھے مُنہ گرا۔ اس کے بعد بادشاہ کو سخت غشی کا عالم ہوا بعدہٗ کمزور ہوگیا اور حبس بول و دیگر امراض میں گرفتار ہوا۔ یہ حالت دیکھ کر شاہزادہ شاہجہان نے بادشاہ سے کہا کہ میں نے پہلے ہی سے کہدیا تھا کہ آپ کسی سخت مصیبت میں گرفتار ہونگے۔ بادشاہ نے نادم ہو کر ایک عرضی حضرت امام ربانی کی خدمت میں لکھی جسمیں اپنی تقصیرات کی معافی کی درخواست اور لشکر سلطانی میں رونق افروزی کی خواہش درج کی۔ اور گوالیار کے افسروں کے نام احکام جاری کیے۔ کہ فوراً حضرت کو باعزاز تمام قلعہ سے رہا کیا جائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہ کی درخواست کے جواب میں لکھا کہ میرا یہاں سے نکلنا چند شرطوں پر مشروط ہے۔

(۱) بادشاہ کو سجدہ کرنا بالکل بند کیا جاوے۔

(۲) گاؤکشی کی اجازت عام ملک میں دیجائے۔ اور بادشاہ اپنے ہاتھ سے ایک گائے ذبح کرے۔

(۳) ملک بھر میں جہاں جہاں مسجدیں شہید کی گئی ہیں وہ از سرِ نو تعمیر ہوں۔

(۴) ایک مسجد جامعہ دربارِ عام کے مقابل بنائی جائے جس میں عام مسلمان نماز پڑھیں۔

(۵) حکام مثل قاضی مفتی محتسب شرعی قواعد کے مطابق مقرر ہوں۔

(۶) کفار سے مثل بموجب شریعت غرا جزیہ لیا جائے۔

(۷) ہر ایک خلاف شرع قانون منسوخ کیا جائے اور شریعت محمدی کے احکام رواج پذیر ہوں۔

(۸) بدعت کے کل کام مسدود کیے جاویں۔

(۹) ہندوستان بھر کے کل قیدی رہا کیے جائیں۔ اگر یہ سب شرطیں منظور ہوں تو ہم قلعہ سے نکل سکتے ہیں۔ بادشاہ کو اسی اثنا میں خواب نظر آیا کہ تیری مرضیں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کے سوا دور نہیں ہوسکتیں۔ اور تیری سلطنت کو سوا آپ کی توجہ کے قرار نہیں رہ سکتا۔ خواب کے بعد بادشاہ نے کل شرائط منظور کر کے اپنے مقربوں کی ایک خاص جماعت حضرت کو لینے کے لیے روانہ کی۔ جب سرکاری اہلکاروں نے قلعہ میں پہنچ کر تمام قیدیوں کو رہائی دی تو انھوں نے نہایت زاری سے عرض کی کہ ہم حضرت کا آستانہ چھوڑ کے کہاں جاسکتے ہیں۔ پس اُن کو بھی حضرت کے ہمراہ رہنے کی اجازت ہوگئی۔ اور اب تک اُن کی اولاد سرہند شریف میں موجود ہے۔ دیگر تمام ہند کے قیدی اُس دن چھوڑے گئے۔ حضرت قلعہ سے باہر تشریف لائے۔ اور براہِ سرہند ہمراہ لشکر سلطانی روانہ ہوئے۔ راستہ میں جو مقام آئے وہاں مسجدیں بنوانے کا حکم دیا۔ شرعی خدمات پر لائق دوستوں کو مقرر فرمایا۔ جب حضرت سرہند شریف پہنچے تو اہل شہر استقبال کو نکلے اور بہت خوشی اور مبارکبادی

حضرت چند یوم سرہند شریف رہ کر پھر کشمیر کو روانہ ہوئے۔ جب کشمیر پہنچے تو بادشاہ بستر بیماری پر تھا۔ وزیر اور ولی عہد شاہجہان کو استقبال کے لیے بھیجا۔ وہ حضرت کو باحترام تمام لشکر میں لائے۔ اور بادشاہ کے پاس لے گئے۔ بادشاہ نے حضرت کی خدمت میں علاج صحت کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا تیری شفا اجرائے قانون شرعیہ پر وابستہ ہے۔ بادشاہ نے کہا میں تو آپ کی سب شرطیں قبول کر چکا ہوں۔ یہ سن کر حضرت نے تجدید وضو کے لیے لوٹا طلب فرمایا۔ خدمتگار آپ کے لیے سونے کا چلمچی لوٹا لایا۔ آپ نے فرمایا سونے کے برتن استعمال کرنے حرام ہیں۔ بادشاہ کو شرعی احکام سے اسقدر بے خبری تھی کہ حلال حرام کی تمیز نہ تھی۔ پوچھنے لگا کہ حضرت حرام کس کو کہتے ہیں؟ نور جہان پردے کے پیچھے بیٹھی تھی اُس نے بلورین لوٹا چلمچی بھیجدی۔ آپ نے نماز پڑھ کر بادشاہ کے لیے دعا شفا کی اور فرمایا میں دعا کرتا ہوں تو رو۔ شاید اللہ تعالےٰ رحم فرما دیں۔ بادشاہ نے کہا مجھے رونا تو نہیں آتا میں اپنا سر عاجزی کے اظہار میں ننگا کر دیتا ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا اور گناہوں کی معافی کا خواستگار ہوا۔ اور تائب ہو کر مرید ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے معاف فرما کر اپنی غلامی سے سرفراز فرمایا۔ اسی وقت بادشاہ نے کل ممالک محروسہ میں تاکیدی احکام جاری کیے کہ ہر ایک گاؤں اور شہر میں مسجدیں اور مکتب جاری کیے جائیں۔ اور ہر شہر میں قاضی و محتسب شرعی مقرر ہوئے۔ اور حکم دیا کہ سر بازار گائے کا گوشت بکے۔ ہر قسم کی بدعتیں اُٹھا دی جاویں۔ اور کفار پر جزیہ مقرر کیا۔

بادشاہ نے اپنے آپ کو سجدہ کرانے کا دستور ترک کیا، توبہ اور استغفار کی۔ پھر ایک گائے منگا کر بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے ذبح کی اور امرا نے بھی دربار عام کے دروازہ پر گائیں ذبح کیں۔ اور دربار عام کے سامنے مسجد بنوائی اور اُس میں خود بادشاہ معہ اُمرا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے نماز پڑھنے لگے۔ مسلمانوں میں خوشی کے آثار ظاہر ہوئے۔ اسلام نے رونق پائی۔ اور شریعت غرّا کو رواج ہوا۔ سنت ہویدا از سر نو چمکی بدعت کی تاریکی نابود ہوئی

الغرض بادشاہ نے حضرت کی دعا سے شفا پائی تو حضرت کی جدائی گوارا نہ کی اور کمال زاری کی کہ حضرت آپ لشکر میں ہمراہ رہیں۔ کیونکہ بادشاہ کو از حد خوف تھا اور یقین ہو گیا تھا کہ اگر حضرت سے علیحدہ ہوا تو زندہ نہیں ہوں گا آپ کو بھی امر ربی ایسا ہی تھا اس لیے مجبور تھے۔ ہدایت کے لیے لشکر ہی میں اشد ضرورت تھی آپ بہر کیف لشکر شاہی میں اقامت پذیر ہوئے۔ بادشاہ سے جو گستاخیاں ہو چکی تھیں اُن پر اُسے بہت ندامت اور شرمساری تھی ہر روز حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر خیریت خاتمہ کی دعا چاہتا تھا۔ آپ بھی اُس کی اچھی دلجمعی فرماتے اور تسلی دیتے۔ وزیر اعظم آصف جاہ نے بادشاہ کو گمراہ کرنے کیلئے نور اللہ شستری سرآمد علماء روافض کو ایران سے بلوایا مگر وہ بادشاہ کے حکم سے قتل کیا گیا۔ اور دیگر نصاریٰ سے آپ کا مناظرہ ہوا جس سے اُن کے پادریوں کو شکست عظیم ہوئی۔ اُس کے بعد بادشاہ آپ کے ہمراہ بہت مدت تک ہم سفر رہا چنانچہ معہ لشکر سرہند شریف میں بھی چار ماہ

رہا اور گردو نواح ہر شہر و قصبہ میں مسجدیں تعمیر کرائیں۔ اس کے بعد دہلی بنارس اور اجمیر شریف پہنچ کر حضرت سلطانی لشکر سے علیحدہ ہو کر رخصت ہوئے۔ اُس وقت حضرت کا سن مبارک ۶۲ سال کا تھا۔ آپ نے لوگوں پر ظاہر فرمایا تھا کہ میری عمر حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق ۶۳ سال کی ہے۔ اجمیر شریف سے حضرت سرہند شریف تشریف لے گئے اور یہاں مکان میں گوشہ اختیار فرمایا اور سوا صاحبزادوں اور ایک دو خُدام کے کوئی ملنے نہیں پاتا تھا۔ اور آپ سوا جمعہ و جماعت کے باہر تشریف نہ لاتے تھے۔ ارشاد وغیرہ کا سلسلہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر دیا تھا۔ جو شخص بیعت ہونے آتا اُس کو اُنہیں کے پاس بھیجدیتے

بارھویں محرم کو حضرت نے مجمع اصحاب میں فرمایا کہ مجھ کو آگاہ کیا گیا ہے کہ چالیس پچاس دن کے درمیان میں اس جہان سے تم کو جانا ہوگا۔ اور قبر کی جگہ بھی دکھلائی ہے۔ چنانچہ اس کے بعد ۲۲ صفر کو آپ نے فرمایا کہ انہی ایام میں جو کمال نوع بشر کو سوا نبوت کے حاصل ہونے ممکن تھے وہ مجھ کو اللہ تعالےٰ نے بطفیل اپنے حبیب کے عطا فرمائے۔ اب حضرت پر مرض کا غلبہ شروع ہو گیا اور ضعف بڑھتا گیا۔

اس حالت ضعف و مرض میں نماز تہجد فرائض بجماعت ادعیہ ماثورہ ذکر و مراقبہ بدستور جاری رہا تھا کسی بات میں فرق نہ آیا۔ جب کبھی آفاقہ ہوتا وصایا تحریض متابعت و اجتناب از بدعت و دوام ذکر کے فرماتے۔ اور فرماتے سنت نبویؐ کو دانتوں سے پکڑنا چاہیئے۔ کتب فقہ سے طریق کامل متابعت حاصل کرنا چاہیئے۔

۲۷ صفر المظفر کی شب کو آپ نے خُدام کو فرمایا کہ تم نے بڑی تکلیف اُٹھائی خیر آج کی رات اور بس ثلث شب کو تہجد کے واسطے اُٹھے وضو کر کے نماز پڑھی اور فرمایا کہ یہ آخری تہجد ہے۔ صبح ہوئی تو اشراق کے بعد بول کے واسطے طشت منگوایا چونکہ اس میں ریت نہیں تھی فرمایا ریت ڈال لاؤ بلا ریت چھینٹیں اُڑنے کا اندیشہ ہے اور اسی طرح بلا پیشاب کیے آپ نے فرمایا کہ لٹا دو شاید حضرت کو معلوم ہو گیا تھا کہ اب وضو کی مہلت نہیں ہے۔ چنانچہ داہنا ہاتھ داہنے رخسار کے نیچے رکھ کر داہنی کروٹ آپ لیٹ گئے۔ اور ذکر میں مشغول ہو گئے۔ اتنے میں سوئے تنفس شروع ہو گیا۔ صاحبزادوں نے دریافت کیا کہ اب کیا حال ہے آپ نے فرمایا کہ جو دو رکعت پڑھی ہیں وہی کافی ہیں یہ کلام بھی مطابق کلام انبیاء علیہم السلام واقعہ ہوا۔ کہ اکثر آخری کلام انبیاء علیہم السلام کی زبان پر حرف نماز ہوتا تھا۔ اس کے بعد حضرت نے کوئی کلام نہ فرمایا اور اسم ذات میں مشغول ہوئے۔ اور بعد ایک لمحہ کے جان بجانان تسلیم کی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ کا انتقال بتاریخ ۲۸ صفر المظفر ۱۰۳۴ھ سنہ ہجری بمقام سرہند ہوا نماز جنازہ حضرت خواجہ محمد سعید حضرت کے فرزند ثانی نے پڑھائی۔ اور حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ حضرت کے فرزند اکبر کی قبر مبارک کے محاذ میں جنکا انتقال حضرت امامؒ کی حیات میں ہو چکا تھا۔ آپ کو دفن کیا۔ اس جگہ قبر بنانے کا آپ نے ایکمرتبہ اشارہ بھی فرمایا تھا سبحان اللہ

حالات حضرت خواجہ محمد معصوم ملقب بعروۃ الوثقےٰ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ و فرزند ثالث تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۰۷ھ ہجری میں بمقام بستی متصل سرہند شریف ہوئی۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ محمد معصوم کی ولادت مجھ پر نہایت مبارک ہوئی کہ اُن کی پیدائش کے تھوڑی ہی مدت کے بعد میں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مشرف ہوا۔ جب حضرت محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ سن تعلیم کو پہنچے آپ کو مکتب میں داخل کیا گیا۔ وہاں مدت قلیل میں آپ نے قرآن شریف حفظ کر کے دیگر علوم کے حاصل کرنے کو توجہ فرمائی۔ بچپن ہی سے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی نگاہ اُن پر تھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ بابا جلد تحصیل علم سے فارغ ہو کہ مجھ کو تم سے بڑے بڑے کام ہیں۔ اور فرمایا کہ علم مبدء حال ہے۔ اس کا پڑھنا نہایت ضروری ہے۔ اور اسی وجہ سے حضرت نے ان کو جمیع کتب معقول و منقول بکوشش تمام پڑھائیں۔ اکثر علوم حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد بزرگوار اور کچھ اپنے بڑے بھائی خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہما اور شیخ محمد طاہر لاہوری رہ سے کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے خلفاء اعظم سے تھے پڑھے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی علو استعداد باطنی کی نہایت تعریف فرمایا کرتے تھے۔ فرمایا محمد معصوم محبوب خدا ہے اور اسی وجہ سے اُن کو نہایت تعظیم اور وقعت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ گیارھویں سال حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد حضرت مجدد علیہ الرحمۃ سے اخذ طریقہ فرمایا۔ اور چودھویں سال حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے اپنا خواب بیان کیا کہ ایک نور میرے بدن سے نکلتا ہے کہ تمام عالم اُس سے منور ہے۔ اور ہر ذرہ ذرہ پر طاری ہے۔ اگر مثل آفتاب غروب ہو جائے تو تمام جہان میں اندھیرا ہو جائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ خواب سنکر فرمایا۔ کہ تو قطب وقت ہو گا۔ اور اس بشارت کو یاد رکھنا۔ الحق کہ وجود حضرت خواجہ محمد معصوم کا ایسا ہی ہوا۔ کہ جہان آپ کے انوار و برکات سے معمور ہو گیا۔ سولہ سال کی عمر میں آپ جمیع علوم معقول و منقول سے فارغ ہو کر ہمہ تن باطن متوجہ ہوئے۔ اور بعنایت الٰہی اپنے والد بزرگوار کے احوال و اسرار و خصوصیات سے بہرہ وافر حاصل کیا۔ اور جملہ کمالات و خصائص میں نصب کامل ملا تھا۔ اور منصب قیومیت بھی عطا ہوا۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ محمد معصوم زمرہ سابقین سے ہے کہ جس کی شان میں حق سبحانہ و تعالےٰ نے ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ فرمایا ہے غرضیکہ آپ الولد سر لأبيه کے صحیح صحیح مصداق تھے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے جب آخر عمر میں عزلت اختیار فرمائی تھی تو کار بار ارشاد و بیعت طالبان و امامت مسجد انہیں سپرد کر دی تھی۔ چنانچہ بعد وفات والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کی زینت بخش مسند ارشاد ہوئے۔ قریباً

نولاکھ آدمیوں نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ اور ان کے سات ہزار خلفاء صاحب ارشاد ہوئے۔ ایک ہفتہ میں آپ کی صحبت میں طالب کو فنا و بقا حاصل ہو جاتی تھی۔ اور ایک ماہ میں کمالات ولایت سے مشرف ہو جاتا تھا۔ اپنے مریدوں کو دور سے ہی فرما دیا کرتے تھے۔ کہ تیری ولایت محمدی ہے یا موسوی یا عیسوی ہے۔ شاہ اورنگ زیب بھی ان کے حلقہ میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ اور بلا لحاظ جہاں جگہ ملتی تھی بیٹھ جاتا تھا۔ حضرت کا رعب اسقدر غالب تھا کہ بادشاہ زبانی گفتگو نہ کر سکتا تھا۔ جو عرض معروض کرنی ہوتی تھی تو تحریری پیش کرتا تھا۔ جب حضرت حج مبارک کو جا رہے تھے تو راہ میں شاہزادہ اورنگ زیب ملا۔ اور حضرت کی خدمت میں بارہ ہزار روپیہ بطور نذرانہ پیش کیا اور نہایت اخلاص سے پیش آیا۔ حضرت نے اُسے بشارت سلطنت دی گوہر آرا ہمشیرہ اورنگ زیب کہا کرتی تھیں کہ میرے بھائی اورنگ زیب نے بارہ ہزار روپیہ کو سلطنت خریدی ہے۔ حج کے سفر میں حضرت نے عجیب عجیب واقعات دیکھے اور کمالات عظیم کو پہنچے۔ آپ صاحب تصنیف گذرے ہیں۔ کشف و کرامات آپ کی بہت مشہور ہیں۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کو مرض وجع مفاصل اکثر رہا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس کی اسقدر شدت ہوئی کہ کوئی دوا کارگر نہ ہوئی۔ تب آپ نے فرمایا کہ اب کوئی دوا فائدہ نہ دے گی۔ حکیم مطلق نے اُس سے اثر زائل کر دیا ہے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو الہام کیا ہے۔ کہ معاملہ ارشاد اب انتہا کو پہنچ گیا ہے۔ گویا آفرینش سے جو مقصود تھا وہ حاصل ہو گیا ہے۔ بعد ازاں حضرت نے اپنا تمام کتب خانہ صاحبزادوں پر تقسیم کر دیا دہم محرم ۱۰۷۹ھ میں جمیع اصحاب و مریدوں کو جمع کر کے وصیت کی کہ میں نے تم سے پہلے بھی کہا ہے اور اب بھی کہتا ہوں کہ قرآن و حدیث و اجماع امت و اقوال مجتہدین پر عمل کرنا۔ اور فقرا خلاف شرع سے پرہیز رکھنا۔ آخر ماہ صفر میں جب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک ہوا۔ پھر حضرت نے عین مجمع میں فرمایا کہ بے اختیار یہی دل چاہتا ہے کہ ماہ ربیع الاول میں مَیں بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اس کے بعد پھر حضرت پر مرض کا بدرجہ غایت غلبہ ہوا۔ انتقال سے دو تین روز پیشتر حضرت نے قرب و جوار کے بزرگوں کو ایک رقعہ جس میں استدعا سلامتی خاتمہ باین عبارت لکھا۔ فقیر محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ از دنیا میرود باید کہ بدعاء خیریت خاتمہ ممد و معاون باشند۔ سُبحَانَ اللہِ۔

وفات سے ایک روز قبل جمعہ کا دن تھا۔ حضرت نماز جمعہ کو مسجد میں تشریف لائے۔ بعد نماز فرمایا کہ امید نہیں کہ کل اس وقت تک میں دنیا میں رہوں۔ اور آپ نے سب کو پند و نصائح فرما کر خلوت میں تشریف لے گئے۔ صبح کو حضرت نے بکمال تعدیل ارکان نماز ادا کی بعد مراقبہ معمولہ کے اشراق پڑھی۔ بعد ازاں آپ پر سکرات موت شروع ہو گئے۔ اُس وقت آپ کی زبان جلد جلد چلتی تھی۔ صاحبزادوں نے کان لگا کر سنا تو معلوم ہوا کہ حضرت یٰسین

شریف پڑھتے تھے۔ غرضکہ دوپہر کے وقت شنبہ کے دن ۹ ربیع الاول سنہ ۹۰ ہجری کو جان بجاناں تسلیم کی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حالات حضرت شیخ عبدالاحد المشہور بشاہ گل تخلص وحدت قدس سرہٗ

حضرت خواجہ شیخ عبدالاحد قدس سرہٗ فرزند پنجم حضرت خازن شیخ محمد سعید فرزند ثانی حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت سنہ ۴۹ ہجری میں جیسا کہ لفظ شیخ عبدالاحد جیو سے ظاہر ہوتا ہے بمقام سرہند ہوئی۔ ایام طفلی ہی میں اُن کے والد انہیں سب فرزندوں میں سے عزیز سمجھتے تھے۔ اور ان کے رخساروں کی شگفتگی کی وجہ سے اِن کو گل کہا کرتے تھے چنانچہ اُس وقت اسی نام شاہ گل سے مشہور تھے۔

بچپن ہی میں قرآن وحدیث وفقہ میں دیگر علماء پر قدم راسخ تھا۔ تتبع آثار اجداد میں نہایت مستعد تھے قبل بلوغت ہی سے صلوٰۃ خمسہ ونوافل کی اس قدر کوشش تھی کہ معلوم نہیں کہ اِن کی کوئی نماز بھی قضا ہوئی ہو اور ہمیشہ اپنے والد بزرگوار کی صحبت لازم رکھتے اور اخذ فیوض میں سرگرم رہتے۔ پندرہ بیس سال کی عمر کے درمیان میں اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ حج کو گئے تھے۔ چنانچہ حالات سفر وکشوف حرمین شریفین میں ایک رسالہ زبان عربی میں ایسی فصاحت وبلاغت سے تحریر کیا تھا کہ دیکھنے والے حیران تھے۔ دوران سلوک ابتدائی میں اگرچہ اِن کا گذر مقامات وحدت وجود پر ہوا۔ مگر آداب شریعت وتقویٰ کی نہایت رعایت رکھی کہ کوئی لفظ زبان سے خلاف ادب نہ نکلا۔ اِن کے والد رحمۃ اللہ علیہ نے اِن کی استعداد دیکھ کر اپنے جمیع کمالات عالیات اجمالاً ان پر القا کردیے تھے۔ اور اجازت تعلیم طریقہ بھی دیدی تھی۔ لیکن سنہ ۷۰ ہجری میں جب حضرت خازن شیخ محمد سعید رحمۃ اللہ کا انتقال ہوگیا تو حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چچا بزرگوار حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر باشی اختیار کی۔ اور اس قدر آداب مریدانہ اور خدمت بجالائے کہ اُس سے زیادہ متصور نہیں اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اَعْمَامُکُمْ اٰبَاءُ کُمْ میں کوئی دقیقہ اُن کی تربیت کا اُٹھا نہیں رکھا تھا۔ چنانچہ شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چچا کی تمام مجالس اور صحبتوں کا مفصل حال ایک مکتوب میں کسی کو لکھا تھا۔ غرضکہ آپ جملہ خصوصیات آبائی واجدائی کی بشارت سے مشرف ہوئے۔ اور خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ اپنے تمام معاملات واسرار انہی سے ظاہر فرماتے کہ عبدالاحد تو تمام عقل ہے۔ اور کبھی فرماتے تو عقل مجسم ہے۔

ایک روز شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ نے نماز مغرب پڑھائی بعد نماز فرمایا کہ مجھ کو الہام ہوا ہے کہ جس نے میرے پیچھے نماز پڑھی وہ بخشا جائے گا۔ اور فرمایا جو کوئی اس حلقہ میں داخل ہے وہ مغفور ہے۔

آپ نے اٹھتر سال کی عمر میں بتاریخ ۲۷ ماہ ذوالحجہ یوم جمعہ سنہ ۱۱۲۶ ہجری کو بعارضہ حبس بول ودرد مثانہ

بمقام دہلی انتقال فرمایا اور سرہند شریف میں لاکر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد کے مشرق کی جانب دفن کیے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کے بعد حضرت خواجہ سعید رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مقرر ہوئے

خواجہ سعید رحمۃ اللہ علیہ

آپ کو نسبت حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ کتاب ہذا میں بعد ذکر حضرت خواجہ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر حضرت خواجہ سعید رحمۃ اللہ علیہ کا مطابق شجرہ خاندان درج ہونا چاہیے تھا۔ مگر ان کے حالات نہ ملنے کی وجہ مذکور نہیں کر سکا۔

حالات حضرت خواجہ محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ کابلی

حضرت خواجہ محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ کو نسبت سلوک اور فیض صحبت حضرت خواجہ سعید رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ آپ اُن کے خلفائے اکابر میں سے ہیں۔ آپ کا جائے ولادت اور تاریخ معلوم نہیں ہو سکی۔ آپ ملک افغانستان میں کابل کے قریب ایک گاؤں بامیان نامی میں تلقین اور تبلیغ میں مصروف رہے اور آپ کا مزار مبارک بھی اس جگہ ہے۔ کابل کی ولایت میں طریقہ نقشبندیہ مجددیہ پہنچانے والے آپ ہی ہیں۔ آپ کی کرامات اور خرق عادات باتیں اس ولایت میں بہت مشہور ہیں جو تواتر کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہیں

حالات حضرت شیخ محمد قدس سرہ العزیز

حضرت شیخ محمد قدس سرہ۔ آپ آسمانِ شریعت و طریقت اور حقیقت کے روشن ستارے تھے۔ آپ خواجہ محمد حنیف کابلی رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر اور مشہور خلفاء میں سے تھے آپ کی بھی کرامتیں بہت مشہور ہیں

حالات حضرت شیخ محمد زکی مطہری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ شیخ محمد زکی رحمۃ اللہ علیہ کو نسبت سلوک حضرت شیخ محمد قدس سرہٗ سے ہے۔ آپ وجود مطلق کے مشاہدہ کرنے والوں میں سے تھے۔ آپ طلبگاران حق و سلوک کے ہادی اور مرجع۔ مقربان بارگاہ الٰہی کے امام و پیشوا انتہائے کمالات کے مدارج فوراً طے کرانے والے صاحب تصرف تھے۔ سالکانِ سلوک کو منزل مقصود تک پہنچانے اور ناقصوں کو کامل بنانے میں بڑا پایہ رکھتے تھے۔ حضرت شاہ صاحب کلانوری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد مطابق آپ کی جائے سکونت ملک عرب کی ایک اقصیٰ نامی بستی تھی) ہے۔ آپ حضرت

علیؒ بن علم رحمۃ اللہ علیہ کی (جو کہ اُس علاقہ کے مشہور معروف شیخ المشائخ تھے) اولاد میں سے ہیں۔ آپکی صحبت بلحاظ فیوض و برکات اور تصفیہ قلوب کے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صحبت کے قائم مقام تھے۔ چنانچہ محض آپ کی برکت صحبت و خدمت سے بلا محنت و مجاہدہ۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں خوش قسمت دوری ونقص کی قعر و پستی سے نکل کر خوبی و کمال کی چوٹیوں پر پہنچ گئے۔ طریقہ مجددیہ کی نشر و اشاعت آپ ہی کی طفیل ملک عرب میں ہوئی۔ منجملہ آپ کے خلفائے راشدین میں سے اُس وقت کے قطب حضرت محمد زمان سندھی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جن کو باالہام الٰہی آپ نے عرب شریف سے سندھ میں تشریف لیجا کر دو ہفتہ کی قلیل مدت میں منازل سلوک طے کرا کے واپس عرب شریف میں رونق افروز ہوئے۔

حالات حضرت خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ محمد زمان قدس سرہ العزیز حضرت شیخ محمد زکی مطہری قدس سرہ العزیز کے خاصان خاص مریدوں اور خلیفوں میں سے ہیں۔ آپ ظاہری اور باطنی علوم کے خزینہ تھے۔ اور رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے جانشینوں میں سے ہیں۔ آپ کا مولد اور مسکن سندھ میں موضع توہاری شریف ہے۔ ابتدائے زمانہ میں آپ ظاہری علوم اور قرآن کریم اور حدیث مبارک و فقہ شریف اور ان کے خادم بھی علوم کے درس میں مشغول رہے۔ اور ہزارہا تلامذہ کامل عالم ہو کر درس میں سے فارغ ہو کر نکلے مگر درس تدریس کے شغل میں بھی آپ ہمیشہ پیر کامل کے متلاشی رہے۔ حتیٰ کہ آپ کے پیر حضرت شیخ محمد زکی مطہری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف سے آپ کی تربیت اور تکمیل کے لیئے ارشاد ہوا آپ عرب شریف سے سندھ میں آئے اور چودہ روز کی قلیل مدت میں درجہ قیومیت تک آپ کو بدر کمال بنا دیا۔ آپ کی کرامات لاتعداد ہیں۔ منجملہ ان کے حضرت شاہ صاحب کلاتوری ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ کے درس میں ہزارہا شاگرد انتہائی کتابوں کی تعلیم میں حاضر رہتے تھے۔ اور آپ سرسری طریقہ پر ان کو سبق پڑھاتے تھے۔ مگر آپکی صحبت کی برکت از بر یاد ہو جاتا تھا۔ ایک دن شاگردوں میں سے ایک شاگرد چند اعتراضات کم فہمی اور بیوقوفی کی وجہ سے بنا کر لایا اور سبق کے وقت پیش کیئے۔ آپ نے دریائے استغراق اور بیخودی سے ساحل شعور پر عبور کر کے ایسے شافی جواب عطا فرما کر اعتراضات کو حل فرمایا کہ وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ مگر اُس شاگرد کو بے ادبی کی وجہ یہ نقصان پہنچا کہ اُس کا دماغ علم اور فکر و عقل کے نقوش سے بالکل بے بہرہ ہو گیا۔ اور ایک حرف تک یاد نہ رہا۔ اور بالکل مسلوب العقل ہو گیا۔ بہت مدت ندامت اور خجالت میں غرق رہا۔ ایک روز آپ کو اس کے رونے پر رحم آگیا اور التفات کی نظر سے ایک لحظہ میں درجہ کمال پر پہنچا دیا جب آپکے پیر بزرگوار اجازت خلافت عطا فرما کر عرب کو

رخصت ہونے لگے تو آپ نے ازراہ ادب آپ کا جوتا مبارک اپنے کپڑے سے صاف کر کے آگے رکھا۔ آپ کیپیر نے فرمایا خدا کے لیئے یہ کیا حرکت آپ نے کی ہے جو کچھ آپ کو پہنچا مولا کریم کی عنایت اور حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد سے ملا ہے۔ حضرت خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک قصبہ توہاری شریف میں مرجع اور زیارت گاہ عوام وخاص ہے۔

حالات حضرت خواجہ حاجی احمد صاحب قدس سرہٗ

آپ اپنے زمانہ کے قطب الاقطاب غوث الابدال محبوبان خدا کے پیشوا اور سالکان طریقت کے سچے رہنما حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان تصوف عالیہ کے حقیقی خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کا مرتبہ نہایت بلند اور بزرگ ہے۔ آپ کی کرامتیں دیار و امصار میں مشہور و معروف ہیں۔ آپ کا مسکن شریف سندھ میں ایک گاؤں ہے جس کا نام بوسیدی میاں صاحب مشہور ہے۔ کچھ مدت آپ موضع دم میں تشریف فرما رہے ہیں اسی وجہ سے آپ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ دم والا کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ ابتدائے عمر میں آپ تحصیل علوم ظاہری میں مشغول رہے۔ اور اس میں کامل عالم ہو کر جب فارغ ہوئے تو آپ کو بہت سے درویشوں کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ اور علوم باطنی کے حصول کا شوق دل میں پیدا ہوا سب طرف سے منہ موڑ کر اُس زمانہ کے ایک کامل درویش کی خدمت میں بیعت اور استفادہ کے لیئے حاضر ہوئے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپکا فیض خاندان نقشبندیہ سے متعلق ہے اور توہاری شریف کی طرف اشارہ کیا آپ وہاں سے سفر کر کے توہاری شریف حضرت خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کمال محبت سے آپ کو اپنے پاس رکھا اور کئی سال کی صحبت میں کمال درجہ تصوف میں حاصل کیا اور بعد حصول اجازت اپنے وطن مالوف کو مراجعت فرمائی۔ ہزارہا مخلوق آپ کی فیض صحبت سے کاملین اولیاء اللہ کے درجہ تک پہنچی۔ آپ کا تصرف اس درجہ تک کمال تھا کہ اکثر طالب پہلی نظر ہی میں بیخود ہو جاتے تھے۔ وطن میں تشریف رکھتے تھوڑی مدت ہی ہوئی تھی کہ آپ کو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ کی زیارت اور حج بیت اللہ شریف کا شوق اسقدر غالب ہوا کہ آپ بغیر زادراہ کے حج اور زیارت کے ارادہ پر نکل کر روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک بزرگ کہ جن کا نام نامی حضرت شیخ محمد علی دستار تھا جو سلسلہ قادریہ میں اعاظم شیوخ اور اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے ملے۔ انکا شہرہ اور کثرت کرامات سُن کر زیارت کے لیئے اس طرف متوجہ ہوئے وہ بزرگ عرصہ بارہ سال حجرہ کا دروازہ بند کر کے بالکل مخلوق سے الگ خلوت میں بیٹھے تھے۔ اس مُدت میں نہ کسی کو ملتے تھے اور نہ دروازہ حجرے کا کھولتے تھے۔ جب حضرت خواجہ حاجی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کی زیارت کے لیئے اس طرف متوجہ ہوئے تو شیخ مذکور نے نور ولایت سے معلوم کر کے باہر نکل کر ایک میل کی مسافت پر جا کر آپ کا استقبال کیا اور اپنے ساتھ خانقاہ مبارک تک لائے

اور نہایت عزت اور اکرام سے خدمت میں مشغول رہے۔اس اثنار میں سینکڑوں مشاہدات و لایت طرفین نے ملاحظہ فرمائے۔ اور اخیر میں حجرہ والے بزرگ نے کمالات اور کرامات حضرت خواجہ حاجی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے متاثر ہو کر طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہونے کی التجا ظاہر فرمائی۔ حضرت حاجی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کمال مہربانی سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل فرما کر تھوڑے ہی عرصہ میں انتہائی مدارج طے کرائے اور اجازت عطا فرما کر سفر کے لئے تیاری فرمائی۔ رخصت کے وقت حضرت حاجی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حجرہ والے بزرگ کو خدا کے سپرد کر کے ھٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَکَ ارشاد فرمایا اور دوسری دفعہ ملاقات کا وعدہ یوم آخرت فرمایا چنانچہ سفر مدینہ منورہ سے مراجعت کے وقت جب آپ واپس تشریف لائے تو شیخ مذکور اس دار فانی سے ملک جاودانی کی طرف رحلت فرما چکے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

ذکر ہے کہ جب حضرت خواجہ حاجی احمد صاحب رحمۃ اللہ کی علوم ظاہری اور باطنی کے کمالات نے مثل آفتاب کے کائنات عالم کو منور کرنا شروع کیا اور آپ کے ارشادات عالیہ کا آوازہ دور و نزدیک مشہور ہوا تو ایک فاضل عالم نے جو اس ملک کے اکابرین علماء میں سے تھے آپ کے مقولات اور ارشادات پر اعتراض کرنے شروع کئے اور بحث و مناظرہ کے لئے پے در پے پیغام بھیجے۔ مگر آپ مطابق سنت بزرگان دین جدال و مناظرہ سے ہمیشہ اعراض فرماتے رہے حتےٰ کہ ایک دن وہی مولوی صاحب در دولت پر آئے اور درویشوں کی معرفت پیغام بھیجا کہ فلاں مولوی صاحب حاضر ہوئے ہیں۔ آپ بالائی منزل پر تشریف فرما تھے۔ اس وقت دریچہ سے دیکھ کر فرمایا کہ یہ وہی مولوی صاحب ہیں جو بحث و مناظرہ کے لئے پیغام بھیجتے تھے۔ یہ لفظ فرما کر اپنی نظر پوری جلالت اور توجہ سے اس مولوی کی جانب فرمائی۔ اچانک مولوی صاحب پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ بیخودی سے زمین پر لیٹنے لگے اور کپڑے پھاڑ کر اسی بیقراری کی حالت میں نعرے اللہ کے لگاتے ہوئے جنگل کی طرف نکل گئے اور بعد اس کے کسی کو معلوم نہ ہوا کہ کہاں رہے اور کس طرف چلے گئے۔ حضرت خواجہ حاجی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک علاقہ سندھ موضع بوبیدی میانصاحب میں مشہور و معروف ہے۔ آپ کی تاریخ وفات جو کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے درج ذیل ہے ؎

۱۲۲۳ ھ

چو در علم طریقت پیشوا بود | بجنت رفت ربِ غفره و ارحم
جنید وقت خود مخدوم مرحوم | شد تاریخ وصلش پیر اعظم

حالات حضرت شاہ حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ المعروف بھوپوالے

آپ صحیح النسب سادات حاجی الحرمین شریفین۔ اپنے زمانہ کے غوث الاغیاث۔ طریقت۔ شریعت اور حقیقت کے رموز کو کھولنے والے۔ قافلہ محبوبان کے سردار سالکین۔ افلاک اور زمینوں کے شیخ۔ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

صادق جانشین ہیں۔ آپ کی کرامات اور خوارق عادات اس قدر عام مشہور کہ ان کا احاطہ تحریر میں لانا محال ہے آپ کا مسکن و مولد مکان شریف المعروف بہ رتڑ چھتر ضلع گورداسپور ہے۔ آپ کا مزار مبارک موضع مکان شریف میں چند زینہ اُتر کر زمین کے نیچے ہے اسی واسطے حضور بھوریوالے حضرت کے نام مبارک سے مشہور ہیں۔

ابتدائے عمر میں آپ گھوڑوں کی تجارت کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ گھوڑے خریدنے کے لئے پشاور تشریف لے گئے۔ وہاں جاکر آپ کو تحصیل علوم کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ کچھ مدت وہاں رہ کر آپ ایسے کامل علوم وفنون میں ماہر ہوئے کہ طالب علمی کی حالت میں مشکل سے مشکل کتابوں پر حواشی تحریر فرمائے۔ علم اصول کی تحصیل میں مصروف تھے کہ عنایت ایزدی نے آپ کے قلب میں شوق حصول سلوک اور علم باطنی کا پیدا کر دیا اُس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ ایک دن آپ نے ایک رنگریز کو پشاور میں دیکھا کہ چند اشعار پڑھتا تھا اور نہایت سوز و گداز سے روتا تھا جب آپ نے اسے دیکھا تو آپ کی حالت متغیر ہو گئی۔ اور عشق الٰہی کے جذبہ نے دل کی لگام کو سخت مضبوطی سے پکڑ لیا اور بموجب کریمہ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً سلطان محبت حقیقی اور بادشاہ خلت تحقیقی نے دل کے تخت پر غلبہ پاکر تمام خواہشات نفسانی اور متاع حیات ظاہری کو برباد کر دیا۔ خداوند تعالیٰ کی طرف سے آپ کے دل میں یہ بات ثبت ہو گئی کہ یہ سوز و گداز سوائے محبت الٰہی اور خدا کی دوستی کے محال ہے اور اس کا حاصل ہونا سوائے پیر کامل کی .... صحبت کے ناممکن ہے اس لئے اسی روز آپ سے درس تدریس سب چھوٹ گیا۔ اور جس جگہ سے خوشبوئے محبت الٰہی سونگھتے فوراً اسی طرف روانہ ہو جاتے اس اثناء میں آپ پشاور کے گرد و نواح اور ولایت غزنی اور کابل میں جس جس جگہ بزرگان دین و اولیاء کاملین کو سنا حاضر ہوئے اور توبہ و انابت کا ارادہ کیا مگر ملہم غیبی نے ہر جگہ ان کو آواز دی اور ارشاد فرمایا کہ تمہاری نعمتوں کے حاصل ہونے کا یہ خزانہ نہیں ہے اور آگے چلو حتے کہ آپ ولایت سندھ میں حضرت قطب زمان حاجی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اُنکی پہلی ہی نظر میں آپ کمال منزل مقصود پر فائز المرام ہوئے۔

مترجم کاتب الحروف حضرت اعلیٰ سید امام علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت سید شاہ حسین صاحب مخدومی رحمۃ اللہ علیہ ابھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے تھے اور حضرت حاجی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے حلقہ مریدان میں بیٹھے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ ایک طالب بڑی بلند استعداد والا پنجاب کی طرف سے آنے والا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس کی بڑی عزت اور اس پر قادر قیوم کی بڑی عنایت ہے جب آپ خدمت والا میں حاضر ہوئے۔ تو حضرت حاجی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس طالب کا میں ذکر کیا کرتا تھا وہ یہی صاحبؒ ہیں۔ سبحان اللہ۔ جب آپ حاضر ہوئے تو پیر بزرگوار نے نہایت مہربانی اور کامل توجہ سے داخل طریقہ فرماکر نسبت خواجگان نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم القا فرمائی جس کی برکت سے آپ پر جذب اور

سکر غالب ہو گیا اور جذب کی حالت میں یہ غزل پڑھتے ہوئے مجذوبانہ حالت میں جنگل کی طرف نکل گئے۔

اشعار		
	ز جام احمدی گر باز یک جرعہ بکام افتد	ہمائے اوج لاہوتی ہمانساعت بدام افتد
	سکرم من مست مدہوشی ز جرعہ جام او یارب	اگہی جرعہ جام او دیارم در بکام افتد
	بیا اے ساقی وحدت بجائے سرفرازم کن	بہم وصل محبوبم ازین دار الفرام افتد
	عجب سرمست ای یاران شدم من ہوش در عشقش	بر آنکہ مست شد زین مجلس شرب مے مدام افتد
	از صفت ساغر مستش تو ہم کے رسد یارب	حدیث ذوق او از ما بگفتن کے تمام افتد
	بشرب مست وحدت و بیا شادی کن اے مستا	درین عشرت مرا یارب ہمیشہ صبح و شام افتد

پروردگار جل و علیٰ نے آپ کو جذب حقیقی عطا فرمایا جس سے سوائے محبت باری تعالیٰ کے کسی چیز کی خواہش باقی نہ رہی اور نہ ہی پھر پیدا ہونے کی استعداد وجود میں رہ گئی۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

جاننا چاہیے کہ جذب دو قسم ہے ایک جذب حقیقی جس کا ذکر اوپر ہوا ہے جو عنایت بے نہایت پروردگار سے حضرت سید شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہوا جس شخص کو ایسا جذب حاصل ہوتا ہے وہ خواہ پیر کی صحبت میں حاضر رہے یا کسی دوسری جگہ چلا جائے۔ اُس حالت میں فرق آنے کا اندیشہ نہیں ہوگا۔ اور ایسے سالک کے وجود سے ہر قسم کے خواہشات نفسانی مفقود ہو جاتی ہیں جن کا دوبارہ عود کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ دوسری قسم کا جذب عارضی ہوتا ہے جو کامل پیر کی صحبت اور توجہ سے سالک میں پیدا ہو جاتا ہے مگر جب تک پیر کی صحبت میں حاضر رہے یا صحبت کا اثر باقی رہے وہ حالت بھی جو ماسوا اللہ سے فراغت ہے باقی رہتی ہے۔ مگر صحبت کا اثر کم ہونے کے ساتھ ہی اُس حالت جذب میں فرق آجاتا ہے۔ اس جذب کی تکمیل کے لیے پیر کامل کی صحبت دائمی شرط ہے۔ تاکہ عود خواہش نفسانی کا اندیشہ نہ رہے۔ اور درجہ بڑا عظیم تر ہے جس کو پروردگار چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ الغرض جب آپ پر جذب اور سکر غالب ہوا تو آپ وجد کی حالت میں جنگل کو نکل گئے اور سمندر کے کنارے جنگلوں میں پھرتے رہے۔ جب حالت کا زیادہ غلبہ ہوتا تو آپ کپڑے پھاڑ دیتے اور زمین پر لیٹتے یہاں تک کہ سال کے بعد آپ کو ہوش آنا اور زیارت پیر بزرگوار نے کھینچ کر در آستان کی طرف متوجہ کیا۔ جب خانقاہ مبارک پیر کی طرف روانہ ہوئے تو آپ کے پیر بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ نے مریدوں کو فرمایا کہ شہباز توحید شاہ حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ آ رہے ہیں۔ ایک دو دن کے بعد آپ آجاتے اور جب آپ تشریف لاتے اپنے پیر کے گاؤں کو دیکھ کر وجد ہو جاتا اور جب آپ مجلس میں تشریف لاتے تو مریدوں کی حالت نہایت عجیب ہو جاتی اور عجیب عجیب عقدے حل ہوتے۔ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ۔ جب تیسری دفعہ آپ اپنے پیر خانہ سے جذب اور وجد کی حالت میں مستانہ وار نکلے تو قریباً تمام علاقہ سندھ میں ویرانوں اور آبادیوں میں آپ مستی کی حالت میں پھرتے رہے

اوراس اثنا میں آپ سے اسقدر کرامات اور مکشوفات ظہور میں آئے جو سندھ میں تواتر کی حد تک مشہور و معروف ہیں۔ اوران میں سے اگر عشر عشیر بھی تحریر میں لایا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جاتی ہے۔ اسی حالت میں آپ شکارپور پہنچے اور وہاں جاکر آپ کا سُکر کم ہوا۔ تو آپ نے اِس جگہ بے شمار غزلیں فارسی زبان میں توحید آمیز ارشاد فرمائیں۔ اور اپنا حال بذریعہ قال بیان فرمایا ان میں چند اشعار درج کیے جاتے ہیں۔

بہر سوئے کہ رو آرم جمال یارے بینم — بہر طرزے کہ اندیشم رخ دلدارے بینم
زعکس عارض شمعش چنان جلوہ نمایاں شد — ہزاراں نازنین گلرو پری رخسارے بینم
بچمنستان گل شہناز حسن گلعذار او — چہ سرو و لالہ و سنبل بنفشہ زارے بینم
چو ذوقِ او بدل افتد ہمہ عالم برقص آید — چہ مرغ و مور و ماہی را در و دیوارے بینم
چشیدم جرعۂ وحدت زنرگس چشم او جاناں — زساغر چشم مخمورش جہان خمارے بینم
ہزاراں ہا چو مجنون شد زعشق لیلی ابرویش — جہان شد مست و مدہوشی عجب اسرارے بینم
زبرقِ آتشِ عشقش درونِ جگر مشتاقان — شد صد شعلہ ہا بالا چون گلنارے بینم
زحسن قوس ابرویش ہلالِ عید تابان است — زدو ارزہ چشمش آہو ہا ہمہ سرشارے بینم
بذوقِ دل غزل گفتن بود کار تو اے سرمست — زبان دُرفشانِ تو چہ گوہر بارے بینم

اس دفعہ جب شکارپور سے پیر بزرگوار کے آستانۂ عالیہ پر تشریف لائے۔ تو آپ نے کمال مہربانی سے ارشاد فرمایا کہ آپ پر خداوند کریم کی کمال عنایت اور بے نہایت مہربانی ہے کہ اس ذات پاک نے آپ کو بحر استغراق سے نکال کر اوج کمال تک پہنچا دیا۔ آپ کو غزل و اشعار سے اجتناب کرنا چاہیے کہ مقصود تک پہنچنے میں حائل ہیں۔ اور کمال مہربانی سے گلے لگا کر خلعت خلافت عطا فرمائی۔ اور اپنے وطن پنجاب میں مراجعت کی اجازت دیدی۔ آپ جب اپنے وطن میں تشریف لائے تو تھوڑی ہی مدت میں بے شمار سالکان طریقت کا ہجوم آپ کی خدمت میں حاضر رہنے لگا۔ جس پر بھی آپ کی نگاہ جذب کی حالت میں پڑی تو وہ اسی رنگ میں رنگا گیا۔ جس وقت سے آپ اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ کو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا بیحد شوق تھا اور اکثر بار سمندر کے کنارے ہو کر واپس آتے رہے۔ آپ جو وطن میں اقامت اختیار کیے ہوئے تھوڑی مدت گذری تھی کہ پھر زیارت حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شوق غالب ہوا۔ اور بغیر کسی سامان کے روانہ ہوگئے اِس راستہ میں بے شمار مقامات سلوک طے ہوئے۔ اور مکہ مکرمہ میں طواف کی حالت میں آپ پر اسقدر وجد ہوتا کہ اکثر مطوفین پر رقت طاری ہو جاتی۔ اور بہت آدمی وجد سے مغلوب ہو کر لیٹتے اور کپڑے پھاڑ دیتے خصوصاً ایک شخص مسمی پیر سنگین جھک ہندوستانی کہ اُن دنوں مکہ معظمہ میں ملازم حرم شریف میں تھے اور حاجیوں کی حفاظت کی خدمت پر مامور تھے بہت

متاثر ہوئے اور کمال ذوق سے ہر وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہتے آپ جب فرائض اور ارکان حج مبارک سے فارغ ہوئے تو جوشوق آپ کو کشاں کشاں دیار محبوب میں لایا تھا (اُس طرف یعنے مدینہ منورہ کی طرف) روانہ ہوگئے جب مدینہ منورہ کی جانب شرفاً و تعظیماً نظر پڑی تو آپ پر اسقدر وجد غالب ہوا کہ قافلے والے اکثر مردان آپکے ساتھ وابستہ ہوگئے۔ اسی قافلہ میں مرزا صاحب موصوف سنگین بیگ بھی ساتھ تھے اِسی حالت میں آپکی خدمت میں عرض کی کہ حضور مجھے طریقہ عالیہ میں داخل فرمالیا جاوے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم دیار سندھ میں پیر بزرگوار کی خدمت عالیہ میں چلے جاؤ اور پورا پتہ وہاں کا تحریر فرمادیا۔ مرزا صاحب موصوف آپ کا تحریری ارشاد لیکر سندھ میں حاضر ہوئے اور پیر بزرگوار خواجہ حاجی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور صحبت عالیہ میں رہ کر تصوف میں درجۂ اکمل تک سرفراز ہوئے۔

حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ جب مدینہ منورہ میں روضہ مبارک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پہنچے تو پختہ ارادہ کرلیا کہ بقیہ تمام عمر روضہ مبارک پر حاضری میں گذرے گی جب کچھ مدت آپ پر گذری اور انواع اقسام فیضان محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیضیاب ہوئی تو ایک رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خواب میں تشریف لائے اور آپ نے فرمایا! اے شاہ حسین تم اپنے وطن پنجاب میں واپس جاؤ۔ کہ تم سے لاکھہا مخلوق فیضیاب ہوگی اور ہزارہا تشنگان آب معرفت آپسے سیراب ہونگے۔ آپ نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا ارادہ آپ کے دربار سے دور ہونے کو نہیں گوارا کرتا۔ میری جان اور دل کا آرام آپ کی حضوری ہے۔ آپ نے دوبارہ ارشاد فرمایا کہ اس میں کمال حکمت پوشیدہ ہے۔ باوجود ہزارہا مخلوق کے فیضیاب ہونے کے آپ کے عزیزوں میں سے ایک شخص آپ سے بہرہ یاب ہوکر باعث ہدایت عام مخلوق ہوگا۔ اور اولیاء اللہ میں سے اُس کا درجہ مثل سورج کے ستاروں پر فائق ہوگا۔

آپ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ میرے عزیزوں میں سے کوئی شخص اسوقت مسند خلافت پر موجود نہیں شائد کوئی شخص ہوگا۔ پیر حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کامل شخص کی ملاقات کو جی چاہے تو علاقہ کھڑی کھڑیالی موضع سموال علاقہ جہلم میں ہمارے مقربوں میں ایک شخص حافظ محمود صاحب ہیں وہاں ان کی خدمت میں حاضر ہوکر شرف ملاقات حاصل کرو۔ چنانچہ آپ مطابق ارشاد رسول پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ میں آئے اور وہاں خانہ کعبہ حجر اسود اور مقام ابراہیم صفا و مروہ وغیرہ سے بیشمار فوائد اور عجائبات سے دوبارہ مستفید ہوکر وطن شریف میں تشریف لائے۔ اور اپنے قبلہ کعبہ پیر بزرگوار کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر چند یوم کی ملازمت کے بعد رخصت ہوئے۔ اور مکان شریف اپنے وطن میں رونق افروز ہوئے بعد گذرنے چند یوم کے شوق ملاقات حافظ محمود علیہ الرحمۃ کا غالب ہوا۔ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے

مطابق دریائے جہلم کے کنارے علاقہ کھڑی کھڑیالی موضع سموال میں جاکر آپ کی زیارت سے آنکھوں کو نور اور دل کو سرور حاصل ہوا۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُس زمانہ میں اواخر سلوک تجلی صمدی سے مشرف تھے کہ اس حالت میں سالک کھانے پینے کی حاجت سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ اور ملکی یعنے فرشتوں کی خصلتوں سے بہرہ یاب ہوتا ہے۔ آپنے جب یہ حالت ملاحظہ فرمائی تو ارشاد فرمایا کہ آپ کو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو ترک نہ کرنا چاہیئے اور جبراً منہ کھولکر لقمہ منہ میں ڈالا اور اس طرح ہر روز ایک لقمہ بڑھاتے تھے کہ آپ کی کوشش ظاہری اور ہمت باطنی سے دوبارہ اُن میں خواہش طعام کی پیدا ہوئی اور اُس مقام سے ترقی فرما کر اعلےٰ علیین میں گامزن ہوئے۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ سالک کے لیئے اخیر مقام یہی ہے۔ اور کمل درجہ اہل ولایت کا یہاں ختم ہوتا ہے۔ ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ۔

خاکسار مترجم کو کہ نام اس عاجز کا احمد علی حکیم ہے اور شہر قصور میں پیشہ طبابت کا شغل رکھتا ہے۔ ابتداء حصول فیض کا منبع حضرت شاہ حسین صاحب بھوریوالے رحمۃ اللہ علیہ ہی کی مزار مبارک ہے اس لیئے اس کا ذکر بھی اسی مقام میں قدرے لکھنا لائق ہے۔ خاکسار کو شرف ملازمت اعلےٰ حضرت قبلہ وکعبہ دارین حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا شیر محمد صاحب نور اللہ قدرہٗ شرقپور شریف والوں سے ہے آپ وقتی حقیقی طور سے حضور نبی کریم محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیشہ تصوف کے شیر ہیں اور اسم بامسمی ہیں رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۱۹۰۱ عیسوی میں خاکسار بہمراہی حافظ عباس علی صاحب امام مسجد قصوری حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ کی خدمت میں صرف برائے زیارت حاضر ہوا۔ آپ قصور شریف میں حضرت میاں صاحب صوفی محمد ابراہیم صاحب (خداوند کریم ان کا فیض دیر تک جاری رکھے اور ان کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے آمین) کے مکان پر تشریف فرما تھے خاکسار کی ابھی نظر حضور کے چہرہ مبارک پر پڑی تو دل میں ایک عجیب قسم کی کیفیت اور رقت پیدا ہوگئی۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ جب تک خاکسار حضور کی مجلس شریف میں حاضر رہا یہی حالت رہی۔ آپ نے کمال محبت کے ساتھ حافظ صاحب سے بندہ کا نام پتہ اور پیشہ دریافت کیا۔ حافظ صاحب کے جواب پر حضور نے ارشاد فرمایا کہ خداوند کریم انکو ظاہر اور باطن کا حکیم بنا دیوے تو کیا تعجب ہے۔ جب مجلس سے رخصت ہوئے تو خاکسار نے حافظ صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ خاکسار کو سلسلہ میں داخل کرنے کے لیئے میاں صاحب قبلہ کی خدمت میں عرض کریں۔ دوسرے روز حافظ صاحب نے میری بابت عرض کی تو آپ نے کمال مہربانی سے اپنے پاس بٹھایا اور استغفار و درود شریف پڑھنے کے لیئے ارشاد فرمایا۔ خاکسار حسب الارشاد پڑھتا رہا۔ اور دن بدن سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے کی محبت جوش زن ہوتی گئی۔ اسبات کو ایک سال پورا گذر گیا خاکسار کئی دفعہ خدمت میں شرقپور شریف حاضر ہوا۔ آپ قصور میں بھی تشریف لاتے رہے مگر وعدہ فرماتے رہے کہ تم کو جو کچھ ارشاد کیا ہے پڑھتے رہو۔ ہر کام کے لیئے وقت مقرر ہوتا ہے۔

جب وقت آئے گا تو داخل کر لیا جاوے گا۔ اس سال بھر کی مدت میں میرے سامنے ہزارہا شائقین وطالبین حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے فوراً داخل طریقہ فرمالیا جس سے کمترین کے دل میں مختلف قسم کے خیالات پیدا ہوتے گئے۔ اور شوق باستعدر غالب ہو گیا کہ کسی کام میں دل نہ لگتا تھا یہانتک کہ رمضان مبارک کے بعد ماہ شوال میں جب خاکسار شرقپور شریف میں حاضر خدمت ہوا تو آپ نے فرمایا کہ مکان شریف عرس مبارک ہے وہاں ضرور چلنا ہوگا۔ چنانچہ خاکسار ۱۱ ماہ شوال کو قصور سے براستہ امرتسر ریل پر اور وہاں سے براستہ فتح گڑھ چوڑیاں مکان شریف پہنچا حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ خاکسار سے پہلے ہی وہاں پہنچ چکے تھے۔ ۱۲ تاریخ کو ظہر کی نماز کے بعد حضور نے خاکسار کو ساتھ لیا اور حضرت شاہ حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روضۂ مبارک پر جو زمین کے نیچے بھورہ شریف میں ہے زینہ کے ذریعہ نیچے اندر لے گئے۔ بھورہ شریف اُس وقت زائرین سے خالی تھا۔ آپ نے کواڑ بند کر کے کنڈا لگا دیا اور خاکسار کو حضور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرقد پاک پر سر کی طرف تبلیغ بٹھلایا آپ مزار مبارک کی دوسری جانب بیٹھ گئے۔ اور سبز رنگ کا کپڑا جو مزار مبارک پر پڑا ہوا تھا۔ اُس کا ایک سرا خاکسار کو دلہنے ہاتھ میں پکڑنے کا حکم دیا اور دوسرا حضور نے آپ پکڑ کر اس عاجز کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ یا حضرت میں اس شخص کو آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ اس کے بعد مجھے بالکل یاد نہیں کہ حضور نے کوئی اور لفظ فرمایا ہو یا نہیں۔ اس زور سے نعرہ اور چیخ بلفظ اللہ اکبر نکلا غالباً دور تک سنائی دیا ہوگا اور یہی کیفیت حضور پر وارد ہوئی۔ اس کے بعد اس خاکسار کے ظاہری حواس بیکار ہو گئے اور جو کیفیت اس وقت حاصل ہوئی نہ اُس کو زبان و قلم ادا کر سکتی ہے اور نہ ہی بیان کرنے کی اجازت ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

شام کی نماز کے وقت حضور نے اس عاجز کو بیخودی کی حالت سے ہوشیار کیا مگر اب یہ حالت تھی کہ چلتے پھرتے اُٹھتے جاگتے سوتے وہی کیفیت موجود تھی۔ جب تک مکان شریف میں حاضری رہی آنکھوں سے آنسو جاری اور جو باتیں لوگ کرتے تھے کوئی سمجھ میں نہ آتی تھیں اب وہ حالت مجاہدہ سے بنائے نہیں بنتی۔ خاکسار کو سمجھ آئی کہ سال بھر التوا کرنے کی یہی وجہ تھی فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ یہ معاملہ بھی چونکہ حضرت شاہ حسین صاحبؒ

کے مرقد پاک کے فیضان کا نتیجہ تھا اسلئے آپ ہی کے ذکر پاک میں تحریر کر دیا گیا۔ (بندہ) حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بزرگوں کے حالات جو خود فارسی زبان میں قلمی لکھوائے تھے وہ کتاب مکان شریف سے صاحبزادہ صاحب سے منگوائی گئی جس میں خواجہ محمد حنیف کابلی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات سے لیکر حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر مبارک تک میرے دوست حکیم احمد علی صاحب نے اُردو میں ترجمہ کیا جو درج کتاب ہذا کیا گیا ہے فقط۔

حالات ابوالبرکات حضرت خواجہ امام علی شاہ صاحب قدس سرہٗ

آپ وحدنیت کے روشن چراغ علم اور دانائی کے منور آفتاب قیومیت کے آسمان کے درخشاں ستارے انبیاءؑ اور مرسلینؑ کے حقیقی وارث حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے نائب حضرت امام علی شاہ صاحب ہیں آپکی کرامات مکان شریف کے گردنواح میں زبان زد خلائق ہیں۔ اُن کے لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ اور آپکا قلب خداوند کریم نے ایسا منور مصقل بنادیا تھا کہ محفل اور مجلس میں کسی کو طاقت نہ تھی کہ دل میں کوئی خیال تک لاوے اور اگر کسی کے دل میں کوئی خیال پیدا ہوتا تو فوراً آپ اشارۃً اُس کو مجلس میں ارشاد فرمادیتے اور صاحب خیال فوراً سمجھ لیتا۔ آپ خاندان شریف نقشبندیہ مجددیہ کے روشن چراغ ہیں۔ آپ کی طفیل پنجاب میں اس سلسلہ عالیہ نے فروغ پایا اور سلسلے کے موجودہ انوار جسقدر پنجاب میں روشن ہیں سب کا سلسلہ آپ کے ساتھ منسلک ہوتاہے آپ کی ولادت ۱۲۱۲ھ ہجری مقدس مکان شریف موضع رتڑ چھتر میں ہوئی۔

آپ کے والد ماجد میر سید حیدر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے طفولیت کے زمانہ میں ہی آپکے سر سے سایہ پدری اُٹھا کر رحلت فرما ہوگئے۔ آپنے اپنے والد ماجد کی سرکردگی میں بعض کتابیں فارسی مولانا فقیر اللہ دین کوٹی سے پڑھیں۔ اور چونکہ آپ کے اباواجداد فن طب کا شغل رکھتے تھے۔ آپ نے بھی کتب طب متداولہ حافظ محمد رضا صاحب و مولانا نور محمد صاحب چشتی سے مطالعہ فرمائیں۔ اور اپنے ہم سبقوں سے ہر حالت میں سبقت لے گئے۔ مگر درس و تدریس کے زمانہ میں بھی آپ کی طبع مبارک عشق کی طرف مائل تھی۔ اور اسی لئے فی البدیہہ اشعار جن میں سوز و گداز بھرا ہوا ہوتا آپ فرماتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک روز اعلےٰ حضرت شاہ حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے چہرہ مبارک کو بغور ملاحظہ فرمایا۔ اور آپ میں قابلیت اور انوار فیض رحمانی جُبّہ نورانی میں ملاحظہ فرماکر کمال مہربانی سے فرمایا برخوردار کونسی کتاب پڑھتے ہو۔ آپنے ابھی جواب نہیں دیا تھا۔ کہ اعلےٰ حضرت نے ارشاد فرمایا کتاب مثنوی شریف عمل اور اعتقاد کے لیئے نیز صفائی قلب و تقویت روح کے واسطے بہت مفید ہے۔ اعلےٰ حضرت کے ارشاد کے مطابق آپنے کتاب مذکور کا مطالعہ شروع کیا۔ دوسرے روز حضرت اعلےٰ نے بلوا کر مثنوی شریف کے تین شعروں کی تقریر فرمائی۔ حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اُس تقریر دلپذیر نے میرے دل پر ایسی گرفت کی کہ مجھے کامل یقین ہوگیا کہ مثنوی شریف کا پڑھنا آپ پر ہی ختم ہے۔ اُس روز سے میں نے مثنوی شریف کا سبق حضور سے پڑھنا شروع کردیا۔ آپ جس وقت تقریر فرماتے تمام مجلس اور حاضرین بیخود ہوجاتے ابھی چند ورق ہی پڑھے تھے کہ آپ حافظ محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے واسطے علاقہ جہلم کو تیار ہوگئے۔ میں نے آپکے ہمراہ چلنے کی عرض کی۔ آپنے نہایت مہربانی سے قبول فرمالیا۔ راستہ

میں نہایت عجیب و غریب باتیں مشاہدہ میں آئیں خصوصاً جب آپ حافظ صاحب کے پاس تشریف لے گئے اور فلک ولایت دو نو نیر اعظم ہوئے۔ تو اُس وقت بے شمار عجائبات اور مکشوفات کرامات مشاہدہ میں آئیں۔ جب عام لوگوں کو حافظ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے دیکھا تو میں نے رخصت کے وقت دعاے دریوزہ کے لیئے حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے فوراً ارشاد فرمایا کہ تجھ کو خداوند تعالیٰ جلشانہ اپنے پیر دستگیر اور ہادی و مرشد کی محبت کمال دل میں عطا فرماوے۔ اور اعلےٰ حضرت کی طرف اشارہ فرمایا۔ جس وقت حافظ صاحب نے یہ ارشاد فرمایا اعلےٰ حضرت کی محبت میرے دل میں اسقدر جاگزین ہو گئی کہ بغیر آپ کے دیکھنے کے ایک ساعت بھی آرام نہ ہوتا تھا۔ اور جب تک آپ کی زیارت سے محروم رہتا دنیا کی کوئی چیز ابھی معلوم نہ ہوتی تھی۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں سولہ سال کی عمر میں ایک دفعہ حضرت فرید الحق والدین رح کے آستانہ مبارک پر بہ ہمراہی خواجہ جان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ چشتی زیارت کے لیئے حاضر ہوا۔ تو ایک منجم نے میری طرف توجہ کرکے فرمایا کہ یہ لڑکا بڑے عظیم مرتبہ کا مالک ہوگا۔ اس کو اپنے خاندان کے ایک محسن بزرگ سے فائدہ عظیم پہنچے گا اُس وقت مجھے اپنے اقربا میں سے کسی بزرگ کی سمجھ نہ آئی مگر اب معلوم ہوا کہ اُس منجم کا قول قریب صواب تھا۔ اب میں نے بیعت کے لیئے عرض کیا تو اعلےٰ حضرت نے استخارہ کے لیئے ارشاد فرمایا کہ اب استخارہ کی حاجت نہیں اور بیعت میں داخل فرما کے درجہ اکمل تک پہنچایا۔

سید صدرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہ اعلےٰ حضرت کے مخلص اور سید امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بیعت کرنیکے بعد اعلےٰ حضرت نے جو شغل آپ کو فرمایا اُس پر تا آخر کار بند رہے۔ آپ کو خداوند کریم نے اسقدر علوم ترتیب عطا فرمایا تھا کہ اکثر طالبان پہلی ہی ملاقات میں اُس درجہ تک پہنچ جاتے کہ کئی سالوں کے مجاہدہ اور مشقت سے اس کا حصول مشکل تھا۔ آپ کی توجہ اکسیر احمر کا حکم رکھتی تھی جس پر نظر پڑتی مس خام سونا خالص بن جاتا تھا سبحان اللہ مگر باوجود اس عظیم مرتبہ کے آپ ہمیشہ مکان شریف سے دو میل جنوب کی طرف ایک پانی کا تالاب ہے۔ جو ڈھولی ڈھاب کے نام سے مشہور ہے عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر وہاں تشریف لے جاتے اور علیحدگی میں پانی کے کنارے مراقبہ کی حالت میں فجر تک بیٹھے رہتے۔ سُبحان اللہ وبحمدہٖ آپ نے اسقدر مجاہدہ کیا ہے کہ اُس کا تحریر میں لانا حد امکان سے خارج ہے۔ اور اس سرزمین میں آپ نے جہاں جہاں مجاہدہ کیا ہے انوار اور برکات ہویدا ہیں۔

(ذیل میں آپ کے چند ملفوظات اور ایک دو کرامتیں تحریر کی جاتی ہیں۔

آپ کا ارشاد مبارک ہے کہ مریدوں کے دل میں اپنے شیخ کا ادب اس درجہ تک چاہیئے کہ پیر کی مجلس

میں بغیر اجازت بات نہ کرے۔

پیر کی طرف بے باکانہ نظر سے نہ دیکھے۔ دنیا کی ہر چیز سے پیر کی محبت اس کے دل میں زیادہ ہو۔ کیوں کہ جس شخص کی زبان یا کسی اعضاء سے پیر کے ادب کے خلاف کوئی فعل یا کلام سرزد ہو یا مرید کے دل میں پیر کے اور آداب کے خلاف خیال بھی پیدا ہو تو وہ مرید منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ آپ فرماتے ہیں کہ تصوف کل کا کل ادب ہی ہے جس مرید کے دل میں پیر کامل کے خلاف خیال بھی پیدا ہو وہ گویا پیر سے دشمنی رکھتا ہے۔ اور دشمن کبھی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ چونکہ شیخ کامل مریدوں کے نہیں بلکہ تمام جہان کے اندیشوں کے واقف ہوتے ہیں۔ بقول مولانا

شیخ واقف گشت از اندیشہ اش		شیخ ہمچو شیر و دلہا بیشہ اش

اسلیئے بے ادب مرید دین و دنیا کی نعمتوں سے محروم ہوتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں مُرید کو چاہیئے کہ شیخ کی مجلس میں اگر کوئی تذکرہ یا کلام شروع ہو تو اُسے چاہیئے کہ شیخ کا کلام سُننے کے لیئے دل و جان سے کان لگا کر متوجہ اور حاضر رہے۔ اور جو کچھ شیخ ارشاد فرماوے اُس سے استفادہ حاصل کرے۔ شیخ کی مجلس میں کبھی بغیر امر کے سبقت کلام کی دلیری نہ کرے۔ کیونکہ بقول اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَانَ النَّبِیُّ فِیْ اُمَّتِہٖ۔ یعنے شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے جیسا نبی اپنی اُمت میں ہوتا ہے اور نبی کی نسبت باری تعالےٰ عزّ اسمہٗ فرماتے ہیں یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔ پس جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کیلیئے اطاعت اور ادب اور استماع سخن نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرض تھا ایسا ہی مریدوں کے لیئے اپنے شیخ کا مجلس میں ہر آداب کو نگاہ رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ پیر کے ارشادات کو سُننا ہزار ہا کتابوں کے پڑھنے اور علم و ہنر سے بہتر ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ اگر پیر کی مجلس میں کلام کرنے کی ضرورت ہو تو نہایت نرم اور مؤدب آواز اور طریقہ سے کرے۔ کیونکہ باری تعالےٰ جلشانہ فرماتے ہیں۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ اور نہ ہی کبھی اپنے پیر کا نام لے کر پکارے کیونکہ باری تعالےٰ جل جلالہ ارشاد فرماتے ہیں وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ پس جو ادب باری تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ارشاد فرمائے ہیں۔ وہی امور شیخ کے ساتھ نگاہ رکھے۔ چونکہ شیخ قائمقام اور نائب اور خلیفہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ جب بھی کبھی پیر کی خدمت میں کوئی عرض کرنے یا کسی دینی یا دنیوی حاجت کے بیان کرنے کی ضرورت ہو تو وقت کا خیال رکھے۔ اور جس وقت شیخ کو فارغ معلوم کرے اور اپنی طرف متوجہ پاوے عرض کرے۔ کیونکہ ایسے وقت میں عرض کرنے سے شیخ کی طبیعت زیادہ راغب ہوگی۔ اور حصول مطلب میں جلد

کامیابی نصیب ہوگی۔ اور عرض کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی جناب سے ادب اور قبولیت کے لیے دعا کرے اگر پیر سے کوئی بات یا کام ایسا صادر ہووے جس کی سمجھ نہ آوے تو اعتراض نہ کرے۔ کیونکہ شیخ کامل سے خدا و رسول کے حکم کے خلاف کوئی امر صادر ہونا ممکن نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام والا قصہ جو قرآن شریف میں مذکور ہے یاد کر لیوے۔

آپ فرماتے ہیں مرید کو چاہیے کہ کوئی کام دین یا دنیا کا شروع کرنے سے پہلے شیخ سے اجازت ضرور حاصل کرے۔ یہاں تک کہ کھانا پینا۔ سونا۔ جاگنا۔ کپڑے پہننا۔ چلنا۔ پھرنا پیر کے حکم کے مطابق ہو۔ نیز عبادات میں سے نفل نماز روزہ تلاوت قرآن مجید۔ پیر کے حکم کے مطابق عمل میں لاوے۔ یہاںتک کہ اگر شیخ کامل مرید کو حکم دیوے کہ ذکر و شغل اور مراقبہ کے سوا صرف نماز فرض پر اختصار کرے تو واجب سمجھے۔

آپ فرماتے ہیں کہ جس چیز کو شیخ مکروہ جانتا ہے اور ہر اُس چیز سے کہ پیر کو جس سے نفرت ہو اُس کا پرہیز کرے اگرچہ وہ اُس کو محبوب ہی ہو۔ چاہے اُس میں اپنا فائدہ دیکھے۔ نیز جن کاموں کو پیر کرتا ہے بغیر اجازت پیر کے مرید کو نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ مبتدی ہے اور شیخ منتہی ہے۔ مبتدی بمنزلہ بیمار کے ہے اور منتہی بمنزلہ تندرست کے ہوتا ہے۔ تندرست جو چیز کھا سکتا ہے لیکن بیمار کو اکثر اُن چیزوں سے پرہیز ہوتا ہے۔ پیر کی مجلس میں کبھی اوراد و وظائف و نوافل کے ساتھ مشغول نہ ہونا چاہئے۔ اور ہمہ تن پیر کے آداب اور نسبت کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔ کیونکہ بقول مولوی صاحب ؎

یک زمانہ صحبت با اولیاء　　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

آپ فرماتے ہیں کہ پیر کامل کی صحبت میں جب مرید متوجہ پیر کی طرف ہر شغل سے فارغ ہو کر بیٹھتا ہے تو جو فیض اور انوار خدا تعالیٰ کی طرف سے پیر پر نازل ہوتے ہیں مرید پر بھی وہی انوار چمکتے ہیں۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں۔ ما صب اللہ شیئاً فی صدری الا وصببتہ فی صدر ابی بکر۔

آپ فرماتے ہیں کہ مرید وہ ہے کہ جس میں اوصاف ذیل موجود ہوں۔ محبت اور شوق کی آگ اُسکی نفسانی خواہشات کو جلا دیوے۔ اور محبت کا درد اس کے دل کو بے قرار رکھے۔ جب صبح اُٹھے تو حسرت اور افسوس کی وجہ سے اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں۔ ہمیشہ عاجزی اور ناکامی اُس کا شعار اور عادت ہو۔ گذشتہ زمانہ کے اعمال سے ہمیشہ شرمندہ رہے اور آیندہ سے ہمیشہ ڈرتا رہے۔ نیک کاموں کے لیے تقسیم اوقات کا پابند رہے جو مصیبتیں اور تکالیف اور سختیاں پہنچیں صبر کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ اور اُسے خدا تعالیٰ کی طرف سے سمجھے اپنے قصور کا اقرار کرتا ہے اور کوئی سانس ذکر الٰہی کے بغیر نہ ضائع ہو۔ کیا خبر کہ وہی سانس آخری ہو۔ اور اِس فرقہ میں جو سانس غفلت سے گذرے اُس کو مردہ گنتے ہیں حاصل کلام مرید کے لیے پیر کی صحبت اور حضوری تریاق اکسیر ہے۔ ایک ساعت

شیخ کامل کی صحبت میں حاضر رہنا ہزار سال کی خلوت۔ اور عزلت سے بہتر ہے۔ کیونکہ مرید کو باری تعالےٰ جل جلالہٗ کی درگاہ سے براہِ راست اس لیے فیض حاصل نہیں ہوتا کہ مرید میں اربعہ عناصر اور شہوات نفسانی مانع ہوتے ہیں اور پیر ان منازل سے گذر کر وصل بحق ہوچکا ہوتا ہے اُس کے وسیلہ سے فیض یاب ہونا یقینی ہوتا ہے اس لیے کہ پیر کی ہر دو طرف نسبت ہوتی ہے۔ پس مرید کو چاہیے کہ اپنے پیر کے ارشاد کی تعمیل کو دین و دنیا کی بہتری کا سبب جانے اگر حضوری میں ہو تو نسبت سے فیض یاب ہونا غنیمت جانے اور اگر صحبت سے دور ہو تو ارشاد کی تعمیل میں کوشش کرے اور ذکر و مراقبہ کی حالت میں تصور کے طریقہ سے صحبت حاصل کرے اور سوتے جاگتے کھاتے پیتے چلتے پھرتے کہ کسی حالت میں بھی ذکر سے غفلت روا نہ رکھے۔

(آپ کے کلمات طیبات)

آپ فرماتے ہیں۔ توبہ ہر شخص پر واجب ہے بقول باری تعالےٰ عزوجل۔ تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ۔ دیگر فرمایا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا۔ اور فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وبقول حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ۔

آپ فرماتے ہیں کہ عوام کی توبہ ممنوعہ اشیاء سے باز رہنا اور گناہوں سے بچنا ہے اور خواص کی توبہ اپنی حالت کی نگاہداشت ہے۔ عام را توبہ بود از کار بد خواص را توبہ بود از دید خود

آپ فرماتے ہیں کہ توبہ اس طرح کرے کہ بعد توبہ کرنے کے گناہ کا خیال ہی اُس کے دل میں نہ آوے۔

آپ نے فرمایا۔ کہ توبہ کے بعد ایک صغیرہ گناہ کرنا توبہ کے پہلے ستر گناہوں سے بدتر ہے کیونکہ توبہ کے بعد گناہ کرنا ایک توبہ کا توڑنا اور معاہدہ کی شکستگی ہے اور نقض عہد موجب نزول بلا اور سبب مسخ ہونے کا ہے نقض توبہ سے بعض اوقات ایسی بلائیں اور آفتیں ظاہری اور باطنی نازل ہوتی ہیں۔ کہ معاذاللہ ان سے خلاصی ہی مشکل ہوجاتی ہے۔ جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی امتوں کے قصے مشہور ہیں۔ اور قرآن شریف میں بھی مذکور ہیں۔ مولانا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

نقض میثاق و شکست توبہا	موجب لعنت بود در انتہا	نقض توبہ عہد آن اصحاب ست	موجب مسخ آمد و اہلاک و مقت

مگر آپ فرماتے ہیں۔ کہ چونکہ اس امت میں جسم یا چہرے کا مسخ ہونا خداوند کریم نے روا نہیں کیا۔ لہذا توبہ کے توڑنے سے ان لوگوں کے دل مسخ ہوجاتے ہیں اور دیگر بار توبہ کی توفیق سے محروم ہوجاتے ہیں۔ معاذاللہ استغفراللہ

آپ فرماتے ہیں کہ مرید کو ہر حالت میں توکل رہنا چاہیے۔ کام کاج میں مشغول رہے بیکار نہ بیٹھے مگر رازق پروردگار کو سمجھے بلکہ خیال رہے کہ مولا کریم مقسوم رزق ہر حالت میں پہنچاتا ہے۔ روزی کے لیے فرمان الٰہی کو کبھی ہاتھ سے نہ دیوے کیونکہ مقسوم سے زیادہ ملنا محال بلکہ ناممکن ہے۔ اور نافرمانی کی وجہ سے خرابی دو جہان میں مبتلا

ہونا یقینی ہے۔ پس چاہئے کہ یقین کو چھوڑ کر موہوم کے لیے مصیبت میں مبتلا نہ ہوئے مولانا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

ہیں توکل کن بلرزاں پا و دست   رزق تو بر تو ز تو عاشق تر است   گر نہ اے صبر بدے رزق آمدے   خویش را چون عاشقان تو زدے

آپ فرماتے ہیں کہ سب عبادتوں کا مغز اور مقصود اللہ تعالےٰ کا ذکر ہے۔ پس مرید کو چاہیے کہ کسی حالت میں بھی ذکر سے غافل نہ رہے کیونکہ نماز عماد الدین اور مقصود اس سے بھی اللہ تعالےٰ کا ذکر ہے۔ جیسا کہ باری تعالےٰ عز اسمہٗ ارشاد فرماتے ہیں۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَ لَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ۔ دوسری جگہ فرمایا۔ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۔ اسی طرح قرآن شریف تلاوت اور حج سے بھی مقصود خدا کا ذکر ہی ہے۔ بلکہ اصل اسلام اور افضل ارکان لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اور یہ عین ذکر ہے۔ اور باقی جسقدر عبادات ہیں سب ذکر ہی کی تاکید کے لیے ہیں۔ اگر ذرا غور کریں تو فوراً یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے کیونکہ نماز بعض حالتوں میں جائز نہیں۔ حج خاص صورتوں میں فرض ہے مگر ذکر کی نسبت ارشاد ہوتا ہے۔ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ اور دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَۃً وَّ دُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ اور ذکر کے مقابلے میں فرمایا فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ اس سے بڑھ کر ذکر کی فضیلت اور کیا ہو سکتی ہے اور چونکہ ذکر کا تعلق دل سے ہوتا ہے اور ذاکر کا دل ذکر کی برکت اور نورانیت کی وجہ سے ماسوئی سے پاک ہو جاتا ہے جو عبادات کا اصل مقصود ہے اس لیئے سوائے فرائض کے مرید کو چاہیے باقی سب اوراد و اشغال پر ذکر کو ترجیح دیوے اور ہمیشہ ذکر میں مشغول رہے تاکہ باری تعالےٰ ذکر کی برکت سے دین و دنیا کے مقصود میں کامیاب کرے اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا ذِکْرَکَ دَائِمًا بِحَقِّ وَ بِجَاہِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اٰمِیْنَ۔ ذکر کی بے شمار فضیلتیں اور برکتیں حدیث شریف میں آئی ہیں۔ ذاکر ہر وقت آفت سے محفوظ ہے۔ ہر چیز مخلوقات میں سے اس کی تابع ہوتی ہے اور اس سے مرعوب اور بے شمار عجائبات الٰہی سے اس پر مکشوف ہوتے رہتے ہیں۔ حضرت امام ہمام ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ہر وقت ذکر میں مشغول رہتا تھا۔ اور ہفتہ میں ایک دفعہ تھوڑا سا بقدر سد رمق کھاتا تھا۔ میرے پاس کوئی شخص ہمیشہ آتا تھا اور آکر السلام علیکم کہتا مگر میرے دیکھنے میں نہ آتا میں صرف سلام کی آواز سن کر جواب دیدیتا ایک دن جب اس نے السلام علیکم کہا تو میں نے عرض کیا کہ اچھا ہو اگر تو اپنے آپ کو مجھ پر ظاہر کرے تاکہ مجھے معلوم ہو جاوے کہ تو کون ہے؟ اچانک ایک نہایت خوبصورت شخص ظاہر ہوا۔ میں نے پوچھا تو کون ہے اس نے کہا کہ میں مسلمان جن ہوں۔ جب کسی تم جیسے ذاکر آدمی کو دیکھتا ہوں۔ تو دوست رکھتا ہوں۔ اور زیارت و سلام کے لئے حاضر ہوتا ہوں۔ اسکے بعد وہ جن ہمیشہ میرے پاس آتا رہا۔ اور مجھکو چند کلمات بھی اسنے سکھائے۔ ایکدن میں نے اسکو کہا کہ چلو مسجد میں چلکر بیٹھیں اور چند باتیں کریں۔ چنانچہ مسجد کے آخری حصہ میں ہم دونو جا کر بیٹھ گئے تھوڑی دیر کے بعد اس نے مجھ سے کہا کہ لوگ مسجد میں موجود ہیں۔ ان کو کس طرح دیکھتا ہے۔ تو میں نے کہا کہ بعض بیدار ہیں اور بعض سوئے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد اس نے میری آنکھوں کو اپنے ہاتھ سے ملا۔ اور پھر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اسنے

کہا تو قرآن شریف میں نہیں پڑھا۔ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ۔ یہ شیطان ہیں کہ جتنا کوئی شخص ذکر سے غافل ہے اتنا ہی اس پر وہ مستولی ہے نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ آپ فرماتے ہیں کہ وہ جن ہمیشہ میرے پاس آتا رہا۔ یہانتک کہ میں نے ایک صدقہ کا لقمہ کھایا اس کے بعد وہ میرے پاس نہیں آیا۔

(ذکر کرامات خواجہ امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

اگرچہ آپ کا مقام اور مرتبہ اس سے بہت اعلےٰ ہے کہ آپ کے ذکر کو کرامات سے آراستہ کیا جاوے۔ کیونکہ حضور کی کرامتوں میں سے سب سے افضل اور اعلےٰ یہ بات تھی کہ جو شخص بھی آپ کو دیکھتا ہزار جان سے عاشق ہوجاتا کسی شخص کو طاقت نہ تھی کہ آپ کی طرف آنکھ اٹھاکر دیکھتا یا جواب دیتا ہزاروں مُردہ دل آپ کی ادنےٰ توجہ سے اعلےٰ منازل اور مقامات پر پہنچے اور بے شمار کفار نے آپ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہی زنار توڑ کر کلمہ شہادت پڑھا اور اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ مگر یہاں پر چند ایک کرامتیں بطور نمونہ لکھنی ضروری ہیں تاکہ آپ کا ذکر مبارک اس شعبہ سے معرّا نہ رہے۔

آپ کے مُریدوں میں سے حضرت میاں صاحب مظہر جمال ذکر کرتے ہیں۔ کہ ہم فوج میں ملازم تھے جس روز شیر سنگھ دربار اندری واقع لاہور متصل مزار حضرت شاہ بلال صاحب رحمۃ اللہ علیہ قتل ہوا ہم دو شخص فراش میں حاضر تھے۔ جب سانحہ ظہور میں آیا ہم ڈر کے مارے زینہ کے راستہ اوپر چڑھ گئے ناگاہ میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے پیچھے دو شخص ننگی تلواریں لیے ہوئے دوڑے آرہے ہیں اب بھاگنے کی کوئی جگہ نہ تھی دل میں ہلاکت کا یقینی خیال ہوگیا اسی حالت میں ذرا ذکر کی وجہ سے استغراق ہوا اور تلوار والا آدمی تلوار اٹھاکر مجھے قتل کرنا ہی چاہتا تھا کہ اچانک میں نے دیکھا۔ کہ حضور قبلہ تشریف لائے ہیں اور میرا ہاتھ پکڑ کر اٹھالیا ہے میں نے اپنے میں کوئی جنبش نہیں دیکھی مگر کیا دیکھتا ہوں کہ میں خواجہ سعید صاحب کے گنبد میں بیٹھا ہوں بس میں نے لاکھ شکر خدا کا کیا۔ اور دل میں یقین ہوگیا کہ یہ سب تصرفات حضور عالیہ سے ہے اسی دن سے ملازمت چھوڑ کر حضور کی خدمت میں عمر گذار دی اور جو کچھ یہاں سے حاصل ہوا وہ ذکر سے بالا ہے۔

ایک دفعہ ایک عورت اپنی ایک بیمار لڑکی کو حضور کی خدمت میں دعا کے لیے لیکر چلی۔ راستہ میں لڑکی فوت ہوگئی۔ اس عورت کی صرف یہی ایک لڑکی تھی اور کوئی اولاد نہ تھی۔ لڑکی کو لیکر اس ارادہ پر مکان شریف پہنچی کہ مکان شریف میں دفن کرے۔ جب حضور کی خدمت میں پہنچی اور عرض کرنے لگی تھی کہ اچانک لڑکی کو جو دیکھا تو وہ بالکل تندرست ہے اور سابقہ بیماری کا بالکل کوئی اثر نہیں رہا اور کھیلنے میں بھی مشغول ہوگئی۔ ہزارہا آدمیوں نے یہ کرامت آپکی دیکھی ایک شخص مسمی نارائن سنگھ جو چک رہانہ میں رہتا تھا۔ اُسے ستر سال کی عمر میں مرض فالج ہوگیا چونکہ دولت مند اور امیر کبیر آدمی تھا بے شمار علاج کیے مگر کسی علاج سے فائدہ نہ ہوا اور فائدہ ہونا ممکن بھی

نہ تھا کیونکہ اصول طب کے مطابق ساٹھ سال کے بعد اگر فالج ہو تو لا علاج ہے۔ مترجم)
حضور کی خدمت میں ارادت اور دعا کے لیے لایا گیا بمجرد زیارت کے اکسیر صفت فائدہ ظاہر ہوا کہ تمام اعضاء میں حس و حرکت جاری ہو گئی جو کئی سال سے چارپائی سے ہل نہ سکتا تھا۔ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سات روز مکان شریف حضور کی خدمت میں رہا اور بالکل تندرست ہو گیا۔ زنار توڑ کر اس نے کلمہ شہادت پڑھا اور حضور کی بیعت میں داخل ہو گیا اور کاملین میں سے ہو گیا یہی شخص ایک روز جاڑے کے موسم میں لوگوں نے دیکھا کہ شیرہ کاسنی میں سکنجبین ملا کر پی رہا ہے اس نے بیان کیا کہ جس روز سے حضور کی نظر کیمیا اثر بندہ پر پڑی ہے یہ حال ہے کہ بغیر سرد چیزوں کے استعمال سے آرام نہیں ہوتا۔ اور اپنے باطن کا حال جو اس نے بیان کیا اس کو قلم تحریر کرنے سے قاصر ہے۔ سُبحان اللّٰہ
حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب کلانوری فرماتے ہیں کہ ایک روز ایک ساربان حضور کے دولت خانہ پر حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضرت میرے اونٹوں کا بادشاہ اونٹ اچانک بیمار ہو گیا ہے اور سخت کانپتا ہے اصلاً چل نہیں سکتا۔ میں سخت غریب ہوں اور میری روزی کا آسرا اسی پر ہے۔ اس وقت آپ خاص حالت میں تھے اور اچھا وقت بنا ہوا تھا آپ نے فرمایا تیرا اونٹ تو بالکل تندرست ہے اس نے عرض کی کہ حضرت اگر اونٹ تندرست ہوتا۔ تو میں آپ کو ہرگز تکلیف نہ دیتا۔ آپ نے دوبارہ فرمایا کہ تیرا اونٹ بالکل تندرست ہے۔ تیسری دفعہ اس نے عرض کیا کہ اونٹ در دولت پر حاضر ہے تکلیف گوارہ فرما کر ملاحظہ فرمالیویں۔ سخت بیمار ہے۔ آپ نے دہلیز پر کھڑے ہو کر سامعین کو فرمایا کہ جا کر دیکھو اونٹ کو کوئی بیماری ہے؟ ان کے علاوہ ساربان نے بھی دیکھا کہ اونٹ بالکل تندرست ہے۔ اس نے اونٹ پر بوجھ لادا اور دعائیں دیتا ہوا خوش بخوش روانہ ہوا۔
مکان شریف میں بیشمار جذامی آتے اور حضور کے وضو کا پانی لیکر بدن پر ملتے اور بالکل تندرست ہو کر چلے جاتے جن میں دو تندرست آدمی آجتک مکان شریف میں موجود ہیں۔ جو باوجود بدنی صحت حاصل کرنے کے روحانی صحت سے بھی مالامال ہیں۔
ایک شخص کا صرف ایک ہی بیٹا تھا جس کی دونو آنکھیں چیچک کی وجہ سے نابینا ہو گئیں۔ حضور کی خدمت اقدس میں اس کے باپ نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا ایک ہی لڑکا ہے اور کاروبار دنیاوی اور ذریعہ معاش کا دار و مدار اسی سے وابستہ ہے وہ چیچک کی وجہ سے نابینا ہو گیا ہے مہربانی فرما کر دعا فرماویں۔ آپ نے اپنے دہن مبارک کا لعاب اس کی آنکھوں میں ڈالدیا اور حکم دیا کہ چند یوم رہ کر لعاب دہن آنکھوں میں ڈالیں چنانچہ دو تین بار ڈالنے سے وہ بالکل بینا ہو گیا۔
ایک زمیندار حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری بیوی درد زہ سے قریب المرگ ہے اور بچہ پیدا نہیں ہوتا آپ نے فرمایا تجھے مبارک ہو تیرے گھر میں لڑکا پیدا ہوا ہے جب وہ شخص گھر واپس گیا تو دیکھا کہ بیوی

تندرست اور خوش و خورم ہے اور گود میں لڑکا لے کر بیٹھی ہوئی ہے۔

قوم ہنود میں سے ایک شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے بدن پر سالہا سال سے اسقدر سوزش اور جلن تھی کہ ہر وقت مکھن اور کافور بدن پر ملتا رہتا تھا۔ اور اُسے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بدن پر گویا آگ رکھی ہوئی ہے وہ شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں حضور کا نام سن کر حاضر ہوا ہوں سخت لاچار ہوں آپ وضو فرما رہے تھے۔ وضو سے فارغ ہو کر پانی کا بھیگا ہوا ہاتھ اُس کے بدن پر مل دیا جس سے اُس کا مرض فوراً دور ہو گیا۔ اور پھر تمام عمر عود نہ کیا۔

ایک شخص مسمی میاں دل احمد ولد مولوی فضل احمد کا بیان ہے کہ میں فرقہ وہابیہ کی طرف میلان رکھتا تھا اور اپنے ہم عقیدہ بعض وہابیوں سے سُنا کرتا تھا کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکان شریف والے علم شریعت سے بے بہرہ ہیں۔ عام لوگ جو ان کی تعریف کرتے ہیں اور علماء زمانہ کلمۃ الحق کہنے سے چُپ ہیں۔ علمائے زمانہ ان سے دنیوی فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اس لیے اصل بات ظاہر کرنے سے باز رہتے ہیں مگر دوسری طرف لوگ آپ کی کرامات اور مناقب اسقدر بیان کرتے ہیں جن سے انکار کی گنجائش نہ تھی۔ میں اس خیال سے مکان شریف روانہ ہوا کہ اپنی آنکھ سے چل کر دیکھوں اور کانوں سے سنوں کہ اصل بات کیا ہے۔ میں مکان شریف آپکی خدمت میں حاضر ہوا اور چند روز صحبت عالیہ میں ملازم رہا۔ اس اثناء میں اسقدر کرامات حضور کی دیکھنے میں آئیں اور طریق زندگی آپ کی اُسی طرح مطابق شریعت مطاہرہ کے پائی۔ یعنی کہ تمام زمانہ میں سوائے آپ کی ذات والا صفات کے محال تھی۔ علوم شریعہ میں آپ کو میں نے وحید عصر پایا۔ انکساری اور تواضع آپ کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی مجھے یقین ہو گیا کہ وہابی لوگ ہمیشہ اولیاء اللہ کے خلاف کہتے ہیں۔ کیونکہ آپ میں وہ سب صفتیں جو علماء حقانی اور اولیاء ربانی میں ہونی چاہئیں میں نے سب دیکھیں۔ اُس وقت میں نے انکار اولیاء اللہ اور وہابیت سے فوراً توبہ کی اور بیعت کے لیے التجا کی۔ آپ نے کمال عنایت سے قبول فرمایا۔

ایک دفعہ میں اپنے گھر میں سخت بیمار ہوا۔ میرے اقرباء اور میں زندگی سے مایوس ہو گئے اور سخت ضعف مجھ پر طاری ہوا۔ اس حالت میں حضور کی طرف میں نے خیال کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور تشریف لے آئے ہیں آپ کا چہرہ مبارک اسقدر روشن تھا کہ تمام گھر منور ہو گیا۔ بمجرد زیارت فیض بشارت سے مجھے ایسی کیفیت حاصل ہوئی۔ اور وجد ہوا کہ میں اپنے آپ سے گم ہو گیا۔ جب اس بیخودی سے مجھے ہوش آیا تو میں نے ارادہ کیا کہ اُٹھ کر حضور کی قدمبوسی کروں۔ آپ نے فرمایا کہ ابھی لیٹا رہ اور خاطر جمع رکھو کہ تیرا مرض خداتعالیٰ نے دور کر دیا۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میں نے اپنے بدن میں طاقت پائی اور مرض بھی اسی روز دور ہو گیا۔ آپ کی کرامتیں جو اس فارسی کتاب میں درج ہیں وہ اسقدر ہیں کہ اگر سب تحریر میں لائی جائیں تو ایک علیحدہ کتاب بن جاتی ہے

لہذا ان دو چار ہی کرامتوں پر تبرکاً اختصار کیا جاتا ہے۔

آپ کے خلفاء نامدار بھی آپ کے بعد آپ کے پیچھے جانشین گذرے ہیں۔ اس لئے تبرکاً ان کے اسمائے مبارک تحریر کئے جاتے ہیں۔ آپ کے خلیفہ اعظم اور اعلےٰ خاندان نقشبندیہ مجددیہ کے روشن چاند میر صادق علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جو حضور کے فرزند رشید ہیں آپ کی کرامتیں اور مناقب بھی بے شمار ہیں۔ آپ کا روضہ مبارک مکان شریف میں حضور کے مرقد پاک کے پہلو میں ہے۔

دوسرے فرزند دلبند میر لطف اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے زمانہ بر قطب گذرے ہیں۔

تیسرے خلیفہ حضور کے حضرت شاہ صاحب اللہ رحمۃ اللہ علیہ بہادر شاہ طیب اللہ شہید ور رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ کو بعد اجازت حضور نے موضع بدوملہی ضلع سیالکوٹ میں تلقین کے لئے رخصت فرمایا۔

چوتھے خلیفہ آپ کے میاں خدا بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ پانچویں خلیفہ مرزا سنگین بیگ صاحب رحمۃ اللہ علیہ چھٹے مولانا محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ۔ ساتویں محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ۔ آٹھویں میاں صاحب عطا محمد رحمۃ اللہ علیہ۔ نویں مولانا نور احمد رحمۃ اللہ علیہ۔ دسویں مولانا شیر محمد خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کابلی۔ گیارھویں مولانا محمد شریف بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ۔ بارھویں مولانا مولوی فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ تیرھویں مولانا مولوی رسول بابا رحمۃ اللہ علیہ۔ چودھویں سید انور شاہ صاحب کشمیری اور پندرھویں میاں شاہ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ سولھویں منشی احمد جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک صاحب کرامت اور مناقب جلیلہ ہوئے ہیں۔ جن کا ذکر طویل ہے لہذا یہیں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

حالات حضرت خواجہ امیرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ امیرالدین قدس سرہٗ اس سلسلہ عالیہ کے بزرگ قصبہ دھرم کوٹ کے رہنے والے ہیں جو مکان شریف سے ایک میل کے فاصلے پر واقعہ ہے۔ آپ قوم افغان ککے زئی ہیں۔ آپ اوائل عمر میں ہی خواجہ امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت سے مشرف ہوئے تھے۔ آپ کو حضرت خواجہ صاحب سے کمال محبت تھی اور اُنکے لاڈلے تھے۔ اور آپ پر حضرت خواجہ امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی مہربان تھے۔ آپ کو ایک روز حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم ملازمت کرو اور آپ نے سفارش بھی کی۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مدد سے آپ تھانیدار ہو گئے۔ اور لاہور سے جو سڑک ملتان کو جاتی ہے۔ رستہ میں جس جگہ اب چھانگا مانگا جنگل ہے اسکے قریب اب ایک گاؤں حلہ آباد ہے وہاں ایک چوکی پولیس کی تھی۔ اس چوکی پر آپ افسر تھے۔ یہاں ایک ٹیلہ تھا جس پر آپ نے ایک مسجد تعمیر کرائی اور دعا کی کہ خدایا یہ جگہ آباد کر جس جگہ کہ اب قصبہ حلہ آباد ہے اس جگہ نہر کا ہیڈ ہے۔ یہ واقعہ آپ نے مولوی یار محمد صاحب

ٹھا کو فرمایا تھا کہ ہم نے ہی موضع ٹلہ کی بنیاد رکھی تھی۔ تین برس تک آپ نے ملازمت کی اس کے بعد آپ نے استعفیٰ دیدیا اور مکان شریف حضرت خواجہ امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پھر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دریا پر وظیفہ پڑھنے کا حکم دیا اور آپ کے ہمراہ دو آدمی زبردست برائے نگہداشت بھیجدیئے کہ بادا آپ وجد میں آکر دریا میں گریں۔ دریا پر آپ کو خضر علیہ السلام کی زیارت ہوئی اور بہت برکات اور فیوضات اس عرصہ میں آپ کو حاصل ہوئیں جب انگریزوں کی بادشاہی ہوئی۔ انہوں نے آپ کو نو سو گھماؤں زمین بطور ہبہ کے نذر کی جس جگہ کہ اب کوٹلہ شریف آباد ہے۔ حضرت خواجہ امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ درویشوں کو اس زمین پر بھیجتے مگر وہ دیہاتی لوگ انہیں قبضہ نہ کرنے دیتے تھے۔ آخر حضرت خواجہ امیر الدین علیہ الرحمۃ کو بھیجا گیا۔ آپ بفضل خدا بہت جوان تھے۔ آپ نے ہمت سے اس زمین پر آکر قبضہ جمالیا۔ وہ دیہاتی لوگ بہت مخالفت کرنے لگے لیکن آپ نے اپنی ظاہری اور باطنی طاقت سے ان پر تسلط جمالیا۔ ایک دیہاتی نے مخالفت سے بہت تکلیف پہنچائی آخر اس نے اپنے کیے کی سزا پائی سخت بیمار ہوا اس کے جسم میں کیڑے پڑ گئے آپ کو بذریعہ کشف اللہ تعالیٰ نے جتلا دیا کہ شرقپور میں ایک شیر مرد پیدا ہوگا۔ اس واسطے آپ شرقپور شریف میں سال بسال تشریف لایا کرتے۔ چار یا پانچ سال کے بعد دریا راوی طغیانی پر آیا۔ اندیشہ ہوا کہ شرقپور کو دریا گھیر لے۔ لوگوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ دعا فرمادیں۔ آپ نے اپنا رومال ان لوگوں کو دیا۔ اور فرمایا میرا رومال دریا کو دکھاؤ اور میری جانب سے السلام علیکم کہو۔ صبح جب آکر دیکھا تو دریا دو میل کے فاصلے پرے کو ہٹ گیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ خداوند کریم مجھے سوال کریگا تم دنیا سے کیا لائے ہو۔ تو عرض کروں گا کہ میں دنیا سے شیر محمدؐ کو لایا ہوں اور آپ کی عادت شریف تھی کہ جب کسی کو رخصت فرماتے۔ تو اس کے دونو ہاتھ پکڑ کر فرماتے۔ جان مال خدا کے حوالے۔ اس وقت ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ آپ تین دفعہ قصور تشریف لائے ہیں۔ بندہ نے ایک تسبیح جو حضرت حافظ غلام مرتضےٰ جد امجد حضرت خواجہ غلام محی الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ ان کے ہاتھ کی تسبیح تھی۔ آپ کی خدمت میں نذر کی۔ آپ نے قبول فرمالی۔ اور اس تسبیح پر فخر فرماتے کہ یہ تسبیح حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کی ہے۔ اس تسبیح کے بہت موٹے موٹے دانے تھے۔ اکثر ہاتھ میں آپ اُسے رکھتے اور بازار میں بھی برہنہ رکھتے

ایک دفعہ آپ قصور میں تشریف لائے آپ کے ہمراہ ایک مجذوب تھا۔ آپ نے اثنائے گفتگو میں فرمایا۔ خدا کا کوئی شریک نہیں ہے تو وہ مجذوب بولا "اتے اوہ" آپ نے فرمایا ! چپ رہ گئے۔ بندہ کو اس وقت ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ اس مجذوب کے اس کلمے سے معیت ذاتی کا انکشاف ہوا۔

ایک دفعہ آپ کے ہمراہ مکان شریف حاضر ہوئے۔ حضرت صادق علی صاحب الرحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم خلفاء لوگ اگر دن کے دن آؤ تو باقی لوگوں کا کیا حال۔ آپ نے اسی وقت کمر باندھی تمام عرس کا انتظام اپنے ذمہ

لے لیا۔ دو دن اور دو رات چارپائی پر نہیں لیٹے۔ تیسرے روز مولوی یار محمد صاحب مرحوم سے فرمایا۔ کہ پیروں کی خدمت یوں کی جاتی ہے۔ آپ کے حالات بہت ہیں۔ اگر تحریر کیئے جائیں۔ تو ایک دوسری کتاب بن جائے۔ منجملہ ان کے ایک اور لکھ دیتا ہوں۔ ایک شخص میاں محمد الدین نامی شخص آپ کے پاس معاملہ کا روپیہ لینے کے لیئے حاضر ہوا آپ نے اُس کو روپیہ دیکر جبراً اُسے بیعت کر لیا۔ چند روز کے بعد وہ نوکری چھوڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ اس شخص کا حال اُس زمانہ میں یہ تھا کہ چکی خود پیستا اور روٹی پکاتا۔ آپ کی ڈاچی کے آگے آگے دوڑتا پاؤں میں آکر کانٹا لگ جاتا۔ اُس پر سُکر کا ایک ایسا عالم طاری ہوگیا تھا۔ کہ سوا حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کے کوئی کام نہ سوجھتا۔ مگر افسوس حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ سے کچھ اُسے بدظنی ہوگئی تھی اِس سبب سے گر گیا۔ اُس کا حال ہم نے کتاب میں آگے درج کیا ہے۔ حضرت خواجہ امیر الدین علیہ الرحمۃ بڑے قد و قامت کے مرد تھے۔ خضر صورت تھے۔ باوجود ضعیف عمر ہونے کے دو دو گھنٹے دو زانو بیٹھ کر درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ جب آپ کا سن مبارک ایک سو ساڑھے بتیس ۱۳۲ کا ہوا۔ آپ کو ایک سیبی فالج گرا۔ اڑھائی سال بیمار رہے۔ ایک روز بندہ کو فرمایا۔ یہ جو ماں باپ دعا دیتے ہیں کہ تم عمر کے بڑے ہو۔ یہ دعا نہیں بلکہ بددعا ہے۔ جب آپ کا سن مبارک ایک سو پچیس سال کا ہوا تو آپ واصل بحق ہوئے۔ اور اِس جہان فانی سے داغ مفارقت دیکر تشریف لے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ایم امام الدین چوہنیال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ۲

شجرہ نسبی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ (شرقپوری)

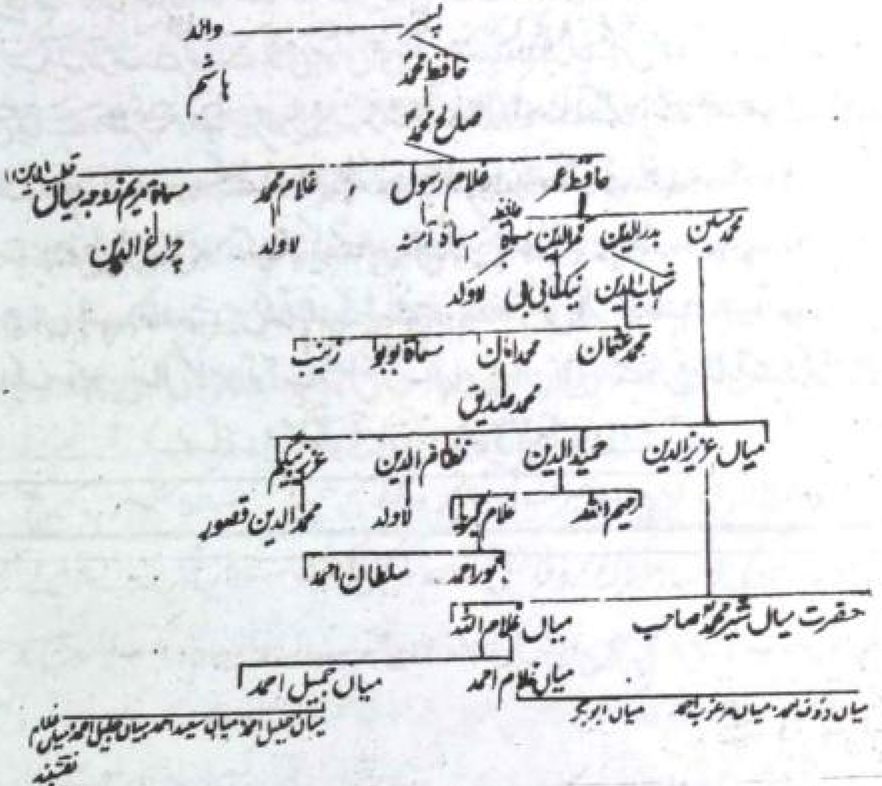

حالات نسبی حضرت میاں صاحب علیہ رحمۃ

بزبانی مساۃ نیک بی بی زوجہ میاں شہاب الدین صاحب۔ دیپالپور سے ہمارے بزرگوں میں تین صاحب قصور آئے تھے جن میں سے ایک شادی شدہ تھے اور دو کی ابھی شادی نہیں ہوئی تھی۔ قصور میں کوٹ نواں قلعہ کے دروازے کے اوپر ایک منزل تھی۔ جہاں آ کر انہوں نے قیام کیا۔ عالم لوگ تھے۔ قرآن مجید قلمی لکھا کرتے تھے۔ اور غالباً یہی ذریعہ معاش تھا۔ اُن میں سے کسی کا نام نہیں معلوم ہو سکا

اور نہ ہی ان کی ذات پر کوئی روشنی ڈالی جاسکتی ہے۔ غالباً قحط کی وجہ سے دیپال پور چھوڑ کر یہاں آئے تھے۔ اُن میں سے شادی شدہ تو واپس چلے گئے تھے۔ دوسرے دونوں میں سے ایک تو پکہ قلعہ قصور میں جا بسے اور دوسرے کوٹ پیراں قصور میں مقیم ہوگئے۔ کوٹ پیراں والوں کے متعلق کوئی علم نہیں۔ کہ اُن کے جانشین کوئی رہے یا نہیں۔ کوٹ پکہ قلعہ والے صاحب کی اولاد میں سے تیسری پشت میں ایک صاحب مسمی صالح محمد تھے۔

حالات حضرت صالح محمد صاحب علیہ رحمۃ

حضرت صالح محمد علیہ رحمۃ قرآن مجید کی کتابت کیا کرتے تھے۔ حضرت میاں صاحب علیہ رحمۃ فرمایا کرتے کہ ہمارے بزرگوں سے کوئی پوچھتا کہ تمہاری ذات کیا ہے تو آپ فرماتے ما خوشنویسیم

میاں نور الحسن صاحب قصوری کا بیان ہے کہ اپنے والد صاحب سے سنا تھا کہ میرے والد صاحب نے روایت کی اپنے جد امجد میاں امام الدین صاحب سے کہ حضرت میاں صالح محمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اُس وقت کے نواب نے آدمی کے ذریعہ کہلا بھیجا۔ کہ ہم نے ایک گائے پالی ہوئی ہے۔ اب اس سے ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔ گائے نہ تو اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے اور نہ ہی ہمیں دوہنے دیتی ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا گائے کو جا کر کہ دو۔ کہ تم کو انہوں نے پالا اور تیری خدمت بھی کی ہے تو اُن کو دودھ دوہنے دے فرمان پہنچتے ہی وہ گائے دودھ دینے لگی اور مطیع ہوگئی۔

حالات حافظ محمد عمر صاحب علیہ رحمۃ

حافظ محمد عمر صاحب آپ کے جد بزرگوار ہیں۔ آپ علاوہ خوشنویسی کے حکمت کے بہت ماہر تھے اور نہایت ہی نیک بخت اور صالح آدمی تھے۔

حالات مولوی غلام رسول صاحب علیہ رحمۃ

مولوی غلام رسول صاحب ایک بہت بڑے بزرگ قصور میں آپ کا مکان کوٹ حاجی رانجھے خاں متصل مسجد حاجی رانجھے خاں صاحب تھا۔ اس مکان کی بندہ نے بھی زیارت کی ہے۔ اس مکان میں ایک تہ خانہ تھا جس میں آپ نے چلہ کشی اور مجاہدہ فرمایا تھا۔ آپ بسبب قحط سالی کے حجرہ شاہ مقیم تشریف لے گئے وہاں آپ کو بہت قبولیت حاصل نصیب ہوئی۔ جب ویدیووں نے حجرہ پر حملہ کیا اور فتح پائی۔ تو دو سید

صاحبان اور مولوی غلام رسول صاحبؒ کو گرفتار کر لیا۔ ان تینوں صاحبوں کو پھانسی دینے کا حکم دیدیا
سید زادوں نے کہا یہ تو مولوی صاحب ہیں۔ ان کا کیا قصور ہے۔ یہ سنکر ویدیوؤں نے آپ کو رہا کر دیا
پھر آپ وہاں سے شہر قصور شریف تشریف فرما ہوئے۔ شہر قصور شریف میں بھی آپکو قبول عامہ حاصل ہوئی۔
میاں محمد حسین صاحب آپکے جد امجد صاحب کے حالات ہمیں نہیں ملے

حالات میاں عزیزالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

میاں عزیزالدین صاحبؒ کی صورت بالکل حضرت میاں صاحب علیہ رحمۃ کی مشابہت تھی۔ بڑے نیکبخت پارسا اور شرع آدمی تھے۔ اور قادری طریق میں آپ کی بیعت تھی۔ ذکر شغل قادری طریق کا ہی فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی ملازمت رہتک میں تھی اور وہیں آپ نے وفات پائی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

سب حمد و تعریف اُس ذات ستودہ صفات کو سزاوار ہے۔ جو ہمتوں کے نتائج میں عقلوں کو حیرت میں ڈالنے والی ہے۔ اور درود لاتحدود حضرت محمد مصطفےٰ اور آپ کی آل پر نازل ہو۔

ابتدائی حالات قبل از ولادت حضرت قبلہ میانصاحب علیہ رحمۃ

(پیشگوئی) میاں عبدالرشید صاحب سکنہ چونیاں روایت کرتے ہیں۔ کہ میاں غلام محمد کا بیان ہے۔ کہ حضرت خواجہ امیرالدین علیہ الرحمۃ کو بذریعہ کشف معلوم ہوا اور فرمایا کہ شہر قصور شریف میں ایک شیر خدا پیدا ہوگا۔ اس کشف کے بعد حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ کہ ہم نے سال بسال شہر قصور جانا شروع کیا۔ اور اس تاک میں رہے کہ اُس مرغ لاہوتی کو اپنے دام میں لے لیں۔ اور نسبت نقشبندیہ پہنچائیں۔

(پیشگوئی) کرم شاہ صاحب ساکن بھویں کلاں ڈاک خانہ حافظ آباد اپنے خط میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ عرصہ آٹھ سال کا ہوا ہم شہر قصور گئے۔ ایک روز باہر دائرہ میں ایک ضعیف العمر آدمی شہر قصور کا ملا۔ ہم نے اس سے دریافت کیا۔ کہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کا اس طرح پر کیسے حال ہے۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ پیدائش سے بھی پہلے۔ ہم نے پوچھا۔ کہ یہ کس طرح۔ انہوں نے کہا۔ کہ ایک فقیر صاحب یہاں تشریف لائے تھے۔ وہ اکثر آپ کے محلہ میں پھرتے اور لمبے لمبے سانس لیتے۔ جیسے کوئی خوشبو لے رہا ہے۔ ہم نے اس فقیر سے پوچھا۔ کہ سائیں صاحب یہاں کیوں پھر رہے ہو۔ اور کس چیز کی خوشبو سونگھ رہے ہو۔ سائیں صاحب نے جواب دیا۔ کہ اس محلہ میں ایک روح آنے والی ہے۔ وہ خداوند کریم کا مقبول بندہ ہوگا۔ ہم نے پھر فقیر

صاحب سے پوچھا کہ کس گھر میں ہوگا۔ تو اس نے کہا میاں عزیز الدین صاحب مرحوم (آپ کے والد بزرگوار)
کے گھر کا نشان دیا۔

بندہ مؤلف کہتا ہے۔ کہ یہ واقعہ مذکورہ بطور پیشگوئی جو لکھا گیا ہے۔ اس کی مثالیں متقدمین اولیائے عظام میں بھی بکثرت موجود ہیں۔ ایک دو واقعات بطور مثال اور تطابق کے لکھ دیئے جاتے ہیں۔ چنانچہ (مثال اول) حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی کی پیدائش سے قبل کی پیشگوئی ہے۔ کہ حضرت سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ ایکدفعہ قصبہ خرقان میں تشریف لائے۔ تو ایک جگہ کھڑے ہو کر لمبی لمبی سانسیں لیتے رہے۔ اس وقت آپ پر طرح طرح کی کیفیات طاری ہوئیں۔ یہ حالت دیکھ کر آپ کے یاروں نے عرض کیا حضرت یہ گاؤں تو چوروں کا ہے۔ آپ اس جگہ کیا کیفیت دیکھ رہے ہیں۔ حضرت خواجہؒ نے جواب فرمایا۔ کہ اس چوروں کے گاؤں میں ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے۔ جس کا نور میں تحت الثریٰ سے عرش علیٰ تک دیکھتا ہوں۔ اور مجھ سے سو سال بعد ہوگا۔ میں فارغ مشغول ہوں اور وہ مشغول فارغ۔ چنانچہ سو سال گذرنے پر حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ پیدا ہوئے جن کا مفصل حال اسی کتاب کے شروع تذکرہ میں گذر چکا ہے۔

دوسری مثال شیخ سید عبد القادر جیلانی کی پیدائش سے قبل پیشگوئی ہے۔ حضرت شیخ موسیٰ سہروردی مکاشفات اولیاء میں لکھتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ روز جمعہ حضرت سید المشائخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ حالت مکاشفہ میں تھے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ ان کا قدم میری گردن پر، ان کا قدم میری گردن پر۔ دو دفعہ کہہ کر پھر سر جھکا لیا۔ جب آپ حالت استغراق سے فارغ ہوئے۔ تو خدام نے اس کی حقیقت دریافت کی تو فرمایا۔ کہ حالت مکاشفہ میں مجھ پر ظاہر ہوا کہ پانچویں صدی کے آخر میں ایک بزرگ پیدا ہوں گے۔ جن کا نام عبد القادر ہوگا۔ اور لقب محی الدین ہوگا۔ اور ان کا مولد گیلان اور مسکن بغداد ہوگا۔ اور وہ بامر الٰہی یہ کہیں گے۔ قَدَمِي هٰذِهٖ عَلٰى رَقَبَةِ كُلِّ وَلِيّ

تیسری مثال حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی پیدائش سے قبل کی پیشین گوئی ہے۔ ایکروز حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز جنگل میں بیٹھے ہوئے مراقبہ میں مشغول تھے کہ یکایک آسمان سے ایک نور ظاہر ہوا جس سے تمام عالم منور ہو گیا۔ آپ کو اس وقت الہام ہوا۔ کہ آپ کے پانچسو سال بعد جبکہ تمام عالم میں ضلالت و گمراہی و شرک و بدعت کا دور دورہ ہوگا۔ اس وقت ایک بزرگ وحید امت پیدا ہوگا۔ وہ دنیا سے الحاد و زندقہ اور شرک و بدعت کا نام مٹا دیگا۔ دین محمدی کی تجدید کر کے اس کو نئے سرے سے تازگی بخشیگا۔ اس کی صحبت کیمیائے سعادت ہوگی۔ اس کے فرزند اور خلفائے بارگاہ احدیت کے صدر نشین ہونگے

حضرت میاںصاحب رحمۃ علیہ کی ولادت

آپ ۱۲۸۰ھ بارہ سو یاسی ہجری میں پیدا ہوئے بعد پیدائش کے ساتویں روز آپ کا اسم گرامی شیر محمد رکھا گیا سُبحان اللہ۔

ایک روز حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود بندہ سے ذکر کیا۔ کہ بچپن سے میرے جد امجد حضرت مولٰنا مولوی غلام رسول صاحب نے مجھے اپنی زبان چُوسائی تھی حضرت مولٰنا مولوی غلام رسول صاحب بڑے بابرکت بزرگ تھے (آپ کا احوال شجرہ نسبی میں آگیا ہے) اسی طرح حضرت شاہ کمال کیتھلی علیہ الرحمۃ نے اپنی زبان مبارک حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کو چوسائی۔ اور نسبت قادری القا فرمائی تھی۔

لیکن بندہ (مؤلف) جب پہلی یا دوسری مرتبہ شرقپور شریف گیا۔ تو یہ خبر عام مشہور تھی۔ بہت سے بوڑھے اور معمر آدمی یہ فرماتے تھے کہ حضرت میاں صاحب مادر زاد ولی ہیں۔ سب کا نام تو نہیں یاد رہا۔ صرف دو آدمیوں کا نام یاد ہے۔ ایک میاں امام الدین موُنگا۔ اللہ تعالےٰ انہیں بخشے۔ دوسرے حکیم امام الدین صاحب اللہ تعالیٰ اُن پر رحمت کرے۔ اور بہت سے بزرگوں سے بتواتر شنید اور تصدیق ہے۔ کہ آپ مادر زاد ولی ہیں۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ جب پچھلی رات ذکر میں مشغول ہوتے تو آپکے ہمشیرہ زاد حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر اُس وقت تین سال کی تھی۔ آپ نے ایکدن اپنے ماموں صاحب یعنی خواجہ سری سقطیؒ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ مجھے بھی کچھ فرمایئے۔ کہ میں بھی کچھ کیا کروں۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ تو پانچ دفعہ اللہ معی۔ اللہ معی۔ اسی وقت اٹھ کر کیا کرو (یعنی خداوند کریم میرے ساتھ ہے) سمجھ کر پڑھا کرو۔ چند روز یہی عمل کر کے پھر حضرت جنید علیہ الرحمۃ نے حضرت خواجہ کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت اور کچھ فرمایئے۔ آپنے فرمایا اب سات دفعہ اسی طرح پڑھ لیا کرو۔ پھر چند یوم کے بعد حضرت جنید علیہ الرحمۃ نے حضرت خواجہ سے عرض کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اب نو دفعہ پڑھ لیا کرو۔ چوتھی دفعہ پھر عرض کیا تو فرمایا کہ اب گیارہ مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ اب کی مرتبہ تو حضرت جنید علیہ الرحمۃ کی طبیعت میں کچھ ایسا اثر پیدا ہوا۔ کہ نہ تو آپ بچوں سے کھیلتے۔ نہ بچوں میں بیٹھتے۔ جب کہ آپ کو مکتب میں بٹھلا دیا گیا۔ تو آپ کی طبیعت بچوں سے وحشت کھاتی۔ اس لئے آپکو علیحدہ بٹھا کر سبق دیا جاتا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

حضرت میاںصاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم و بچپن

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حال بھی بچپن میں بعینہٖ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کی طرح ہو گیا تھا۔ نہ ہی آپ بچوں میں کھیلتے اور نہ ہی ان کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے۔ بلکہ آپ علیحدگی کو ہی پسند

فرماتے۔ جب آپکو مکتب میں بٹھایا گیا۔ توآپ کی طبیعت بچوں سے مناسبت نہ پکڑتی تین چار سال کے عرصہ میں آپ نے قرآن شریف اور دیگر کتب پڑھ لیں۔ اور لکھنے میں اچھی مہارت حاصل کر لی۔

حکیم علی محمد صاحب سکنہ بلوکی اپنے والد حکیم پیر بخش صاحب سے روائت کرتے ہیں۔ کہ حضرت میاں صاحبؒ کے جد امجد حضرت مولانا مولوی غلام رسول صاحبؒ جو سیپارہ قرآن مجید آپکو برائے تعلیم دیتے توکثرتِ اشک کی وجہ سے آپ اُس کے ورق چند یوم میں خراب کر دیتے۔ جب آپ کے دادا صاحب باز پرس کرتے۔ توآپ سوائے سکوت اور رونے کے کچھ جواب نہ دیتے

حیا میاں امام الدین صاحب زرگر ساکن شرقپور کا بیان ہے۔ کہ حضرت میاں صاحب بچپن کی عمر میں جب محلہ سے گذرتے۔ تو سر پر چادر اوڑھی ہوتی تھی۔ اور محلہ کی عورتیں کہتی تھیں۔ کہ یہ ہمارے محلہ میں ایک لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ جو چہرہ پر نقاب لے کے چلتی ہے۔

چستی فطرتی مؤلف کہتا ہے۔ کہ آپکو بچپن کی عمر میں گھوڑے کی سواری کا بہت شوق تھا۔ آپ جس گھوڑی پر سوار ہوتے۔ وہ آپ کی مطیع ہو جاتی۔ شرقپور کے باشندے کہتے۔ کہ یہ تو گھوڑیوں کے وحی وملک الموت ہیں۔

ایک دفعہ شرقپور میں برات آئی۔ جن کے ساتھ بہت سی گھوڑیاں تھیں۔ انہوں نے سنا کہ شرقپور میں ایک ایسا لڑکا ہے۔ کہ خواہ کیسی ہی چالاک اور سرکش گھوڑی ہو۔ اُس کے سوار ہونے سے مطیع ہو جاتی ہے۔ برات کے ہمراہ ایک گھوڑی بدخو بھی تھی۔ انہوں نے آپکو بلا کر کہا۔ کہ اس گھوڑی پر سواری کیجیئے حضرت میاں صاحبؒ نے فرمایا کہ جب میں اُس پر سوار ہوا۔ جس طرح اُسے چلاتا وہ چلتی۔ جس طرح دوڑاتا وہ دوڑتی۔ یہ معاملہ دیکھ کر تمام برات والے حیران رہ گئے۔[1]

ارادہ یا قوت کا اندازہ قاضی ضیاءالدین صاحب لاہوری سے روائت ہے۔ کہ مولوی یار محمد صاحبؒ مرحوم نے فرمایا کہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ ایک مرتبہ چونیاں تشریف لے گئے۔ واپسی کے وقت ایک گھوڑی آپ کی سواری کیواسطے کوئی شخص لایا۔ وہ گھوڑی نہائت

---

[1] ہر ایک انسان میں دو قوتیں ہوتی ہیں۔ ایک قوت فعل۔ دوسری قوت انفعالی۔ پہلی قوت تمام افعال کا مبداء ہے۔ اور دوسری قوت تمام جذبات کا مرکز ہے۔ اولیاء اللہ کے عروج اور ترقی کا راز انہیں قوتوں پر منحصر ہے۔ جس میں پہلی قوت زیادہ ہوتی ہے۔ وہ عالم کو زیر نگیں کرتا ہے اور جسمیں دوسری قوۃ زیادہ ہوتی ہے۔ وہ جذبات کا آئینہ ہو کر ست حال ہوتا ہے اور دونو قوتوں کی کمال طاقت سے عارف کامل ہوتا ہے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں یہ دونو قوتیں بدرجہ اتم تھیں یہی وجہ تھی کہ جانور اور وحوش بھی آپ سے مغلوبانہ صورت میں رہتے تھے۔ موجودہ واقعہ اسی کی ایک مثال ہے اور یہ ایسا ہی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سبحان الذی سخر لنا ہذا۔ وما کنا مقرنین۔ یہ معمولی واقعہ سمجھ کر نظر انداز کرنا چاہیئے۔ بلکہ حقیقت پر ناظرین کی توجہ اور غور چاہیئے۔ خاص کر طبیعت کا فطرتی میلان کس طرف ہو۔

تیز اور منہ زور تھی۔ آپ نے کچھ پرواہ نہ کی۔ جب آپکے نزدیک لائی گئی۔ تو آپ نے اوس پر ہاتھ پھیرا اور سوار ہو گئے۔ گھوڑی نے ذرہ کان تک نہ ہلایا۔ اور بآرام چلتی گئی۔ اور کسی قسم کی بدمستی وغیرہ نہ کی۔ پھر آپ چونیاں سے کسی اور مقام شائد حجرے شریف تشریف لے گئے

فقراتی محبت الحقیقہ کا جوش

حاجی جلال الدین صاحب ذیلدار موضع جوڑا اہلحدیث جب حج کر کے واپس آیا۔ تو اس نے مدینہ منورہ کے سفر اور اثنائے زیارت روضہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم میں جو کیفیات اس پر گذری تھیں۔ اس طرح بیان کیں۔ جیسے کسی کامل نسبت والے پر ظاہر ہوتی ہیں۔ اس موقعہ پر حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ بھی قصور تشریف لائے ہوئے تھے۔ تو بندہ نے آپ سے حاجی جلال الدین صاحب کا واقعہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ موضع جوڑا میں چلنا چاہیے۔ چنانچہ صبح دو ٹانگے لے کر موضع جوڑا پہنچے۔ حاجی جلال الدین سے ملے اور اس سے مدینہ منورہ کی کیفیات سن کر آپ کی طبیعت پر جذب طاری ہوتا تھا۔ رات کو آپ وہیں رہے۔ حاجی صاحب نے بہت ہی عزت اور خاطر مدارات کی۔ اُن کے ہاں ایک بھینس تھی۔ ایک وقت کا دودھ تو آپ کے ہمراہیوں کو پلا دیا اور ایک وقت کے دودھ کی دہی جما دی۔ جو صبح لسی بنا کر بلائی گئی۔ حاجی صاحب کی بیوی نے حاجی صاحب سے کہا۔ کہ مکھن تو باوجود تھوڑا ہونے کے روز جتنا نکلا ہے۔ حاجی صاحب نے ترازو لے کر تولا۔ تو واقعی روز جتنا نکلا۔ اس کے بعد حاجی صاحب نے مکھن کا تذکرہ کئی دفعہ بندہ سے کیا۔ اور ایکدفعہ حاجی صاحب شرقپور شریف بھی لے گئے۔ اور آپ کا معاملہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور کہا جو کچھ یہاں دیکھا ہے کہیں نہیں دیکھا

جذبۂ محبت

جن دنوں میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سکر اور جذبہ بہت رہتا تھا۔ اسی حالت میں میاں غلام محمد کشاریہ پر جو آپ کے ہم عمر تھے اور شکل وصورت میں بھی کوئی حسین نہیں تھے۔ آپ کی نظر پڑی۔ اُس سے آپ کو اس قدر لگاؤ ہوا۔ جو بڑھ کر عشق کے مراتب تک پہنچ گیا۔ بغیر اس کے دیکھے چین نہ پڑتا۔ کبھی اُس کو بے قرار ہو کر تلاش کرتے۔ مل جاتا۔ تو کئی دفعہ آپ اس کو ہاتھ کا انگوٹھا دکھاتے۔ اور اسے حرکت دیتے اور زبان حال سے فرماتے۔ "تو کچھ بھی نہیں ہے" کبھی بندہ کو فرماتے

ف ۱ اصلی محبت کا یہ خاصہ ہوتا ہے۔ کہ انسان کو اپنے اور پرائے۔ بیگانے اور یگانے کی قید سے پاک کر دیتی ہے۔ ایک وہ اہل حدیث۔ دویم ناواقف۔ پھر یہ محبت کہ خود چل کر جا کے زیارت کی۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ

پائے سگ بوسید مجنوں خلق گفتہ ایں چہ بود
گاہے گاہے ایں سگ در کوئے لیلے رفتہ بود

اوہر تو جذبۂ الٰہی ستا رہا ہے۔ اُدہر غلام محمدؐ کا خیال دکھ دے[له] رہا ہے۔ پھر میاں غلام محمدؐ کو اپنے حضرت صاحب قبلہ کی خدمت میں لائے۔ اور حضرت صاحب کی بیعت کرادیا۔ ایکدفعہ بندہ حاضر خدمت ہوا۔ فرمایا کہ غلام محمدؐ حضرت صاحب کے پاس نہیں آتا" بندہ نے غلام محمدؐ سے دریافت کیا۔ کہ تم کیوں نہیں آتے۔ اُس نے جوابدیا۔ کیا آؤں مجھے ایسی محویت ہوجاتی ہے۔ کہ کاروبار دنیوی سب بھول جاتے ہیں۔ "العشق نار یحرق ماسوی اللہ" یہ عشق کی نعمت ہر کس وناکس کو میسر نہیں آتی۔ اور یہ ایک نہایت ہی پاک اور بہت ہی لطیف جذبہ ہے۔ جو ہر دل میں نہیں پایا جاتا۔ سبحان اللہ نفیس اور پاکیزہ طبیعتوں میں اس پاک جذبہ کا ظہور ہوتا ہے۔ وہ دل تو گویا ازل سے ہی پاک جذبہ کے لیے خاص کردیئے گئے ہیں۔ "المجاز قنطرۃ الحقیقۃ" حدیث قدسی میں آیا ہے۔ ان اللہ خلق الآدم علیٰ صورتہٖ (یعنی تحقیق اللہ رب العزت نے آدم کو پیدا کیا اپنی صورت پر" چونکہ انسان کو مظہر اتم بنایا ہے۔ عاشق کو انسان میں بھی ایک جلوہ نظر آتا ہے۔ پھر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت خدا کی طرف بڑھ گئی اور غلام محمدؐ کا خیال پیچھے رہ گیا۔ سبحان اللہ۔ اور وہ پاک جذبہ جس کا نام عشق ہے۔ اس کے اندر سوائے خیال محبوب حقیقی یعنی رب العزت اور کوئی چیز آسکتی نہیں اور سما سکتی ہی نہیں۔ کیونکہ عاشق جو کہ اللہ پاک کی محبت میں محو ہوگیا۔ اس کا دل آئینۂ سکندری نہیں ہے۔ کہ جس میں ایک ایک ساعت میں صدہا وہزاروں عکس ہو ہو کر غائب ہوجاتے ہیں۔ بلکہ اس پاک جذبہ والوں کو جو آئینہ ملا ہے۔ وہ آئینہ تو گویا فوٹو کی پلیٹ ہے۔ کہ جس پلیٹ میں سوائے ایک عکس کے دوسرے عکس کی گنجائش ہی نہیں۔ اسی طرح ان حضرات کا دل فوٹو کی پلیٹ ہے۔ اس پلیٹ میں لفظ اَللّٰہ کا عکس اور نقش جم گیا ہے۔ ماسوی اللہ اور دوسری چیز کے عکس کی گنجائش ہی کہاں ہے۔ کہ جو اس میں جگہ ہے۔ اور یہ

[له] اصل میں یہ واقعہ فطرتی جذبہ محبت کا نہیں۔ بلکہ سالک کا دل جب ماسوی اللہ سے فارغ ہوکر آئینہ وار ہوجاتا ہے۔ تو اس وقت جذبہ محبت کسی صورت مشاہدہ سے اپنی تشنگی بجھانے کے لئے بے تاب ہوجاتا ہے۔ اور اصل شاہد حقیقی کے نہ ملنے کی وجہ سے مشاہد مجازی پر اپنی نظر جماتا ہے۔ لیکن اگر طبیعت میں بلندی ہوئی۔ تو چند دن کے بعد فوراً رخ بدلکر شاہد حقیقی کے جمال میں غرق ہوجاتا ہے۔ اور شاہد مجازی سے بالکلیہ بے نیاز ہوجاتا ہے مگر ہر ایک سالک کی طبیعت کی افتاد بلند نہیں ہوتی۔ اس لئے اکثر اس مقام پر پیر ومرشد میں سخت ہمت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور کامل کی رہبری اور توجہ کامل پر انحصار زیادہ ہوتا ہے بدقسمتی سے اگر دونو نعمتوں سے کوئی ایک نعمت بھی سالک کو میسر نہ ہو۔ تو پھر وہ ہمیشہ سے اس جذبہ محبت کا رخ مجاز سے حقیقت پر نہیں پھیر سکتا۔

ساتھ ہی یہ بھی یاد رہے۔ یہ حال سالک کے لئے عجب حال ہے۔ کہ ایک دل میں بیک وقت دونو علیحدہ علیحدہ محبتیں جوش کھا رہی ہوتی ہیں۔ اور سالک ایک کٹھن کٹھالی میں پگل رہا ہوتا ہے۔ یہ محبت اپنی طرف اُس کی جان کو کھینچتی ہے۔ اور وہ محبت اپنی طرف اُس کے روح کو بلاتی ہے۔

سبحان اللہ۔ کیا ہی عمدہ اس مقام کی لذت ہے۔ اور کیا ہی خوب اس حال کی خلش ہے۔

خاصہ ہے۔ کہ جس وقت فوٹو کھینچنے والا اپنا کیمرہ لگا کر کسی ایک چیز کا اچھی طرح ہوشیاری سے عکس لے لیتا ہے۔ اور وہ عکس فوراً پلیٹ پر آجاتا ہے۔ تو اس پلیٹ کو ڈوڈیسٹ اور صاف کرتا ہے اور جب وہ صاف ہو جاتا ہے تو پھر وہ عکس کبھی نہیں مٹتا۔ اگر کسی صورت سے کچھ کر مٹا بھی دیا جائے۔ تو وہ پلیٹ ایک معمولی آئینہ کی صورت رہ جاتا ہے۔ اور وہ فوٹو کا پلیٹ نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح ایک عاشق اپنا دماغی کیمرہ لگا کر اسم ذات اللہ جل جلالہٗ کا عکس اپنے دل کی پلیٹ پر قائم کر لیتا ہے اور رفتہ رفتہ اسی کے خیال اور تصور سے وہ دل کی پلیٹ صاف اور روشن بھی ہو جاتی ہے۔ تو پھر وہ عکس جیتے جی نہیں مٹتا۔ بلکہ وہ مرنے کے بعد بھی نہیں مٹتا۔ اور اس جسم کے فنا ہونے کے بعد روح پر اس کا نقشہ اور عکس برابر باقی رہتا ہے۔ اور اگر دنیا کی رگڑ سے وہ نقشہ اکھڑ کر مٹ گیا۔ تو یہ عشق حقیقی نہیں ہے۔ بلکہ محض ہوس اور ہوا پرستی ہے۔ اللہ اکبر ایک آگ ہے۔ کہ خداوند عزوجل کے سوا جتنی چیزیں دل میں جمع ہیں۔ ان سب کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ مثلاً گندھک کے تیزاب میں ایک ایسی چیز ڈالی جائے۔ کہ جس میں سونا چاندی پیتل سیسہ قلعی ملی ہوئی ہو۔ اگر اس چیز کو اب اس تیزاب میں ڈال دیں۔ تو تیزاب سونے کے سوا باقی چیزوں کو جلا کر سیاہ کر دیگا۔ اور سونے کو روشن اور چمکدار کر دے گا۔ اسی طرح عشق کے پاک جذبہ میں یہ تاثیر رکھی ہے کہ خراب اور نکمی چیزیں دل میں جو اللہ تعالیٰ کے رہنے کی جگہ ہے۔ جمع ہوں گی۔ اور عشق کا تیزاب اوپر ڈال دیا جائے گا۔ تو یہ عشق کا تیزاب ان خراب اور نکمی اور مردود شدہ اشیاء کو جو حسد بغض طمع غیبت وغیرہ ہیں۔ جلا کر خاک سیاہ کر دیگا اور اسم ذات لفظ اللہ اور نور توحید اور نور وحدت سے دل کو منور اور لبریز کر دے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ دنیا کی آگ جہنم کی آگ سے دن بھر میں ستر مرتبہ پناہ مانگتی ہے اور جہنم کی آگ اللہ تعالیٰ کے عشق کی آگ سے ستر دفعہ دن میں پناہ مانگتی ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ لکڑی اور کوئلوں میں کہ جو بظاہر خشک اور سوکھے معلوم ہوتے ہیں۔ ان میں آگ کا روشن ہونا بہ تاثیر آفتاب اور اس کی روشنی اور شعاعوں کے سبب سے ہے۔ کہ ان میں آگ روشن ہو جاتی ہے۔ اسی طرح یہ انسان قدرت کا ایک درخت ہے۔ جب تک کہ اس درخت پر آفتاب یعنی ذات بابرکات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شعاع اور روشنی جو شریعت پاک کی پابندی کے سبب سے حاصل ہوتی ہے جب وہ شعاع اور روشنی نہ چمکے۔ عشق الٰہی کی آگ دل میں ہرگز روشن نہیں ہو سکتی۔ جو ناقص اور بُری چیز کو جلا کر خاکستر کر دے۔ اگر عشق الٰہی کی آگ دل میں روشن کرنی چاہیں۔ تو سب سے یہی بات مقدم ہے۔ کہ حضور پرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جسم روح مال و دولت زن و فرزند سے زیادہ محبوب سمجھیں۔ اگر ایسا نہیں کیا۔ تو پھر عشق الٰہی کی آگ کی تمنا رکھنا ایسا ہے۔ جیسا کہ جو بو کر گندم کی تمنا رکھنا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ جب تک بندہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول کو سب چیزوں سے زیادہ محبوب نہ سمجھے۔ اس کا ایمان کامل نہیں ہوگا۔ تب لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔

ایمان کیا چیز ہے؟ حضور نے ارشاد فرمایا۔ ایمان اس کو کہتے ہیں۔ کہ بندہ اللہ پاک اور اس کے رسول مقبول کو ماسوی اللہ سے زیادہ دوست رکھے" ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا میں آپ کو دوست رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم مجھ کو دوست رکھتے ہو۔ تو اب درویشی اور فقیری کے لئے تیار ہو جاؤ۔ پھر اس نے عرض کیا کہ اللہ رب العزت کو دوست رکھتا ہوں۔ تب آپ نے فرمایا۔ کہ آفت اور بلا کیلئے تیار ہو جاؤ ؎

ہر کرا جامہ ز عشقش چاک شد	او ز حرص و عیب کلی پاک شد
شاد باش اے عشق خوش سودائے ما	اے دوائے جملہ علتہائے ما
اے علاج نخوت ناموس ما	اے تو افلاطون و جالینوس ما
جسم خاک از عشق بر افلاک شد	کوہ در رقص آمد و چالاک شد

آپ ابتداء زمانہ میں کسی کے ہاتھ میں بوتل دیکھتے تو گر جاتے اور وجد میں آ جاتے۔ کبھی دیا سلائی کسی کے ہاتھ میں دیکھ لیتے۔ تو بھی یہی حالت ہوتی۔ اور کبھی کسی کنوئیں کی آواز سن لیتے۔ تو بھی جذب طاری ہو جاتا۔ اور وجد[1] میں آ کر گر پڑتے۔

پیر خانہ سے محبت

حضور ایک دفعہ فیروز پور تشریف لے گئے جس مکان پر آپ نے قیام فرمایا تھا وہاں ایک حافظ نابینا حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے حافظ صاحب سے فرمایا کہ ایک رکوع قرآن شریف کا سناؤ۔ حافظ صاحب نے رکوع پڑھا۔ بعد میں حافظ صاحب نے بندہ سے کہا کہ میں

---

[1] بوتل کی چمک۔ کوئل کی آواز۔ دیا سلائی کی آتشیں طبیعت کا اثر اس درجہ طبیعت پر گرنا جذب محبت کی انتہائی منزل ہے۔ ورنہ لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں معدہ بجری اور معدہ نفیس ایسے ہر طبیعت پر اثر نہیں کر سکتیں۔ مثلاً سریلی آوازیں۔ خوبصورت اور حسین ترین اشیاء وغیرہ۔ اصل یہ ہے کہ لطیف ترین اشیاء کا اثر سالک کے دل پر ایک توجہ روحانی پیدا کر دیتا ہے۔ کیونکہ قلب کی تمام فضا کدورت نفسیہ سے خالی ہو کر آئینہ دار مصفا محبت کی حرارت سے ہو جاتی ہے۔ اور ذرہ کی چمک اور ذرہ آہٹ سالک کے اندرونی حالت میں کامل تغیر کا باعث ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ لطیف دل کی ادنیٰ جنبش اور حرکت کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

لیکن اس وقت عالم کبیر کا اثر عالم صغیر (انسان) کا باعث ہوا۔ مگر جب سالک عروج سے نزول پر اتر آئے گا۔ اور سالک سے عارف کے درجہ پر عزت پائے گا۔ تو معاملہ بالکلیہ برعکس ہو جائے گا۔ اس وقت عالم صغیر کے محور (قلب) کے ادنیٰ تغیر سے عالم کبیر (کائنات) میں ایک تغیر عظیم اور انقلاب تمام پیدا کر دے گا۔ عالم صغیر اور عالم کبیر کا نہایت گہرا تعلق ہے۔ اور کوئی انسان اس تعلق سے خالی نہیں۔ عوام پر عالم کبیر غالب ہے۔ لیکن خواص عالم کبیر پر غالب اور وہ مغلوب اور مسخر۔ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ کی آیۂ شریفہ اس حقیقت کو صاف عیاں کر رہی ہے۔ ابتداء میں سالک کائنات کے اندر ہوتا لیکن انجام کائنات سالک کے اندر ہوتی ہے جیسے شاہزادہ ملک جب پیدا ہو کر جوان ہوتا ہے۔ پھر بادشاہ ہو کر اسکا حکمران کہلاتا ہے۔ ایک وقت محتاج تھا۔ اور ایک وقت یہ بے نیاز۔ اور یہ محتاج۔

عربی علم سے ماہر نہیں ہوں۔ مگر جتنا میں نے قرآن شریف پڑھا ہے۔ ہر آئیت کے معنی سمجھ گیا ہوں۔ پھر حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ فیروزپور چھاؤنی تشریف لے گئے اور حافظ عبداللہ کے مکان پر ٹھیرے۔ کسی نے ذکر کیا۔ کہ یہاں ایک حافظ نابینا ہیں۔ جو حضرت امام علی شاہ صاحبؒ کے ملنے والے ہیں۔ آپ یہ سنکر حافظ صاحب کے پاس مسجد میں تشریف لے گئے۔ اور ایک گھنٹہ وہاں بیٹھے۔ پھر فرمایا۔ مجھ کو وہ حظ آیا ہے۔ کہ گویا حضرت صاحب اعلیٰ کی صحبت میں بیٹھے ہیں۔ بندہ سے حافظ عبداللہ صاحب فرمانے لگے۔ کہ میں تو حافظ صاحب کو ایک معمولی آدمی سمجھتا تھا۔ اور حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کو ہم کامل سمجھتے ہیں۔ مگر آپ نے یہ کیا فرمایا" لیکن حافظ عبداللہ صاحب اسوقت یہ نہ سمجھے۔ لیلیٰ کی گلی کا کتا مجنوں نے گود میں اٹھا کر اس کے پاؤں کو بوسہ دیا تھا۔ تو کسی نے مجنوں سے پوچھا۔ میاں مجنوں یہ کیا کر رہے ہو۔ بولا ؎ "ایں سگ در کوئے لیلیٰ گاہے گاہے رفتہ بود"

ایک دفعہ آپ لاہور تشریف لائے۔ اور ایک واقف شخص کی بیٹھک پر تشریف لے گئے۔ بندہ بھی ہمراہ تھا آگے جاکر دیکھا۔ تو صاحب خانہ وہاں موجود نہ تھا۔ بیٹھک کا صحن بہت خراب تھا۔ اور جھاڑو بھی وہاں کوئی نہ تھا آپ نے اپنا ایک کفش مبارک اتار کر اسی سے تمام صحن صاف کر دیا۔ گویا جھاڑو کا کام جوتے سے لیا۔ اور فرمایا اتنا ہی سہی۔

ایکدفعہ آپ کوٹلہ شریف والوں کے ہمراہ قصور تشریف لائے۔ اور بندہ کے مکان پر قیام فرمایا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت میں کچھ لطیف بذلہ سنجی بھی تھی۔ کبھی کبھی آپ مذاقیہ رنگ میں گفتگو فرمایا کرتے تھے ایکدفعہ آپ اسی طرح گفتگو فرما رہے تھے۔ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ اور سب یار حاضر تھے۔ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کو کچھ خیال گذرا۔ کہ حضرت صاحب قبلہ کی گفتگو کا یاروں پر کیا اثر پڑے گا۔ الگ ہو کر بندہ سے دریافت کیا۔ تمہارا کیا حال ہے۔ بندہ نے عرض کیا۔ بجائے اعتراض کے ایک فیض اور نسبت آرہی ہے۔ آپ نے فرمایا الحمد للہ۔

فنائے اتم

ایکدفعہ آپ لاہور تشریف لے گئے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک عصا[۱] تھا۔ جب شاہ عالمی دروازہ پہنچے۔ تو جوش میں آکر عصا پر زور ڈال کر فرمایا۔ کہ یہ مکان کب فناہ ہونگے یہ تین مرتبہ بلند آواز سے ایسا ہی فرمایا۔ بندہ کو فکر ہوئی۔ کہ ان مکانوں والے گھبرا کر کچھ کہہ ہی نہ دیں۔ شکر ہے۔ کسی نے کچھ نہ کہا۔

[۱] عارف کے حالات ہر وقت جدا ہوتے ہیں۔ بموجب ارشاد باری عزاسمہٗ "کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ" عارف کی ہر گھڑی اپنے ماقبل اور اپنے بعد سے نرالی ہوتی ہے۔ اور کامل عارف کی جو حالت بھی آتی ہے۔ وہ اپنے اعتبار سے انتہا پذیر ہوتی ہے۔ یہ واقعہ فنائے اتم کی خبر دیتا ہے۔ یہ دولت ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی۔ کہ جو اس کے حقیقت پر واقف ہو یا وہی اس کی قدر جانے جس پر حال آیا۔

ایک مرتبہ آپ پانی پت تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت غوث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں گئے بعد فاتحہ حضرت غوث علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ گل حسن صاحب سے ملے۔ انہوں نے دو چار آئتیں ذکر کے متعلق پڑھیں اور آپ سنکر بہت خوش ہوئے۔ پھر خلیفہ گل حسن صاحب نے مسئلہ وحدت الوجود کا چھیڑا اور کہا تم بھی خدا ہو اور ہم بھی خدا ہیں" یہ کلمے سن کر آپ بہت بیزار ہوئے۔ جب آپ وہاں سے واپس ہوئے۔ تو قصور تشریف لائے اور بندہ سے یہ تمام ذکر کیا۔

فراست صادقہ

ایک مرتبہ آپ قصور میں تشریف لائے۔ بازار میں جا رہے تھے۔ ایک مقام پر چند لڑکے کھیل رہے تھے۔ آپ نے دیکھکر فرمایا۔ یہ جو لڑکے کھیل رہے ہیں۔ ان میں بھی استعداد موجود ہے۔ اگر ان پر کوشش کی جاوے۔ تو ان لڑکوں میں سے حافظ بن سکتے ہیں۔ اولیا بن سکتے ہیں۔ عالم بن سکتے ہیں۔ افسوس انکی استعداد رائیگاں جا رہی ہے۔ پھر تذکرۃ الاولیا میں سے ایک بزرگ کا نام لیا۔ اور فرمایا یہ بزرگ بھی لڑکوں کو کھیلتے دیکھ کر ایسا ہی فرمایا کرتے تھے۔ جب آپ قصور تشریف لاتے۔ تو اکثر رات کی گاڑی پر ہی آتے اور یاروں کو فرماتے روٹی کا تردد کوئی نہ کرے۔ اکثر بچوں کے لئے صبح کے واسطے ٹکڑا رکھا ہوتا ہے۔ خواہ نصف روٹی ہوئے آوے۔ فرمایا میں کبھی لاہور آتا ہوں۔ تو ایک گچھ بازار سے خرید کر کھا لیتا ہوں۔ بس وہ سارے دن کیواسطے مجھے کافی ہوتا ہے۔ تھوڑا بھی کھا کر قناعت کی جائے۔ تو وقت گذر جاتا ہے۔

ایک دفعہ آپ موضع فتوحی والہ میں تشریف لے گئے اور بندہ بھی ہمراہ تھا۔ وہاں ایک شخص نے نماز کی حقیقت بیان کی۔ کہ جب آدمی نماز کے لئے کھڑا ہو۔ تو سجدہ والی جگہ پر نظر رکھے اور خیال کرے کہ اس زمین میں داخل ہونا ہے۔ جب رکوع میں جائے۔ تو پاؤں کے ناخنوں پر نظر رکھے اور خیال کرے۔ کہ میری جان پہلے ناخنوں سے نکلے گی جب سجدہ میں جائے۔ تو ناک کیطرف دیکھے۔ اور خیال کرے۔ کہ میری قبر اسی طرح ہوگی۔ جب دو زانو التحیات پڑھنے کو بیٹھے۔ تو سینہ کیطرف خیال کرے۔ کہ میری روح یہاں آکر رکے گی۔ وہ صاحب یہی بیان کر رہے تھے۔ کہ بندہ بھی بول اٹھا۔ کہ جس کی نماز پڑھ رہا ہے۔ اس کا خیال کس وقت کرے۔ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے میری طرف مخاطب ہو کر بلند آواز سے فرمایا۔ ہوں ہوں۔

ماحول کا اثر

ایک دفعہ آپ قصور تشریف لائے تھے۔ اور بڑی مسجد کی ڈیوڑھی کی چھت پر آرام فرما تھے۔ بندہ نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ بعض آدمی کسی کو کام بتاتے ہیں۔ تو مجھے رنج ہوتا ہے۔ لیکن جب بندہ کسی کو کام بتاتا ہے۔ تو اس وقت رنج نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا۔ تمہارے

کا نام بتانے پر مجھے بھی رنج نہیں ہوتا۔

تعمیر مساجد

محلہ نبی پورہ[1] ملحقہ شرقپور شاہراہ پر واقع ہے۔ اس جگہ پہلے مسجد نہ تھی۔ صرف ایک مسجد کا نشان باقی تھا۔ اور وہ بھی غیر محفوظ۔ آپ نے انہی نشانات پر مسجد اور کنواں غسل خانے طہارت خانے اور ایک مکان امام مسجد کے لئے بنوا دئے۔ ان دنوں بندہ بھی شرقپور شریف موجود تھا۔ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ خود مسجد کے واسطے ٹھیکریاں اٹھا اٹھا کرے جاتے۔ ایک کیکر کا درخت جو اکھاڑ گیا تھا۔ جس کا گڑھا قریباً ڈیڑھ گز گہرا تھا۔ آپ اُس میں اتر گئے۔ اور تہ کی مٹی اٹھا کر سونگھی۔ اور فرمایا۔ اس میں بھی انگریزیت کی بو آتی ہے۔

دوسری مسجد قبرستان ڈھیراں والہ میں بنوائی۔ یہ قبرستان شرقپور کے جنوب مغرب کی طرف واقعہ ہے۔ اس مسجد کے دو کمرے ہیں۔ یہاں بھی ایک کنواں غسل خانہ ٹوٹیاں اور ایک حجرہ ایک ڈیوڑھی بنوائی۔ اور اس مسجد کی آبادی کے لئے ایک درویش بھی رکھا۔ جو ابتک موجود ہے۔ اس درویش نے راستہ میں پھول بوٹے بھی لگوائے ہیں۔ مسجد کی اچھی طرح سے خدمت کرتا ہے۔ اس مسجد کی تعمیر کے وقت معلوم ہوتا تھا۔ گویا آپ نے اپنی قبر مبارک کے نزدیک تیار کرائی۔ سو ویسا ہی ہوا۔

تیسری مسجد محلہ دھال پورہ میں جو شرقپور کے دائیں طرف ہے۔ ایک چھوٹی سی مختصر مسجد مع کنواں آپ نے بنوائی ہے۔

چوتھی مسجد کوٹلہ شریف میں تعمیر کرائی۔ بندہ بھی ان دنوں دو دفعہ آپ کی خدمت میں کوٹلہ شریف حاضر ہوا۔ اس مسجد کے تین کمرے ہیں اور صحن بھی اچھا خاصہ ہے۔ وہاں کے لوگ کہتے تھے۔ یہاں نمازی تو ہیں نہیں۔ اگر کچھ ہیں بھی۔ تو پہلی مسجد میں جایا کریں گے۔ خیر اس مسجد میں مجس یعنی توڑی بھر چھوڑیں گے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے فضل سے سُنا گیا ہے۔ کہ یہ مسجد سب سے زیادہ آباد ہے۔

پانچویں مسجد آپ نے اپنے کنوئیں پر بنوائی۔

چھٹی مسجد جو شرقپور شریف کے وسط میں واقعہ ہے۔ اور اس وقت سب مسجدوں سے بڑی اور پائیدار

---

[1] حضرت قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ میں جہاں بہت سے نمایاں صفات درجہ کمالات پر ذات باری عز اسمہ نے آپکی فطرت میں ودیعت فرمائے تھے۔ اس سب سے زیادہ جذبہ محبت تھا جس کیوجہ سے آپکی توجہ میں کسی دوسری چیز کی گنجائش نہ تھی۔ اسی محبت کا نتیجہ تھا۔ کہ آپنے کوئی عمل ایسا نہیں کیا۔ جسمیں نمود ہو۔ اسی محبت کا ایک جزو تھا۔ کہ وہ تعمیرات مساجد کی بنا ہوئی اور کتب تصوف کی اشاعت کا باعث ہوئی۔ چنانچہ مندرجہ ذیل مساجد تیار فرمائے اور کتب ذیل کی طباعت فرما کر مفت تقسیم فرمائیں۔ لیکن نہ مسجدوں پر کہیں بانی مسجد کا نام ملتا ہے۔ نہ کتب پر۔ سبحان اللہ۔ کتنا بڑا اخلاص تھا۔ اپنا رہائشی مکان وہی پرانا اور سادہ رکھا اور نہایت تنگی اور تکلیف سے اسی میں عمر گذاری۔ اللہ اکبر۔

اور آباد ہے۔ اس مسجد میں آپ کے جد امجد حضرت مولٰنا مولوی غلام رسول صاحبؒ جب حجرہ شریف سے تشریف لائے۔ تو اہالیان شہر قصور نے آپکو اس مسجد کا امام مقرر کیا۔ مولوی غلام رسول صاحبؒ آپ کے پڑ دادا میاں محمد عمر صاحبؒ کے بھائی تھے۔ مولوی صاحب کا وجود بہت بابرکت تھا۔ آپ مسجد کے کنوئیں پر کسی حقہ پینے والے کو پانی نہیں بھرنے دیتے تھے۔ باقی آپ کے حالات شجرہ نسبی میں لکھے گئے ہیں۔ یہ مسجد پہلے بھی اچھی فراخ تھی۔ چونکہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے عروج کے سبب خلقت جمعہ کے لئے کثرت سے آنے لگی۔ اس لئے مسجد میں جگہ کی قلت معلوم ہونے لگی۔ اور آپ کو مسجد کے بڑھانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ آخر آپ نے ۱۳۴۰ھ میں اس مسجد کے چند ملحقہ مکانات خرید کر مسجد میں شامل کر لئے۔ لمبائی میں اتنی ہی ہے اور چوڑائی میں پہلے کی نسبت دوگنی ہے۔ اور بہت سے حجرے زیادہ کئے گئے۔ ایک غسلخانہ اور ٹوٹیاں وضو کے لئے اوپر بنائی گئیں۔ اور پہلی مسجد کے دو نو کمرے مانند تہ خانہ کے برابر اسی طرح نیچے قائم رکھے۔ اور مسجد کے نیچے دو اور غسل خانے اور طہارت خانے بنائے گئے۔ اور مسجد کے حجروں کے نیچے بازار کی جانب پانچ دوکانیں بنائی گئی ہیں۔ مسجد میں کوئی پھول بوٹا نہیں کیا گیا۔ صرف پیشانی مسجد پر کلمہ طیبہ لکھا گیا۔ تقریباً پچیس ۲۵ ہزار روپیہ کی رقم اس پر خرچ آئی ہے۔

ساتویں عمارت۔ مکان شریف میں حضرت امام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک کی چوٹی (کلس) جو زلزلے کے سبب اوندھی ہو گئی تھی۔ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کو خیال ہوا۔ کہ اسے درست کرایا جائے۔ آپ نے معماروں کو جمع کیا۔ وہ مکان شریف میں آکر حاضر ہوئے۔ تو دریافت فرمایا۔ کہ اس کی چوٹی (کلس) مرمت کرنے پر کتنا خرچ آوے گا۔ انہوں نے جواب دیا۔ قریباً تین ہزار ۳۰۰۰ روپیہ صرف کلس باندھنے پر معہ سامان خرچ ہوگا۔ آپ نے ملتوی کر دی۔ پھر حافظ محمد عبد اللہ صاحب سکنہ چھاونی فیروزپور۔ مستری کرم الدین صاحب سکنہ شہر قصور شریف فتح محمد خاں سکنہ گورو ہر سہائے اور ایک اور شخص بھی ہمراہ تھا۔ نام اب یاد نہیں۔ ان چاروں کو آپ نے قصبہ مکان شریف روانہ کیا۔ اور فرمایا۔ اللہ کا نام لے کر جاؤ۔ یہ چاروں صاحبان مکان شریف پہنچے۔ مختصر یہ کہ نہایت جانفشانی اور محنت کشی سے یہ کام سرانجام ہوا۔ اور قریباً تیرہ ۱۳ صد روپیہ خرچ ہوا۔

آٹھویں عمارت۔ ایک بیٹھک پختہ آپ نے مکان شریف میں تعمیر کرائی۔ جس کے دو کمرے اور آگے صحن بھی بہت اچھا تیار کرایا۔ آپ کی مکان شریف میں ایک اور مکان بنوانے کی تجویز تھی۔ مگر عمر نے وفا نہ کی۔ اور یہ تجویز بھی درمیان میں ہی رہی۔

اشاعت کتب

مندرجہ ذیل کتب کے قلمی نسخے آپ کے کتب خانہ میں موجود تھے۔ مراۃ المتقین فارسی جس کا اردو ترجمہ آپ نے کرا کے اسے چھپایا۔ اور اس کی اشاعت بھی عام کی۔ دوسری کتاب ذخیرۃ الملوک ترجمہ منہاج السلوک یہ کتاب بھی فارسی میں تھی۔ مولوی غلام قادر صاحب سکنہ

گوٹ بھوانی داس والے جو حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے والے تھے۔ وہ شرقپور شریف میں مرید ہو کر آئے ہوئے تھے۔ آپ کے نہایت ارادتمند ہو گئے تھے۔ اور اب بھی ہیں۔ اس کتاب کا ترجمہ مولوی صاحب مذکور نے ہی کیا۔ یہ کتاب ۱۳۳۲ھ میں چھپی۔ یہ کتاب تین سو بارہ ۳۱۲ صفحے کی ہے۔ مولانا صاحب نے اس کتاب کے شروع میں دو نظمیں لکھی ہیں۔ جس کا ہر سطر کے شروع کا پہلا حرف لیا جائے۔ اور ان سب کو سلسلہ وار ملایا جائے۔ تو "مولوی شیر محمد شرقپوری" برآمد ہوتا ہے۔ یہ حروف اس طریقہ پر اس واسطے لکھنے پڑے۔ کہ آپ اپنا نام کتاب میں لکھنا پسند نہیں فرماتے تھے۔

تیسری کتاب حکایات الصالحین ترجمہ مجالس الحسنین ہے۔ اس کتاب کی کاپی سید نورالحسن شاہ صاحب نے لکھی ہے۔ اس کے آٹھ سو بیاسی ۸۸۲ صفحے ہیں۔ اس کے علاوہ اور کتابیں بھی ضروری ضروری منگوا کر مفت تقسیم کر دیتے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ تین چیزیں مہلک ہیں۔ ایک بخیلی۔ دوسری حرص۔ تیسری خود پسندی اور فرمایا۔ کہ اگر گناہ نہ کرو۔ تب بھی تم لوگوں میں ایک ایسی چیز کا مجھے خوف ہے۔ جو معصیت سے بھی بدتر ہے۔ وہ چیز خود پسندی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے لوگوں نے دریافت کیا۔ کہ اے ام المومنین۔ آدم زاد کب گنہگار ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جب آدم زاد اپنے آپکو نیکبخت سمجھے۔ اور ایسا سمجھنا خود پسندی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ دو چیزیں آدمی کو ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں۔ ایک خود پسندی۔ دوسری نا امیدی اس لئے اللہ والوں نے فرمایا ہے۔ کہ نا امید آدمی اپنے آپکو طلب اور حاجت سے بے نیاز سمجھتا ہے۔ اس لئے وہ بھی اپنے مقصود سے محروم رہتا ہے۔ حضرت مطروف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر میں رات بھر سویا رہوں اور صبح کو پریشانی کی حالت میں اٹھوں۔ تو یہ بات مجھے زیادہ تر پسند ہے۔ اس بات سے کہ تمام رات عبادت کروں اور صبح کو میں مغرور ہوں۔ حضرت بشر بن منصورؒ ایک دن دیر تک نماز پڑھا کئے۔ بعد فراغت ایک شخص کو دیکھا۔ کہ وہ حضرت بشر کی عبادت سے تعجب میں ہے۔ تب آپنے اُسے فرمایا کہ اے جوان میری عبادت پر تعجب نہ کر۔ تجھے معلوم ہے۔ کہ ابلیس لعین نے صدہا سال عبادت کی مگر اس کا انجام کیا ہوا۔ عبادت تو تب ہی اچھی ہے۔ کہ اس میں خود پسندی نہ ہو۔ یہ جو کچھ لکھا گیا ہے۔ جن اصحاب نے حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی صحبت میں رہ کر فکر سے دیکھا ہوگا۔ تو یہ سب حال آپؒ کا ہی تھا۔[1]

حق گوئی

مکان شریف کے عرس کے موقعہ پر آپ تشریف لے گئے۔ تو میاں مخزن گاؤ تکیہ لگائے بیٹھے تھے آپ نے ان کو فرمایا۔ کہ اللہ کریم کسی کو صاحبزادہ نہ بناوے "بندہ بناوے"

---

[1] یچ اس درجہ کا انسان کس نے دیکھا۔ کہ اپنا نمود اتنا بھی پسند نہ کرے "فنا لئے" اتا اسی کا نام ہے کہ اپنی انانیت اس کی ذات جل شانہ میں بالکلیہ محو ہو جائے۔ اور نام و نشاں کا شائبہ بھی اٹھ جائے۔

ایک دفعہ مکان شریف میں میر لطف اللہ صاحب نے اپنے بزرگوں میں سے کسی کا ختم دلوایا۔ تو آپکو ختم میں طلب کیا آپ نے فرمایا کہ ختم سے کیا فائدہ۔ بزرگوں کی روح تو آپ پر ناراض ہے۔ خود غرضیاں چھوڑ دو۔ مقدمے بازی نہ کرو۔ آپس میں صلح صفائی سے رہو۔ یہ ختم سے بہت بہتر ہے۔ جب کوئی شخص الٰہی قانون چھوڑ کر انگریزوں کی عدالت میں جاتا ہے تو اس کا ایمان نہیں رہتا۔

اصلاح کا جوہر

حضور کے پاس اکثر لوگ اپنے دینی جھگڑے اور برادری کے قضیئے پیش کر کے فیصلہ طلب کرتے تو آپ نہایت خوش اسلوبی سے فیصلے فرما دیتے۔ سود خواروں کو آپ فرماتے۔ کہ سود کمانے کا ادنیٰ گناہ یہ ہے۔ کہ گویا اپنی حقیقی والدہ سے ستر بار گناہ کیا۔ اکثر سود سے توبہ کر کے اپنا اصل روپیہ واپس لے لیتے۔ اور صلح کر لیتے۔

برادری کے فیصلوں میں اکثر لوگ آپس میں ایک دوسرے کی زیادتیاں بیان کرتے۔ تو آپ فرماتے۔ کہ جناب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی برادری سے کس قدر تکلیفیں پہنچیں۔ لیکن آپ نے خون تک معاف کر دیئے۔ کسی سے بدلہ نہ لیا۔ آخر برادری نے آپکو گھر سے نکالا۔ آپ کو ہجرت کرنی پڑی آپ کے لئے دانہ پانی تک بند کر دیا۔ اینٹ پتھر مارتے اور چین نہیں لینے دیتے تھے۔ آپ نے کس کس سے بدلہ لیا۔ یہ باتیں سن کر جسپر زیادتی ہوتی تھی۔ وہ خود بخود نرم ہو جاتا آپ کے پاس کوئی مقدمہ ایسا پیش نہیں ہوا جس سے طرفین نے رضامندی نہ کی ہو۔

آپ فرماتے۔ یہاں جیتا وہی جو ہارا۔ تم ہارے نہیں۔ بلکہ تم نے بڑی بھاری نیکی کمائی۔ تم کو خداوند تعالیٰ برکت دے گا۔

کسر نفسی

آپ اپنی جوتی کو کسی کا ہاتھ لگانا پسند نہیں فرماتے تھے۔ اگر کوئی شخص نادانستگی سے آپ کی جوتی آپ کے سامنے رکھ دیتا۔ تو آپ فرماتے۔ یہ تم ہی لے جاؤ۔ میں اس لائق نہیں ہوں۔ کہ کوئی میری جوتی سیدھی کر کے رکھے۔ البتہ بزرگوں کی جوتی اگر کوئی اس طرح رکھے۔ تو اس میں حرج نہیں۔ میں بزرگ نہیں ہوں پیر بھی نہیں ہوں۔ میرے ساتھ کیوں ایسا کیا جاوے۔

آپ چارپائی پر بیٹھے ہوتے اور کوئی شخص تعظیماً نیچے زمین پر بیٹھ جاتا۔ تو آپ اسے چارپائی پر بیٹھنے کو مجبور کرتے اگر وہ نہ مانتا تو آپ زمین پر اس کے پاس بیٹھ جاتے۔ وہ بہت شرمندہ ہوتا اور خود بخود چارپائی پر آ بیٹھتا۔ پھر کبھی اُسے ایسا کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔

آپ کسی جوان کے گلے یا ہاتھ میں تسبیح دیکھتے تو فرماتے۔ کہ اسپر کیا پڑھا کرتے ہو۔ جواب ملنے پر فرماتے۔ کہ میاں اللہ تعالیٰ کے واسطے پڑھا کرو۔ لوگوں کو دکھانے کی کیا ضرورت۔

سنت کی نگرانی

ایکدفعہ ایک مولوی صاحب حاضر خدمت ہوئے۔ اور تغیر زمانہ کی گفتگو ہونے لگی۔ تو مولوی صاحب نے عرض کیا۔ کہ حدیث شریف میں بھی ایسا ہی آیا ہے۔ کہ قرب قیامت کے وقت مسجدیں بہت ہوں گی اور نمازی کم۔ اور فسق و فجور کا اس قدر زور ہوگا۔ کہ اسلام کا صرف نام ہی رہ جائے گا۔ حدیث شریف کے مطابق سب کچھ ہوگا ہی۔ آپ نے فرمایا۔ مولویصاحب اگر نہر جاری ہو اور اس میں جابجا سوراخ ہو کر پانی ادھر اُدھر بہنا شروع ہو جائے۔ تو کدال لے کر ان سوراخوں کو زیادہ فراخ کرنا چاہیئے۔ یا بند کرنا چاہیئے۔ یہ سنکر مولوی صاحب حیران ہو گئے۔ اور جواب دیا۔ کہ اس حالت میں تو سوراخوں کو بند کرنا چاہیئے۔ تب آپنے فرمایا اس وقت سنت کی نگرانی کی سخت ضرورت ہے۔ ایسے گئے گذرے وقت میں جو شخص سنت کی نگرانی کرے گا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ کہ وہ قیامت کو میرے ساتھ ہوگا۔ بلکہ اس کو سَو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

حق گوئی و راست بازی

ایک شخص نے نکاح پر نکاح کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ اس نے عرضید عوے میں لکھایا۔ کہ ہمارا نکاح حضرت میاں صاحبؒ نے پڑھایا تھا آپ تحصیل میں بلائے گئے۔ آپ جوتی سمیت اندر چلے گئے۔ سپاہی نے کہا۔ کہ جوتی اتار کر اندر آئیں۔ آپنے فرمایا۔ کیا یہ مسجد ہے تحصیلدار نے سپاہی کو کہا۔ کہ انہیں جوتی سمیت اندر آنے دو۔ اور پھر عدالت نے کہا۔ کہ آپ فرمایئے سچ بولو گے۔ آپ نے جواب دیا۔ تمہاری عدالتوں میں کہیں سچ بھی ہے؟ تحصیلدار نے کہا۔ خواہ کچھ ہی ہو ہم نے کہنا تو ہوا۔ آپنے فرمایا میں نہ انکو جانتا ہوں اور نہ ان کو اور نہ ہی میں نے نکاح پڑھا ہے۔ تحصیلدار ہندو تھا۔ اس نے بڑی عزت سے آپکو رخصت کیا۔

محبت عامہ

ایکروز ایک گدھے کو آپ نے بوجھ اٹھائے ہوئے دیکھا۔ اس کو دیکھ کر اس کو آپ تھپیاں بھرنے لگے۔ اور اس سے ایسی محبت کی۔ جس طرح کسی محبوب سے کیجاتی ہے۔ اور فرمایا سوہنیا والے حسین! تو بوجھ اٹھائے پھرتا ہے۔ کبھی اس کو محبت کرتے ہوئے گردن چومنے لگتے یہ حالت دیکھکر بعض طبیعتوں میں اعتراض پیدا ہوگا تھوڑی سی تشریح کردیجاتی ہے۔

(مؤلف): سالکان خدا کا ایک مقام ہے۔ جس کو محبت عامہ کہتے ہیں۔ دیکھو تذکرۃ الاولیاء تذکرہ حضرت شبلی علیہ الرحمۃ کا۔ آپ ایک رستہ میں جارہے تھے۔ ایک بیل کو کسی نے ایک لاٹھی ماری حضرت شبلیؒ کی چیخ نکل گئی۔ آپ نے اپنی پشت سے کرتہ اٹھا کر دکھایا تو پشت پر نشان لاٹھی کا موجود تھا۔

تذکرۃ الاولیاء میں تذکرہ سلطان العارفین میں لکھا ہے۔ کہ آپ ایک تنگ راستہ سے گذر رہے تھے۔ آپ کے پیچھے تقریباً اڑھائی سو آدمی تھا۔ سامنے سے ایک کتا آرہا تھا۔ تو آپ نے پچھلے پاؤں پیچھے کی طرف ہٹنا شروع کیا۔ اور تمام یار بھی اسی طرح پیچھے کو ہٹنے لگے۔ حتٰی کہ کھلے میدان میں آگئے۔ کتا اس راستہ سے آسانی گذر گیا۔ ایک مرید نے حضرت کی خدمت میں عرض کی۔ کہ کتا بھی ایک مخلوق خدا ہے۔ اور ہم بھی اُس کی مخلوق میں سے ہیں۔ ہم اڑھائی سو کو جو پیچھے ہٹایا۔ وہ

کتا ہی پیچھے ہٹ جاتا۔ تو کیا حرج تھا آپ نے فرمایا کہ تم جو کہتے ہو۔ درست ہے۔ مگر اس وقت کتے نے زبان حال سے کہا تھا۔ کہ اے بایزید تو نے روز ازل میں خدا کا کیا سنوارا ہے۔ جو بایزید بن گیا۔ اور سلطان العارفین کہلایا اور میں نے خدا کا کیا بگاڑا تھا۔ کہ میں کتا بن گیا۔ اس کی یہ بات کہنے سے مجھے بہت شرم آئی۔ واقعی اس نے بالکل سچ کہا ہے اسی سبب سے میرا قدم خود بخود پیچھے ہٹنے لگا۔ اور اس کے لئے راستہ خالی کر دیا۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عورت تھی۔ جو ایک کتیا کے سبب مقبول خدا ہو گئی۔ وہ عورت ایک روز جنگل میں جا رہی تھی۔ وہاں کیا دیکھتی ہے کہ ایک کتیا پیاس کے مارے جاں بلب پڑی تھی۔ اس عورت نے ادھر ادھر پانی تلاش کیا۔ آخر ایک کنواں دیکھا اس پر رسی ڈول کچھ نہ تھا۔ اپنے دوپٹے کو چاک کر کے ڈور بنائی۔ اور اپنی جوتی کو ڈول بنا کر ڈوری سے باندھا۔ اور اس سے پانی نکال کتیا کے پاس جا کر اس کو پلایا۔ اس کتیا نے پانی پیکر آسمان کیطرف منہ کر دیا۔ اور ایک آواز نکالی۔ گویا کہ اس نے دعا کی۔ چنانچہ وہ عورت اسی وقت مقبول بارگاہ ہو گئی۔

تذکرۃ الاولیاء میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ ایک نیک آدمی دن بدن کمزور اور لاغر ہوتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ نماز بھی چارپائی پر پڑھنے لگا۔ ایک رات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں اتنا لاغر ہو گیا ہوں۔ کہ نماز بھی چارپائی پر پڑھتا ہوں۔ بڑی مشکل میں ہوں بیماری کا کوئی پتہ نہیں لگتا۔ میرے لئے دعا فرما دیں حضور نے فرمایا۔ کہ فلاں دن ایک پرندے کا بچہ تیرے سر پر آ بیٹھا تھا۔ اور اس کی ماں تیرے سر پر لڑ رہی تھی۔ تو نے سختی سے ہاتھ مارا جس سے وہ بچہ مر گیا۔ اس کی ماں نے تیرے لئے بد دعا کی۔ اور اس کی وہ دعا مقبول ہو گئی۔ اب تیرے واسطے کوئی دعا نہیں۔ ایک روز اسی بزرگ کے گھر بلی نے بچے دیئے بلی کہیں گئی ہوئی تھی۔ اور بچوں کو کھانے کے لئے سانپ آ گیا اس بزرگ نے دیکھا۔ تو فوراً لکڑی لا کر سانپ کو بچوں سے روکا۔ ادھر سے بلی بھی آ گئی۔ اس دن سے اس بزرگ کو بیماری سے صحت ہونے لگی۔ اور کچھ طاقت کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی ہو گئی۔ چند روز کے بعد پھر خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ اور اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب مجھے پہلے کی نسبت بہت کچھ آرام ہے۔ اور دن بدن طاقت بھی آتی جاتی ہے۔ حضور نے فرمایا۔ اس روز جو تو نے بلی کے بچے سانپ کے منہ سے بچائے تھے۔ اس بلی نے تیرے لئے دعا کی۔ جو خداوند کریم کی درگاہ میں قبول ہو گئی۔ اور اس وجہ سے تجھے صحت ہو گئی۔

آپکا وقار اور جلال

حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ خاموش رہنے کو بہت پسند فرماتے۔ آپکی مجلس میں یہ اثر تھا۔ کہ زبان خود بخود خاموش ہو جاتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ دونوں لبوں پر مہر لگی ہوئی ہے۔ آپ اگر کسی کو بات چیت کرتا دیکھتے بھی تو منع فرماتے۔ اور فرماتے ضروری بات کرنی تو بہتر ہے۔ ورنہ باتیں کرنے میں دل کا بہت نقصان ہوتا ہے۔ فائدہ خاموشی کے متعلق وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ (آیت)

مؤلف: حضور نبی کریم حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ جو کچھ آدمی اپنی زبان سے بکتا ہے

یہ بکواس اس کو آگ میں ناک کے بل اوندھا ڈالتی ہے۔ ہاں اس زبان کی شرارت سے وہی بچیگا جس نے اس زبان کو شریعت کی لگام پہنائی ہوگی۔ اور منہ سے وہی بات نکالنی چاہیئے۔ جو اس کے لئے دنیا اور آخرت میں کارآمد ہو۔ آہ انسان کے تمام عضوؤں میں سے سب سے زیادہ نافرمان یہی زبان ہے۔ کیونکہ اس کے ہلنے میں ذرا بھی مشکل نہیں ہوتی۔ اور جب یہ حرکت کرے۔ تو بس دنیا بھر کی مشقت اٹھانی پڑتی ہے اور یہ زبان شیطان کے دھوکا دینے کا ایک بہت بڑا پھاٹک اور دروازہ ہے۔ اس بلا سے بچنے کی صورت سوائے چپ رہنے کے اور کچھ نہیں ہے۔ سبحان اللہ اس لئے شریعت مبارکہ میں خاموشی اور چپ رہنے کے فضائل بے شمار آئے ہیں۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ یا رسول اللہ نجات کی کیا صورت ہے آپنے فرمایا۔ اپنی زبان کو روک اور گھر میں بیٹھا رہ۔ اور اپنے گناہوں کو یاد کرکے رو تا رہ" واللہ اس حدیث شریف کے عامل حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ فی زمانہ نظر آتے تھے۔

دوسری حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے عرض کیا۔ کہ لوگ دوزخ میں زیادہ تر کس چیز کے سبب جائیں گے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ منہ اور شرمگاہ ان دونوں چیزوں کے کشادہ کرنے کے سبب سے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ کہ یا سید البشرؐ کونسا عمل افضل تر ہے۔ تب جواب میں حضور علیہ السلام نے اپنی زبان نکالی۔ اور اس پر اپنی انگلی مبارک رکھا ارشاد فرمایا۔ کہ خاموشی افضل اعمال ہے۔

حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں۔ جب صبح ہوتی ہے۔ تو سارے اعضا زبان کی خوشامد کرتے ہیں" کہ دیکھ اے زبان ہمارے لئے خدا سے ذرا ڈر کر چلنا۔ کیونکہ اگر تو سیدھی رہی۔ تو ہم بھی بچے رہیں گے۔ اگر تو ٹیڑھی ہو گئی۔ تو ہماری بھی بُری گت بنے گی" ایک اور حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ جو کوئی اللہ پاک اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ اسے چاہیئے کہ اچھی بات کہے یا چپ رہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ کلام کرنا اگر چاندی ہے تو چپ رہنا سونا ہے۔

حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اگر جنت کی طلب ہے۔ تو چپ رہ۔ تب لوگوں نے کہا۔ کہ یہ تو بہت مشکل ہے آپ نے فرمایا۔ اچھا تو سوائے خیر کے زبان سے کچھ نہ نکالو۔ یہ تو ہر شخص سمجھتا ہے۔ کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہر انسان کے جو بات کرنے والا ہے۔ اس کی زبان کے قریب ہے۔ سو جو شخص کہ کچھ کہے اس کو چاہیئے۔ کہ اللہ جل شانہٗ سے ڈرے۔ کہ کیا کہتا ہوں اور کون سنتا ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ ایکدن ایک بدوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کوئی ایسا عمل بتایئے۔ کہ جس کے باعث بہشت ملے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ پیاسوں کو پانی وغیرہ پلاؤ۔ اور اچھی بات کا حکم کرو بُری بات سے منع کرو۔ اگر یہ نہ ہو سکے

توپھر اپنی زبان سے سوا بھلائی کے کچھ نہ کہو۔
حضرت مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ مومن تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ ہیں جو غنیمت کی لوٹ کھانے والے ہیں اور وہ لوگ ہیں۔ کہ جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے ہیں۔ دوسرے وہ ہیں۔ جو آفتوں اور بلاؤں سے محفوظ رہنے والے ہیں اور یہ لوگ وہ ہیں۔ جو خاموش اور چپ رہتے ہیں۔ تیسرے وہ لوگ ہیں۔ جو ہلاک اور برباد ہونے والے ہیں یہ لوگ وہ ہیں۔ کہ جو باطل اور خراب چیزوں کیطرف جھکے ہوئے ہیں۔ اور مومن کی زبان دل کے پیچھے رہتی ہے۔ مومن پہلے دل میں سوچ لیتا ہے۔ پھر زبان سے باہر نکالتا ہے۔ اور منافق کی زبان دل کے آگے رہتی ہے۔ وہ بے سوچے سمجھے جو چاہتا ہے۔ بک دیتا ہے۔
حضرت عیسٰے علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ عبادت کے دس حصے ہیں۔ نو حصے عبادت تو خاموشی اور چپ رہنے میں ہے۔ اور ایک حصہ عبادت لوگوں سے الگ رہنے میں ہے۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منہ میں کنکر رکھ لیتے۔ تاکہ بولنے سے رکے رہیں۔ اگر کسی نے زیادہ اس کی تشریح دیکھنی ہو۔ تو کتاب بستان العارفین میں دیکھے۔

پاکدامنی اور عفت

حضرت میاں صاحب نامحرم عورت کیطرف دیکھنے سے بہت گریز فرماتے تھے۔ گویا آپ کی فطرت میں یہ صفت تھی۔ جیسا کہ موقعہ آپ کی بچپن کی عمر کے حال میں لکھ آئے ہیں۔ اب کچھ نامحرم کیطرف دیکھنے کے بارے میں لکھا جاتا ہے "جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ کہ جب پہلی نظر نامحرم پر پڑے۔ تو وہ معاف ہے۔ پھر نظر ثانی کرنا حرام ہے" حضرت عیسٰے علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ تاکنے سے بچتے رہو۔ اس تاکنے سے دل میں شہوت کا بیج پڑتا ہے۔ جو کہ فتنے میں گرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہوتا ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کسی نے پوچھا۔ کہ زنا کی ابتدا کس طرح ہوتی ہے۔ فرمایا "دیکھنا اور للچانا" حضرت فضیل رحمۃ اللہ فرماتے ہیں "ابلیس کہتا ہے۔ کہ نظر کرنا اور تاکنا میرا پرانا تیر اور کمان ہے۔ کہ نشانہ پر لگے بغیر نہیں رہتا۔ اب جس طرح عورتوں سے نظر بچانا ضروری ہے۔ اسی طرح خوبصورت لڑکوں سے بھی نظر کا بچانا عورتوں سے زیادہ ضروری ہے۔ عورتوں کیطرف دل راغب ہوگا۔ تو اس سے نکاح کر کے تمنا کو پہنچ سکتا ہے۔ اور لڑکوں میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ پناہ بخدا لواطت کا کام ایک برا فعل ہے۔ جس سے حیوانات بھی نفرت کرتے ہیں۔ ایسا برا کام صرف خنزیروں میں ہوتا ہے۔ اب جو انسان خنزیر صفت ہوگا۔ وہی اس برے فعل کیطرف راغب ہوگا
ما بر رسولاں بلاغ باشد و بس

ایثار وسخاوت

ایک روز حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ کہ خداوند کریم اگر ہم کو صبح لاکھ روپیہ دے۔ تو شام تک اگر ایک دمڑی بھی میرے پاس رہجائے۔ تو جی چاہتا ہے۔ کہ پھینکدے۔

توکل

اور فرمایا۔ اگر تمام مسجد آدمیوں سے اوپر نیچے بھری ہو۔ اور ہمارے پاس کچھ نہ ہو۔ تو ہمیں کچھ فکر نہیں۔ سبحان اللہ یہ آپ کا توکل ہے۔ اللہ اکبر۔ ابتدا کا جب یہ حال ہے۔ تو انتہا کا کس طرح ہوگا۔ آپ فرمایا کرتے۔ توکل بڑی مشکل چیز ہے۔ کوئی ہم سے پوچھے۔ کہ توکل کے رستے میں کون کون سے امتحان ہوتے ہیں۔

ایکدفعہ آپ قصور تشریف لائے۔ اسٹیشن کے قریب پہنچ کر بندہ کو فرمایا۔ کہ سلیمان آہنگر سے ایک روپیہ لاؤ۔ بندہ اس شخص سے ایک روپیہ لے کر آپ کے پاس پہنچا۔ تو آپ نے اس میں سے ایک ٹکٹ لاہور کا خرید کیا۔ جب آپ مکان شریف عرس مبارک پر تشریف لے جاتے۔ تو توکل پر پاپیادہ ہی شرق پور سے روانگی فرماتے۔ عید کے چاند کی گیارھویں رات لاہور شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر مسجد میں گیارھویں شریف میں شامل ہوتے۔ جن جن یاروں نے مکان شریف جانا ہوتا۔ وہ لاہور اسی جگہ آپ کی خدمت میں پہنچ جاتے۔ اور جو کچھ کسی کے پاس ہوتا۔ آپ کے آگے پیش کر دیتے۔ اور اس سے آمد و رفت کا خرچہ ہو جاتا۔ اور محمد سردار قصوری کا بیان ہے۔ کہ میں پہلے بہت تنگدست تھا۔ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ آپ نے دعا فرمائی۔ تھوڑے عرصہ میں میری حالت اچھی ہو گئی۔

(مؤلف) آپ کی طبیعت میں سخاوت بہت تھی۔ جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ اب اس کے متعلق چند حدیثیں اور اقوال درج کرتے ہیں۔ حضرت سرور کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "کہ سخاوت ایک درخت ہے۔ کہ بہشت سے اس درخت کی شاخیں دنیا پر جھکی ہوئی ہیں۔ اب جو مرد سخی ہوتا ہے۔ وہ اس درخت کی ڈالیوں میں سے ایک ڈالی کو پکڑے گا۔ وہ ڈالی اس کو بہشت میں لے جائیگی" اور معاذ اللہ بخل بھی ایک درخت ہے۔ جس کی شاخیں دوزخ سے دنیا کی طرف جھکی ہوئی ہیں۔ جو بخیل اور کنجوس ہوگا۔ وہ اس کی ڈالی پکڑے گا۔ جو اس شخص کو دوزخ میں لے جائے گی" حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ سخی کی تقصیر معاف کر دو۔ کیونکہ جب وہ تنگدست ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی دستگیری فرماتا ہے۔ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جو لڑائی میں پکڑے گئے تھے قتل کا حکم دیا۔ مگر ان میں سے ایک کو معاف کر دیا۔ تب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ کہ حضورؐ اس کا کیا باعث ہے۔ حالانکہ دین بھی ایک ہے۔ اور گناہ بھی ایک۔ اور خدا بھی ایک۔ تب حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے۔ اور مجھ سے کہا۔ اس کو مت مارو۔ کیونکہ یہ شخص سخی ہے۔ اور سخی آدمی نزدیک ہے اللہ سے اور نزدیک ہے بہشت سے اور نزدیک ہے لوگوں سے۔ اور دور ہے دوزخ سے۔ اور بخیل آدمی دور ہے خدا تعالیٰ سے اور دور ہے بہشت سے اور دور ہے لوگوں سے اور نزدیک ہے دوزخ سے" اور آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ رب العزت نے کوئی ولی[1] پیدا نہیں کیا۔ کہ جو سخی اور نیک عادت نہ ہو۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی۔ کہ اے موسیٰؑ سامری کو مت مارو۔ کیونکہ وہ سخی ہے" اور اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

[1] مکمل تشریح کے لئے۔ دیکھو انقلاب الحقیقت۔ ترتیب جلالی ذاتی۔

جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے ہیں۔ اور مجھ سے کہا۔ اس کو مت مارو کیونکہ یہ شخص سخی ہے۔ اور سخی آدمی نزدیک ہے اللہ سے اور نزدیک ہے بہشت سے اور نزدیک ہے لوگوں سے۔ اور دُور ہے دوزخ سے۔ اور بخیل آدمی دُور ہے خدا تعالےٰ سے اور دُور ہے بہشت سے اور دُور ہے لوگوں سے اور نزدیک ہے دوزخ سے" آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ رب العزت نے کوئی ایسا ولی پیدا نہیں کیا۔ کہ جو سخی اور نیک عادت نہ ہو۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ حق تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی۔ کہ اے موسیٰؑ سامری کو مت مارو۔ کیونکہ وہ سخی ہے"۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔ کہ بہت سے آدمی ایسے ہیں۔ کہ ظاہر میں بدکار اور معیشت میں تنگ ہیں۔ مگر سخاوت کے سبب سے جنت میں جاویں گے"۔ حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کے ہاتھ میں روپیہ دیکھ کر پوچھا۔ کہ یہ کس کا ہے۔ اس نے جواب دیا میرا ہے۔ کہا تیرا تو تب ہوگا۔ جبکہ تیرے ہاتھ سے چلا جاویگا۔

کسرِ نفسی کی انتہا

حکیم ...... علیؒ صاحب کے خلف حکیم پیر بخش سکنہ بلوکی کا بیان ہے۔ کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ آپ کا فلاں مرید السلام علیکم عرض کرتا ہے۔ آپ مرید کا لفظ سُنکر اس قدر رنجیدہ خاطر ہوئے۔ کہ اپنی ریش مبارک کو پکڑ کر فرمایا۔ کہ یہ ستی پیر بننے کے لائق ہے۔ اور جن الفاظ مذمومہ سے اپنے وجود با جود کو مخاطب کیا تھا۔ میرا قلم اُن الفاظ کا دوہرانا یا لکھنا پسند نہیں کرتا۔ اور اپنے وجود کو مخاطب کر کے بہت ہی زجر و توبیخ کی۔ حاضرین کو عبرت ہوئی اور یہ تھا آپ کا طرزِ تلقین۔ "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات"

غیرت

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آپ کے پیر حضرت صاحب اعلےٰ کوٹلہ شریف والے شرقپور شریف تشریف لائے۔ آپ ایک گھوڑی بھی ہمراہ لائے تھے۔ حضرت میاں صاحب نے کسی یار کو کہیں بھیجنا تھا۔ حضرت صاحب قبلہ سے گھوڑی مانگی۔ انہوں نے دینے سے انکار کیا۔ آپ چپ ہو گئے۔ گھوڑی کہیں بھاگ کر شرقپور کے اردگرد پھر رہی تھی۔ جب کوئی اُسے پکڑنے جاتا۔ تو بھاگ جاتی۔ اور قابو نہ آتی۔ حتیٰ کہ آٹھ روز گذر گئے۔ آٹھویں روز حضرت صاحب نے ایک درویش کو میاں صاحب رحہ کے پاس بھیجا۔ کہ ان کی گھوڑی پکڑوا دیں۔ آپ کے پاس جس وقت درویش گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ جا کر خود پکڑ لو۔ جب درویش پکڑنے گیا تو گھوڑی کھڑی رہی۔ اور پکڑ کر حضرت کی خدمت میں لے آیا۔ حضرت میاں صاحب سے فرمایا۔ کہ آپ زبان سے بات سوچ کر نکالا کریں۔ پھر فرمایا[۱]

---

[۱] دیکھو باب التصرف کا ابتدائیہ۔ یہ تصرف ذاتی نہ تھا۔ بلکہ جذباتی تصرف ہے بالفاظ دیگر جذبہ غیرت نے یہ کام کیا۔ نہ توجہ قلبی نے۔ کہ پیر و مرشد کی گستاخی خیال کی جائے۔ ایکبار حضرت قبلہ عالم بسریلوی رحمۃ اللہ علیہ جب بچپن میں اپنے اوستاد حضرت ملکہ شریف والوں سے رحمۃ اللہ علیہ سبق پڑھنے گئے۔ تو آپکی آنکھ شہد کی مکھی کے ڈسنے سے متورم نظر آئی۔ آپ مسکرائے۔ ہمارے حضرت کو آپکی ہنسی سے خفت ہوئی۔ جب دوسری دفعہ آئی۔ تو حضرت قبلہ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی وہی آنکھ مکھی کے ڈسنے سے متورم تھی۔ حضرت قبلہ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ دوسرے دن اس واقعہ سے ہنس پڑے۔ اسکے بعد آنحضرت ایسے امور سے نہایت محتاط رہتے تھے۔ باکمال مرید اپنے پیر کا ایک گونہ رہبر ہوتا ہے۔

سادھو ہو گئے ہنسے سمجھا — اس کا کہیا کھرتہ نہ جا

حضرت میانصاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت صاحب قبلہ کی بہت خدمت کرتے۔ کئی دفعہ ایسا اتفاق ہوتا۔ کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ شرقپور شریف میں دو دو ماہ ٹھہرتے۔ اور میانصاحب رحمۃ اللہ دو دو سو روپیہ قرض لے کر خدمت کرتے۔ اور آپ کے والد صاحب آکر ادا کرتے۔ ایکروز حضرت میانصاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ میں حضرت صاحب قبلہ کے پاؤں دبانے لگا۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ ہوں ہوں اور مجھے ایسا معلوم ہوا۔ کہ میں دوزخ میں جا گرا ہوں۔ پھر حضرت صاحب قبلہ نے کوئی بات کی۔ تو میں نے عرض کیا۔ کہ آپ کی ہوں ہوں سے میں عذاب میں پڑ گیا" غرض کہ آپنے اتنی خدمت کی کہ آج کل اس کی نظیر کم ملتی ہے۔ مگر شرع کے معاملے میں اگر خلاف دیکھتے تو کہنے سے نہ ٹلتے۔ ایکدفعہ حضرت صاحب قبلہ شرقپور شریف تشریف لائے۔ آپ کی ڈاچی (اونٹنی) کے گلے میں گھنگرو باندھے ہوئے تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت گھبرائے۔ اور حضرت صاحب قبلہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپنے ڈاچی کے گلے میں گھنگرو باندھے ہوئے ہیں۔ تو ہم کیا کریں۔ حتیٰ کہ انہوں نے گھنگرو ڈاچی کے گلے سے اتار دیئے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ مکان شریف کے عرس پر میر صادق علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حلقہ فرما رہے تھے کہ مولوی یار محمد صاحب جمبری بغیر اجازت حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ حلقہ میں جا بیٹھے۔ میر صاحبؒ نے فرمایا ہمارے حلقہ میں بغیر اپنے شیخ کی اجازت کے کوئی نہ بیٹھے۔ مولوی یار محمد صاحبؒ آپ کے اس فرمان کو نہ سمجھے۔ آخر پھر میر صاحبؒ نے فرمایا۔ کہ اس لڑکے کو حلقہ سے اٹھا دو۔ مولوی یار محمد صاحب روتے روتے حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کیطرف آئے۔ تو آپنے رنج میں فرمایا۔ کیوں حلقہ میں بیٹھ آئے ہو۔

پھر آپ حلقہ میں لے گئے۔ مولوی یار محمد صاحب کا بیان ہے۔ کہ مجھ پر اتنی کیفیت طاری ہو گئی۔ کہ روضہ مبارک کی چوٹی سے فوارہ کیطرح نور میرے سینے میں آرہا تھا۔

ایک دفعہ حضرت میانصاحب علیہ الرحمۃ مکان شریف تشریف لیگئے۔ وہاں ایک شخص کو مزار پر سجدہ کرتے دیکھا۔ وہ شخص الٹ کر گر پڑا۔ آپ جس مزار پر جاتے قبر کو ہاتھ تک نہ لگاتے۔ چپکے کھڑے رہتے۔ یا بیٹھ جاتے شریعت کے برخلاف کوئی حرکت دیکھتے۔ تو نہایت غصہ میں آجاتے۔

حق گوئی

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ ڈپٹی سلطان احمد خاں حاضر خدمت ہوا۔ اس نے دو روپے آپکی نذر کئے۔ آپ نے فرمایا میں تمہارے دو روپے نہیں لیتا۔ "تو ظالم ہے"۔ ڈپٹی نے جواب میں عرض کیا میں ظالم تو ہوں۔ مگر یہ دو روپے جو کہ میں نذر کر رہا ہوں۔ میری تنخواہ میں سے ہیں۔ لیکن آپ نے دو روپے واپس کر دیئے۔ اور چند نصیحتیں فرما کر رخصت کیا۔

اور ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ ملک محمد حیات صاحب ذیلدار سکنہ شرقپور کو حضور نے بنک کے بنانے سے منع کیا لیکن وہ باز نہ آئے۔ آپ نے فرمایا اچھا نقصان اٹھاؤ گے۔ آخرش ملک صاحب کو بنک میں نقصان ثابت ہوا۔ جو کسی سے مخفی نہیں ہے۔

تواضع

حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ ایک مرتبہ قصور تشریف لائے۔ آپ ہمراہ یاروں کے قبرستان تشریف لے جا رہے تھے۔ کہ رستہ میں ایک بھنگن بازار کا کوڑا کرکٹ جمع کر کے یکجا ایک ٹوکری میں بھر کر کھڑی ہوئی تھی اور اس کی گود میں ایک بچہ بھی تھا۔ چونکہ وہ اکیلی اس نجاست کی ٹوکری کو اٹھانا چاہتی تھی۔ بچے کے سبب اُسے تکلیف ہو رہی تھی۔ جونہی آپ کی نظر پڑی۔ جھٹ آپ نے اپنے ہاتھوں سے اس کی مدد کر کے وہ ٹوکری اٹھوا دی۔ اور یاروں کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ آپ پھر اُن کے ہمراہ قبرستان کیطرف تشریف لیگئے۔

تواضع کا بیان

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ جو کوئی تواضع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی عزت کو بڑھاتا ہے۔ اور آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کے سر کی لگام دو فرشتوں کے ہاتھ میں نہ ہو۔ جب وہ تواضع کرتا ہے۔ تو فرشتے اس کی لگام کو اوپر چڑھاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ یا الٰہی اس کے سر کو بلند رکھ اور اگر تکبر کرے۔ تو فرشتے اس کی لگام نیچے کیطرف کھینچتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ الٰہی اس متکبر آدمی کو سرنگوں اور ذلیل کر۔" حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ سعادت مند اور نیک وہ شخص ہے۔ جو بغیر لاچاری کے تواضع اور عاجزی کرے۔ غریبوں کو ایسا مال دے۔ جو معصیت سے کمایا ہو۔ اور غریبوں پر رحم کرے۔ اور علماء و حکماء یعنی اہل باطن کی صحبت اختیار کرے۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے۔ کہ کرم تقویٰ میں ہے۔ اور بزرگی تواضع میں۔ اور تونگری یقین میں۔" حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ دنیا میں تواضع کرنے والے نیک بخت لوگ ہیں۔ جو قیامت میں ممبروں پر بٹھائے جائیں گے۔ اور نیک بخت وہ لوگ ہیں۔ جو لوگوں کے درمیان صلح کراتے ہیں۔ ان کا ٹھکانا فردوس ہے۔ اور نیک بخت لوگ وہ ہیں۔ جن کے دل دنیا سے پاک ہوں۔ اور ان کو اللہ رب العزت کا دیدار نصیب ہو گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ کیا سبب ہے۔ کہ عبادت میں حلاوت اور چاشنی کو تم میں نہیں پاتا۔ سب نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت کی حلاوت اور چاشنی کیا چیز ہے۔ آپنے فرمایا۔ کہ وہ حلاوت تواضع اور خاکساری ہے۔ اور حضور فرماتے ہیں کہ جب تم کسی تواضع اور خاکساری کرنے والے کو دیکھو۔ تو اُس سے تواضع اور خاکساری سے پیش آؤ۔ اور جب کسی متکبر اور مغرور کو دیکھو۔ تو اس سے تکبر کرو۔ تاکہ وہ تکبر کرنے والا خوار اور ذلیل ہو۔ اور فرمایا۔ کہ جو کوئی خاکساری اللہ رب العزت کے لئے کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند کرتا ہے۔ اور جو کوئی درمیانہ چال چلتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اُسے تونگر کر دیتا ہے۔ اور جو کوئی بیجا خرچ کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اُسے محتاج کر دیتا ہے۔ اور جو کوئی رب العزت کا

کا بہت ذکر کرتا ہے۔ تو حق سبحانہ وتعالےٰ اس کو چاہنے اور پیار کرنے لگتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ لوگو تم افضل عبادت سے غافل ہو۔ اور وہ افضل عبادت تواضع اور خاکساری ہے۔ حضرت یوسف بن اسباط رح فرماتے ہیں۔ کہ بہت سے عمل سے تھوڑی سی خاکساری اور پرہیزگاری افضل ہے۔ اور بہت سے مجاہدہ سے تھوڑی عاجزی زیادہ ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جس کسی کو مال یا جمال یا بیان یا علم عنائت ہوا ہو اور وہ اس میں تواضع اور خاکساری نہ کرے۔ تو یہ چیز قیامت کے روز اسپر وبال ہو جائیگی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام صبح کو اغنیاء اور شرفا سے ملاقات کرکے مساکین کے پاس آکر بیٹھ جاتے۔ اور فرماتے۔ کہ مسکین کی گذر مسکینوں میں ہی ہوتی ہے حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ تواضع اس کا نام ہے۔ کہ جب آدمی اپنے گھر سے باہر نکلے۔ اور جو کوئی مسلمان اُسے راستے میں ملے سمجھے کہ وہ مجھ سے زیادہ بہتر ہے۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں۔ کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو جب اللہ رب العزت نے غرق کر دیا۔ تب آپس میں پہاڑ ایک دوسرے سے اونچے اور بلند ہونے لگے۔ اور ان میں سے کوہ جودی نے فروتنی اور پستی اختیار کی۔ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کوہ جودی کو پستی کے باعث بلندی عنائت کی۔ کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اوسپر جا ٹھہری۔ حضرت یونس بن عبید رض جب عرفات سے لوٹے تب کہنے لگے۔ کہ اگر میں لوگوں میں نہ ہوتا۔ تو یقیناً ان لوگوں پر رحمت نازل ہوتی۔ مگر اب مجھے ڈر ہے۔ کہ شاید میرے سبب سے یہ لوگ کہیں رحمت الٰہی سے محروم نہ رہے ہوں۔ حضرت زیاد نمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ جو زاہد خاکسار نہیں ہے۔ وہ درخت بے ثمر ہے حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی مسجد کے دروازہ پر آکر پکارے۔ کہ تم لوگوں میں جو سب سے برا ہو۔ باہر نکل آوے۔ تو مجھ سے پہلے کوئی نہ نکلے۔ سب سے آگے میں ہی دوڑوں۔ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو سنکر کہا۔ کہ مالک اسی سبب سے مالک ہوا ہے۔ حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص ریاست کی محبت رکھتا ہے۔ وہ کبھی فلاح نہ پائے گا۔ ایکدفعہ سرخ آندھی اور زلزلہ آیا۔ حضرت موسیٰ بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ حضرت محمد مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے۔ کہ آپ ہمارے امام ہیں۔ اللہ رب العزت سے دعا مانگیں۔ کہ یہ آفت دور ہو۔ حضرت محمد بن مقاتل رو کر فرمانے لگے۔ کہ اس بات کو ہی غنیمت سمجھتا ہوں۔ کہ تم کہیں میرے سبب سے ہلاک نہ ہو۔ حضرت موسےٰ بن قاسم فرماتے ہیں۔ کہ میں نے خواب میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ اور حضورؐ نے مجھکو ارشاد فرمایا۔ کہ محمد بن مقاتل کی دعا سے آندھی اور زلزلہ دور ہوگیا۔ حضرت بایزید بسطامی فرماتے ہیں۔ کہ جب میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں۔ تو مجھے اپنے نفس کے بارہ میں خیال ہوتا ہے۔ کہ میں ستر برس کا گبر ہوں۔ مجھے زنار توڑنا چاہیئے۔ نیز فرمایا۔ جب تک آدمی کو یہ گمان ہے کہ مخلوق میں کوئی مجھ سے برا ہے۔ تب تک وہ متکبر ہے۔ عرض کیا گیا۔ کہ حضرت تواضع کیا چیز ہے؟ کہا اپنے نفس کے لئے نہ کوئی مقام جانے نہ کوئی حال۔ سلف نے فرمایا ہے۔ عزت اس کو ہے۔ کہ خدائے پاک کے لئے ذلیل ہو۔ اور برتری اس کو ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے لئے فروتنی اور عاجزی کرے۔ اور

اُن میں وہ ہے ۔ جو خدائے پاک سے ڈرے ۔ اور نفع اُس کو ہے ۔ جو اپنے نفس کو اللہ تعالےٰ رب العزت کے ہاتھ بیچ دے اور حضرت عطا سلمی رحمۃ اللہ علیہ جب رعد اور گرجنے کی آواز سنتے ۔ تو کبھی اُٹھتے اور کبھی بیٹھتے اور مانند عورت حاملہ کے پیٹ پکڑتے اور فرماتے کہ یہ بلا میرے ہی سبب سے تم پر آئی ہے ۔ اور میں مرجاؤں ۔ تو تم کو راحت پہنچے ۔ حضرت بشر حافی رح فرماتے ہیں ۔ کہ دنیا داروں کے لیئے یہی سلام ہے ۔ کہ تم اُن کو سلام نہ کرو ۔

غصہ اور غیرت کا فرق

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت نہایت غیور تھی ۔ جمال بصورت جلال تھا ۔ آپکی طبیعت میں اسقدر غیرت تھی ۔ کہ ذرا بھی خلاف شرع کوئی عمل دیکھتے تو آپکی طبیعت غیرت اور غصہ میں آجاتی ۔ حدیث شریف میں بھی آیا ہے ۔ دو لعت "اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ" آپ مجسم اس حدیث شریف کے عامل تھے ۔ اب کچھ غیرت اور غصہ کے متعلق لکھتا ہوں ۔ اس لیے کہ بعض بے سمجھی کے سبب سے غصہ تو کر لیتے ہیں ۔ مگر محل سے واقف نہیں ہوتے ۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کیا ۔ حضور مجھے کوئی عمل بتایئے ۔ حضور نے فرمایا غصہ نہ کیا کر ۔ اُس نے پھر دوبارہ عرض کی ۔ تب بھی آپ نے یہی فرمایا ۔ کہ غصہ نہ کیا کر ۔ معلوم ہوا کہ غضب جس کو غصہ کہتے ہیں ۔ وہ ایک آگ کا شعلہ ہے ۔ کہ جسطرح آگ راکھ میں دبی ہوئی رہتی ہے اسی طرح وہ آگ کا شعلہ بھی آدمی کے اندر دبا ہوا رہتا ہے ۔ اور جب کوئی غصہ کی آگ سے بھڑک اٹھتا ہے ۔ تب وہ اپنا نسب شیطان سے ملا لیتا ہے ۔ کیونکہ وہ شیطان بھی آگ سے بنا ہوا ہے ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں عرض کیا ۔ کہ مجکو اللہ تعالیٰ کے غضب سے کونسی چیز بچائے گی ۔ تب حضور نے فرمایا ۔ کہ تو خود غصہ نہ کیا کر ۔ اور حدیث شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے ۔ کہ وہ پہلوان نہیں ہے ۔ جو کسی کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان تو وہ ہے ۔ کہ غصہ کے وقت اپنی زبان کو قابو میں رکھے ۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔ کہ اے انسان تو اتنا غصہ میں اچھلتا ہے ۔ کہ مجھے ڈر لگتا ہے ۔ کہ اب کے اچھال میں دوزخ میں گر پڑے گا ۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔ ہر برائی کی کنجی غضب ہے اور بعض نے کہا ہے ۔ کہ بے وقوفی کی جڑ ہے اور غضب سے ایمان ایسا بگڑ جاتا ہے ۔ جیسا کہ شہد میں ایلوا یعنی مصبر گرنے سے شہد بگڑ جاتا ہے اللھم احفظنا ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے ۔ کہ آدمی کے حلم کا اعتبار غصہ کے وقت ہوتا ہے ۔ اور جب غصہ نہ ہوا ۔ تو اُس وقت کے حلم کا کیا اعتبار ہوا ۔ اور جو غصہ دنیا کے واسطے ہوتا ہے ۔ اُس کا نام مکر و فریب ہے ۔ اور جو غصہ آخرت کیواسطے ہے ۔ اس کا نام علم اور حلم ہے ۔ وہ غصہ نہیں اور نہ وہ آگ کا شعلہ ہے ۔ بلکہ سراسر رحمت ہی رحمت ہے ۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو ایک شخص نے گالی دی ۔ تب آپنے کہا ۔ اگر میزان عمل میں میرے عمل کم ہوں ۔ تو جو تو کہتا ہے اس سے بھی بدتر ہوں ۔ اور اگر پلہ بھاری ہوا ۔ تو اس گالی سے بھی ضرر نہیں ۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ۔ کہ اللہ رب العزت کے نزدیک کسی گھونٹ کا پینا اتنا محبوب نہیں ۔ جتنا کہ غصہ کا گھونٹ پینا محبوب ہے ۔ جو کوئی غصہ کو پی جاتا ہے ۔ اللہ رب العزت

اس کے دل کو نور ایمان سے بھر دیتا ہے۔ حکایت۔ ایک شخص نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے وصیت چاہی۔ آپ نے فرمایا۔ غصہ نہ کیا کر۔ اس نے کہا۔ کہ حضرت مجھ سے یہ تو نہ ہو سکے گا۔ تب آپ نے فرمایا۔ کہ اچھا اتنا ہی کر۔ کہ غصہ کیوقت زبان اور ہاتھ روک لیا کر۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ قیامت کے دن ایک منادی ندا کرے گا۔ کہ اہل فضل کہاں ہیں۔ تب کچھ لوگ اٹھیں گے کہ ہم اہل فضل ہیں۔ فرشتے کہیں گے۔ دنیا میں تمہارا کیا فضل تھا۔ وہ جواب دیں گے۔ کہ ہم پر اگر ظلم ہوتا۔ تو ہم صبر کرتے۔ اور اگر کوئی ہم سے بدسلوکی کرتا۔ تو ہم بخش دیتے۔ اور اگر کوئی ہم سے جہالت اور بے سمجھی کا کام کرتا۔ تو ہم برداشت کرتے یہ سنکر فرشتے کہیں گے۔ کہ لو اہل فضل لوگو اب تم بہت ہی خوشی سے جنت میں جاؤ۔ فنعم اجر العاملین۔ سبحان اللہ کیا ہی اچھی مزدوری کام کرنے والوں کی ہے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا گذر ایک یہود کی جماعت پر ہوا۔ انہوں نے آپکو برا کہا تب آپنے ان کے جواب میں کلمہ خیر کہا۔ کسی نے آپ سے عرض کی۔ کہ یہ تو آپ کو برا کہتے ہیں۔ اور آپ ان کے حق میں بھلا کہتے ہیں۔ آپنے فرمایا۔ کہ ہم میں سے ہر ایک شخص وہی چیز دوسرے کو دیتا ہے۔ کہ جو اس کے پاس ہے۔ ہاں میاں! ہر برتن سے وہی چیز ٹپکتی ہے۔ جو اس برتن میں ہو گی۔ ہمارے دل کے برتن میں خیر ہے۔ اس سے خیر ہی ٹپکے گی۔ اور ان کے دل کے برتن میں شر ہے۔ ان سے شر ہی ٹپکے گا۔ اللہ اکبر۔

ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو برا کہا تھا۔ حضور سن رہے تھے۔ اور جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب میں بولنا چاہا۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے۔ جب آپ سے اٹھنے کا سبب دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ جب تم چپ رہے۔ فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دیتا تھا۔ اور جب تم بولے تو فرشتہ چلا گیا اور شیطان آگیا۔ مجھے ایسی جگہ بیٹھنا منظور نہیں تھا۔ تب اٹھ کر چلنے کو تیار ہو گئے۔

اور روایت میں آیا ہے۔ کہ حضور نے ارشاد فرمایا۔ کہ لوگ کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ بعض کو دیر میں غصہ آتا ہے اور جلد فناہ ہو جاتا ہے۔ اور کسی کو جلدی غصہ آتا ہے۔ اور جلدی ہی فناہ ہو جاتا ہے۔ اور بعض کو جلد غصہ آتا ہے ور دیر میں جاتا ہے۔ مگر سب سے بہتر وہ ہے۔ کہ جو دیر میں خفا ہو۔ اور جلد سمجھ جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا۔ کہ کبھی آپ نے اپنے حقوق کا بدلہ لیا ہو۔ ہاں ہتک یا حرمت الٰہی ہوتی ہو۔ تب آپکو سب سے زیادہ غصہ آتا تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ کہ اے عقبہ میں تجھے لوگوں کے اعمالوں سے افضل اعمال بتاؤں۔ وہ یہ ہے۔ کہ تو اس سے مل۔ جو تجھے نہ ملے۔ اور دے اسکو جو تجھے نہ دے۔ اور معاف کر اس کو جو تجھ پر ظلم کرے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ جب تک تم کو بدلہ لینے کا قابو اور موقعہ نہ ملے۔ تب تک حلم اور برداشت کرو۔ اور جب موقعہ مل جائے۔ تو عفو

اور احسان کرو۔ **حکایت**۔ ایک چور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے خیمہ میں گھسا۔ اور پکڑا گیا۔ لوگوں نے کہا۔ کہ اس کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ تب آپ نے فرمایا۔ کہ نہیں میں اس کی پردہ پوشی کروں گا۔ شاید کہ اللہ رب العزت میری پردہ پوشی کرے۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نرم ہے۔ اور نرمی کو دوست رکھتا ہے۔ اور فرمایا۔ جو نرمی سے محروم رہا ہر نیکی سے محروم ہو گیا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ حسد کی راہ سے اپنے بھائی پر خوشی ظاہر نہ کر۔ ورنہ اللہ پاک اس کو بچالے گا۔ اور تجھے پھنسا دیگا ہاں حدیث شریف میں آیا ہے۔ دیوس کے لئے نجات نہیں ہے۔ جہاں معاملہ دینی یا دنیوی جس میں عزت برباد ہوتی ہو یعنی جس کی کوئی پردہ دری کرے۔ اس وقت غیرت کرنی فرض ہوتی ہے۔ اس پر بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ کتاب کے طول ہونے کے سبب ختم کرتا ہوں۔ اللھم احفظنا من کل بلاء الدنیا والآخرۃ۔

نورالحسن شاہ کا حلقہ ارادت میں، نورالحسن شاہ صاحب کا بیان کیا۔ کہ ایک روز شہر قصور شریف اپنے بھائی حسین شاہ صاحب کے ہمراہ کسی دنیاوی کام کے لیے گئے۔ جب شہر قصور شریف میں داخل ہوئے۔ تو حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ بازار میں تشریف لارہے تھے۔ آپ نے آکر میرا گریبان پکڑ لیا۔ اور دریافت فرمایا۔ کہ تمہارا نام کیا ہے۔ میں نے عرض کیا نورالحسن۔ آپ نے فرمایا۔ تجھے نورالحسن بنا دیں میں خاموش ہو گیا۔ آپ نے فرمایا۔ افسوس کہ تو میری بات کو ہنسی سمجھا" خیر جب ہم واپس اپنے گاؤں میں آئے۔ تو بھائی صاحب نے والدہ صاحبہ سے ذکر کیا۔ تو والدہ صاحبہ بہت ناراض ہوئیں۔ اور فرمایا کہ پیر کا ہونا ضروری ہے۔ ہمارے خاندان میں سب کا طریقہ ایسا ہی چلا آیا ہے۔ تو نے سخت غلطی کی ہے جس کے جواب میں عرض کی گئی۔ کہ فی الحال میرے پیر آپ ہی ہیں جس کے جواب میں انہوں نے صاف صاف فرما دیا۔ کہ آج سے میں تمہارا پیر نہیں ہوں۔ خیر قصہ مختصر چھ ماہ تک کوئی خیال نہ آیا۔ مگر ان مہینوں میں کئی مشکلات اور کاروبار دنیاوی میں الٹ پلٹ کا سامنا ہوا۔ ویسے طبیعت اداس اور پریشان ہی رہتی تھی۔ آخر آپ کی غلامی میں داخل ہو گیا" (مرتب) آپ آٹھ سال برابر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے۔

ایک روز آپ نے فرمایا۔ اسمٰعیل شاہ صاحب کرموں والے آئے تھے۔ ڈیڑھ صد روپیہ ہمراہ لائے تھے۔ میں نے کہا۔

سلہ۔ عارف اسی قیود سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور جو کچھ اس کی زبان پر ہوتا ہے۔ وہی اس کے دل میں ہوتا ہے۔ گو عارف کو حرص سے بالکل پاک کر دیا جاتا ہے۔ اور اسے کسی قسم کی احتیاج نظر میں نہیں رہتی۔ لیکن خدمت گذاروں کی خدمت کا اعتراف کرنا وہ اولین فرض جانتا ہے حدیث شریف میں آیا ہے (من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ) یہ اعترافِ خدمت ہی با اخلاص مرید کا کام بالاتر کر دیتا ہے یہ معنوی توجہ ہے مرید کے حق میں یہ بہتر توجہ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بزرگوں نے فرمایا ہے ؎ ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد۔ شاہ صاحب اس خدمت سے آج مخدوم ہو بیٹھے ہیں۔

اتنا روپیہ کیوں لائے ہو۔ انہوں نے جواب دیا۔ مجھے کون پوچھتا تھا۔ سب آپکی طفیل ہے۔ پھر فرمایا۔ جب آتے ہیں۔ دو صد ڈیڑھ صد روپیہ لے کر ہی آتے ہیں۔ یہ تو ہماری طرح ہی کرتے ہیں۔ میں بھی حضرت صاحبؒ کی خدمت میں اسی طرح لے جایا کرتا تھا۔

تبلیغی عادت کا خاکہ

ایکدفعہ آپ حجرہ شریف تشریف لے گئے۔ چونکہ یہ جگہ بھی آپ کے بزرگوں کا پیر خانہ تھا۔ گدی نشین صاحب کی ڈاڑھی کتری ہوئی۔ اور نماز کے اوقات کی پابندی کا اہتمام نہ تھا۔ اور انہوں نے شکار کے واسطے بندوق اور کتے وغیرہ رکھے ہوئے تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ نے اُن سے فرمایا۔ کہ یہ کونسا طریق ہے؟ جو آپ نے اختیار کر رکھا ہے۔ کیا آپ کے آباؤ اجداد ایسا کیا کرتے تھے یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سنت ہے؟ یہ سنکر وہ بہت شرمندہ ہوئے۔ اور زار زار روئے اور کہا۔ میں نے سب کچھ اپنے بزرگوں کے خلاف کیا ہے۔ اب میری توبہ۔ آئندہ ایسا کام کبھی نہیں کروں گا۔ اور آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔

اکثر مولوی صاحبان آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ تو آپ فرماتے۔ کہ اب شریعت کی پابندی کا کیا حال ہے؟ بعض تو کہتے۔ کہ اب تو شریعت کی پابندی کا حال بہت اچھا ہے۔ لوگ نمازیں پڑھتے ہیں۔ روزے بھی رکھتے ہیں۔ آپ فرماتے۔ کہ آپس میں حقوق کا کیا حال ہے۔ باپ بیٹے کا دشمن۔ عورت خاوند کی دشمن۔ ہمسایہ ہمسایہ کا دشمن یہ کیا شریعت کی پابندی ہے۔ پھر ان کی آنکھیں کھلتی اور ہوش آتا۔ وہ کہتے کہ اب لوگوں نے شریعت اور قرآن شریف کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔ پھر آپ پوچھتے۔ کہ آیا آج سے بیس سال پہلے لوگوں کا یہ حال تھا؟ تو صاف جواب ملتا۔ کہ اس سے پہلے آپس میں حمیت تھی۔ اخلاص تھا۔ ہمدردی تھی۔ وہ تو اب بالکل مفقود ہیں۔ آپ فرماتے۔ یہ سب انگریزیت (عیسائیت) کا اثر ہے۔

ایک دن ایک ریلوے سپرنٹنڈنٹ آپکی خدمت میں حاضر ہوا۔ ڈاڑھی مونچھ صفاچٹ ٹوپی سر پر۔ آپ نے اُس سے پوچھا کہ آپکو کیا تنخواہ ملتی ہے۔ اس نے بتایا۔ کہ ہزار بارہ سو۔ آپ نے ایک تھپڑ ایسے زور سے اس کے منہ پر مارا۔ کہ اُس کی ٹوپی دور جا پڑی۔ کہ یہ ہزار روپیہ تم کو منکر نکیر سے بچالیں گے۔ اور پلصراط پر اسی کے سہارے اتر جانا اور حساب کے وقت رشوت دیکر جنت میں چلے جانا۔ یہ مسلمانی ہے۔ سب انگریز کے بچے ہیں۔ انگلستان میں ان باپ کے ایسے ہوتے ہیں۔

اہل دنیا کافران مطلق اند	روز و شب بق بق و در زق زق اند
اہل دنیا چہ کہیں و چہ مہیں	لعنت اللہ علیہم اجمعیں
اہل دنیا چوں سگِ دیوانہ اند	دُور شو زیشاں کہ بس بیگانہ اند

پھر فرمایا۔ میاں قانون خداوند کی پابندی بھی کوئی چیز ہے۔ وہ کون آکر کریگا۔ اپنے پیدا کرنیوالے کو کچھ تو سمجھو۔ اسے بہت

بڑا اثر ہوا۔ اور آئیندہ اپنی حالت سنوار لی۔

آپکی تبلیغ کا نمونہ

بڑے بڑے بی۔ اے۔ ایم۔ اے آپکی خدمت میں حاضر ہوتے۔ تو جب آپ اُنکی حجامت دیکھتے۔ اور ان کے انگریزی فیشن بال پکڑ کر خوب ہلاتے۔ اور فرماتے۔ کیا تمہارے باپ کی شکل بھی ایسی ہے۔ داڑھی منڈی ہوئی اور ایسے ہی بال تھے۔ کیا تم کو اپنے باپ کی شکل بُری معلوم ہوتی ہے۔ ہمارے سکھ بھائی تو ایسا نہیں کرتے۔ انہیں تو خواُن کے گرو صاحب نے تعلیم دی ہے۔ اُس پر کیسا عمل کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے۔ ہمارا خداوندی قانون کیا کم ہے۔ کیا سکھوں کو نوکری نہیں ملتی۔ افسوس تو اس بات پر ہے۔ کہ مسلمان قیدیوں کی حجامت میں داڑھی مونڈ دیتے ہیں۔ مگر سکھوں کو کوئی بھی نہیں پوچھتا۔ انگریزوں کو بھی معلوم ہو گیا ہے۔ کہ مسلمان اپنے مذہب کے کچے ہیں۔ پھر آپ پوچھتے۔ کہ تم نے کتنے سال انگریزی پڑھی ہے۔ جواب ملتا۔ کہ پندرہ سولہ سال۔ آپ پوچھتے کہ بھلا بسم اللہ کے معنے بتاؤ۔ تو جواب نفی میں ملتا۔ پھر آپ فرماتے۔ کہ یہ مسلمانوں کے بچے ہیں۔ کہ بسم اللہ کے معنی بھی نہیں جانتے۔ انگریزی کو تو بغیر معنوں کے کوئی نہیں پڑھتا۔ مگر قرآن شریف کو بغیر معنوں کے پڑھتے ہیں۔ انگریزی قانون کو تو ہر ایک جانتا ہے۔ مگر خدائی قانون کی کوئی خبر نہیں۔ کہ قرآن شریف میں کیا حکم ہے۔ اب تو انگریز بن گئے۔ اب تم لا الہ الا اللہ انگریز رسول اللہ کا کلمہ پڑھا کرو۔" اکثر توبہ کر کے جاتے۔ اور جب دوبارہ خدمت میں حاضر ہوتے۔ تو داڑھی رکھی ہوتی۔ اور پابند نماز بلکہ تہجد خواں ہو جاتے۔ آپ اُن سے بڑا پیار کرتے۔ آخر کار ہدایت کا نور قلب کا سرور انہیں حاصل ہو جاتا۔ سبحان اللہ۔

حق گوئی

سر محمد شفیع صاحب کی والدہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی خالہ صاحبہ ہیں۔ ایکدن میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے میاں محمد شفیع صاحب کے سامنے اپنی خالہ صاحبہ کو کہا۔ کہ خالہ کیسا غضب ہو جاتا ہے اس "سر" کی داڑھی سینہ پر پڑتی۔ اور وائسرائے کی کونسل میں بیٹھا ہوتا۔ تو داڑھی کی ہیبت سے اسلام کا کیسا رعب ہوتا اور وائسرائے کو پتہ لگ جاتا۔ کہ مسلمان ایسے ہیں۔ افسوس سب عیسائی ہو گئے۔ عورتیں بھی عیسائی ہو گئیں۔ سبحان اللہ۔ ایک دن آپنے مسجد میں سر محمد شفیع صاحب سے فرمایا۔ کہ محمد شفیع آج تیرا نام لینے کو دل نہیں چاہتا۔ افسوس تیرا نام تو کیسا اچھا ہے۔ اپنے نام ہی کی شرم کرو۔ اور کچھ سوچو سمجھو۔ تمہارے باپ کی شکل کیسی اچھی تھی۔ وہ شکلیں تم کو بُری لگتی ہیں اصل میں سارا قصور اُن کا ہی ہے انہوں نے تمہیں کیوں ولایت بھیجا۔ اور جبکہ تم نے اپنی شکل بگاڑ لی تھی۔ تو تمہیں اپنے گھر میں کیوں گھسنے دیا حق گوئی کا یہ عالم تھا۔ کہ اپنے پرائے جاہل عالم دیندار دنیا دار صوفی فقیر مسلم گدی نشین سب کو شریعت کی پابندی کی ہدائیت فرماتے۔

تفسیرہ
ایک مولوی صاحب آپکی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپنے فرمایا۔ کہ ھُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا پر کتنا عمل ہو رہا ہے۔ تو مولوی صاحب نے انکھیں نیچی کر لیں۔ فرمایا اب تو سارے زمانے کا یہی حال ہے۔ کوئی بھی دین کیطرف رغبت نہیں کرتا۔ مولویوں نے تو اپنی اپنی خواہش کے مطابق قرآن شریف کے معنے گھڑ لیئے۔ اور فرقہ بندی کر لی۔ اور اپنی عزت اور توقیر کے درپے ہو گئے اصل اسلام کو چھوڑ دیا۔

باب ۳

عادات

عادت انسان کا وہ راسخ ملکہ ہے۔ کہ بلا تکلف بلا علم اپنی ضرورت اپنے وقت پر عمل پذیر ہو۔ عادات کو اگرچہ فطرتی ملکہ نہیں کہہ سکتے۔ تاہم جو عادات بلا علم بلا توجہ ذاتی طبیعت میں راسخ ہو جاویں۔ وہ فطرتی کہلائیں تو بے جا نہ ہوگا۔ گوکہ درحقیقت وہ بھی کسبی ہیں۔

عادات نیک و بد دونو یکساں دنیا میں موجود ہیں۔ اور انسان کی قیمت کا اندازہ عادات سے کیا جاتا ہے۔ کہ جتنی عادات نیک کسی انسان میں ہونگی۔ اتنا ہی اچھا۔ اور جتنی بُری اتنا بُرا۔

عادات وہی ہیں جو فطرتی بھی ہیں اور کسبی بھی۔ جن پاک نفوس کی طبیعت بلند ہوتی ہے۔ اُنکی طبیعت خود بخود بُری عادات سے نفرت کرتی ہے۔ اور نیک عادات کیطرف متوجہ رہتی ہے۔ ایسے نفوس چوٹی کے انسانوں سے گنے جاتے ہیں۔

لیکن بعض نفوس ایسے ہوتے ہیں۔ کہ فطرت تو اتنی بلند نہیں۔ کہ خود بخود عادات سے ذاتی طور پر متنفر رہے لیکن علمی حقائق نے اُن میں یہ جذبہ پیدا کر دیا۔ کہ نیک عادات اپنے اندر پیدا کریں۔

ولی اللہ بھی دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جو اپنی اصلی عادات اور فطری میلان پر قائم رہتے ہیں۔ اور انہیں کسبی کی نیک و بد عادات سے سبق حاصل نہیں ہوتا۔ اور ایک وہ کہ عمدہ عادات کے باوجود ہر وقت انہیں نیک عادات کا خیال دامنگیر رہتا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ دوسری قسم پہلی قسم سے اچھی ہے۔

حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ اِس دوسری قسم کے افراد یگانہ میں سے تھے۔ اور باوجود عمدہ عادات رکھنے کے آپکو ہر وقت نیک عادات کی توجہ اور تلاش رہتی تھی۔ بلکہ ہمارے خیال میں آپنے اپنی تمام فطری اور جذباتی عادات کو یکدم اتباع سنت کے مشاہرہ پر نثار کر دیا تھا۔ اور ہر عادات میں یہی ملحوظ ہوتا۔ کہ اتباع سنت رسول علیہ التحیۃ والسلام کے بغیر یک سرِ مُو فرق نہ آنے پائے۔

آج اتباع سنت کے دعویدار ہزاروں بلکہ لاکھوں ہیں۔ لیکن یہ دعویٰ بھی محدود کسی نے عبادات میں کسی نے اوراد میں کسی نے اذکار میں کسی نے لین دین اور کسی نے نشست و برخاست میں کسی نے لباس میں اپنے دعویٰ کا ثبوت دیا ہے۔ اور بس۔ لیکن آپ کے اُسوۂ حسنہ کی ہر حرکت و ہر جنبش کے ساتھ وابستہ ہونیوالا لاکھوں میں ایک بھی مل جائے۔ تو موجودہ وقت میں غنیمت۔ اور باقی تمام کے تمام قال ہی قال سے دعویٰ کیر حال کے دعویٰ کنندہ کمیاب بلکہ نایاب

آفتدوۃ الواصلین اپنے جذبہ اتباعِ سنت میں اتنے کامل تھے۔ کہ اندرونی بیرونی ظاہری باطنی تمام امور اور تمام حالات میں اتباعِ سنت کے عاشق تھے۔ عبادات سے بڑھ کر معاملات میں اس کے متبع نظر آتے تھے۔

توحیدی جذبہ اس قدر زبردست تھا۔ کہ جب آپ کے صاحبزادہ پیدا ہوئے۔ تو گود میں لیکر فرمایا کہ اگر تمہیں نیک ہونا ہے۔ تو زندہ رہو۔ ورنہ اس زندگی سے تمہارا مرنا بہتر ہے۔ چنانچہ وہ فوت ہو گئے۔ لیکن بے صبری نفرمائی۔ نہ جزع فزع کی۔ بلکہ رضا بقضا خوش بخوش۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی تھا۔ کہ جب کسی کا لڑکا کسی کی گود میں دیکھ پاتے۔ تو اسے پکڑ کر اپنی گود میں لے لیتے تھے۔ اور اسے پیار فرماتے۔ اور گاہے اپنا لعاب اس کے منہ میں ڈال دیتے۔ حالانکہ ذاتی محبت دنیاوی علاوہ سے بہت بلند تھی۔ لیکن اتباعِ سنت علیہ التحیۃ والسلام اور اسوۂ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے یہ سب کچھ پسند طبع ہو چکا تھا۔

اٹھنا بیٹھنا۔ سونا جاگنا۔ رہنا سہنا۔ کھانا پینا۔ لینا دینا۔ اوڑھنا پہننا۔ پڑھنا پڑھانا۔ دیکھنا بھالنا۔ بولنا چالنا۔ غرض تمام امور اور تمام احوال میں یکساں شاہراہ سنت پر قدم زن نظر آتے تھے۔ بلکہ اگر کسی دوسرے مسلمان بھائی کو اس کے بغیر عادی دیکھتے۔ تو سخت طیش میں آکر اسے متنبہ فرماتے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے سوا ہرگز جھکا نہیں مسلمان وہی ہے۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا پیرو ہو۔

خلافِ پیغمبر کسے راہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

ایکدن قاری الہٰ بخش صاحب آئے تو آپ نے اُن کو جھٹ سیدھا کھڑا کر دیا۔ اور ٹخنے سے لیکر گلے اوپر کو چپہ سے ناپنے دیکھنے والے حیران کہ الٰہی کیا ماجرا ہے۔ جب چھ چپے ناپ چکے تو قاری صاحب کے کُرتے تک پہنچے۔ اور فرمایا کہ میں قاری صاحب سے اس لئے محبت رکھتا ہوں۔ کہ میں نے ان کو کرتہ سلوا کر بھیجا ہے۔ دیکھو یہ کیسا شرع کے مطابق پورا اترا۔ اب فرمایئے ہماں قسم کا متبع سنت کون شخص ہے۔ جو کُرتے کی لمبائی بھی ناپتا پھرے۔ بھلا کوئی ایسا بھی دیکھیے۔ جو اس نظریہ کا اس درجہ پابند ہو۔

آپ کی عادات کے صرف ایک حصۂ لطیف پر مؤلف نے اکتفا فرمائی۔ ورنہ یہ باب بھی اپنے دوسرے ابواب کی طرح نہایت تفصیلی لذت رکھتا تھا۔ اور اس کے اندر بہت سے فصول تھے۔

مگر یاد رہے۔ کہ جس طرح ایک پیری پیکر کی خوبُو دیکھنے والوں کو محو تماشا کر کے گرویدہ کر دیتی ہے۔ اور اس کی نیک و بد ادا میں تمیز نہیں کی جا سکتی۔ بلکہ اس کی ہر ادا ہر فعل ہر حرکت اپنے اندر ایک مقناطیسی جذب رکھتی ہے۔ اسی طرح ولی اللہ کی ہر ادا ہر فعل ہر حال دیکھنے والوں کے دلوں پر ایک عجیب کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔ جس کی لذت دفنی نہیں بلکہ بھینوں اور سالوں نہیں جاتی۔ خواہ وہ حرکت وہ فعل وہ حال قوانین تہذیب سے تعلق رکھے یا نہ رکھے۔ لیکن دل کو چیر کر پار نکل جاتا ہے ایسے وقت میں دلائل نفسیہ۔ استدلال اخلاقیہ سب بیکار ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور محبت کا شاہسوار اسے لئے اُڑتا ہے۔ اور

دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو کر رہ جاتی ہیں۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ عادات کے مطالعہ کا مزا تو اسی وقت تھا۔ جب حضور رہتے۔ اور آپکی ہر جنبش لب مسیحائی کا دعویٰ کرتی تھی۔ اور آپ کا دو زانو بیٹھنا معراج نبوت کی یاد تازہ کرتا تھا۔ آپکی سادہ تبلیغ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سا اثر دکھاتی تھی۔ آپکی ذرہ بھری نگاہ جنیدؒ کا نقشہ سامنے کر دیتی تھی۔ غرض اب اس کاغذی نقشہ میں کیا کچھ آسکتا ہے۔ اور کیا کچھ نہیں۔ جبکہ گل کا غذ کیطرح اس میں سیتی بھینی بو ہی نہ ہو دعفی عنہ؛

آپکے ہاں کسی دنیا دار کی دال نہیں گلتی تھی۔ اگر کوئی دنیا دار خدمت شریف میں حاضر ہوتا۔ تو اس کو آپ مناسب تنبیہ فرماتے۔ کہ لوگوں نے اب قرآن شریف کو تو بالکل چھوڑ ہی دیا ہے۔ جناب رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور صحابہ کرامؓ نے کن کن تکالیف سے دین کو حاصل کیا۔ اپنی جانیں دیں۔ بھوک پیاس کے دکھ سہے۔ لیکن ہم لوگوں کو کیا قدر آسانی سے دین ہم تک پہنچا۔ اور ہم اپنے نفس کے پیچھے پڑ گئے ہم نے اپنی خواہشوں کو خدا بنا لیا۔

آپ کی مجلس میں اگر کوئی شخص پالتی مار کر یا گھٹنے کھڑے کرے سوا دو زانو بیٹھنے کے کسی اور طرح بیٹھتا۔ تو آپ ناراض ہوتے اور فرماتے اوّل بیٹھنے کا ڈھنگ تو سیکھنا چاہیئے۔ لوگوں کو بیٹھنا بھی نہیں آتا۔

طریق دعا

اکثر بیمار بھی خدمت شریف میں برائے دعا حاضر ہوتے۔ تو آپ فرماتے۔ نہ میں حکیم ہوں نہ ڈاکٹر تم یہاں کیوں آئے ہو۔ میں نے کب اشتہار دیا تھا۔ کہ میں بیمار کو اچھا کر سکتا ہوں۔ آخر میں فرماتے میاں موت تو ضرور ہے۔ اس سے تو کسی کو چارہ نہیں۔ اور یہ پنجابی کا شعر بھی پڑھتے ہے مرن مُول جیون لاہا دچہ دلگیری گھاٹا دوا بھی کرو۔ میں بھی دعا کروں گا۔ اور ان سے فرماتے کہ الحمد شریف میں بسم اللہ کے میم کو الحمد سے ملا کر سات مرتبہ پانی پر دم کر کے پلا دیا کرو۔ اور اکثر آپ ہی سے پانی دم کرا کے لیجاتے۔ اور بیمار دم سے اچھے ہو جاتے۔

اگر آپ کسی مہمان کے گلے یا ہاتھ میں تسبیح دیکھتے تو فرماتے۔ کہ اسپر کیا پڑھا کرتے ہو۔ جواب ملنے پر فرماتے۔ کہ میاں اللہ کے واسطے پڑھا کرو۔ لوگوں کو دکھانے کی کیا ضرورت ہے۔

آپ کی عادت تھی۔ کہ گرمی کے موسم میں دو کرتے پہنا کرتے تھے۔ اگر کوئی سوالی آجاتا۔ تو ایک کرتہ اتار کر دیدیتے۔

آپ کی عادت مبارک تھی۔ کہ بازار یا کسی رستے میں کوئی شخص مل جاتا۔ تو اس کو خود السلام علیکم کہتے۔ اگر کوئی بدعتی یا فاسق ملجاتا۔ تو بعض وقت اس سے سخت بیزار ہوتے۔ اور بعض دفعہ شفقت سے سمجھاتے۔ اگر کوئی غیر مسلم تعظیم کے لئے جھک جاتا۔ یا گھٹنوں کو ہاتھ لگاتا۔ تو آپ خاموش رہتے۔ مگر کوئی مسلمان ایسا کرتا تو سخت ناراض ہوتے۔

اکثر اوقات آپکے ہمراہ بازار میں یا جنگل میں راستہ چلنے کا اتفاق ہوا ہے۔ رستے میں اگر کوئی اینٹ یا پتھر یا کوئی چیز پاؤں سے اٹکنے والی یا پاؤں پھسلانے والی پڑی پاتے۔ تو آپ اپنے ہاتھ سے ہٹا دیتے۔ آپ بازار میں چلتے۔ تو اپنی نظر کو پاؤں کے آگے آگے رکھتے اور اگر بازار میں کوئی چیز فروخت کرنے والے ملتے۔ تو آپ اس سے خرید لیتے چاہے ضرورت

ہو یا نہ ہو۔ اور اس کے خوانچے میں جو چیز ناقص یا خراب ہوتی وہ آپ خوشی سے خرید لیتے۔ بندہ نے ایکروز عرض کی۔ کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ تو فرمایا یہ لوگ سوالی ہیں ان کو کچھ دینا چاہیئے۔

حافظ غلام حیدر صاحب امام مسجد حوض والی قصور کا بیان ہے۔ ایک دفعہ جب میں شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا۔ تو آپ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا تم بھی قصور میں جمعہ پڑھاتے ہو۔ کیا دیہات[1] سے جو لوگ جمعہ کے واسطے آتے ہیں۔ روٹی تم سے کھاتے ہیں۔ میں نے عرض کی۔ نہیں تو آپ نے فرمایا۔ ہم بارہا لوگوں کو کہہ چکے ہیں کہ جو چار پانچ کوس کے فاصلہ سے آئیں۔ کھانا گھر سے کھا کے آئیں۔ مگر یہ لوگ نہیں مانتے۔ اسی طرح بندہ کے روبرو بھی آپ نے کئی بار لوگوں کو یہی فرمایا۔ نیز انہیں کا بیان ہے۔ کہ پھر میں ایکدفعہ حاضر خدمت ہوا۔ میں نے قمیص پہنا ہوا تھا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا۔ یہ تو کنجروں کا پہنا ہوا ہے اور بندہ کے سامنے آپ نے کئی دفعہ بطور شکر یہ حافظ غلام حیدر کے بارے میں فرمایا۔ کہ حافظ غلام قادر صاحب۔ کے بعد انہوں نے مسجد کی امامت اور انتظام اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ مجھے تو خطرہ تھا۔ کہ طبیعت کا آزاد ہے۔ شاید بوجھ نہ اٹھائے مگر اللہ کا شکر ہے۔ کہ خداوند کریم نے میری دعا قبول فرمائی۔

لباس وغیرہ

آپ موٹا کپڑا پہنا کرتے تھے۔ زیادہ باریک کپڑے کو آپ ناپسند فرماتے تھے۔ اکثر آپ دیسی گھی کا کپڑا بنوا لیا کرتے تھے۔ پاپوش زرد رنگ کی جڑے اور لمبے پنجے کی قصور سے بنوایا کرتے تھے بہت چھوٹی سی بوٹی دپھول، اس کے اوپر ہوتی تھی۔ سیاہ جوتی سے آپ نفرت کرتے تھے۔ اگر کسی کے پاؤں میں بوٹ دیکھ لیتے تو سخت ناراض ہوتے۔ اور سیاہ کپڑے کو پہننا بھی ناپسند فرماتے تھے۔ اور پگڑی کے ساتھ ٹوپی بھی ضرور رکھتے تھے اگر کوئی شخص صرف پگڑی پہنتا۔ تو ناراض ہوتے تھے اور فرماتے حدیث شریف میں آیا ہے۔ صرف ٹوپی نصاریٰ پہنتے تھے اور صرف پگڑی یہودی پہنتے تھے۔ حضورؐ نے اپنے صحابہ کرام کو دونو چیزوں کا حکم دیا تھا۔

بعض یاروں کو دیکھا گیا۔ جب شرقپور شریف آپ کی خدمت میں جاتے۔ تو ٹوپی اور پگڑی دونو پہن کر جاتے اور بوٹ بھی اتار جاتے۔ اور دیسی جوتی پہن کر جاتے۔ یہ بات اچھی نہیں ہے۔ بلکہ ایک قسم کا نفاق ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے ٹوپی پر پگڑی ... باندھ کر نماز پڑھنا ستر حصے زیادہ فضیلت ہے۔

پیر یا شیخ سے بیعت کرنے کی ضرورت تو اس لئے ہوئی ہے۔ کہ جس طرح منہ زور اور سرکش گھوڑے کو کسی چابک سوار کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ کہ اس کی چال درست کرے۔ اسی طرح یہ نفس امارہ جو بدلگام گھوڑا ہے جس پر پیر کی

---

[1] حیا مانع تھی۔ کہ کسی خاص کو مخاطب فرما کر متنبہ فرماتے۔ ایک بار آپ نے وعظ کے اندر عبارت سے لوگوں کو متنبہ کرنے کے لئے فرمایا" میں نے دیکھا کہ بادشاہی مسجد لاہور میں لوگ دُور دُور سے آکر جمعہ ادا کرتے تھے۔ اور پھر اپنے گھروں کو چلے جاتے" لیکن معلوم نہیں کہ اب لوگوں کو کیا ہو گیا۔

جب کبھی آپ کو کسی سے ناراضگی ہوتی۔ تو کبھی اسے سخت الفاظ سے خطاب نہ فرماتے۔ بلکہ نرم الفاظ میں اور غائبانہ صورت میں متنبہ فرماتے تھے اور شریعت کے امور میں سختی سے تنبیہ فرمایا کرتے۔

روح کا فیضان سوار ہو کر اس کی چال کو درست کرے۔ اس سے معلوم ہوا۔ جو شخص ایسا کرتا ہے۔ کہ گھر میں آکر اور لباس ہوتا ہے۔ اور آپ کے پاس جا کر دوسرا لباس پہن لے۔ تو گویا اس نے اپنے نفس کو پیر کے سپرد نہیں کیا۔ بلکہ وہ شخص دغاباز ہے۔ پیر سے دہو کا کرتا ہے اب تو آپ اس دنیا فانی سے تشریف لے گئے ہیں۔ اب کہنے والے تو چلے گئے کچھ خوف خدا دل میں ہے۔ تو آپکے فرمان کو عمل میں لائیں۔ ورنہ خالی مرید کہلانے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید تھا۔ اس کو تبرک کھانے کا بہت شوق تھا۔ جب آپ کچھ پس خوردہ چھوڑتے تو وہ دوڑ کر لیتا اور کھا جاتا۔ جس وقت آپ کوئی پرانا کپڑا اتارتے۔ تو بہت کوشش سے حاصل کر لیتا۔ ایکدن حضرت خواجہ صاحب نے ارشاد فرمایا۔ میاں تجھے تبرک کھانے کا اور ہمارے اتارے ہوئے کپڑے پہننے کا بڑا شوق ہے تو مجھے ذبح کر کے میرا گوشت بھی کھا لے اور میری کھال اپنے اوپر پہن لے تو تجھے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ تا وقتیکہ تو میرے کہنے پر عمل نہ کرے پس ثابت ہوا کہ صرف مرید کہلانے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔

طریقہ تبلیغ و تربیت

حکیم علی محمد صاحب خلف حکیم پیر بخش سکنہ بلوکی کا بیان ہے۔ کہ ایک دفعہ آپ نے سخت جذبہ میں فرمایا۔ کہ اب تمہارے والد صاحب کس جگہ رہتے ہیں۔ جس سے حاضرین یہ سمجھے۔ کہ شاید واقعی یہ کوئی خبر پوچھ رہے ہیں۔ میں نے عرض کی یا حضرت وہ تو فوت ہو چکے ہیں۔ تب آپنے ارشاد فرمایا کہ اچھا آدمی فوت بھی ہو جاتے ہیں۔ اگر ضرور فوت ہو جاتے ہیں۔ تو یہ دنیا باطل ٹھہری۔ پھر اس کے ساتھ صحبت کیسی بس یہی کلید معرفت ہے۔ آدمی کو یقیناً فناہ ہونا ہے۔ اور عند اللہ حساب دینا ہے۔ جس کا یہ خیال پختہ ہو جائے اس کے لئے نجات ہے۔

آپ کی عادت مبارک تھی۔ رات کو عشا کی نماز کے بعد چنگیر میں بہت سی روٹیوں کے ٹکڑے کر کے رکھ لیتے۔ اور چنگیر کو بغل میں لے لیتے۔ اور ایک ہاتھ میں چھڑی پکڑ لیتے۔ مسجد سے باہر نکلتے۔ تو بہت سے کتے آپکے منتظر بیٹھے ہوتے آپ کتوں کو ٹکڑے ڈالتے۔ اور گھر کی جانب چلے آتے۔ جب کسی کمزور کتے کو ٹکڑا ڈالتے۔ تو طاقتور کتا اس پر حملہ کرتا۔ تو

ط آپ کا صادق جذبہ "تخلق عیال اللہ" نہایت زبردست تھا۔ جانور چھوٹے بے جان اشیاء کی پرورش کا خیال دامنگیر رہتا تھا۔ ملنگی کی عالمگیر دوست بھی جذبہ صادقہ کا اثر تھا۔ کتوں کی پرورش پر نظر کا اٹھنا ایک لازمی امر ہے لیکن وسیع نظر دیکھ سکتا ہے۔ کہ یہ ان طریقت کے علاوہ شہر قصور کے غرباء کی بھی لنگر شریف میں تعلیم ہوتی تھی۔ اور حسب ضرورت کسی کو ایک وقت کسی کو دو وقت۔ کسی کو صرف روٹی اور کسی کو سالن۔ کسی کو دونوں بھی بعض مساجد کے طلباء بعض قبروں کے جاروب کش حتیٰ کہ قلمی بھنگی لوگ بھی شامل تھے۔ اکثر دیکھا گیا۔ کہ بعض مسافر مزنگ خانے کیلئے مکان پہنچو باہر روک کھانا آپ دیتے ایک بار یہ خاکسار بیٹھا تھا۔ کہ باہے والے دو سیانے آدمی آ گئے۔ دو تین نے مکان کے اندر قدم ابھی رکھا تھا۔ اور حضرت قبلہ کو دریافت کر رہے تھے۔ کہ مولوی صاحب کہاں ہیں۔ اچانک آپ اوپر سے تشریف لا کر فرمانے لگے۔ ان کو کھانا کھلاؤ۔ اور بعد آپ خود واپس بالاخانہ پر تشریف لیگئے جب وہ اندر آنے لگے تو میاں غلام اللہ صاحب نے اُنسے پوچھا تم کون ہو۔ تو کہا باجے والے یہ تھی جذبہ محبت عام جو کتے جیسی پلید چیز پر اکرام

آپ چھڑی سے ڈرا کر اسے پرے ہٹا دیتے۔ اسی طرح گھر تشریف لے جاتے۔ ایک روز بندہ نے عرض کی۔ کہ یہ جو ہم مشنڈ یا فقیروں کو دیکھتے ہیں۔ کہ وہ اپنے پیچھے دس دس بارہ بارہ کتے لگائے پھرتے ہیں۔ شاید ان کے کسی بزرگ نے کتوں کو مخلوق خدا سمجھ کر ان کو کچھ کھلانے کی غرض سے ایسا کیا ہو۔ تو بعد میں اُن کے مریدوں نے بھی جو غیر شرع ہو گئے۔ ایسا کرنا شروع کر دیا ہو۔ کہ ہمارے بزرگ اپنے ساتھ کتے رکھتے تھے۔ اسی طرح خیال ہے۔ کہ شاید کوئی آپ کے پیچھے بھی ایسا نہ کرتا ہو۔ اور اسے آپکی سنت سمجھ کر کتے ہی رکھ لیتے ہوں۔ بندہ کی یہ بات سنکر آپ نے فکر کی۔ اسی اثنا میں ایک کتے نے ہاتھ مبارک کو اچھل کر کاٹ لیا۔ اس کے بعد آپ نے اس طرح پیچھے لگا کر کھلانا چھوڑ دیا۔

اتباع سنت

حضرت قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ ہر قول ہر فعل میں اتباع سنت ملحوظ رکھتے تھے۔ اگر کبھی سے خلاف سنت فعل صادر ہوتا۔ تو آپ سخت ناراض ہوتے۔ بلکہ اس سے الجھ جاتے آپ کے ہر مکتوب میں جو کہ بندہ کی نظر سے گذرے ہیں۔ یہ لفظ ضرور ہوتا تھا۔ دین کی سعی کرو۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپکے مکتوب بھی کسی دوسرے باب میں ناظرین دیکھیں گے۔

سفید سادہ لباس سے محبت

آپ سیاہ جوتی اور سیاہ لباس سے نفرت فرمایا کرتے۔ کہ یہ لباس دوزخیوں کا ہے۔ سادے سفید لباس کو آپ پسند فرمایا کرتے ایکدن ایک مولوی صاحب سیاہ جوتا پہنے ہوئے حاضر خدمت ہوئے۔ تو آپ سخت ناراض ہوئے۔ کہ لوگوں کو یہی وعظ سنایا کرتے ہو۔ اور آپ تو سیاہ جوتا پہنا ہے۔ پھر آپ نے انہیں نیا جوتا خرید دیا۔

بعض آدمی انگریز رومی ٹوپی پہنے ہوئے حاضر ہوتے۔ تو آپ فرماتے۔ کہ صرف ٹوپی عیسائی پہنتے ہیں۔ اور صرف پگڑی یہودی پہنتے ہیں۔ پگڑی والے کو آپ ٹوپی دیتے۔ اور ٹوپی والے کو پگڑی پہنا دیتے۔ آپ دیسی لٹھے کی ٹوپیاں سلا کر پاس رکھا کرتے تھے۔

باب ۴

آپ کے عقاید

آپکے عقاید

بندہ (مؤلف) آپ سچے مسلمان حنفی المذہب تھے۔ طریقت میں آپکا تعلق سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ طریقہ سے تھا۔ عقائد بھی آپ کے وہی تھے۔ جو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے تھے۔ اسی لئے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے عقائد ہی درج کئے جاتے ہیں۔

۲ نوان تمسک پیش کرنے پر مجبور کرتا تھا۔

(۱) پہلا عقیدہ۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ بذات مقدس خود موجود ہے۔ اور تمام اشیاء اسی کی ایجاد سے موجود ہیں۔ اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنی ذات اور صفات اور افعال میں منفرد و یگانہ ہے۔ اور فی الحقیقت کوئی بھی کسی امر اور کسی صفت میں اس کے ساتھ ہرگز شریک نہیں۔ خواہ وہ صفت صفتِ وجود ہو۔ یا غیر وجود۔ مناسبتِ لفظی و مشارکتِ اسمی بحث سے خارج ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے صفات اور افعال اس کی ذات کیطرح بے چون اور بیچگون اور بے مثل و بے کیف و کم ہیں۔

۲ دوسرا عقیدہ۔ اللہ تعالیٰ جلشانہٗ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا۔ اور نہ ہی کوئی چیز اس میں حلول کرتی ہے اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ تمام اشیا اور موجودات کا محیط ہے۔ اور ان کے ساتھ قرب و معیت رکھتا ہے۔ اس احاطہ اور قرب و معیت سے وہ مُراد نہیں۔ جو ہمارے فہم میں آسکے۔

۳ تیسرا عقیدہ۔ حق تعالیٰ جل جلالہٗ کسی چیز سے متحد نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی اس سے کوئی چیز متحد ہو سکتی ہے۔

۴ چوتھا عقیدہ۔ حقتعالےٰ جل جلالہٗ کی ذات اور اس کے صفات و افعال کیطرف تغیر کو راہ نہیں۔

۵ پانچواں عقیدہ۔ حق تعالیٰ جل جلالہٗ اپنی ذات اور صفات اور افعال میں غنی مطلق ہے۔ اور کسی امر میں کسی چیز کا محتاج نہیں۔

۶ چھٹا عقیدہ۔ حق تعالیٰ جلشانہٗ نقصان کی تمام صفتوں اور حدوث کے نشانوں سے منزّہ و مبرا ہے نہ جسم و جسمانی۔ نہ مکانی۔ نہ زمانی

۷ ساتواں عقیدہ۔ حقتعالےٰ جل جلالہٗ قدیم و ازلی ہے۔ اور اس کے سوا کسی کو قدم و ازلیت ثابت نہیں

۸ آٹھواں عقیدہ۔ حقتعالیٰ جل جلالہٗ قادر اور مختار ہے۔ اور ایجاب کی آمیزش اور اضطرار کے گمان سے مبرا و منزّہ ہے۔

۹ نواں عقیدہ۔ تمام کے تمام ممکنات۔ کیا جواہر اور کیا اعراض۔ کیا اجسام اور کیا عقول اور کیا نفوس اور کیا افلاک اور کیا عناصر سب کے سب اس قادر مطلق کی ایجاد کی طرف منسوب ہیں۔ جو ان کو عدم سے وجود میں لایا ہے۔

۱۰ دسواں عقیدہ۔ حقتعالیٰ جل جلالہٗ خیر و شر نیکی بدی کا ارادہ کرنے والا ہے۔ اور ان دونو کو پیدا کرنیوالا ہے۔ لیکن خیر سے راضی اور شر سے نہیں۔

۱۱ گیارہواں عقیدہ۔ آخرت میں مومن لوگ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کو بے جہت و بے کیف اور بے شبہ و بے مثال جنت میں دیکھیں گے۔

۱۲ بارہواں عقیدہ۔ انبیاء علیہم السلام کا مبعوث ہونا اہل جہان کے لئے سراسر رحمت ہے۔ اگر ان بزرگوں

کا ذریعہ اور واسطہ نہ ہوتا۔ تو ہم گمراہوں کو اس واجب الوجود حق تعالیٰ اجل جلالہٗ کی مقدس ذات وصفات کی معرفت کیطرف کون ہدایت فرماتا۔ اور ہمارے مولا جل شانہٗ کی رضا اور غیر رضا میں کوئی تمیز نہ کرتا۔ ہماری ناقص عقلیں ان بزرگوں کے نور دعوت کی تائید کے بغیر معذور وبیکار ہیں۔ اور ہماری ناتمام اور نامکمل فہم ان کی تقلید کے بغیر اس معاملہ میں مختل وخوار ہے۔

۱۳ تیرہواں عقیدہ۔ قبر کا عذاب کافروں اور بعض گنہگار مومنوں کیلئے برحق ہے۔ مخبر صادق علیہ السلام نے اس کی نسبت خبر دی ہے۔

۱۴ چودہواں عقیدہ۔ قبر میں مومنوں اور کافروں سے منکر ونکیر کا سوال بھی برحق ہے۔

۱۵ پندرہواں عقیدہ۔ روز قیامت برحق ہے۔ اور اسدن آسمان۔ زمین۔ ستارے۔ سورج۔ چاند۔ پہاڑ سمندر اور حیوانات۔ نباتات اور جمادات ومعادن سب کے سب معدوم اور ناچیز ہو جائیں گے۔ آسمان پھٹ جائیں گے ستارے پراگندہ ہو کر گر جائیں گے۔ اور زمین اور پہاڑ ذرات ہو کر اڑ جائیں گے۔

۱۶ سولہواں عقیدہ۔ حساب۔ میزان۔ پلصراط برحق ہے۔

۱۷ ستارہواں عقیدہ۔ بہشت اور دوزخ موجود ہیں۔ قیامت کے دن حساب لینے کے بعد ایک گروہ کو بہشت میں اور دوسرے کو دوزخ میں بھیجدیں گے۔ اور انکا ثواب وعتاب ابدی ہے۔ جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

۱۸ اٹھارہواں عقیدہ۔ فرشتے اللہ جل جلالہٗ کے بندے ہیں۔ جو گناہوں سے معصوم اور خطا ونسیان سے محفوظ ہیں۔ کھانے پینے اور زن ومرد ہونے سے پاک اور منزہ ہیں۔

۱۹ انیسواں عقیدہ۔ ایمان سے مراد ان تمام دینی امور کے ساتھ تصدیق قلبی ہے۔ جو یقین اور تواتر کے طریقہ پر ہم تک پہنچے ہیں۔ علماء نے اقرار لسانی بھی ایمان کا رکن رکھا ہے۔

۲۰ بیسواں عقیدہ۔ اولیاء اللہ کی کرامتیں اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات برحق ہیں۔

۲۱ اکیسواں عقیدہ۔ افضلیت کی ترتیب خلفائے راشدین کے درمیان انکی خلافت کی ترتیب کے موافق ہے۔ لیکن شیخین کی فضیلت صحابہ اور تابعین کے اجماع سے ثابت ہوئی۔

قضاوقدر کاذکر

حضرت صوفیائے کرام کا مذہب جبر کے قریب ہے۔ اور حضرات علمائے کرام کا مذہب قدر کے قریب ہے۔ حضرت قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ بھی قدر کے قریب تھے۔ آپ کی خدمت میں مولوی فضل الرحمن صاحب قصوری حاضر ہوئے۔ مولانا تقدیر کے مسئلہ پر بہت سی گفتگو کرتے رہے۔ گویا مولانا صاحب تقدیر کو اپنا مذہب بنائے ہوئے تھے۔

بندہ اور ایک صوفی صاحب لاہور گئے۔ بانسدے بھی حاضر خدمت ہوئے۔ انکی عمر قریباً اسّی سال کی ہوگی

یہ صاحب بھی قضا کے مسئلہ پر بہت اڑے ہوئے تھے۔ آپؒ نے بہت گھبرا کر جواب دیا۔ دیکھو انکے کیا خیال ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جو قضا اور تقدیر کا قائل ہوتا ہے۔ وہ اپنی طرف سے بھی پوری کوشش اور سعی کرتا ہے۔ ہوتا وہی ہے۔ جو خدا چاہتا ہے۔ انسان کو کوشش ہر حال میں کرنی چاہیئے

ایک روز ایک مولوی صاحب حاضر خدمت ہوئے۔ عرض کی حدیث شریف میں آیا ہے۔ مسلمان یہود کی طرح ذلیل ہو جائینگے۔ آپؒ نے جواب میں فرمایا۔ مولوی صاحب! اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں نہر فلاں فلاں جگہ سے ٹوٹ جائیگی تو اس کو باندھنا چاہیئے۔ یا ویسے ہی چھوڑ دینا چاہیئے

ایک اور شخص حاضر ہوا۔ عرض کی میرا کام درست ہو جائے۔ آپؒ نے فرمایا۔ کہ تم کوشش کرو۔ اُسنے کہا میری کوشش کیا کریگی۔ آپ دعا فرمائیں۔ یہ سنتے ہی گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا جب تک میاں بیوی آپس میں ملے نہیں دعا سے بچہ کیسے پیدا ہوگا۔ میاں! کام کرنے سے ہی ہوتے ہیں۔ اس مسئلہ میں اکثر لوگ گرفتار ہیں۔ اس کی تھوڑی سی تشریح کر دیتا ہوں (مؤلف)

حقیقت رجا

بندہ (مؤلف) رجا یعنی امید قرآن پاک اور حدیث پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونو میں پسندیدہ ہے۔ غرور اور تمنا کو بُرا فرمایا گیا ہے۔ ان تینوں چیزوں کی تفصیل ذیل میں مذکور ہے کہ رجا یعنی امید کی حقیقت یہ ہے۔ کہ کسی چیز کی انتظار میں آدمی کا دل خوش رہے۔ اور قاعدہ یہ ہے۔ کہ ہر اچھی چیز کے حاصل ہونے کے لیئے ایک سبب درکار ہے۔ اگر ایسا نہ ہو۔ تو انتظار کرنا فضول ثابت ہو۔ پھر اگر ایک چیز کے اسباب بہت جمع کر کے اس چیز کا انتظار کرے۔ اور اس انتظار میں خوش رہے۔ اس کو رجا اور امید کہتے ہیں۔ جیسا کہ ایک انسان نے اچھا بیج اچھی زمین میں بویا۔ اور پانی بھی وقت پر دیا۔ اس کے بعد غلہ کا منتظر رہے۔ اس کا نام رجا ہے۔

اور اگر ایک چیز کے بہت سے اسباب ترک کر دیئے ہوں۔ اور پھر اس چیز کا انتظار کرے تو اس کو غرور اور حماقت کہتے ہیں جیسا کہ ایک انسان نے خراب زمین میں بیج بھی اچھا نہ بویا ہو۔ وقت پر سینچا بھی نہیں۔ یا خراب زمین میں بویا اور وقت پر سینچا بھی ہو۔ اور پھر اس سے غلہ ہونیکی انتظار کرے۔ اس کو تمنا اور آرزو کہتے ہیں۔ اور پھر جب یہ مثال سمجھ میں آگئی۔ تو اب ایماندار کو چاہیئے۔ کہ اپنی نجات اور فلاح کی حتی المقدور فکر کرے۔ اور فلاح کے اسباب کو اپنے اندر جمع کرے۔ مثلاً امر الٰہی کو بجا لائے اور نواہی سے پرہیز کرے۔ پھر رحمت الٰہی کا منتظر رہے۔ اور جس شخص نے اپنی فلاح اور نجات کے اسباب کو کھو دیا۔ اور اپنی عمر کو رضائے الٰہی میں صرف نہ کیا۔ پھر نجات اور فلاح کا منتظر رہے وہ احمق ہے۔ اور غرور میں گرفتار ہے۔ اور حمق میں پڑا ہوا ہے۔

حقیقت خلق افعال خالق و مخلوق

آیات: یہ آیت اکثر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ خطبہ میں پڑھا کرتے تھے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جتنی کہ نہ بدلیں اپنے ارادوں کو دوسری آیت کریمہ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔ نہیں ہے واسطے انسان کے مگر جو کچھ اُس نے کیا۔ تیسری آیت کریمہ ظَہَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا کَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ ظاہر ہوا فساد بیچ جنگلوں اور دریاؤں کے جو کسب کیا انسانوں نے۔ تین آیات کریمہ سے مفہوم ہوتا ہے۔ خداوند کریم نے بندہ کو ارادہ اور کسب کی طاقت عطا فرمائی ہے۔ اس کے متعلق زیر عبارت کو دیکھو۔

از مکتوبات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوب ۴۷ جلد سوم

جس طرح بندے حقتعالیٰ کے مخلوق ہیں۔ اوسی طرح بندوں کے افعال بھی اوسی کے مخلوق ہیں۔ کیونکہ اوس کے غیر کیلئے خلق و پیدا کرنا لائق نہیں۔ اور ممکن سے ممکن کا وجود ہونا ناممکن ہے۔ کیونکہ ممکن ناطاقتی اور بے علمی کے ساتھ متصف ہے۔ جو ایجاد و خلق کے لائق نہیں۔ اور جو کہ بندہ اپنے اختیاری افعال میں دخل کر سکتا ہے وہ اس کا کسب ہے۔ جو بندہ کے قدرت و ارادہ سے واقعہ ہوا ہے۔ فعل کا پیدا کرنا حقتعالیٰ کیطرف سے ہے۔ اور فعل کا کسب کرنا بندہ کیطرف۔ پس بندہ کا فعل اختیاری تو بندہ کے کسب کے حقتعالیٰ کی پیدائش ہے۔ اور اگر بندہ کے فعل میں اس کے کسب و اختیار کا ہرگز دخل نہ ہو۔ تو مرتعش (رعشہ دار و بلا اختیار) کا حکم پیدا کرے گا۔ جو محسوس و مشاہدہ کے برخلاف ہے۔ ہم بداہتہً یعنے صاف طور پر جانتے ہیں۔ کہ مرتعش (بے اختیار) کا فعل اَور ہے اور مختار کا فعل اَور ہے۔ بندہ کے فعل میں اس کے کسب کو دخل دینے کے لئے اسی قدر فرق کافی ہے۔ حقتعالیٰ نے اپنی کمال مہربانی سے اپنی خلق کو بندہ کے فعل میں بندہ کے مقصد کے تابع بنایا ہے۔ بندہ کے مقصد کے بعد بندے میں فعل کا ایجاد فرماتا ہے۔ اس سے بندہ مدح و ملامت اور ثواب و عذاب کے لائق ہوتا ہے۔ اور قصد و اختیار جو حقتعالیٰ نے بندہ کو دیا ہے فعل و ترک دونو جہتیں رکھتا ہے۔ اور فعل و ترک کی خوبی و برائی کو انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان پر مفصل بیان فرمایا ہے۔ اب اگر بندہ ایک جہت کو اختیار کرے۔ تو وہ ضرور ہے ملامت کے لائق ہوگا۔ یا مدح یا تعریف کے قابل اور شک نہیں۔ کہ حقتعالیٰ نے بندہ کو اسی قدر قدرت و اختیار دیا ہے جس سے امر و نواہی کو بجالا سکے۔ یہ ضروری نہیں۔ کہ اس کو قدرت کاملہ عطا کی جاتی۔ اور پورا پورا اختیار دیا جاتا۔ جو کچھ اور جس قدر چاہیئے تھا۔ دیدیا ہوا ہے۔ اس کا منکر بداہت و صراحت کا مخالف ہے۔ اور اس کا دل بیمار ہے کہ شریعت کے بجالانے میں عاجز و درماندہ ہے کَبُرَ عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ مَا تَدْعُوْہُمْ اِلَیْہِ (مشرکوں پر وہ امر جس کیطرف تو ان کو بلاتا ہے۔ وہ بہت بھاری ہے) یہ مسئلہ علم کلام کے پوشیدہ مسائل میں سے ہے۔ اس مسئلہ کا نہایت شرح و بیان یہی ہے۔ جو ان اوراق میں لکھا جا چکا ہے

واللہ سبحانہ الموفق (اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے) جو کچھ اہل حق نے فرمایا ہے۔ اس پر ایمان لانا چاہیئے۔ اور بحث و تکرار چھوڑ دینا چاہیئے۔

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن — کہ جا ہا سپر بایدا نداختن

(ترجمہ) ہر اک جا مناسب نہیں حملہ کرنا۔ — کہ اکثر جگہوں سے مناسب ہے ڈرنا

شیخ اکبرؒ فتوحات مکیہ جلد اول صفحہ ۲۲۳ میں فرماتے ہیں اور لکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے بندوں کو اگرچہ کسب و اکتساب سے موصوف فرمایا ہے۔ لیکن ان کو قدرت کسی چیز کی نہیں دی۔ اس سے ان کی یہ مراد ہے۔ کہ بندے مکتسب تو ہوتے ہیں لیکن خالق نہیں ہوتے۔ یعنی بندے کام کرتے ہیں۔ اور خدا پیدا کرتا ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ جب انسان سے کوئی فعل صادر ہوتا ہے۔ تو اسکے مطابق خدا تعالیٰ بھی اپنی طرف سے ایک فعل صادر کرتا ہے۔ مثلاً انسان جس وقت اپنی کوٹھری کے تمام دروازوں کو بند کر دے۔ تو انسان کے اس فعل کے بعد خدا تعالیٰ کا یہ فعل ہوگا۔ کہ وہ کوٹھری میں اندھیرا پیدا کر دیگا۔ کیونکہ جو امور خدا تعالیٰ کے قانون قدرت میں ہمارے کاموں کیلئے بطور ایک نتیجہ لازمی کے مقدر ہو چکے ہیں۔ وہ سب خدا تعالیٰ کے فعل ہیں۔ وجہ یہ کہ وہی علت العلل یعنی مسبب الاسباب ہے۔ ایسا ہی اگر کوئی شخص زہر قاتل کھائے تو اس کے فعل کے بعد خدا تعالیٰ کا یہ فعل صادر ہوگا۔ کہ اس کو ہلاک کر دیگا۔ ایسا ہی اگر کوئی ایسا بیجا فعل کرے۔ جو کسی متعدی بیماری کا موجب ہو۔ تو اس کے اس فعل کے بعد خدا تعالیٰ کا یہ فعل ہوگا۔ کہ وہ متعدی بیماری اس کو پکڑے گی پس جس طرح ہماری دنیوی زندگی میں صریح نظر آتا ہے۔ کہ ہمارے ہر ایک فعل کے لئے ایک ضروری نتیجہ ہے۔ اور وہ نتیجہ خدا تعالیٰ کا فعل ہے۔ ایسا ہی دین کے متعلق بھی یہی قانون ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ دو مثالوں یعنی قرآن شریف میں صاف فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا دوسری آیت کریمہ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ یعنی جو لوگ اس فعل کو بجا لائے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی جستجو میں پوری کوشش کی۔ تو اس فعل کیلئے لازمی طور پر ہمارا یہ فعل ہوگا۔ کہ ہم انکو اپنی راہ دکھائیں گے۔ اور جن لوگوں نے کجی اختیار کی۔ اور سیدھی راہ پر چلنا نہ چاہا۔ تو ہمارا فعل ان کی نسبت یہ ہوگا۔ کہ ہم انکے دلوں کو کج کر دینگے۔ (واضح ہو۔ یہ صراط مستقیم یعنی جبر اور قدر کے درمیان کے رستہ اسکو غور سے سمجھ لوگے۔ تو حقیقت کو پالوگے۔

اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر دعاؤں میں یا وعظ میں یہ کلمہ طیبہ بڑی انکساری اور عجز سے پڑھا کرتے تھے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ یہ کلمہ طیبہ عرش مجید کی کنجی ہے۔ اور یہی کلمہ مبارک غم اور ہم سے بچانیوالا ہے۔ یہی کلمہ شیطان کے غلبے سے محفوظ رکھنے والا ہے۔ یہی کلمہ نفی کلی انسان کے ہر فعل کے کرنیوالا ہے۔ اور اثبات رب العزت کی قدرت کے کرنے والا ہے۔ اس کلمہ کی شرح حضرت شیخ اکبرؒ فتوحات مکیہ جلد اول صفحہ ۵۴ میں لکھتے ہیں۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّتَ اِلَّا بِاللّٰہِ کسی ناشائستہ حرکت سے باز رہنے کی قوت یا نیک عمل بجالانے کی طاقت سوائے توفیق ربانی جل و علیٰ کے حاصل ہونا ممکن ہی نہیں۔ اسکی حقیقت اس کی صفت جو دو کرم کی حقیقت کی ترجمان ہے۔ کیونکہ اگر اس حقیقت کو تمیم نہ کیا جاوے۔ اور

بہشت بریں کو اپنے عمل کی جزا سمجھ لیا جاوے۔ تو پھر یہ بتاؤ۔ کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے جود اور بخشش کے تم کیا معنی سمجھتے ہو۔ تم اپنی نظر کو اپنی عین ذات کے جاننے تک محدود کرنے کی وجہ سے اس بات کے جاننے سے محجوب ہو گئے ہو۔ کہ تمہاری ذات ایک عطیہ الہٰی ہے۔ جو تم کو عطا کی گئی ہے۔ بھلا یہ تو سوچو۔ کہ جب وہ چیزیں تمہاری نہیں ہیں۔ جس کے بل بوتے پر تم جزا کے طالب ہو۔ تو عمل صالح کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ اس لئے تمہیں چاہیئے۔ کہ اشیاء کو اپنے خالق کے حوالہ کرو۔ اور مخلوق کو اپنے رازق کے لئے چھوڑ دو تم بیچ میں سے نکل جاؤ۔ اور کسی طرح اپنے تئیں دخیل نہ سمجھو۔ فنائے نظری وہ پاک حالت ہے۔ جس کے متعلق حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ اپنی کتاب فتوح الغیب کے مقالہ ۳۳ میں بطور ترغیب لکھتے ہیں۔ یعنی اپنے عمل پر عوض کا طالب مخلص نہیں ہوتا۔ بلکہ مخلص وہ ہوتا ہے۔ کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی عبادت اس لئے کرتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اس کا مالک و مولا ہے اور بندہ پر اپنے مالک کی اطاعت کا حق ہے۔ کیونکہ بندہ مع اپنی تمام حرکات و سکنات اور سارے کسب کے خدا تعالیٰ کا ہے بندہ۔ اور جو کچھ بندہ کا ہے۔ وہ سب اس کے مالک کا ہوتا ہے۔ ہم اس بات کو کئی مقاموں میں کھول کر بیان کر چکے ہیں۔ کہ تمام عبادات خدا تعالیٰ کیطرف سے بندہ پر نعمت اور اس کا فضل ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ہی بندہ کو عبادت کی توفیق و طاقت دیتا ہے۔ پس بندہ کا خدا تعالیٰ کے شکر کے ساتھ مشغول ہونا بہتر ہے۔ بہ نسبت اس امر کے کہ اس سے عمل کی جزا اور عوض طلب کرے۔ اس مضمون بالا کو غور اور فکر سے سمجھ لو۔ تا کہ تم منزل مقصود کو پالو۔

دربیان اعتقاد اہل نظر و کشف خاصان خدا رحمہم اللہ علیہم اجمعین

ترجمہ از کتاب فتوحات مکیہ جلد اول مؤلفہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ

سب حمد و ثنا اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہے۔ جو ہمتوں کے نتائج نکالنے میں عقلوں کو حیران کرنے والا ہے۔ اور صلوٰۃ وسلام محمد مصطفےٰ اور آپکی آل پر نازل ہو

مسئلہ نمبر ۱۔ اما بعد واضح ہو۔ کہ عقلوں کی ایک حد ہوتی ہے۔ کہ جہاں وہ ازروئے فکر مند ہونے کے نہ ازروئے قابلیت کے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سو ہم کبھی ایسی بات کرتے ہیں۔ جو ازروئے عقل تو محال ہوتی ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کیطرف نسبت کرنے میں وہ محال نہیں ہوتی جیسا کہ ہم اس امر میں بات کرتے ہیں۔ جو کہ ازروئے عقل جائز ہوتی ہے۔ وہ کبھی اللہ تعالیٰ کیطرف نسبت کرنے میں محال ہوتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۔ واجب الوجود بذاتہٖ اور ممکن کے درمیان کیا مناسبت ہو سکتی ہے۔ اگرچہ حسب تقاضائے ذات یا بتقاضائے علم بعض کے نزدیک مناسبت واجب ہے۔ اور اس مناسبت کے ماخذ فکریہ براہین وجودیہ درست قائم ہوتے ہیں۔ اور دلیل اور مدلول اور برہان اور مبرہن علیہ کے درمیان ایک وجہ کا ہونا ضروری ہے جس کے ساتھ اس کا تعلق ازروئے نسبت دلیل کیطرف اور ایک نسبت اس دلیل کے ساتھ مدلول علیہ کیطرف ہو۔ اگر یہ وجہ نہ ہو۔

تو کوئی دلالت کرنیوالا اپنی دلیل کے مدلول کیطرف کبھی نہ پہنچ سکے۔ پس یہ بات درست نہیں ہے۔ کہ خلق اور حق ہر دو کسی وجہ سے از روئے ذات جمع ہوسکیں۔ لیکن بایں وجہ کہ ذات الٰہی متصف با اوصاف الوہیت ہے۔ سو یہ دوسرا حکم ہے۔ جسکو عقول مستقل طور پر دریافت کرسکتے ہیں۔ اور ہمارے نزدیک جس بات کو عقل مستقل طور پر دریافت کرسکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس کے ساتھ علم اس کے شہود پر مقدم ہو۔ اور خدا تعالیٰ کی ذات اس حکم سے علیحدہ ہے۔ کیونکہ اس کا شہود اسکے ساتھ مقدم ہوتا ہے۔ بلکہ ذات کا شہود ہوتا ہے۔ اور اس کا علم نہیں ہوتا۔ جیسا کہ صفات الٰہیہ کا علم تو ہوتا ہے۔ مگر ان کا شہود نہیں ہوتا۔ بہت سے علمائے متکلمین نے دعویٰ کیا ہے۔ کہ ہم کو از روئے فکر کے معرفت ذات الٰہی حاصل ہوگئی ہے۔ حالانکہ وہ اس بارہ میں غلطی پر ہیں۔ کیونکہ وہ تو اس معاملہ میں اپنے فکر کے ساتھ سلب اور اثبات کے درمیان متردد ہو رہے ہیں پس اثبات تو اللہ تعالیٰ کیطرف راجع ہوتا ہے۔ کیونکہ عالم۔ قادر۔ مرید اور دوسرے اسمائے حسنیٰ خدا تعالیٰ کیلئے ثابت ہیں۔ اور سب عدم اور نفی کیطرف راجع ہوتا ہے۔ اور نفی ذاتی صفت نہیں ہوتی۔ کیونکہ موجودات کے صفات ذاتیہ ثبوتیہ ہیں۔ پس فکر مند متردد شخص کو اثبات و سلب کے درمیان متردد ہونے سے خدا تعالیٰ کا کوئی علم حاصل نہیں ہوسکتا۔

مسئلہ نمبر ۳ مقید کو مطلق کی معرفت کیسے حاصل ہوسکتی ہے

مطلق کی ذات کا یہ تقاضا ہی نہیں۔ اور یہ بات کس طرح ممکن ہوسکتی ہے۔ کہ جو ممکن ہے۔ وہ واجب بالذات کی معرفت کو پہنچ سکے۔ ممکن کا جو رُخ ہوگا اُس پر نابود گی اور احتیاج جائز ہوگا۔ اور یہ بات واجب کے حق میں محال ہے۔ پس واجب اور ممکن کے درمیان وجہ جامع کا ثابت کرنا محال ہے۔ کیونکہ ممکن کے تمام وجوہ واجب کے تابع ہوتے ہیں۔ اور ممکن پر فی نفسہٖ عدم جائز ہے۔ سو اس کے توابع اس حکم کے زیادہ تر سزاوار اور حقدار ہیں۔ اور ممکن کے لئے ثابت ہوتا ہے۔ اور جو کچھ واجب بالذات کیلئے اس وجہ جامع سے ثابت ہوتا ہے۔ یعنی ممکن کے تمام احکام واجب کے تابع ہوتے ہیں۔ اور ممکن کے لئے کوئی ایسی بات ثابت نہیں ہوتی۔ جو واجب بالذات کے لئے ثابت ہوتی ہو۔ پس ممکن اور واجب بالذات کے درمیان کسی وجہ جامع کا وجود محال ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ صفات الٰہیہ کے کچھ احکام ہوتے ہیں۔ اگرچہ وہ حکم ہی ہوں۔ اور انہی احکام کی صورتوں میں آخرت میں تجلی ہوگی جہاں ہوگی۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خدا تعالیٰ کو دیکھنا مختلف صورتوں میں مذکور ہوا ہے۔ اور نُورٌ اَعظم والی حدیث در کے رفرف اور یاقوت وغیرہ کے باب میں مذکور ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۔ میں حکم ارادی سے کہتا ہوں۔ لیکن اختیاری سے نہیں کہتا۔ کیونکہ جو خطاب اختیار کے ساتھ وارد ہوا ہے۔ وہ ممکن کیطرف نظر کرنے کی حیثیت سے وارد ہے۔ اور وہ علت اور سببیت سے خالی ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۔ میں اس راز کو اس طریق سے بیان کرتا ہوں۔ جو کشف الٰہی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر منکشف ہوا۔ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ وَلَاشَیْءَ مَعَہٗ۔ یعنی خدا تعالےٰ تھا اور اس کے ساتھ کوئی نہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کا یہ فقرہ مبارک یہاں تک ختم ہو گیا۔ اور اس کے بعد جو کچھ فرمایا۔ وہ اسی میں درج ہے۔ اور یہ بات صوفیائے کرام کا قول ہے۔ جو وہ کہا کرتے ہیں۔ وَهُوَ الْآنَ عَلٰی مَا عَلَیْهِ کَانَ یعنی خدا تعالیٰ اب بھی اُسی بات پر ہے جس پر پہلے تھا پس اب اور تھا دو امر ہیں جو ہم پر ہی عائد ہوتے ہیں۔ کیونکہ اب اور تھا وغیرہ افعال ہمارے ساتھ ہی ظاہر ہوتے ہیں۔ اور مناسبت اور منقول علیہ متفق ہو چکے۔

کَانَ اللّٰهُ وَلَا شَیْءَ مَعَهٗ یعنی خدا تعالیٰ تھا اور کوئی چیز اس کے ساتھ نہ تھی۔ سے مراد صفات الٰہیہ ہیں۔ نہ کہ ذات الٰہی اور ہر ایک حکم جو علم الٰہی کی ذات کے باب میں ثابت ہو وہ صفات الٰہیہ کیلئے ہوتا ہے۔ اور اس سے مراد نسبتوں اور اضافتوں اور اسلوبوں کے احکام ہوتے ہیں پس کثرت نسبتوں میں ہوتی ہے نہ عین میں اور اس جگہ۔ اُن لوگوں کے قدم صفات الٰہی کو بیان کرتے ہوئے پھسل جاتے ہیں۔ جو شراکت بیان کرتے ہیں۔ درمیان اُن امور کے جو تشبیہ قبول کرتے اور جو نہیں قبول کرتے۔ اور اس بارے میں وہ اُن امور جامعہ پر اعتماد کرتے ہیں۔ جو دلیل اور حقیقت اور علت اور شرط ہیں۔ اور اُنپر غائبانہ اور شاہدۃً حکم کرتے ہیں۔ سو جو مشاہدہ سے حکم کرتے ہیں۔ وہ تو سالم رہتے ہیں۔ اور جو غائبانہ حکم کرتے ہیں۔ وہ غیر سالم ہوتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۷۔ اس بحر عالم میں بجز عماحق اور خلق کے درمیان ایک پردہ حائل ہے۔ ممکن متصف ہوتا ہے جملہ اسماء الٰہیہ عالم قادر وغیرہ کے ساتھ جن کو ہم جانتے ہیں اور حق متصف ہوتا ہے۔ ساتھ تعجب۔ تبشبش[۱۵]۔ ضحک۔ فرح اور معیت اور دیگر بہت سی صفات کونیہ کے ساتھ

حیرانگی کشادہ روئی ہنسنا خوشی ساتھ

۱۵ حدیث شریف میں وارد ہے۔ ان اللہ تبشبش الرجل یوطن المساجد للصلوٰۃ والذکر یعنی خدا تعالیٰ اس شخص سے کشادہ روئی سے پیش آتا ہے جو مسجد کو نماز اور ذکر الٰہی کے لئے قدم مارتا ہے،

چونکہ اہل عالم کائنات عالم کے ساتھ مشغول ہو کر خدا تعالیٰ سے محجوب و مستور اور غائب ہوتے ہیں۔ اور جب کسی نوع کے عبادات بجا لانے سے اُن کو خدا تعالیٰ کا حضور حاصل ہوتا ہے۔ تو وہ اُن کے دلوں میں لذات جنات سے اپنا محاضرہ اور مناجات و مشاہدہ جو اُن کے دلوں میں محجوب ہوتا ہے۔ آویزاں کرتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے۔ حبو اللہ تعالیٰ لما یغذوکم بہ من نعمہ۔ یعنی خدا تعالیٰ سے محبت کرو۔ تاکہ وہ اپنی محبت کی نعمتوں سے تمکو غذا دیوے پس تبشبش یعنی کشادہ روئی کے ساتھ پیش آتا اس سے مراد سرور اور خوشی کا اظہار ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جو شخص تمہاری آمد سے خوش ہوگا۔ تو اُس کی خوشی و سرور کی یہ علامت ہوگی۔ کہ وہ تمہارے ساتھ نیکی اور محبت کرے گا۔ اور اپنی نعمتوں کو تمہیں بھیجے گا سو جب بندہ پر خدا تعالیٰ کی طرف سے ان امور کا نزول ہو تو خدا تعالیٰ کے اس فعل کا نام تبشبش ہے۔ اور ضحک اور فرح یعنی ہنسی خوشی قبول اور رضامندی کی علامت ہے۔ کیونکہ جس کے ساتھ تم کوئی فعل کرو۔ اور وہ تمہارے اُس فعل کی وجہ سے خندہ اور خوشی ظاہر کرے۔ تو اسکو اس فعل سے مراد خوشی اور قبولیت و رضامندی کی علامت ہے۔ پس خدا تعالیٰ کے بارے میں جو ایسے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ ان سے مراد خدا تعالیٰ کی رضامندی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی معیت سے مراد نصرت الٰہی ہے۔

پس جو خدا تعالیٰ کا حق ہے۔ وہ اس کو حوالہ کر دو۔ اور جو تمہارا حق ہے۔ وہ تم لے لو۔ سو خدا تعالیٰ کا نزول اور ہمارا معراج ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۔ جس کیطرف تم پہنچنے کا ارادہ کرتے ہو۔ اُس کو تم ہرگز نہیں پہنچ سکو گے۔ مگر اُسی کے ساتھ اور طلب کرنے کیوجہ سے اپنے آپکو اپنے ساتھ ہی پہنچ سکو گے۔ اور اُس کو اسی کے ساتھ پہنچ سکو گے۔ کیونکہ وہ تمہارے قصد کا مقام ہے۔ پس صفات الٰہیہ اس بات کے طالب ہیں۔ اور ذات الٰہی اس بات کی طالب نہیں۔

صفات الٰہیہ کے کام

مسئلہ نمبر ۹۔ صفاتِ الٰہیہ ہی اپنے احکام ونسبتوں اور اضافتوں کے ساتھ ماسوی اللہ کے ایجاد کرنے پر متوجہ رہتی ہیں۔ اور یہ صفات ہی ہیں۔ جو مستدعی آثار ہیں۔ کیونکہ قاہر کا بغیر مقہور کے اور قادر کا بلا مقدور کے ہونا از روئے صلاحیت اور وجود وقوت وفعل کے محال ہے

خاص نعت جس کے ساتھ صفات الٰہیہ منفرد ہیں

مسئلہ نمبر ۱۰۔ خاص نعت جس کے ساتھ صفات الٰہیہ منفرد ہیں۔ ان کا قادر ہونا ہے۔ کیونکہ ممکن کیلئے کوئی قدرت ہی نہیں۔ ممکن کے لئے اثر الٰہی کا تعلق قبول کرنے کیوجہ سے صرف طاقت ہوتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۱۔ "فعل بندہ کسب ہوتا ہے" کسب سے مراد ممکن کا کسی دوسرے کے فعل کے ساتھ تعلق پکڑنا ہے پس اس تعلق کے وقت قدرت الٰہی اس کو وجود میں لاتی ہے۔ اور اس کو ممکن کا کسب کہتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۲۔ "جبر بندہ درست نہیں" محقق کے نزدیک جبر درست نہیں ہے۔ کیونکہ جبر بندہ کے صحت فعل کا نافی ہے۔ کیونکہ جبر سے یہ مراد ہے۔ کہ ممکن کو باوجودیکہ اس کی جانب سے انکار ہو فعل کے کرنے پر مجبور کیا جائے پس جماد مجبور نہیں ہے۔ کیونکہ اُس سے فعل کا صادر ہونا متصور نہیں ہے۔ اور نہ اس کو عادی عقل ہوتا ہے۔ پس ممکن مجبور نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے فعل متصور نہیں ہوتا۔ اور نہ باوجود ظاہر ہونے آثارِ عقل کے اس کے لئے عقل محقق ہو سکتا ہے۔

عالم میں صفات الٰہیہ کا بلا وعافیت کے لئے طالب ہونیکی حکمت

مسئلہ نمبر ۱۳۔ صفات الٰہیہ کا تقاضا ہے۔ کہ عالم میں بلا وعافیت ہو۔ پس بدلہ لینے والے کو وجود سے زائل کرنا غافر اور ذی عفو اور منتقم کو زائل کرنے سے بہتر نہیں ہے۔ اگر اسمار الٰہیہ میں سے کوئی اسم باقی رہتا جسکا

کوئی حکم نہ ہو۔ تو وہ اسم معطل ہوتا حالانکہ صفات الٰہیہ میں تعطل محال ہے۔ پس اسماء کا اثر ظاہر نہ ہونا بھی محال ہے۔

دریافت کرنیوالی اور دریافت شدہ اشیاء کے اقسام

مسئلہ نمبر ۱۴۔ دریافت کرنیوالی اور دریافت شدہ اشیا میں سے ہر ایک کی دو قسم ہوتے ہیں۔ ایک تو دریافت کرنیوالی وہ چیز ہے۔ جو جانتی اور اس کو خیال کرنے کی قوت ہوتی ہے۔ اور ایک دریافت کرنیوالی وہ چیز ہوتی ہے جو جانتی اور اس کو خیال کرنیکی قوت نہیں ہوتی ہے۔ اور دریافت شدہ اشیاء کے بھی دو قسم ہوتے ہیں۔ ایک وہ ہوتی ہے جس کی صورت ہوتی ہے۔ اور اس کو محض اس کی صورت دیکھنے سے وہ شخص جان لیتا ہے۔ جس کو قوت متخیلہ اور متصورہ نہیں ہوتی۔ اور جسکو قوت متصورہ اور متخیلہ ہوتی ہے۔ وہ اس کو تصور سے دریافت کرتا ہے۔ اور ایک شے وہ ہوتی ہے جس کی کوئی صورت نہیں ہوتی جس کا علم تصور سے حاصل ہو۔

تعریف علم

مسئلہ نمبر ۱۵۔ علم سے مراد تصور کرنا معلوم کا ہی نہیں ہے۔ اور نہ اس کے وہ معنی ہیں جس سے معلوم کا تصور ہو سکے۔ کیونکہ ہر ایک معلوم کا تصور نہیں ہوتا۔ اور نہ ہر ایک عالم تصور کرتا ہے۔ کیونکہ عالم شخص کا کسی چیز کو تصور کرنا اس کے متخیل ہونیکی وجہ سے ہوتا ہے۔ اب معلوم کے لئے صورت کا ہونا یہ ہے۔ کہ معلوم ایسی حالت پر ہو۔ کہ اسکو خیال گرفت کر سکے۔ اور خیالات ایسے بھی ہوتے ہیں۔ کہ انکو خیال ہرگز متمسک نہیں ہو سکتا پس ثابت ہوا۔ کہ ان معلومات کی کوئی صورت نہیں ہوتی۔

ممکن کیلئے قدرت نہیں ہوتی

مسئلہ نمبر ۱۶۔ اگر ممکن سے فعل درست ہوتا تو درست ہو کہ وہ قادر بھی ہو۔ حالانکہ اس کا کوئی فعل نہیں ہوتا تو پس اسکو قدرت بھی کوئی نہیں ہوتی۔ ممکن کے لئے قدرت کا ثابت کرنا دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اس فعل میں ہماری کلام اشعریوں کے ساتھ ہے۔ جو ممکن کے لئے قدرت باوجود نفی فعل کے ثابت کرتے ہیں۔

مسئلہ ۱۷۔ بہر وجہ ایک سے ایک ہی فعل صادر ہوتا ہے۔ کیا کوئی اس صفت پر ہے یا نہیں۔ اس میں مصنف کو غور و فکر ہے۔ کیا تم اشعریوں کو نہیں دیکھتے ہو۔ کہ وہ خدا تعالیٰ کو اس لئے موجد ٹھہراتے ہیں۔ کہ وہ قادر ہے۔ اور اس کی قدرت کی خصوصیت کے اس لئے قائل ہیں۔ کہ وہ مرید ہے۔ اور احکام کی نسبت اسکی طرف اس لئے کرتے ہیں۔ کہ وہ عالم ہے۔ اور کسی چیز کا مرید ہونا اس کا عین قادر ہونا نہیں ہوتا پس اس کے بعد تعلق میں ان کا یہ کہنا کہ ذات و صفات

ایک ہی چیز ہے۔ درست نہیں۔ یہ بات کس طرح درست ہو سکتی ہے۔ حالانکہ وہ ذات پر صفات کو ثابت کرتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کے ساتھ قائم ہیں۔ اور نسبتوں اور اضافتوں کے قائلوں کا بھی یہی خیال ہے۔ اور ہر ایک فرقہ کیلئے تمام وجوہ سے وحدت خالص نہیں ہوئی یعنی اس بارے میں مختلف المشارب ہیں۔ کوئی ذات سے صفات زائدہ کے عدم کے قائل نہیں ہیں۔ اور کوئی مثبت ہیں۔ پس وحدانیت کا ثابت کرنا صفات الٰہیہ میں ہوتا ہے یعنی خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔ اور یہ بات درست ہے۔

ذات وصفات الٰہیہ کا امتیاز

مسئلہ نمبر ۱۸۔ خدا تعالیٰ کا عالم۔ زندہ۔ قادر وغیرہ ہونا ساری صفتوں کیطرف اسکو نسبتیں اور اضافتیں ہیں تو اس امر سے مراد کوئی ذوات زائدہ نہیں ہیں۔ جو اس کے نقص کیطرف نسبت ہو۔ کیونکہ کامل جو زائد کے ساتھ ہو۔ وہ اپنے کمال بالزائد سے ناقص بالذات ہے۔ اور وہ کامل لذاتہ ہے۔ پس زائد بالذات کا ذات پر ہونا محال ہے۔ اور نسبتوں اور اضافتوں کے ساتھ محال نہیں ہے۔ اور کسی کا کہنا کہ صفات نہ تو اس کا عین ہیں۔ اور نہ اس سے غیر ہیں سو یہ بات بڑی دور ہے۔ کیونکہ اس مذہب والے کا خیال زائد کے ثابت کرنے پر دلالت کرتا ہے۔ اور اسمیں کوئی شک نہیں ہے۔ کہ ذات اور صفات ایک نہیں ہے۔ مگر وہ اس اطلاق کا انکار کرتا ہے۔ پھر تم تعریف میں کہتے ہو۔ کہ جو اس شخص نے کہا۔ کہ دو غیرہ ہیں۔ کہ ایک کا دوسرے سے جدا کرنا ازروئے مکان وزمان اور وجود و عدم جائز ہو۔ اور دو غیروں کی یہ تعریف سارے علماء کے نزدیک مسلم ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۹۔ تعلق سے تعلقات کا تعدد فی نفسہٖ اثر نہیں کرتا۔ جیساکہ متکلم کی تقسیم احدیت کے کلام میں مؤثر نہیں ہوتی۔

مسئلہ نمبر ۲۰۔ صفات ذاتیہ موصوف بہا اگرچہ متعدد ہیوں مگر فی نفسہٖ موصوف کے متعدد ہونے پر اُس کے مجموعہ ذات ہونے کیوجہ سے دلالت نہیں کرتی ہیں۔ اور اگرچہ ان کی تمیز بعض کی بعض سے معقول ہوتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۱۔ عالم میں ہر ایک صورت عرض فی الجواہر ہے۔ اور یہ صورت وہ ہے۔ کہ جسپر خلع ولبس یعنی اترنا اور اکیٹرنا واقع ہوتا ہے۔ جوہر ایک ہی ہوتا ہے۔ اور تقسیم صورت میں ہوتی ہے۔

مسئلہ ۲۲۔ کسی کا کہنا۔ کہ معلول اول سے کثرت موجود ہوئی۔ اگرچہ اعتبارات ثلاثہ کے لحاظ سے معلول ایک ہی ہے جس میں وہ موجود ہوں۔ اور اعتبارات ثلاثہ سے مراد معلول کی علت اور اُس کی ذات اور اس کا امکان ہے۔ سو ہم انکو کہتے ہیں۔ کہ یہ تم کو علت اول میں لازم ہے۔ یعنی اس میں اعتبارات کا پایا جانا اور وہ ایک ہی ہے پس تم کیوں منع کرتے ہو۔ کہ اس سے ایک ہی صادر ہو پس یا تو تم کثرت کا علت اول سے صادر ہونا لازم جانو۔ یا معلول اول سے ایک کا صادر ہونا لازم سمجھو۔ اور تم ان دونو امروں کے قائل نہیں ہو۔

کمال ذاتی اور غنیٰ ذاتی کا صاحب کسی چیز کا علت نہیں ہوتا

مسئلہ نمبر ۲۳ جس کو کمال ذاتی اور غنیٰ ذاتی واجب ہو۔ وہ کسی چیز کا علت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کا علت ہونا اس کو معلول پر موقوف کرتا ہے۔ اور ذات الٰہی کسی چیز پر موقوف ہونے سے پاک ہے۔ پس اس کا علت ہونا محال ہے مگر صفات الٰہیہ کبھی اضافتیں اپنی قبول کر لیتی ہیں۔ پس اگر کہا جائے۔ کہ اللہ اسم اُس ذات پر اطلاق پاتا ہے۔ جو کامل الذات اور غنی الذات ہو۔ اور اضافتوں اور نسبتوں کو نہ چاہے۔ سو ہم کہتے ہیں۔ کہ لفظ میں علت کے خلاف کوئی جھگڑا نہیں کیونکہ وہ اصل میں ہے۔ وہ اپنے معنی کے لحاظ سے معلول کا مستدعی ہے۔ پس اگر علت کے ساتھ اُسکی مُراد ہو۔ جو اُس نے اللہ کے ساتھ ارادہ کیا ہے۔ یہ بات مسلم ہے۔ اور اس لفظ میں کوئی نزاع باقی نہیں رہتا۔ مگر شرع شریف کی رُو سے کہ آیا شرع منع کرتی یا مباح ٹھہراتی یا خاموش ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۴ صفات الٰہیہ (۹۹) کے لئے مرتب ہیں۔ ان کا بغیر خدا کے کوئی مستحق نہیں پس صفات نے اپنا مستحق طلب کیا۔ اور مادہ صفات کا طالب تھا۔ اور صفات اُسکی طالب تھیں۔ اور ذات ہر ایک چیز سے غنی ہے۔ پس اگر یہ راز دابطہ زائل ہو جائے۔ جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ تو صفات الٰہیہ باطل ہو جائیں اور کمال ذات باطل نہ ہو۔ امام کا قول ہے۔ کہ الوہیت کا ایک راز ہے۔ اگر وہ زائل ہو جائے۔ تو الوہیت باطل ہو جائے۔

مسئلہ نمبر ۲۵ معلوم کے متغیر ہونے سے علم متغیر نہیں ہوتا لیکن تعلق متغیر ہو جاتا ہے۔ اور تعلق محض ایک نسبت ہے۔ جو معلوم کیطرف ہو۔ مثلاً علم کا تعلق کہ زید ہوگا پس وہ ہو جائے۔ سو اس کے ہونے کا تعلق حال میں موجود ہے۔ اور اُس کے ہونے سے علم کا تعلق زائل ہو جاتا ہے۔ اور تعلق کے تغیر سے علم کا تغیر لازم نہیں آتا۔ اور اسی طرح مسموع اور مرئی کے تغیر سے رویت اور سمع کا تغیر لازم نہیں آتا۔

مسئلہ نمبر ۲۶ ثابت ہوا ہے۔ کہ علم متغیر نہیں ہوتا۔ کیونکہ معلوم کا علم دو محقق امور کے لئے ایک نسبت ہوتی ہے۔ پس جسم معلوم ہوتا ہے۔ جو کبھی متغیر نہیں ہوتا۔ اور قیام معلوم ہے۔ جو تغیر پذیر نہیں ہوتا۔ اور قیام کی نسبت جسم کے لئے ایک معلوم امر ہے جس کے ساتھ تغیر ملحق ہوتا ہے۔ اور نسبت بھی متغیر نہیں ہوتی اور یہ نسبت شخصیہ بھی سوا اُس شخص کے نہیں ہوتی۔ سو وہ نسبت بھی متغیر نہیں ہوتی۔ اور وہاں کوئی معلوم سوائے ان چار کے کوئی معلوم نہیں ہوتا اور یہ تین امور محقق النسب اور منسوب اور منسوب الیہ اور نسب شخصیہ ہیں۔ اگر کہا جائے۔ کہ ہم نے منسوب الیہ کے ساتھ تغیر کو اس لئے ملحق کیا ہے۔ کہ اس کو ہم۔ نے ایک حالت پر ہونا دیکھا ہے اور پھر اس کو دوسری حالت پر دیکھا ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ جب میں نے منسوب۔ الیہ کیطرف کسی امر کے رو سے دیکھا۔ تو ہم نے ازروئے حقیقت اس کیطرف نہیں دیکھا۔ سو اس کی حقیقت غیر متغیر ہے۔ اور نہ ازروئے منسوب الیہ کے پس یہ حقیقت ہے۔ جو متغیر نہیں ہوتی۔ اور

میں نے اس کیطرف کس حال میں منسوب الیہ ہونیکی وجہ سے نظر کی ہے۔ پس اُسوقت دوسرا منسوب الیہ نہیں ہوتا یہ وہ حالت ہے۔ جس کے متعلق میں نے کہا ہے۔ کہ زائل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ اپنے منسوب سے علیحدہ نہیں ہوتی۔ اور یہ دوسرا منسوب ہے۔ جس کیطرف اور نسبت ہے۔ پس اسوقت نہ علم متغیر ہوتا ہے۔ اور نہ معلوم۔ اور جس طرح چاہو۔ کہو علم کو معلومات کے ساتھ بہت تعلقات ہوتے ہیں۔ یا ایک ہی تعلق معلومات کیساتھ ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۷۔ علم تصوری نظر فکری کے ساتھ حاصل نہیں ہوتا پس علوم حاصل شدہ معلوم تصوری کی ایک نسبت ہے۔ جو معلوم تصوری کیطرف ہوتی ہے۔ اور نسبت مطلقہ بھی علم تصوری سے ہے۔ پس حاصل کرنے کی نسبت علم تصوری کیطرف کرو گے۔ تو یہ صرف ایک لفظ کے سننے سے تم ایسا کرتے ہو۔ جو کہ ایک گروہ نے ایک معنی کے لئے مصطلح کرایا ہے۔ جس کو ہر کوئی نہیں جانتا۔ لیکن ہر کوئی یہ بات بھی نہیں جانتا۔ کہ یہ لفظ اس پر دلالت کرتا ہے۔ اسی لئے وہ اِس کے معنی دریافت کرتا ہے جنپر اس لفظ کا اطلاق ہوا ہے۔ کہ اس کے کیا معنی ہیں۔ سو مسئول اُس کے لئے ایک معنی جو وہ جانتا ہے معین کرتا ہے پس اگر سائل کے پاس از روئے معنویت اور دلالت کے جس کے ساتھ شخص کی مراد شناخت کو اس اصطلاح پر اُن معنی کے لئے پہنچنے کا علم نہ ہوتا۔ تو وہ اِن معنوں کو قبول نہ کرتا اور جو کچھ وہ کہتا۔ وہ اس کو نہ پہچانتا۔ پس ضرور ہے۔ کہ سارے معنی نفس میں مرکوز ہوں۔ پھر اُس پر بتدریج منکشف ہوں۔

معلومات غیر متناہی ہیں

مسئلہ نمبر ۲۸۔ علم کا وصف معلومات کے احاطہ کرنے کا ہے۔ سو یہ بات معلومات کے متناہی ہونے کی مقتضی ہے۔ حالانکہ معلومات کو متناہی ہونا محال ہے۔ لہذا احاطہ بھی محال ہے۔ لیکن یوں کہا جاتا ہے۔ کہ علم ہر ایک معلوم کی حقیقت کا احاطہ کرتا ہے۔ ورنہ کوئی معلوم بطریق احاطہ بالعلم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جس نے کسی امر کو کسی وجہ سے جان لیا۔ اور تمام وجوہ سے نہ جانا تو اُس نے اس امر کا احاطہ نہیں کیا۔

تعریف بصیرت

مسئلہ نمبر ۲۹۔ بصیرت کا دیکھنا ایک علم ہے۔ اور بصر کا دیکھنا حصول علم کا طریقہ ہے۔ پس خدا کا سمیع اور بصیر ہونا تعلق تفصیلی ہے۔ پس یہ دو نو علم کے لئے حکم ہیں۔ اور تشبیہ اس تعلق کیوجہ سے واقع ہوا ہے۔ جو مسموع اور مبصر ہے۔

تعریف ازل

مسئلہ نمبر ۳۰۔ ازل نعت سلبی ہے۔ اور اُس سے مراد اولیت کی نفی ہے۔ پس جب ہم صفات الٰہیہ کے

متعلق بات کریں گے۔ تو اُس سے مُراد صرف مرتبہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۱۔ اشعری لوگ سب ماسوائی خدا کے حادث ہونے پر امکنہ اور ان کے اغراض کے حادث ہونے کے ساتھ دلیل لاتے ہیں۔ اور یہ بات درست نہیں۔ جبکہ وہ بروجہ حصر کل ماسوائے خدا پر دلیل قائم نہ کریں اور ہم تسلیم کرتے ہیں۔ اس چیز کا حادث ہونا جس کو وہ حادث کہتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۳۲۔ ہر موجود قائم بنفسہٖ اور غیر متحیز ہے۔ اور وہ ممکن ہے۔ جس کے وجود کے ساتھ زمانے جاری نہیں ہوتے۔ اور مکانات اس کو طلب نہیں کرتے۔

مسئلہ نمبر ۳۳۔ اشعری لوگ ممکن اول کے بارے میں دلالت کرتے ہیں۔ کہ اُس کا تقدم اس کے زمانہ وجود کے اس سے پیچھے ہونا جائز ہے۔ اور زمانہ اُن کے نزدیک اس مسئلہ میں مقدر ہے۔ جو موجود نہیں پس خصوصیت دلیل ہے مخصص پر پس عدم زمانہ کی وجہ سے یہ دلیل فاسد ہے۔ پس باطل ہوا یہ امر کہ یہ دلیل ہو سکے۔ اگر کوئی کہے۔ کہ ممکنات کی نسبت وجود کی طرف یا وجود کی نسبت ممکنات کی طرف از روئے نسبت کے نہ از روئے ممکن کے ایک نسبت ہے۔ تو بعض ممکنات کو وجود کے ساتھ مخصوص کرنا اور بعض کو نہ کرنا یہ اس بات پر دلیل ہے۔ کہ اس کیلئے کوئی مخصص ہے۔ پس یہ بات ماسوائے خدا کے عین حادث ہونے پر دلیل ہے۔

زمانہ وہمی مدت نہیں

مسئلہ نمبر ۳۴۔ یہ کہنا کہ زمانہ ایک وہمی مدت نہیں۔ جس کو فلک کی حرکت قطع کرتی ہے۔ اس میں تخالف ہے کیونکہ وہم کرنیوالا کوئی محقق نہیں ہوتا۔ اور وہ اشعریوں پر ممکن اول کے بارے میں زمانہ کے اندازہ کا انکار کرتے ہیں۔ پس فلک کی حرکتیں فرضی ہیں۔ اگر دوسرا کہے۔ کہ زمانہ فلک کی حرکت ہے۔ اور فلک محدود اور متحیز ہے۔ پس حرکت قطع نہیں کرتی مگر مکان واحد میں۔

حقیقت استوا

مسئلہ نمبر ۳۵۔ میں دو بڑے گروہوں اشعریوں اور مجسموں سے تعجب کرتا ہوں۔ کہ وہ لفظ مشترک میں غلطی میں پڑے ہیں۔ کہ کس طرح انہوں نے اس لفظ کو تشبیہ کے لیے مقرر کیا ہے۔ حالانکہ تشبیہ لفظ مثل یا کاف صفتی کے ساتھ ہوتی ہے۔ جو زبان میں دو سروں کے درمیان ہو۔ اور یہ بات ہر ایک اس امر میں جس کو انہوں نے کسی آیت یا حدیث سے تشبیہ ٹھہرایا ہے۔ نادر الوجود ہے۔ پھر اشعریوں نے خیال کیا۔ کہ جب ہم نے تاویل کی۔ تو ہم تشبیہ سے نکل جائیں گے اور یہ وہ بات ہے۔ جو تفریق کرتی ہے۔ تاویل کی۔ مگر انہوں نے تشبیہ بالاجسام سے تشبیہ بالمعانی کی طرف استعمال کیا

جو نئے ہیں۔ اور وہ درحقیقت نعوت قدیمہ وحدوث سے علیحدہ ہیں۔ پس انہوں نے تشبیہ سے مجوثات کیطرف ہرگز نقل نہ کی۔

اور اگر ہم اُن کے کہنے پر بات کرتے۔ تو ہم مثلاً استوائے جس کے معنی قرار پکڑنے کے ہیں۔ اُس استوا کیطرف عدول نہ کرتے جس کے معنی غلبہ پانے کے ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے اِسبات سے عدول کیا۔ اور بالخصوص عرش اِس نسبت کے بارے میں مذکور ہے۔ اور استیلاء اور غلبہ کے معنی سریر کا ذکر کرنے سے باطل ہو جاتے ہیں۔ اور اس معنی کا دوسرے معنی کیطرف پھیرنا جو منافی قرار کے ہو محال ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ مثلاً تشبیہ استوا کے ساتھ واقع ہوئی ہے۔ اور استوا معنی ہیں۔ اور تشبیہ مستوی کے ساتھ واقع نہیں ہوئی جو کہ جسم ہے۔ اور استوا ایک حقیقت قابل ادراک عقل معنوی بات ہے۔ جو ہر ایک ذات کی طرف منسوب ہو سکتی ہے۔ جس کی ذات کا تقاضا اُس حقیقت کے لیے ہو۔ اور ہم کو کوئی حاجت نہیں ہے۔ کہ استوا کو تکلف کے ساتھ ظاہر سے پھیریں۔ یہ ایک ایسی صریح غلطی ہے جس میں کوئی پردہ نہیں۔ طائفہ مجسمہ کو لازم نہ تھا کہ وہ اس لفظ کے ساتھ جو وارد ہوا ہے۔ اس کے کسی ایک احتمال کیطرف تجاوز کرتے باوجودیکہ اِن کا ایمان ہے اور وہ خدا تعالیٰ کے اس کلام معجز نظام سے واقف ہیں۔ جو وہ فرماتا ہے۔ کہ لیس کمثلہ شیئ یعنی اُس خدا تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔

خدا تعالیٰ کا برائی کا ارادہ نہ کرنے کی وجہ

مسئلہ نمبر ۴۲۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے برائی کا امر نہیں فرمایا۔ ایسا ہی وہ برائی کو نہیں چاہتا۔ لیکن اس نے برائی پر حکم لگایا۔ اور اس کا اندازہ ٹھہرایا یعنی یہ بیان درست ہے۔ کہ خدا برائی کو نہیں چاہتا۔ کیونکہ برائی کا برا ہونا اس کا عین نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو برائی پر خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ اور اشیاء میں خدا تعالیٰ کا حکم مخلوق نہیں ہے۔ اور جس چیز پر خلق یعنی پیدائش کا اطلاق نہ ہو۔ وہ مراد نہیں ہوتی۔ اگر ہم اس کو اطاعت میں لازم پکڑیں۔ تو اس کا التزام رکھیں گے۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ اطاعت کا ارادہ از روئے سمع ثابت ہے نہ از روئے عقل۔

مسئلہ نمبر ۴۳۔ ممکن متقدم کیلئے معدوم ہونا ساتھ حکم لگانے اُس کے وجود کے مُراد نہیں ہوتا۔ لیکن وہ عدم از روئے حکم کے اس کے موجود ہونے کے وقت برابر ہو۔ کہ اگر وجود نہ ہوتا۔ تو وہ عدم اُس پر پہلا ہوا ہوتا۔ وہ ممکن کے وجود کی مراد حال ہے۔ اس واسطے کہ جائز ہے۔ کہ اس کے ساتھ عدم ملحق ہو اور ممکن کا عدم جو مراد نہیں ہے۔ وہ ہے جو بمقابلہ واجب الوجود کے ہے۔ کیونکہ وجود مطلق کا مرتبہ بالمقابل عدم مطلق کے ہے۔ جو ممکن کے لیے ہے کیونکہ ممکن کے لیئے اس مرتبہ میں وجود کا جواز نہیں ہے۔ اور یہ بات صفات الٰہیہ میں ہے نہ کسی اور بات میں۔

مسئلہ نمبر ۴۴۔ عقل میں کسی قدیم وجود کا ہونا جو اللہ نہیں ہے محال نہیں ہے۔ پس اگر وجود غیر خدا قدیم نہیں ہے

تو وہ از طریق سمع دینی از روئے شرع ہے نہ کسی اور طریق سے۔

مسئلہ نمبر ۳۹۔ مخصص کا مرید الوجود ہونا ممکن ہے جس کی تخصیص اس کے وجود کے لئے از روئے وجود کے نہیں ہے۔ بلکہ از روئے اس کی نسبت ہونے کسی ممکن کے لئے ہو جس کی نسبت کسی اور دوسرے ممکن کے لئے جائز ہو۔ پس وجود از روئے ممکن کے متعلق ہے نہ از روئے اس ممکن کے جو نہ مراد اور نہ واقع ہے۔ مگر کسی ممکن کے ساتھ اور جب وہ کسی ممکن کے ساتھ واقع ہو۔ تو مراد نہیں ہوتا۔ لیکن از روئے اس کی نسبت ہونے کسی اور ممکن کے لئے مراد ہوتا ہے۔

خدا تعالیٰ کا وجود عین اس کی ذات ہے

مسئلہ نمبر ۴۰۔ دلیل مخصص کے سبب کے ثبوت پر دلالت کرتی ہے۔ اور دلیل مثلاً اس توقیف پر دلالت کرتی ہے جس میں اس مخصص کی طرف نفی یا اثبات کی نسبت ہو۔ جیسا کہ ہم کو بعض اہل کلام نے بعض مکالمہ میں جو میرے اور اس کے درمیان واقع ہوا۔ کہا سو ہم متوقف ہوتے تھے۔ جیسا کہ اس کا گمان تھا۔ لیکن دلالت دلیل کی اور ثبوت رسول کے از جانب مرسل کے ہے۔ پس ہم نے الہٰی نسبتوں کو رسول سے لیا۔ سو ہم نے حکم کیا کہ ایسا ہے۔ اور ایسا نہیں یہ بات مخفی کیسے رہ سکتی ہے۔ حالانکہ خدا کے وجود پر یہ دلیل واضح ہے۔ کہ اس کا وجود اس کی عین ذات ہے۔ اور اس کا وجود اس کی ذات کا علت نہیں ہے۔ واسطے ثبوت محتاج الی الغیر کے۔ وہ ہر وجہ سے کامل اور موجود ہے۔ اور اس کا وجود عین اس کی ذات ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۱۔ واجب بالذات کے لئے ممکن کا محتاج ہونے اور بجز ممکن کے واجب کیلئے استغنائی ذاتی کا سزاوار ہونے کو الٰہ کہتے ہیں۔ اور ذات کا تعلق بنفسہا اور محقق کے حقائق کے ساتھ تعلق پکڑنے کو خواہ وجود ہو یا عدم ہو علم کہتے ہیں۔ اور ذات کا تعلق ممکنات کے ساتھ اس حیثیت سے ہونا جس پر ممکنات ہیں۔ اختیار کہتے ہیں۔ ذات کا تعلق ممکنات کے ساتھ تقدم علم کی وجہ سے ممکن کے ہونے سے پہلے ہونے کو مشیت کہتے ہیں۔ ذات کا تعلق بالخصوص دو امور جائزہ میں سے ایک کے ساتھ بروجہ معین ہونے کو ارادہ کہتے ہیں۔ کائنات عالم کو موجود کرنے کے تعلق کو قدرت کہتے ہیں۔ کائنات عالم کے ساتھ ذات کے سنانے کے تعلق کو امر کہتے ہیں۔ اور وہ دو قسم پر ہے۔ ایک بالواسطہ اور دوسرا بلا واسطہ۔ سو وسائط کے ہٹانے سے امر کا نافذ ہونا ضروری ہے۔ اور واسطہ سے امر کا نافذ ہونا لازم نہیں ہوتا۔ اور در حقیقت امر کوئی نہیں ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے امر کے لئے کوئی چیز واقف نہیں ہوتی۔

ذات کے لئے مخلوق کے سنانے کے تعلق کو پھیرنے کے لئے یا ممکن ہونے سے جس پر وہ صادر ہو۔ نہی کہتے ہیں اور تقسیم میں اس کی صورت امر کی سی ہے۔ ذات کا تعلق ساتھ حاصل کرنے اس چیز کے جس پر وہ ہو۔ یا دیگر کائنات سے یا

اس کے ساتھ جو کچھ نفس میں ہو۔ اس کو اخبار کہتے ہیں۔ پس اگر کسی چیز کے طریق پر ہونیکا تعلق پکڑے۔ تو اسکو استفہام کہتے ہیں۔ اور اگر کسی چیز کے ساتھ بروجہ نزول الٰہیہ صیغہ امر کے ساتھ تعلق پکڑے۔ تو اس کو دعا کہتے ہیں۔ اور از باب تعلق پکڑنے امر کے اسجگہ تک کو کلام کہتے ہیں۔ ذات کا تعلق پکڑنا ساتھ کلام کے جو بغیر شرط علم کے ہو۔ اسکو سمع کہتے ہیں۔ اور اگر ذات تعلق پکڑے اور تعلق تابع فہم کے ساتھ مسموع ہو۔ تو اس کو فہم کہتے ہیں۔ صفات الٰہیہ کے تعلق کو ساتھ کیفیت نور اور ان مرئیات کے جو حامل نور ہوں۔ بصر اور رویت کہتے ہیں۔ صفت الٰہیہ کا تعلق ساتھ ادراک ہر ایک مدرک کے حس کا تعلق ان تعلقات میں سے کسی کے ساتھ درست نہیں سوائے مدرک کے اسکو حیات کہتے ہیں۔ اور ان سب میں عین ایک ہی ہے۔ اور تعلقات متعلقات کے حقائق اور سمیات کے اسمار کی وجہ سے بہت ہو گئے ہیں

مسئلہ نمبر ۴۲۔ عقل کے لئے ایک نور ہوتا ہے۔ کہ جس کے ساتھ وہ امور مخصوصہ کو دریافت کر لیتا ہے۔ اور ایمان کے لئے ایک نور ہوتا ہے۔ کہ جب تک اسکا کوئی مانع نہ ہو۔ اس کے ساتھ ہر چیز دریافت ہو سکتی ہے۔ تم نور عقل کے ساتھ صفات الٰہیہ کی معرفت کو پہنچو گے۔ اور ان کے واجبات اور محالات اور جائزات کی شناخت کرو گے۔ اور نور ایمان کے ساتھ عقل معرفت ذات الٰہی اور ان نعتوں کو دریافت کر لیتا ہے۔ جن کی نسبت خدا تعالےٰ نے اپنی طرف کی ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۳۔ ہمارے نزدیک کسی کیفیت کی معرفت ممکن نہیں ہے جس کی نسبت احکام سے ذات کیطرف ہو سکے۔ مگر بعد پہچاننے ذوات منسوبہ اور منسوب الیہا کے۔ اور اسوقت کیفیت نسبت مخصوصہ کی اس ذات مخصوصہ کے لئے پہچانی جاتی ہے۔ مثل استوار اور معیت اور ید۔ عین وغیرہ

حقائق منقلب نہیں ہوتے

مسئلہ نمبر ۴۴۔ اعیان منقلب نہیں ہوتے۔ اور حقائق نہیں بدلتے۔ پس آگ اپنی حقیقت سے جلاتی ہے نہ کہ اپنی صورت سے۔ اور خدا تعالیٰ کا فرمان۔ یَا نَارُ کُونِی بَرْدًا وَّ سَلَامًا۔ آگ کی صورت کو خطاب تھا۔ یعنی اے آگ سرد اور سلامتی والی ہو جا۔ اس سے مراد آگ کی چنگاریاں ہیں۔ اور چنگاریوں کے اجرام آگ کے ساتھ جلائے ہوتے ہیں۔ پس جبکہ آگ چنگاریوں کے ساتھ قائم ہوئی۔ تو ان کا نام آگ رکھا گیا۔ سو وہ (بحکم الٰہی) برودت قبول کر سکتی ہیں جیسا کہ انہوں نے حرارت کو قبول کر لیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۵۔ استمرار وجود کا بقا باقی رہے۔ نہ کسی اور پر کوئی صفت زائدہ نہیں۔ جو بقا کیطرف محتاج اور متسلسل ہو۔ مگر اشعریوں کے مذہب پر محدث کے حق میں کیونکہ بقا عرض ہے۔ سو وہ بقا کا محتاج نہیں ہے۔ اور یہ بات خدا تعالیٰ کے بقار کے بارے میں ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۶۔ کلام بحیثیت خود ایک ہی ہے۔ اور تقسیم متکلم میں ہے۔ نہ کلام میں پس امر اور نہی اور خبر اور طلب خبر اور کلام میں طلب کرنا سب ایک ہی ہیں۔

مسئلہ نمبر ۴۷۔ اختلاف اسم اور مسمیٰ میں ہوتا ہے۔ اور تسمیہ کا اختلاف لفظ میں ہوتا ہے۔ پس یوں کہنا، تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ وَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ ،، سو یہ بات مثل نہی کے ہے۔ کہ صعف سے کر دشمن کی زمین میں سفر نہ کرو۔ اور کفار کے لیے محبت الٰہی کا فرمان کہ بِاَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا۔ اس بات پر ہے۔ کہ اسم مسمیٰ ہی ہوتا ہے کفار نے اشخاص معبود ٹھہرائے ہوئے تھے۔ پس صفات الٰہیہ کی نسبت کی انہوں نے پوجا کی۔ اس بات میں کوئی حجت نہیں ہے۔ کہ اسم مسمیٰ ہی ہے۔ اور اگر ایسا ہوگا۔ تو بحکم لغت اور وضع کے ہوگا۔ اور معنی۔ کیفکم سے نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۴۸۔ ممکنات کے وجود کمال مراتب ذاتی و عرفانی کے لیے ہیں اور بس۔

ہر ممکن (مخلوق)، کا ایک انتہا ہوتا ہے

مسئلہ نمبر ۴۹۔ ہر ممکن دو میں سے ایک قسم میں منحصر ہے۔ یا وہ پردہ یا ظاہر میں ہوگا۔ پس ممکن پرلے درجہ کی انتہا اور اپنی کمال کو پہنچ گیا۔ اور اس سے کامل تر کوئی چیز نہیں ہے۔ اور اگر اکمل انتہا ہی نہ ہوتا۔ تو کمال کی پیدائش کا تصور ہی نہ ہوتا۔ اور حضرت کمالیت کے مطابق پایا گیا اور کامل ہو گیا۔

مسئلہ نمبر ۵۰۔ معلومات حس ظاہر اور باطن میں منحصر ہیں۔ جن کے ساتھ ان کا ادراک ہوتا ہے۔ اور یہ ادراک نفسی اور بدیہی ہوتا ہے۔ اور اگر وہ معنی اور خیال ہو۔ تو جو کچھ اس سے از روئے عقل مترکب ہوتا ہے۔ وہ ظاہر ہوتا ہے اگر وہ صورت ہو۔ تو خیال بجز صورتوں کے مرکب نہیں ہوتا پس اسی بات کو دریافت کرتا ہے جس سے خیال مرکب ہوتا ہے۔ اور خیال کی قوت میں نہیں ہے کہ ان باتوں کو تصور میں لاوے جن کو عقل جمع کرتی ہے۔ اور قدرت الٰہی کا راز ہوتا ہے۔ جو ان سب باتوں سے خارج ہے۔ عقل اس کے پاس معترف ہو جاتی ہے۔

حسن و قبح کی حقیقت

مسئلہ نمبر ۵۱۔ خوبی اور برائی خوب اور بری چیز کے لیے ذاتی ہوتی ہے لیکن بعض چیزوں کا حسن یا قبح بنظر کمال یا نقص غرض کے یا نرمی یا نفرت طبع یا وضع کے دریافت ہوتا ہے۔ اور بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں۔ کہ جن کی برائی اور خوبی سوائے اس حق کے جسکو شرع کہتے ہیں سو دریافت نہیں ہو سکتی۔ پس ہم اسوقت کہا کرتے ہیں۔ کہ یہ قبیح اور یہ اچھی چیز ہے۔ اور یہ شریعت کی خبر ہے حکم نہیں۔ لہٰذا ہم زمانہ اور حال اور شخص کی شرط کے ساتھ کہتے ہیں۔ اور یہ شرط ہم نے اس شخص کے لیے کی ہے۔ جو کہتا ہے کہ قتل میں ابتداً کھینچنا یا مارنا ہے یا کہتا ہے۔ کہ ذکر کا شرم گاہ میں داخل کرنا زنا یا نکاح ہے۔ پس بحیثیت دخول

ایک ہی ہوتا ہے۔ اور ہم ایسا نہیں کہتے۔ کیونکہ زمانہ مختلف ہوتا ہے۔ اور لوازم نکاح کے زنا میں موجود نہیں ہوتے۔ اور کسی چیز کے حلال کا زمانہ اُس کی حرمت کا زمانہ نہیں ہوتا۔ اگر عین حرام جو عمرو سے صادر ہوئی۔ یہ وہ حرکت شمار نہیں ہو سکتی۔ جو زید سے صادر ہوئی۔ پس بری چیز کبھی اچھی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ حرکت جو موصوف بخوبی یا برائی ہے۔ وہ کبھی عود نہیں کرتی۔ سو خدا تعالیٰ نے جان لیا۔ جو کہ خوب اور برا تھا۔ اور ہم نہیں جانتے۔ پھر یہ بھی لازم نہیں ہے۔ کہ جب ایک چیز بری ہو۔ اس کا اثر بھی برا ہو۔ کبھی اس کا اثر اچھا ہوتا ہے۔ اور خوب بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ کہ کبھی اُس کا اثر برا ہوتا ہے۔ مثل سچائی کی خوبی کے۔ اور بعض مواضع میں اس کا اثر اچھا ہوتا ہے۔ سو تم اس بات کی خوب تحقیق کر لو۔ جس پر ہم نے تم کو آگاہی بخشی ہے۔ تو حق کو پا لوگے

خدا کسی چیز میں حلول نہیں کرتا

مسئلہ نمبر ۵۲۔ دلیل کی نفی سے مدلول کی نفی نہیں ہوتی۔ سو اس بنا پر حلول کی بات صحیح نہیں ہے۔ جو کہتا ہو کہ اگر خدا تعالیٰ کسی چیز میں ہوتا۔ جیسا کہ دگمان نصاریٰ، عیسے علیہ السلام میں تھا۔ تو وہ چیز مردے زندہ کرتی۔

رضا بقضاء لازم ہے نہ رضا مقتضٰے پر

مسئلہ نمبر ۵۳۔ راضی بقضاء کو رضا بالمقتضٰے لازم نہیں ہے۔ سو قضاء خدا کا حکم ہے۔ اور یہ وہ حکم ہے جس پر راضی رہنے کا ہم کو امر ہوا ہے۔ اور مقتضٰی محکوم بہ ہے۔ اور اس پر رضا ہم کو لازم نہیں ہے

حقیقت اختراع الٰہی

مسئلہ نمبر ۵۴۔ اگر اختراع سے مراد معنی مخترع کا مخترع کے دل میں پیدا کرنا مراد ہو۔ اور یہی حقیقت اختراع ہے۔ تو یہ بات خدا تعالیٰ پر محال ہے۔ اور اگر اختراع سے مراد مخترع کا بغیر مثال سابق کے پیدا کرنا ہو۔ جس میں مخترع ظاہر ہوا۔ تو بدیں وجہ خدا تعالیٰ کا وصف اختراع کے ساتھ جائز ہے۔

جواب اس سوال کا کہ عالم کا ربط خدا تعالیٰ کے ساتھ کس طرح ہے

مسئلہ نمبر ۵۵۔ عالم کی پیوستگی خدا کے ساتھ ممکن کی پیوستگی واجب کے ساتھ اور کاریگر کی پیوستگی صانع کے ساتھ کی طرح ہے۔ عالم کے لئے ازل میں کوئی مرتبہ نہیں۔ کیونکہ وہ مرتبہ واجب بالذات کے لئے ہے۔ سو وہ خدا ہے۔ کوئی چیز خدا کے ساتھ نہ تھی اور نہ ہوگی۔ خواہ عالم موجود ہو یا معدوم۔ پس جو شخص عالم اور خدا تعالیٰ کے درمیان دوری

کا وہم کرتا ہے۔ تو وہ وجود ممکن کے پہلے اور پیچھے ہونے کا اندازہ کرتا ہے۔ سو یہ وہم باطل ہے۔ اسکی کوئی حقیقت نہیں کہ لہذا ہم نے حدوث عالم کی دلالت میں ایسا نزاع کیا ہے۔ جو اشعریوں کے نزاع کے برخلاف ہے۔ اور اس کا ذکر ہم نے اس تعلیق میں کیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۶۔ معلوم کے ساتھ علم کے تعلق سے نفس عالم اور اس کی امثال میں معلوم کا حاصل ہونا لازم نہیں آتا۔ علم معلومات کے ساتھ بحیثیت خود از روئے وجود عدم تعلق پکڑتا ہے۔ سو کہنے والے کا یہ کہنا کہ بعض معلومات کے لئے وجود میں چار مرتبے ہیں۔ ذہنی۔ عینی۔ لفظی۔ خطی پس اگر ذہن سے مراد علم ہے۔ تو یہ بات مسلم نہیں ہے۔ اور اگر ذہن سے مراد خیال ہے۔ تو یہ بات مسلم ہے۔ لیکن ہر معلوم میں بالخصوص تخیل ہوتا ہے۔ مگر یہ بات سوائے ذہنی کے درست نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ صورت میں عین سے مطابق ہوتا ہے۔ اور لفظی اور خطی ایسے نہیں ہوتے۔ کیونکہ لفظ اور خط دلالت اور تفہیم کے لئے موضوع ہیں۔ پس از روئے صورت کے صورت پر تنزل نہیں ہوتا۔ لیکن زید لفظی اور خطی۔ ز۔ اور یا اور دال ہے۔ از روئے لکھنے اور لفظ کے اس کا کوئی دائیں اور بائیں اور اطراف نہیں ہے۔ اور نہ عین اور نہ سمع ہے۔ لہذا ہم نے کہا۔ کہ اس پر تنزل نہیں ہوتا۔ از روئے صورت کے۔ لیکن از روئے دلالت کے تنزل ہوتا ہے۔ اس لئے جب انمیں مشارکت واقع ہوتی ہے۔ تو دلالت باطل ہو جاتی ہے۔

ہم لغت اور بدل اور عطف بیان کے لئے محتاج ہوا ہے۔ اور وجود ذہنی میں مشارکت ہرگز داخل نہیں ہوتی اس کو سمجھ لو۔

تین سو ساٹھ وجوہات عقل و اسرار لوح محفوظ

مسئلہ نمبر ۵۷۔ ہمنے کتاب معرفت میں حصر کر کے لکھ دیا تھا۔ کہ جو کچھ عقل میں وجوہ معارف حاصل ہیں۔ ہم نے اسباب پر آگاہ نہیں کیا۔ کہ ہم کو یہ حصر کہاں سے حاصل ہوئی ہیں۔ سو واضح ہو۔ کہ عقل کے لئے تین سو ساٹھ وجوہ ہیں۔ اور ہر ایک وجہ جناب الٰہی سے تین سو ساٹھ وجہ سے مقابل ہے۔ ہر ایک وجہ عقل کو ایسے علم کے ساتھ مدد دیتی ہے۔ کہ اس کو دوسری وجہ نہیں دے سکتی۔ سو جب تم عقل کی وجوہات کو اخذ فیض کی وجوہ میں ضرب دو گے تو جو اس سے خارج ہوگا۔ یہ وہ علوم ہیں۔ جو نفس انسانی کی لوح محفوظ میں لکھے ہیں۔ یہ وہ علوم ہیں۔ جن کا ذکر ہم نے کشف الٰہی کے ذریعہ کیا ہے۔ اور دلیل عقلی اس بات کو محال نہیں جانتی۔ بلکہ اس کے قائل کی اسبات کو تسلیم کرتی ہے جیسا کہ نادان آدمی اس قائل کے تین اعتبارات کو جو عقل اول کے لئے ہیں۔ بغیر دلیل کے مان لیتا ہے۔ سو بات اس سے بہتر ہے۔ کیونکہ اس بارے میں عقلمند آدمی علم کلام کا دعویٰ کرتا ہے۔ سو اسپر عقل اول کے ساتھ داخل ہوتا ہے اور یہ بات ہمنے ذکر کیا ہے سا اس پر اس کا دخل لازم نہیں ہے۔ کیونکہ ہم نے اس کا از روئے علم کلام دعویٰ نہیں کیا۔ سو منکر نہایت کار یہی کہے گا۔ کہ قائل کو کہے۔ کہ تم جھوٹ کہتے ہو۔ اس کے سوا منکر اور کچھ نہیں کہتا۔ اور نہ کر

سکتا جیسا کہ اس بات کو ماننے والا کر سکتا ہے۔ کہ تم سچ کہتے ہو۔ سو یہ فرق ہے ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان جو اعتبارات ثلاثہ کے قائل ہیں۔ خدا ہی توفیق دہندہ ہے

عالم خلق میں ممکن کے دو رخ ہیں

مسئلہ نمبر ۵۸۔ عالم خلق سے جو ممکن ہے۔ اس کی دو وجہیں ہیں۔ ایک وجہ اس کے سبب کیطرف اور ایک وجہ خدا تعالیٰ کیطرف۔ پس ہر ایک حجاب اور تاریکی جو اس پر طاری ہوتی ہے۔ اور ہر ایک نور اور کشف جو اس کو ملتا ہے۔ سو وہ اس کے حق کی جانب سے ملتا ہے۔ اور عالم امر سے ہر ایک ممکن کے حق میں حجاب متصور نہیں ہوتا کیونکہ اس کے لئے ضرور ایک ہی وجہ ہوتی ہے۔ سو وہ نور محض ہے۔ اور دین خالص خدا تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۹۔ دلیل عقلی اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ ایجاد قدرت کے متعلق ہے۔ اور حق تعالیٰ اپنی جانب سے ارشاد فرماتا ہے۔ کہ وجود امر الٰہی سے واقع ہوتا ہے۔ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَا اَرَدْنَاہُ اَنْ نَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۔ یعنی جب ہم کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ تو اس کو کہتے ہیں۔ کہ ہو جا۔ سو وہ ہو جاتی ہے۔ پس یہ بات ضروری ہے۔ کہ ہم امر کے متعلق میں غور کریں۔ کہ وہ کیا ہے۔ اور قدرت کا متعلق کیا ہے۔ تاکہ میں سمع اور عقل میں مطابقت پیدا کروں۔ سو ہم کہتے ہیں۔ کہ امر الٰہی کی اطاعت خدا تعالیٰ کے فرمان فَیَکُوْنُ کے ہو چکی ہے۔ اور مامور بہ وجود ہے۔ پس ارادہ دو ممکنوں میں ایک کی خصوصیت کے ساتھ متعلق ہوا۔ اور وہ وجود اور قدرت کا تعلق ممکن کے ساتھ ہے۔ سو ایجاد نے اس میں اثر کیا۔ پس یہ حالت معقول ہے۔ درمیان عدم اور وجود کے پس خطاب ساتھ امر کے اس عین مخصصہ کیلئے متعلق ہوا کہ ہو جائے۔ پس خدا کے حکم کی تعمیل کی اور ہو گئی پس اگر ممکن کے لئے کوئی عین نہ ہوتا۔ اور وجود کے ساتھ اس کا کوئی وصف نہ ہوتا۔ جو اس عین امر بالوجود پر منحصر ہو۔ تو وجود واقع نہ ہوتا۔ اور قائل ساتھ تیار ہونے مراد کے بیچ شرح کُن کے غلطی پر ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۰۔ واجب الوجود کے لئے اولیت کی معقولیت ساتھ غیر کے وجوب مطلق کے ہونے سے نسبت سلبیہ رکھتی ہے۔ پس وہ ہر معقول کے لئے اول ہے۔ کیونکہ محال ہے کہ اس کے لئے وہاں قدم ہو اور خالی نہیں ہے کہ بحیثیت وجوب مطلق کے ہو۔ پس یا تو وہ خود ہو۔ اور یہ محال ہے یا اس کا قائم ہو۔ اور یہ بھی کئی وجوہ سے محال ہے۔ از انجملہ ایک یہ ہے۔ جو واجب مطلق کو لازم ہے۔ اگر اس کے ساتھ یہ احتیاج سے قائم ہو۔ پس یا تو وہ اپنی ذات کے لئے تھامنے والا ہوگا۔ اور یہ محال ہے۔ اور یا وہ اپنے مرتبہ کو سمجھانے والا ہوگا۔ اور یہ بھی محال ہے

مسئلہ نمبر ۶۱۔ واجب مطلق کے لئے معقولیت اولیت کی ایک وضعی نسبت ہے۔ جس کیلئے سوائے اسناد ممکن الیہ کے عقل اس کو نہیں پا سکتی۔ پس اول اس اعتبار کے ساتھ ہو۔ اور اگر اسباب کا اندازہ کیا جائے

کہ ممکن کے لئے کوئی وجود نہیں ہے۔ از روئے قوت اور فعل کے تو اولیت کی نسبت زائل ہو جائے۔ جبکہ متعلق کو نہ جاننے والا
مسئلہ نمبر ۴۲۔ ممکنات کو سب سے زیادہ جاننے والا بجز اپنی حیثیت کے اپنے موجد کو نہیں جانتا۔ سو اس کا نفس علم ہے۔ اور جو اس سے موجود ہو۔ سو اس کے درست نہیں کیونکہ کسی چیز کے ساتھ علم حاصل کرنا اس کو احاطہ کرنے اور اس سے فارغ ہونے کی خبر دیتا ہے۔ اور یہ بات اُس جناب کے حق میں محال ہے۔ پس اس کے ساتھ علم حاصل کرنا بھی محال ہے اور درست نہیں ہے۔ کہ اس کے کچھ حصہ کا علم حاصل ہو۔ کیونکہ اس کے ٹکڑے اور حصے نہیں ہو سکتے۔ پس باقی نہیں رہتا علم مگر ساتھ اس چیز کے کہ جو اس سے ہو۔ اور جو کچھ اس سے ہوگا۔ وُہ تو ہی ہے۔ پس تو معلوم ہے۔ اگر کوئی کہے کہ ہمارا اس بات کو جان لینا۔ کہ وہ اس طرح نہیں ہے۔ گویا اس کے ساتھ ہم کو ایک قسم کا علم حاصل ہو گیا۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ تیری لغتوں نے اس کو ننگا کر دیا ہے۔ واسطے تقاضائے دلیل کے کہ جو نفی مشارکت کے لئے تھی۔ پس تم اپنے نزدیک ذات مجہول سے از روئے حیثیت معلومہ فی نفسہا ممتاز ہو جاؤ گے۔ اور اُن صفات ثبوتیہ کے عدم کی وجہ سے جو اس کی ذات میں ہیں تم کو علیحدہ کر دیا ہے۔ پس سمجھ لو جو کچھ تم نے جان لیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ سے دعا کرو۔ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْماً۔ اے خدا علم زیادہ عطا کر۔ اگر تم اس کو جانتے تو وہ نہ ہوتا۔ اور اگر وہ تم کو بھول جاتا تو تم نہ ہوتے۔ پس اس نے اپنے علم سے تم کو پیدا کیا۔ اور تم نے اپنے عجز کے ساتھ اس کی عبادت کی۔ پس وہ وہی ہے۔ تمہارے لئے نہیں اور تم تم ہی ہو۔ اور اس کے لئے ہو۔ پس تم اس کے ساتھ پیوست ہو۔ اور وہ تمہارے ساتھ پیوست نہیں ہے۔ دائرہ کا نقطہ دائرہ کے ساتھ پیوست ہے۔ ایسا ہی ذات مطلق ہے۔ وہ تمہارے ساتھ پیوست نہیں ہے۔ ذات الٰہی ماسوا کے ساتھ مانند دائرہ نقطہ کے پیوست ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۳۔ متعلق دیدار الٰہی اور متعلق ہمارے علم باللہ کے ثابت کرنا اس بات کا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ ساتھ اضافتوں اور اسلوبوں کے ہے۔ پس متعلق کا اختلاف ہوا۔ سو رویت میں یہ نہیں کہا جاتا۔ کہ متعلق کے اختلافات کی وجہ سے ہم کو علم زیادہ واضح کرنے والا ہے۔ اور اگر اس کا وجود عین اس کی ماہیت ہو۔ تو ہم انکار نہیں کرتے۔ ذات کی معقولیت غیر معقول ہے ہاں وہ موجود ہے

عدم شر محض ہے

مسئلہ نمبر ۴۴۔ عدم شر محض ہے۔ بعض لوگوں نے اس کلام کی حقیقت بوجہ اس کی دقت کے نہیں سمجھی محقق علمائے متقدمین اور متاخرین کا یہ قول ہے لیکن اس لفظ کا اطلاق تو انہوں نے کر دیا۔ اور اس کے معنے واضح نہ کئے۔ اور ہم کو ایک سالک راہ خدا نے ایک منزل میں ایک طویل کلام میں اندھیرے اور نور میں کہا

کہ خیر وجود میں ہے۔ اور شر عدم میں ہے۔ ہم نے جان لیا۔ کہ خدا کے وجود کا اطلاق غیر مقید ہے۔ اور وہ خیر محض ہے۔ جس میں کوئی شر نہیں ہے۔ پس اس کے مقابل عدم کا اطلاق آتا ہے۔ جو شر محض ہے۔ جس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ پس یہ ہیں اُن کے اس قول کے معنے کہ عدم شر محض ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۵۔ حقیقت کی وجہ سے یوں نہیں کہا جاتا۔ کہ جائز ہے۔ خدا تعالیٰ کسی امر کو موجود کرے۔ اور جائز ہے۔ کہ اس کو موجود نہ کرے۔ کیونکہ اس کا فعل اشیاء کے لئے نظر کرنے سے ممکن نہیں ہے۔ اور نہ کسی موجب کے واجب کرنے سے وہ ایسا کرتا ہے لیکن ایسا کہا جاتا ہے۔ کہ جائز ہے۔ کہ وہ امر موجود کیا جائے۔ اور جائز ہے کہ موجود نہ کیا جائے۔ پس وہ امر مرجح کی طرف محتاج ہو (کہ وہ مرجح کسی بات کو موجود کرنے یا نہ کرنے میں سے ایک کو اختیار کرے) اور وہ مرجح خدا تعالیٰ ہی ہے۔

شریعت نے ہمکو فیصلہ کر دیا ہے۔ سو ہم نے شریعت میں ایسی کوئی بات نہیں دیکھی۔ جو ہمارے قول کی مناقض و برخلاف ہو۔ سو جو بات ہم خدا تعالیٰ کے حق میں کہتے ہیں .... وہ یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کو ایسا واجب اور اُس پر یوں محال ہے۔ اور ہم یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ خدا تعالیٰ پر اس طرح جائز ہے۔

یہ ہے عقیدہ خاصانِ خدا کا۔ اور خدا تعالیٰ کے بارے میں خاص الخاص لوگوں کا عقیدہ ایک ایسا امر ہے۔ جو اس سے بالاتر ہے جس کو ہم نے اس باب میں اور کتاب میں متفرق طور پر بیان کیا ہے۔ کیونکہ اکثر عقول اپنے افکار کے ساتھ محجوب ہو رہے ہیں۔ اور بوجہ عدم فراغت از افکار اس کو دریافت کرنے سے قاصر ہیں۔ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ۔

باب ۵
معمولات

ولی اللہ کی معنوی صورت کا نقشہ عادات و معمولات ہوتے ہیں۔ فقر کا انداز دیکھنے کے لئے اس سے بڑھکر کوئی آئینہ حقیقت نما نہیں ہوتا۔ کیونکہ ظاہری صورت کی ایک ایک جنبش باطنی صورت کی تحریک سے ہوتی ہے۔ جتنے کسی کے معمولات و عادات اچھے۔ اُتنی ہی اس کی رُوح میں پاکیزگی زیادہ اور جس قدر معمولات میں استقرار اسی درجہ میں ذاتِ ولائیت کا درجہ بلند عزیمت کی قدر اسی وجہ سے بزرگوں نے فرمائی۔

حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک والہانہ طبیعت سے سرفراز فرمایا تھا۔ جو

سراسر محبت، سراسر درد، سراسر سوز تھی جس کا لازم خاصہ بے چینی و بے قراری تھی۔ آپ جب تک مغلوب الحال رہے مجنون کہلائے۔ لیکن جب حال آپ کے سامنے مغلوب ہو گیا۔ اور ہر حرکت ہر عادت اتباع سنت کے مطابق ہونے لگی۔ تو ظاہری بے قراری کا تموج قلبی بے قراری و بے چینی کے ساتھ مل گیا چنانچہ اکثر فرماتے تھے۔ کہ "پہلے جنوں باہر تھا اب اندر چلا گیا۔ اب میں کیا کروں"

ایسے وجود باجود کو اطمینان و تسکین کہاں۔ کہ وہ اپنے معمولات میں راسخ دکھائی دے۔ ایک طرف محبت لم یزلیہ کا جوش دوسری طرف اتباع رسولیہ کا شوق۔ اس پر طرفہ یہ کہ خلق اللہ سے وابستگی یہ تینوں کامل جذبے آپس میں اس طرح آپ کی ذات بابرکات میں مرکب تھے۔ کہ تمیز مشکل تھی۔ اور ایک پر ایک کو فوقیت نہ دی جا سکتی تھی۔ ہر ایک موقعہ پر یہ تینوں جذبے اپنا اپنا پورا اثر دکھاتے۔ اور کسی ایک کا غلبہ من جانب اللہ ہی ہوتا۔ یہی وجہ ہوتی ہے۔ کہ ولی اللہ پر گرفت نہیں ہوتی۔ قصہ خضر علیہ السلام قصہ ہائے موسیٰ علیہ السلام جہاں محبت خلق کی وابستگی میں ذات بابرکات عزاسمہٗ کو بھی صاف لفظوں میں گستاخانہ الفاظ اِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ کافی وافی شاہد ہیں۔

تاہم حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے معمولات اپنے اخلاق اپنے عادات میں اس درجہ عزیمت رکھتے تھے۔ کہ ایک بار بھی آپ کا قدم عزیمت سے نہ ڈگمگایا۔ خواہ کسی قدر ضروریات یا موانع اس کے برخلاف رونما ہوئے ہوں۔

ٹوپی پگڑی آخری دم تک سر سے نہ سرکی نشست و برخاست میں کبھی تبدیلی نہ ہوئی۔ ہمیشہ دوزانو باادب خلوت و جلوت میں رہے۔ جوتا۔ لباس ایک ہی طرز کا سادہ ستھرا سفید استعمال کیا۔ مسجد سے کبھی داہنے قدم سے باہر تشریف نہ لائے۔ اور نہ کبھی بائیں سے داخل ہوئے۔

ایک بار خادم نے اگالدان دائیں طرف سے پیش کیا۔ تو آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے بائیں کندھے پر رکھکر فرمایا۔ یہ میرا بایاں ہے۔

سب سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہے۔ کہ جس طرح خود معمولات اور اتباع سنت پر عزیمت رکھتے تھے اسی طرح سب یارانِ طریقت اور جان نثارانِ الفت سے توقع فرماتے تھے۔ اگر کسی کو اس کے برخلاف دیکھ پاتے۔ تو پورے طیش میں آکر تنبیہ فرماتے۔ بلکہ نووارد ین قدم بوسان درگاہ سے بھی آپکو یہی امید ہوتی جس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گیا تھا۔ کہ ہر جانے والا حاضری سے پیشتر اپنے آپکو درست کر کے حاضر ہوتا۔ اور اپنے ہر ایک فعل ہر ایک حرکت کو سنت نبویہ علیہ التحیۃ والسلام کے مطابق کرنے میں کوشاں رہتا

اگرچہ یہ صفت عزیمت بھی کمالات وہبیہ سے ہے۔ لیکن درحقیقت اسے کمالات کسبیہ سے زیادہ تعلق ہے۔ درود

محبت بسوز و گداز کے ساتھ اس کا جمع ہونا نہایت ہی مشکل۔ بلکہ ایک حد تک ناممکن ہے۔

لیکن اتباع سنت کے شوق نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ذات میں یہ ناممکن ممکن کر دکھایا۔ یہ بھی ایک علو کمال تھا جس نے یگانوں و بیگانوں کو ایک عقیدہ پر قائم کر دیا۔ کہ آپ ایک اولوالعزم ولی اللہ ہیں۔ اور آج دنیا میں آپ کی نظیر ناممکن نہیں۔ تو مشکل ضرور ہے۔ گو کہ ہزاروں اولیا اپنے درجہ کمالات میں ممتاز ہوں گے لیکن اس صفت اس درجہ کی عزیمت رکھنے والے بزرگ نایاب ہیں۔

جس طرح دوسرے ابواب کی عدم تکمیل کا ہمیں اقرار ہے۔ اسی طرح یہ باب بھی اپنے نامکمل ہونے کا ثبوت خود دے رہا ہے۔ ابھی بہت کچھ ضرورت تھی۔ کہ اس میں بیان کیا جاتا۔ لیکن "قِصَّۃُ العِشقِ لا انفِصَامَ لَہَا" کی وجہ سے شاید مولف صاحب سلمہ نے اختصار سے کام لے کر نمونتاً یہ پیش کر دیا۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ ایک اخلاص مند کے لئے یہ تھوڑا بھی بہت ہے۔

عبادات

آپ عشا کی نماز اکثر آخر وقت کر کے پڑھا کرتے تھے۔ کبھی مہمانوں کو کھانا عشا سے پہلے کھلاتے۔ اور کبھی بعد میں۔ اگر کوئی شخص رات کو بارہ یا ایک بجے بھی آجاتا۔ تو کھانا موجود ہی رہتا۔ رات کے بارہ بجے تک آپ اکثر یاروں کی جانب توجہ فرماتے رہتے۔ اور کبھی مسائل بیان فرماتے۔ پھر گھر میں تشریف لے جاتے۔ تہجد کی نماز آپ گھر میں ادا کرتے۔ اکثر وتر آپ پہلی رات ہی پڑھ لیتے۔ نماز فجر کے وقت مسجد میں تشریف لے آتے۔ اکثر نماز آپ کے چچا حمید الدین صاحب ہی پڑھایا کرتے تھے۔ کبھی چچا صاحب نہ تشریف لاتے۔ تو آپ ہی پڑھاتے۔ پھر درود شریف خضری عَلیٰ شماروں پر تمام یاروں سے مل کر پڑھتے۔ بعد ادائے نماز اشراق بچوں کو قرآن مجید کا درس فرماتے۔ جو بچہ بھاگ جاتا۔ یا اُسے سبق نہ آتا۔ تو آپ اسے دو انگلیوں سے چٹکی جسے پنجابی میں دچوہنڈی کہتے ہیں۔ سے سزا دیتے۔ بعد فراغت تدریس گیارہ بجے پھر مہمانوں کیلئے کھانا خود گھر سے اٹھا اٹھا کر لاتے۔ اور خود ہی اپنے ہاتھ سے سالن برتن میں ڈال کر مہمانوں کے آگے رکھتے۔ اور ان کے ہاتھ بھی خود دھلاتے۔ اگر دستر خوان پر کسی کا پاؤں آجاتا۔ تو سخت ناراض ہوتے۔ آپ سب مہمانوں کے ساتھ مل کر کھانا تناول فرماتے۔ اُس وقت اگر روٹیوں میں کوئی سوکھی باسی ہوتی۔ تو اسے خود اختیار فرماتے۔ ہر لقمہ اٹھاتے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے۔ اور کھانا آہستہ آہستہ کھاتے اور لقمے چھوٹے چھوٹے کھایا کرتے۔ کھانے میں یاروں کیطرف توجہ فرماتے رہتے۔ جب آپ دیکھتے۔ کہ سب نے کھانا کھا لیا ہے تب آپ ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے۔ پھر ظہر کی نماز سے پہلے تھوڑا وقت قیلولہ یعنی لیٹ کر آرام فرماتے۔ پھر ظہر کی نماز اول وقت پڑھتے۔ اسی طرح عصر کی نماز بھی آپ اول وقت ہی ادا فرماتے۔ عصر کے فرضوں سے پہلے چار رکعت سنت بھی پڑھتے پھر قبل از نماز مغرب وضو فرماتے۔ ہر وضو میں آپ کسی سے مدد نہ لیتے۔ وضو میں اگر کوئی بات چیت کرتا۔ تو سخت ناراض ہوتے۔ وضو کے بعد ریش مبارک پر خلال بھی کرتے۔ اور کنگھی بھی کرتے۔ وضو کر کے مسواک کو اپنے پاس

رکھتے۔ وضو میں مستحب کی بڑی رعایت رکھتے۔ اور پانی بھی وضو میں بہت کم خرچ کرتے۔ پھر مغرب کی نماز ادا کرتے۔ بعد نماز شام مسجد کی چھت پر تشریف لے جاتے چھ رکعت نماز نفل ادا کرتے۔ بعدہٗ وظیفہ پڑھنا شروع کرتے۔ تمام لوگ صفیں باندھ کر بیٹھ جاتے۔ اور اکاشی دفعہ سورت فاتحہ پڑھتے۔ اور پھر لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ کا تکرار کئی بار کرتے۔ پھر اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ پڑھتے اور سوتے وقت تیسرا کلمہ کبھی بلند آواز سے پڑھتے اور کبھی آہستہ بھی۔ اور ساتھ میں یہ استغفار پڑھتے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ یاروں کو بھی پڑھنے کے لئے فرماتے۔ نماز جمعہ حنفی مذہب کے مطابق ادا فرماتے نماز تراویح بیس رکعت سے ادا فرماتے۔ اور ہر چہار رکعت کے بعد تسبیح بڑی دلجمی سے اور شوق کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ اور قرآن شریف کا ختم بھی سنتے تھے۔ کبھی کبھی آپ لاہور تشریف لے جاکر اکثر حضرت شاہ محمد غوث صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی مسجد میں حافظ فخرالدین صاحب کے پیچھے قرآن شریف سنتے تھے۔ خواہ آپ سفر میں ہوں۔ خواہ حضر میں تراویح کی آپ بیس رکعت ہی ادا فرماتے تھے۔ آپ سوائے تراویح کے دیگر نفلوں کی جماعت کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ جنازے کی نماز کے لئے اکثر شامل ہوا کرتے تھے۔ اور پس ماندگان کے پاس برائے فاتحہ خوانی بھی جایا کرتے تھے۔ جاکر ہاتھ پہلے اٹھا لیتے اور زبان سے اللہ اکبر اللہ لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر و للہ الحمد پھر سورۃ فاتحہ پڑھ کر متوفی کے لیے دعائے مغفرت فرماتے پھر تھوڑا عرصہ بیٹھ کر چلے آتے۔ آپ اکثر قبرستان میں جاتے اور قبور کی زیارت فرماتے۔ اور مراقبہ کرکے بیٹھ جاتے۔ اور کبھی کھڑے ہی رہتے۔ اور موتیٰ کے واسطے دعائے مغفرت کرتے۔ اور کسی قبر کے پاؤں کو ہاتھ نہ لگاتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ قبر کو ہاتھ لگانے سے کیا ہوتا ہے۔ جب تک دل نہ لگے۔ کئی دفعہ اتفاق ہوا۔ کہ آپ کے اوپر کی پلکوں سے آنسو قطرہ قطرہ ہو کر گر رہے ہیں۔ آپ مزاروں کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتے۔ اور پھر دعا فرما کر واپس آتے۔ اور رستہ میں چلتے چلتے بے ساختہ آپ کی زبان مبارک سے اللہ اکبر نکل جاتا۔ اور بازار میں اگر کہیں بکرے کی ہڈی دیکھتے تو فرماتے یہ ہڈی جائے عبرت نہیں ہے؟ یہ بھی تو کل زندہ تھا۔ آج اس کی ہڈیاں بازار میں خوار ہو رہی ہیں۔

آپکی دعا

آپ اکثر دعا مندرجہ ذیل کلمات سے فرمایا کرتے تھے ؎

ظاہر و باطن ہو برائے خدا — چاہو خدا سے نہ سوائے خدا
دم بدم اس کی رہے جستجو — اور نہ کچھ مطلق رہے آرزو

بندہ (مؤلف)، چونکہ یہ اشعار آپ ہاتھ اٹھا کر پڑھا کرتے تھے۔ عام لوگ اسے دعا ہی سمجھتے تھے۔ حالانکہ یہ دعا کے کلمے نہیں ہیں بلکہ تبلیغی کلمات ہیں۔ ان کا مطلب بھی کچھ لکھ دیتا ہوں۔ خاندان نقشبندیہ عالیہ کا طریقہ ہے۔ کہ بوقت ذکر یا مراقبہ یہ دعا مانگتے ہیں۔ الٰہی مقصود من توئی و رضائے تست۔ دنیا و آخرت برائے تو ترک کردم۔ یعنی الٰہی

مقصود میرا تو ہے۔ اور رضا تیری دنیا اور آخرت کو تیرے واسطے ترک کرتا ہوں۔ اور دعا حضرت خواجہ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ اس طرح فرمایا کرتے تھے۔ صاحب شرح فصوص الحکم لکھتے ہیں۔ کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ عشا کی نماز کے بعد عبادت الٰہی میں کھڑے ہوئے۔ تو پاؤں کی ایڑیاں زمین سے اٹھا کر صرف پنجوں کے بل ساری رات قیام کیا۔ آپ کی ٹھوڑی سینہ مبارک کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ اور آنکھیں حیرت میں کھلی ہوئی تھیں۔ اور مطلق بند نہ ہوتی تھیں۔ جب صبح ہوئی۔ تو آپ سجدہ میں گئے۔ اور پھر بہت لمبا سجدہ کیا۔ اور پھر فارغ ہو کر بیٹھے اور یہ دعا مانگی۔ الٰہی ایک قوم تیرے دیدار کی طالب بنی۔ تو نے انہیں سمندر پر بے کشتی چلنا اور ہوا میں اڑنا عطا کیا وہ قوم اس میں راضی ہو کر بیٹھ گئی۔ میں ایسی باتوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ الٰہی ایک قوم نے تجھے طلب کیا۔ اور تیرے دیدار کی طالب ہوئی۔ اور تیری تلاش و جستجو شروع کی۔ جب وہ تیرے حضور میں تجھے مانگتے ہوئے آئے۔ تو تو نے زمین کا سمٹ جانا اور ان کے پاؤں کے نیچے سینکڑوں میل کی مسافت ایک دم طے کرنا عطا فرمایا۔ اور یہ بھی تھوڑا سا لے کر خوش ہو گئے۔ مگر میں اے پاک ذات ایسی چیزوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ الٰہی ایک قوم نے تجھے ڈھونڈنا چاہا۔ اور بے حد مشقتیں اور محنتیں اٹھا کر جب تیرے قریب آئے۔ تو تو نے ان کو زمین کے خزانے عنایت کر دیئے۔ اور وہ اسی کو لے کر خوشی سے بیٹھ گئے۔ مگر میں تیری جناب میں ایسی باتوں سے پناہ مانگتا ہوں الٰہی ایک قوم نے تجھے چاہا۔ اور تیری طلب و تلاش شروع کی۔ تو نے انہیں اپنے بندے خضر علیہ السلام سے ملا دیا۔ حالانکہ وہ تجھے خود ڈھونڈ رہے تھے۔ مگر وہ حضرت خضر علیہ السلام سے ہی مل کر خوش ہو بیٹھے۔ لیکن میں تیری حضور میں ایسی باتوں سے پناہ مانگتا ہوں۔ الٰہی ایک قوم نے تیری جستجو کی۔ تو نے انہیں جنت کا معائنہ کرایا۔ اور وہ جنت کو دیکھ کر خوش ہو گئے۔ مگر میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ الٰہی ایک قوم نے تیری حضور میں بخشش کی درخواست کی۔ تو نے انہیں ان کی شفاعت کا وعدہ کیا۔ وہ اتنے میں خوش ہو گئے۔ اور تیری تلاش چھوڑ دی۔ اے باری تعالیٰ میں پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ سوائے تیرے تیری ذات پاک کے دو جہان میں کسی شے کی خواہش کروں۔ یا مانگوں! ہاں ہاں! سبحان اللہ میں تو اس چیز کو پسند کرتا ہوں جو تیرے محبوب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پسند کیا ہے۔ جن کی شان میں مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی نازل ہوا ہے۔

مولوی چراغ الدین صاحب سکنہ اٹاری فرماتے ہیں۔ کہ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ وضو کرتے وقت کوئی بات نہ فرماتے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک بزرگ واجب التعظیم نے آپ کو وضو کرتے بلایا تو آپ نے بالکل جواب نہ دیا۔ بعد میں فرمایا۔ کہ وضو میں کلام کرنا منع ہے۔ بلکہ سلام کا جواب بھی وضو کے بعد ہی دینا چاہیئے۔ اس میں جناب حضور علیہ السلام کے فرمان کی عظمت ہے۔ آپ اپنی جوتی کا سرا ہمیشہ قبلہ کی طرف

رکھتے ۔ اور اگر کسی شخص کی جوتی کی پشت قبلہ کی طرف نہ ہوتی ۔ تو آپ اپنے دست مبارک سے اس کو خود درست کر دیتے ۔ اور لوٹے کی ٹوٹی ہمیشہ قبلہ رُو رکھتے ۔ اگر کوئی نادانستگی سے اِس کے برخلاف کرتا ۔ تو آپ خفگی ظاہر فرماتے ۔

روائت ہے ۔ کہ ایک دفعہ حضرت جناب شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ایک مرید کو لوٹا رکھنے کو فرمایا ۔ اس نے لوٹے کی ٹوٹی کو غیر قبلہ کی جانب رکھا ۔ تو آپکو سخت رنج ہوا ۔ اور لوٹے کی ٹوٹی خود بخود قبلہ رُو ہو گئی ۔ اور اس شخص کا حال بند ہو گیا ۔

حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ ایک بزرگ کی زیارت کو گئے ۔ تو انہوں نے قبلہ کی طرف تھوکا ۔ آپ اسی وقت واپس تشریف لے آئے ۔ اور فرمایا جو شخص اسلام کا ادب نہیں جانتا ۔ اس فایدہ کیا ہوگا ۔

حضرت قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمتہ اگر سفر میں ہوتے ۔ تو پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے ۔ اور وہاں دو چار نفل ضرور پڑھ لیتے ۔ آپ نے اپنی تمام عمر میں نماز اشراق قضا نہیں کی ۔

آپ ہمیشہ دوزانو بیٹھا کرتے ۔ اور جو کوئی آتا ۔ اُس کو بھی یہی تعلیم دیتے ۔ اور فرماتے ۔ کہ اسلام تو ادب ہی ادب ہے ۔

مشکوٰۃ شریف کی پہلی حدیث ہے ۔ کہ ایک دن جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے ۔ اور حضرت کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گئے ۔ اور آپ سے پوچھا ۔ اسلام کیا ہے ۔ اور احسان کیا ہے ؟ قیامت کب ہوگی ۔ سب سوالوں کا جواب حضورؐ نے باصواب دیا ۔ جب وہ چلے گئے ۔ تو صحابہ کرامؓ نے پوچھا ۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کون شخص تھا ۔ آپنے فرمایا ۔ کہ جبرائیل علیہ السلام تھے ۔ تم کو دین اور ادب سکھلانے کے واسطے آئے تھے ۔ اصل حدیث شریف ہجرت میں دسویں سال حضرت جبرائیل علیہ السلام مرد کی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس شریف میں حاضر ہوئے ۔ بال ان کے سیاہ لباس سفید نہائت درجہ حسین اور خوبصورت تھے ۔ حضور پاکؐ کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گئے ۔ اور اپنے دونو ہاتھ آپ کے دونو زانوؤں پر رکھ دئے ۔ حاضرین میں سے کوئی بھی انہیں پہچانتا نہ تھا ۔ چونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے چہرے پر نہ تو آثار سفر تھے ۔ اور نہ کوئی گرد و غبار معلوم ہوتا تھا ۔ اس لئے صحابہ کرامؓ انہیں دیکھ کر تعجب میں تھے ۔ کہ یہ اجنبی بلا تکلف کیسے خدمت اقدس میں آن بیٹھا ہے ۔ حضرت جبرائیل نے آپ سے ۔ ایمان ۔ اسلام ۔ احسان کے معنے پوچھے ۔ پوچھا ۔ یا رسول اللہ مجھے اسلام کی حقیقت بتلائیے ۔ حضورؐ نے فرمایا ۔ کہ تم اِس بات کی گواہی دو ۔ کہ سوائے خدا کے بندگی کے لائق کوئی نہیں ہے ۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں ۔ نماز کو ٹھیک طور سے پڑھو

زکوٰۃ دو۔ رمضان کے روزے رکھو۔ اور اگر خرچ ہو۔ تو حج کرو۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی۔ کہ آپ نے بہت ٹھیک جواب دیا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے دریافت کیا۔ کہ ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ تو حضورؐ نے فرمایا کہ تم دل سے اللہ تعالیٰ کو اور اُس کے فرشتوں کو اُس کی کتابوں کو اُس کے پیغمبروں کو قیامت اور بھلی اور بُری تقدیر کو مانو۔ جبرائیل ؑ نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا۔ کہ احسان اور اخلاص کی حقیقت سے مجھے آگاہ فرمایئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ احسان یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کر۔ کہ اللہ تعالیٰ تیرے سامنے موجود ہے۔ اور تو اسے دیکھ رہا ہے۔ اگر یہ بات تم کو میسر نہ ہو سکے۔ تو یہی جان۔ کہ خدا تعالیٰ تمکو دیکھ رہا ہے۔ اِس کو اخلاص کہتے ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا۔ آپ نے بہت ٹھیک جواب دیا۔ پھر جبرائیل ؑ نے پوچھا۔ قیامت کب ہو گی؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ یہاں جواب دینے والے اور پوچھنے والے کی حالت ایک ہے۔ ہم تم دونو برابر ہیں۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے بیان کیا۔ کہ اِس کے کچھ نشان ہی فرما دیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کہ لونڈی اپنے مالک کو اور مربی کو جنے گی۔ یعنی کنیزک زادوں کی کثرت اور کمینوں کا عروج ہو گا۔ محتاج بکریاں چرانے والے ننگے پاؤں چلنے والے عالی شان عمارتوں میں بیٹھ کر ڈینگیں ماریں گے۔ جب جبرائیل علیہ السلام سب سوال پوچھ کر چلے گئے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا۔ کہ یہ جبرائیل تھے۔ جو تمہیں دین اور ادب سکھانے آئے تھے۔ اس حدیث شریف کو حدیث جبرائیل کہتے ہیں۔ کیونکہ سائل اس میں جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ اِس کا نام اُم الاحادیث اور اُم الجوامع ہے۔ یہ حدیث حدیثوں کی جڑ ہے۔ اس میں چار باتیں جبرائیل علیہ السلام نے دریافت کیں۔ حقیقت اسلام حقیقت ایمان۔ احسان و اخلاص قیامت جس میں سب کچھ آگیا۔

جمعہ کے خطبہ میں اگر کوئی شخص دوزانو نہ بیٹھتا۔ تو آپ اسے سخت تنبیہ فرماتے۔ اور فرماتے۔ المومن فی المسجد کالسمک فی الماء والمنافق فی المسجد کالطیر فی القفس یعنی مومن مسجد میں ایسا آرام پاتا ہے جیسے مچھلی پانی میں۔ اور منافق مسجد کے اندر ایسا تنگ ہوتا ہے جیسا پرندہ پنجرے میں۔

آپ نماز میں کھڑے ہوتے وقت اِدہر اُدہر نظر فرمالیا کرتے اور فرماتے۔ کہ پاؤں کے انگوٹھے ہمیشہ قبلہ کیطرف ہونے چاہئیں۔ بعضے آدمی ایڑیاں ملا دیتے ہیں۔ اور پنجے کُھلے رہنے دیتے ہیں۔ اس طرح سے انگوٹھوں کے سرے قبلہ کی جانب نہیں رہ سکتے۔ اور کوئی شخص ایڑیاں ملائے اور پنجے کھلے نماز میں کھڑا ہوتا۔ تو آپ اپنے دست مبارک سے سیدھا کر دیتے اور فرماتے۔ کہ ایڑیوں اور پنجوں کا درمیانی فاصلہ برابر ہونا چاہیئے۔ اور چھ یا چار انگل سے زیادہ فاصلہ نہیں ہونا چاہیئے۔

درود شریف پڑھتے وقت یہ خیال ہو۔ کہ اللہ کریم کی حضوری میں رسول پاک ہیں۔ اور اُن کی سرکارؐ

میں درود شریف پڑھ رہا ہوں۔ آپ جب نماز سے فارغ ہوتے۔ نہایت خضوع و خشوع سے یہ دعا مانگا کرتے
رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا
حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

یا الٰہی تو کریمی و رسول تو کریم — واہ چہ خوبست کہ مائیم میانِ دو کریم
کریما بہ بخشائے بر حال ما — کہ ہستم اسیر کمندِ ہوا
نگہدار ما را ز راہ خطا — خطا در گذار و صوابم نما
اے خاصۂ خاصانِ رسلؐ وقتِ دعا ہے — اُمت پہ تیری وقت عجب آن پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے — پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے
ظاہر و باطن ہو برائے خدا — چاہے خدا سے نہ سوائے خدا
اے مولا میرے والی ولی — کر عطا مجھ کو بہ طفیلِ نبیؐ
دیدہ بینا ہو ہر اک موئے تن — محو تجلی رہے روح و بدن
اور جو مسلماں ہیں بجائی میرے — فضل سے اپنے انہیں یہ رتبہ دے
خداوندا مسلمانم مسلمانی نمیدانم — ولیکن چوں مسلمانم مسلمان دار یا اللہ

آپ اس قسم کے بہت اشعار پڑھا کرتے تھے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اَلدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْآخِرَة۔ آپ اس کی تفسیر میں مذکورہ اشعار پڑھا کرتے۔

ہر کام میں آپ وتر یعنی طاق کا اکثر خیال رکھا کرتے۔ جب کوئی چیز خریدتے۔ تو وتر کے لحاظ سے حتیٰ کہ مہمانوں کے آگے روٹیاں بھی تین تین رکھتے۔ اور فرماتے۔ اِنَّ اللّٰہَ وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ۔ آپ چلتے وقت ہی کا خیال رکھتے۔ اپنے دوستوں کا بہت ادب کرتے۔ رفتار میں اپنے دوست کو داہنی طرف رکھتے۔ اور خود بائیں طرف چلتے۔ آپ اُگال دان کو اکثر اپنے ہاتھ سے پکڑتے اور بائیں طرف رکھتے۔ آپ ہر ایک چیز اپنے دائیں ہاتھ سے لیتے۔ اور دائیں ہاتھ میں دیتے۔ مگر روپے پیسے کو بائیں ہاتھ میں دیتے۔ اور بائیں ہی ہاتھ سے پکڑتے

آپ نے ایک لکڑی کی سر کی بنائی ہوئی تھی۔ جس پر آپ دوزانو بیٹھتے کبھی آرام فرما لیتے۔ سوتے تو اینٹ کا سرہانا۔ یا مٹی کا گملا سر کے نیچے رکھ لیتے۔ آپ فرماتے۔ متقدمین میں ایسے بزرگ گذرے ہیں۔ جو اپنے پیروں کے سامنے دوزانو بیٹھتے۔ تو ان کے پاؤں کے نیچے کوڑی کے برابر کنکر ہوتے۔ مگر ان کو کچھ پرواہ نہ ہوتی۔ آپ اکثر دوزانو نشست فرمایا کرتے تھے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بعض وقت حالت سکر میں بڑے شوق کے ساتھ بلند آواز سے یہ بیعت پڑھا کرتے تھے۔

محمدؐ ایک ہے دریا دو عالم اُن کی موجیں ہیں — غرق بحر عرفاں ہو۔ تو تب یہ ماجرا جانیں

محمدؐ فی الحقیقت آفتاب لایزالی ہے — انہیں کا دو جہاں میں پرتوہ جانیں

ایکدفعہ غلام نبی ساکن سنگیاں نے یہ بیعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں پڑھا۔

دریا اور دریا کی موجیں دریا ہی خوب جانے — آگاہ ہو اس سے وہی جو ڈوب کر ہی جانے

حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے سن کر فرمایا کہ مجلس پر کیا اچھا اثر ہو گیا ہے۔ یہ بڑی غنیمت ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب ۱۷ جلد دوم میں لکھتے ہیں۔ جو بعینہٖ نقل کیا جاتا ہے۔ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اسرار میں علوم عقلی و نقلی کے جامع مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ تعالیٰ کیطرف صادر فرمایا ہے۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ پہلا کلمہ مرتبہ اثبات پر مشتمل ہے۔ مرتبہ وجوب کا ظہور صورت مثالی میں نقطہ کی صورت پر اس مرتبہ کے اس ظہور سے بہت ہی قریب ہے۔ جو لمبی چوڑی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اگرچہ اس مرتبہ میں نہ نقطہ کی گنجائش ہے۔ نہ دائرہ کی نہ وہاں طول کی مجال ہے نہ عرض کی نہ عمق کی۔ اسی واسطے کشفی صورت میں کلمہ مثبت نقطہ کے رنگ میں دکھائی دیتا ہے۔ اور کلمہ محمد رسول اللہ جو دعوت خلق کی خبر دیتا ہے۔ جو اجسام وجواہر کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور وہاں طول وبسط کا قدم راسخ ہے۔ اس واسطے اس مقام کی صورت مثالی کشفی نظر میں لمبی چوڑی دکھائی دیتی ہے۔ اس مقام میں سالک بقیہ سکر کے باعث جو اس میں باقی رہتا ہے دوسرے کلمہ کو دریائے محیط کی طرح معلوم کرتا ہے اور پہلے کلمہ اس دریا کے مقابلہ میں نقطہ کیطرح خیال کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس فقیر نے بھی بقیہ سکر کے باعث حکم کیا۔ اور لکھا ہے۔ کہ دوسرا کلمہ ایسا دریا ہے۔ کہ پہلا کلمہ اس کے مقابلہ میں نقطہ کیطرح ہے۔ اس مقام میں فتوحات مکیہ والے نے بھی کہا ہے۔ کہ جمع محمدی نسبت الہٰی جل شانہٗ سے بے نہایت دریا کی طرح ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی عنائت سے مرتبہ وجوب کی بیچونی کی وسعت پر تو ڈالتی ہے۔ اور اس مرتبہ مقدسہ کا بے کیفی احاطہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ تو جہان تمام کا تمام باوجود اس قدر طول وعرض کے جزلا یتجزے کا حکم پیدا کر لیتا ہے۔ اور وہ چیز جو سالک اول دریائے محیط کے مقابلہ میں نقطہ کی طرح معلوم کرتا تھا۔ اس وقت دریائے ناپیدا کنار نظر آتی ہے۔ اور دریائے محیط کو جزلا یتجزے سے بہت چھوٹا دیکھتا ہے۔

اس مضمون سے کوئی یہ گمان نہ کرے۔ کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ کیونکہ ولایت کلمہ اول کے

مناسب ہے۔ اور نبوت کلمہ دوسرے کلمہ کے مناسب اس لئے کہ ہم کہتے ہیں کہ نبوت دونو کلموں کا حاصل ہے۔ نبوۃ کے عروج کلمہ اول سے اور اِس کا نزول کلمہ دوم سے تعلق رکھتا ہے۔ پس دونو کلموں کا مجموعہ مقام نبوت کا حاصل ہے۔ نہ کہ جیسے گمان کیا ہے۔ اور کلمہ اولیٰ کو ولائت کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ حالانکہ ایسا ہی نہیں۔ بلکہ دونو کلمے عروج و نزول کے اعتبار سے مقام ولائت کا بھی حاصل ہیں۔ اور مقام نبوت کا حاصل بھی۔

حاصل کلام یہ مقام ولائت مقام نبوت کا ظل ہے۔ اور ولائت کے کمالات کمالاتِ نبوت کے ظلال میں ہیں مقام سکر میں جو کچھ کہیں معذور ہیں۔ یہ فقیر بھی سکر کی باتوں میں ان کے ساتھ شریک ہے۔ اسی واسطے اپنے بعض مکتوبوں میں اول کلمہ کو مقام ولائت کے مناسب اور کلمہ دوم کو مقام نبوت کے موافق لکھا ہے۔ سکر بھی نعمت ہے۔ بشرطیکہ اس سے پھر صحو میں لے آئیں۔ اور کفر طریقت سے نکال کر اسلام حقیقی میں لے جائیں۔

ربّنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا بصدقة حبیبك محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام ویرحم اللہ عبداً قال امینا۔ (یا اللہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طفیل تو ہماری بھول چوک پر مواخذہ نہ کر۔ اور اللہ تعالےٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے آمین کہا۔

باب ۶

کمالات

اہل بینش واہل بصیرت کے لئے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے تمام تذکرے واقعات کمالات ہی کمالات دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن زیادہ فصاحت کے لئے ہم نے ایک الگ باب قائم کر دیا ہے

حضرت کا وجود زمانۂ حاضرہ میں اٰیۃ من آیاتہ اللہ کا حکم رکھتا تھا۔ اس لئے جو کچھ فطرت طیبہ میں اللہ تعالیٰ نے ودیعت فرمایا تھا۔ وہ سب کا سب نشان الٰہی کا ثبوت تھا۔ اخلاق و عادات کو دیکھو تو۔ اوصاف ذاتیہ پر نظر کرو تو۔ کمالات ولائت کا مطالعہ کرو تو۔ اور کمالات نبوت کا اندازہ کرو تو تمامہ چوٹی پر نظر آئیں گے اس لئے اِس باب میں سب سے پیشتر وہ واقعات لکھے گئے ہیں۔ جو بنیادِ ولائت تھے۔ یعنی جذب محبت اور جو مدار علیہ اوصاف کلیہ تھے۔ پھر اوصاف ذاتیہ کا ذکر کیا گیا۔ اور اخیر میں کمالات ولائت کے واقعات اور کمالات نبوت کے آثار دکھائے گئے۔ گو ترتیب باقاعدہ نہیں۔ اور عجلت کی وجہ سے ایک کھچڑی سی تیار ہو گئی ہے۔ لیکن انشاء اللہ بڑے سے بڑے پر لطف روحانی غذاؤں سے زیادہ نمکیں زیادہ خوشگوار ثابت ہو گی۔ بلکہ ہمارے نزدیک تو تمام کتاب کی جان یہ ہی بات ہے۔ کاش حضرت مؤلف سلمہ اللہ تعالےٰ

ان تذکرات کو لکھتے جن کے بارے آپ ایک ذکر تحریر فرماتے ہیں۔ کہ آگے وہ باتیں ہیں، جن کو شریعت لکھنے کی اجازت نہیں دیتی۔ جن لوگوں کو ولائیت کی حقیقت اور اس کے ساز و سوز سے انکار ہے۔ وہ ان حالات کو بھی کہاں بہ نظر استحسان دیکھتے ہیں۔ اور جن احباب کو اقرار ہے۔ وہ مذکور اور غیر مذکور کے تسلیم کرنے میں ذرا تامل نہیں رکھتے۔

بیشک شریعت الہیہ کا حکم تمام احکامات اور حالات طریقیہ و حقیقت سے مقدم ہے۔ لیکن فطرت الہیہ کے امر شناس حقیقت انسانیہ کی جامعیت کے عجائبات سے بھی نابلد نہیں۔ بلکہ ان ناگفتنی امور کو شریعت غرّا کے گفتنی امور کے ساتھ بالکلیہ مشابہ پاتے ہیں۔ اور ان میں کسی قسم کی تمیز نہیں کرسکتے۔ کوئی ناواقف کچھ کہے۔ تو کیا برا ہے۔ بلکہ اس کا حق ہے۔ کہ وہ حق گوئی سے خاموش نہ رہے۔ اور منصور جیسے بزرگوں کی پوستین کھنچوائے وہ اپنی جگہ ماجور۔ یہ اپنی جگہ۔ وہ جہاد کے ثواب سے ممتاز اور یہ شہادت کی وجہ سے سرفراز۔ کوئی بھی قابل ملامت نہیں۔ اگر ہے تو وہ منافق جو دیدہ دانستہ کجی اختیار کرے۔ جو دیکھتا ہے۔ اور پھر منکر ہے۔ یا جو ان دیکھے مقر ہو۔ صاحبِ حال کا صاحبِ قال سے کیا تعلق۔ وہ جانے اور اس کا کام۔ یہ جانے اور اس کا حال۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محبت ذاتیہ کی دولت سے سرفراز فرما کر اتباع سنت کی خلعت سے عزت بخشے۔ کہ یہی سرمایہ سعادت ہے۔ اور یہی اتباع کامل حضرت قبلہ رحمۃ اللہ کو نصیب ہو کر ہماری رہبری کا باعث ہوا۔

(مولف) ایک ذکر کئی عنوان کے تحت میں آسکتا تھا۔ اور ہر عنوان کا زیب کہلا سکتا تھا۔ لیکن ہم نے بعض کے تو عنوان اپنے خیال کے مطابق قائم کئے۔ اور بعض کے قائم نہیں کئے۔ تاکہ ناظرین خود فیصلہ کر کے اپنا نظریہ قائم کریں۔

بیعت

(مولف) حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنی بیعت کا ذکر یوں فرمایا تھا۔ کہ حضرت خواجہ امیر الدین علیہ الرحمۃ کوٹلہ شریف والے شرقپور میں آتے۔ تو ہماری مسجد میں تشریف لا کر ہمارے جد امجد کے پاس ٹھہرتے اور چلے جاتے اور پھر آجاتے۔ کچھ عرصہ کے بعد مجھے بیعت ہونے کی ترغیب دلانی شروع کی۔ مگر میں نہ مانتا تھا۔ میں دل میں کہتا۔ کہ اس عمر رسیدہ بزرگ سے بیعت نہیں کروں گا۔ مگر حضرت خواجہ امیر الدین رح میری تاک میں رہتے۔ آخر مجھ پر تصرف فرمایا۔ مجھے مجبوراً بیعت کرنی پڑی۔ اور آپ نے اس زمانہ میں ذکر قلبی اسم ذات تلقین فرمایا۔ اسی موقعہ پر حضرت قبلہ میاں صاحب رح فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں مراد بھی ہوں اور مرید بھی ہوں یعنی چاہا بھی گیا اور چاہتا بھی ہوں

(مولف) اصل میں بات یہ ہے۔ کہ جو روح دنیا میں انتخاب ہو کر آتی ہے۔ اس کو لینے کے لئے حضرات سلسلہ کو سلسلے کے بزرگوں سے ارشاد ہوتا ہے۔ کہ جاؤ فلاں شہر میں فلاں شخص کو جا کر نسبت پہنچا دو۔ یہی سبب

تھا۔ کہ حضرت امیر الدین علیہ الرحمۃ شرقپور کثرت سے آتے جاتے تھے۔ بمقصود ایک مرغ لاہوتی کا شکار کرنا تھا۔ کہ داخل طریقہ نقشبندیہ کریں۔

حضرت خواجہ باقی باللہؒ کا مجدد علیہ الرحمۃ کے پاس جانا

واضح متقدمین میں بھی بعض ہونہار ایسے گذرے ہیں۔ کہ جن کی تلاش کیواسطے پیر یعنی شیخ خود آئے ہیں جن میں سے ایک مثال حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کی درج کی جاتی ہے۔ کہ ایک دن حضرت خواجہ بیرنگ باقی باللہ رحمۃ اللہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندیہ علیہ الرحمۃ کے مزار پر بیٹھے تھے۔ کہ یکایک کیفِ بے خودی طاری ہوئی۔ حالتِ کشفی میں کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند علیہ الرحمۃ فرما رہے ہیں۔ کہ اے بیرنگ دیکھو سرزمینِ ہند میں ایک مجدد دین کا ظہور ہونے والا ہے۔ جس سے کفر و ظلمت خسران طغیان ضلالت و گمراہی شرک و بدعت مٹ جائیں گے۔ میری آرزو ہے۔ کہ وہ صالح امت میرے ہی سلسلہ میں مبعوث ہو۔ لہٰذا تم ہندوستان جاؤ۔ اور تم اُس کو ملو۔ اور نسبت نقشبندیہ القا کرو! ہاں مگر جانے سے پہلے اتنا ضرور کرنا۔ کہ وہ نسبت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ کو القا فرمائی تھی۔ اور اُن سے ہم تک پہنچی تھی۔ وہ اس وقت ہمارے سلسلہ کے بڑے خلیفہ خواجہ امکنگی علیہ الرحمۃ کے پاس ہے۔ ان کے پاس تم جاؤ۔ ان سے یہ نسبت حاصل کر کے پھر ہند کا رخ کرنا۔ جب اس صالح امت سے ملو۔ تو یہ امانت اس کو پہنچا دینا۔

خواجہ باقی باللہؒ خواجہ املنگیؒ کی خدمت میں

حضرت خواجہ باقی باللہؒ حسب حکم حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ امکنگی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ نے حضرت خواجہ امکنگی رح کو بحالت کشف اِس معاملہ سے آگاہ کر دیا۔ اثنائے رستہ میں ایک مقام پر حضرت خواجہ امکنگی رح نے حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کو خواب میں فرمایا۔ بیٹا ہم تمہارے منتظر ہیں۔ حضرت خواجہ رح یہ خواب دیکھ کر نہایت خوش ہوئے۔ اور بعجلت حضرت خواجہ امکنگی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت خواجہ امکنگی علیہ الرحمۃ نے آپ سے احوال دریافت فرمائے۔ بعد اس کے ہر دو حضرات چند یوم تک خلوت میں رہے۔ بعد ازاں حضرت خواجہ امکنگی رح نے فرمایا۔ کہ خداوند کریم کے فضل و کرم سے تمہارا کام سر انجام ہو گیا ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ نے تمہیں جس نسبت کے لینے کے لئے میرے پاس بھیجا ہے۔ یہ لو۔ اور ملک ہند میں جاؤ۔ یہ سنکر حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ نے ہندوستان کا رخ کیا۔ جیسا کہ پہلے اِن حضرات کے ذکر میں آچکا ہے۔ کہ استخارہ کر کے جس طرح ہندوستان پہنچے۔ اور آپکو سرہند شریف پہنچکر خواب میں معلوم ہوا۔ کہ تم قطب کے

پڑوس میں آئے ہو۔ صبح آپ کا اس خواب والے حلیہ کا شخص تلاش کرنا اور نہ ملنا۔ چونکہ مجدد صاحب علیہ الرحمۃ اس وقت دامن کوہ کی سیر کو گئے ہوئے تھے۔ اس کے بعد آپ کو پھر خواب نظر آیا۔ دیکھا۔ کہ ایک مشعل روشن ہے۔ جس کی روشنی دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ اور لحظہ بلحظہ بڑھ رہی ہے۔ اور پھر اسی مشعل سے ہزارہا لوگوں نے اپنے اپنے چراغ روشن کئے۔ اس خواب کے بعد آپ کو یقین ہوا۔ کہ وہ ہستی جس کی جستجو اور تلاش میں میں آیا ہوں اس کی جائے پیدائش اور سکونت یہی جگہ ہے۔ آپ چند روز اور سرہند ٹھہرے۔ اور حد سے زیادہ تلاش کی۔ مگر مجدد علیہ الرحمۃ کی عدم موجودگی کے سبب ملاقات میسر نہ ہوئی۔ تو پھر آپ نے مایوس ہو کر شہر دہلی کیجانب کہ اس وقت مرجع خواص و عوام تھا۔ اس نیت سے تشریف لے گئے۔ کہ شاید کہیں اتفاقیہ ہی شہر دہلی میں اسی بزرگ ہستی کی ملاقات ہو جائے۔ کہ جس کی جستجو میں اپنے وطن کو خیرباد کہ کے ہندوستان چلا آیا ہوں۔ جب آپ دہلی پہنچے۔ تو قلعہ فیروزی میں قیام فرمایا۔

حضرت خواجہ رح سے ملاقات

عزم حج۔ حضرت امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو عرصہ قدیم سے بیت اللہ شریف کے حج اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک کی زیارت کا اشتیاق از حد دامن گیر تھا۔ بوجہ ضعیفی اور کبر سنی اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر رہتے۔ اور اس لئے حج کے ارادہ میں کوئی امید بر نہیں آتی تھی۔

سفر دہلی

لیکن جب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کے والد بزرگوار رح اس دنیا سے رحلت فرما گئے تو آپ نے بیت اللہ شریف کی زیارت اور حج کا عزم مصمم کر لیا۔ چلتے وقت کسی فرد بشر کو اس امر کی اطلاع نہ کی۔ اور تن تنہا اس سفر کے لئے روانہ ہوئے۔ جب آپ دہلی پہنچے۔ تو مولانا حسن کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے جو کہ آپ کے احباب اور حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کے مخلصوں میں سے تھے۔ ملاقات ہوئی۔ انہوں نے آپ سے حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کے ملاقات کا اظہار کر کے ملاقات کی ترغیب دلائی اور بیان کیا۔ کہ حضرت خواجہ باقی باللہ رح اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں فرد یگانہ ہیں۔ اور حقیقت میں آپ کی ایک نظر میں وہ فیض طالبوں کو حاصل ہوتا ہے۔ جو دوسرے طریقوں میں فاقہ کشی شاقہ محنت وریاضت اور چلوں سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔

ملاقات

چونکہ آپ نے اپنے والد بزرگوار رح سے سلسلہ نقشبندیہ کی کچھ تعریف سنی ہوئی تھی۔ اور کتابوں میں اکابر سلسلہ کے بہت سے حالات ملاحظہ کئے ہوئے تھے۔ اور حقیقت میں اس نسبت کی قابلیت اور استعداد بھی بوجہ اتم رکھتے تھے۔ اس لئے آپ مولانا کے ہمراہ حضرت خواجہ باقی باللہ رح کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ صاحب رح نے آتے ہی پہچان لیا۔ اور خانقاہ میں چند روز قیام کرنے کیلئے

ارشاد فرمایا۔ آپ نے ایک ہفتہ قیام کا وعدہ کیا۔ لیکن رفتہ رفتہ دو تین ہفتے گذر گئے۔

بیعت

حضرت خواجہ رح کی صحبت میں ابھی دو روز بھی رہنے نہ پائے تھے۔ کہ حضرت خواجہ صاحب کے آثار تصرف و کشش نمودار ہوئے۔ اور آپ پر شوق انابت و اخذ طریقہ خواجگان رح نے اس قدر غلبہ کیا۔ کہ بے اختیار ہو کر آپ نے حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ سے بیعت کی درخواست کی حضرت خواجہ صاحب نے فوراً آپ کو خلوت میں طلب فرما کر مُرید کیا۔ اور ذکر قلبی تعلیم فرمایا۔ اور حضرت مجدد علیہ الرحمۃ پر طرح طرح کی کیفیات طاری ہونے لگیں۔ سبحانہٗ و تعالیٰ (مؤلف) بندہ کو اس ذکر کے لکھنے کی ضرورت کیوں ہوئی؟

(مؤلف) اوّل اس لئے کہ حضرت خواجہ امیرالدین علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میرا تعلق حضرت میاں شیر محمد صاحب علیہ الرحمۃ کے ساتھ اس طرح ہے۔ جس طرح حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ اور حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ دوم اگرچہ ہم خواجہ امیرالدین علیہ الرحمۃ کا یہ قول اس طرح ہی درج کر دیتے۔ تو طالب کچھ بھی نہ سمجھتے۔ سوم مناسبت ان حضرات کی دکھانی منظور تھی۔ چہارم یہ بات بھی ضرور ظاہر کرنی تھی۔ کہ خاندان نقشبندیہ حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ سے قبل ہندوستان میں نہیں تھا۔ آپ کا وجود پاک ہی ہے۔ کہ جس کی خیر و برکت سے طریقہ خاندان نقشبندیہ عالیہ ہندوستان میں پہنچا۔ اور نسبت شریف کا شجر مبارک حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے سینہ مبارک میں لگایا۔ اس واسطے آپ کا ذکر لکھنا ضروری تھا۔

ذکر اوّل حضرت میاں صاحب کا جذبہ و جوش و خروش

(مؤلف) بیعت کے بعد آپ پر اس طرح کا جذبہ طاری ہو گیا۔ کہ دن میں کئی ایک دفعہ حالت بیخودی میں تڑپتے لوٹتے اور گریبان چاک کرتے بیقراری کے عالم میں مسجدوں کے دروازوں پر جا کھڑے ہوتے۔ اور خداوند کریم کو آوازیں دے دیکر پکارتے۔ جنگلوں میں بھاگ جاتے۔ اور کوئی شخص مل جاتا۔ تو خداوند کریم کا اس سے پتہ پوچھتے۔ کہ تمہیں خدا جل جلالہٗ ملا ہے یا کہ نہیں۔ آپ کانٹے دار جھاڑیوں میں گھس جاتے۔ مغیل کے خاردار جھاڑیوں میں اپنے آپکو پھینک دیتے۔ اس حالت میں آپکی زبان سے جو کلمے صادر ہوتے۔ اُن کے لکھنے کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔

لہ اسی حال سے حضرت کی استعداد کا کامل پتہ لگ جاتا ہے۔ کہ بیعت ہوتے ہی تمام حالت بالکلیہ بدل گئی۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے انتخاب میں لیتا ہے۔ ان کی طبیعت کو روزِ ازل سے ہی مستِ محبت بناتا ہے۔ اور جہاں ذرا سی ٹھیس لگی۔ وہیں بیتاب ہو بیٹھے۔ اور بیعت بھی ایک جنبش پیدا کرنے کا ذریعہ ہے جس سے محبت میں تلاطم اور توجہ پیدا ہو جاتا ہے۔

الغرض جتنے حالات اس منزل میں بلند ہونگے۔ اتنے ہی حالات منزل نزول میں بلند تر ہونگے۔ یہ ابتدائی حالات جذب انتہائی طریق قرب کی بنیاد ہیں۔ بشرطیکہ انجام پر نزول ہو۔ اسی جذب سے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہزاروں نہیں بلکہ کروں کو انجام پر پہنچا دیا۔

دوسرا ذکر

حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے بندہ سے فرمایا۔ کہ جب مجھ پر جذب طاری ہوا۔ تو میں نے اعلیٰ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ کیا ہو گیا ہے؟ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہے۔ تو پھر یہ حالت ہو گئی۔ کہ دن میں کئی کئی بار جذب طاری ہو جاتا۔ کپڑے پھٹ جاتے۔ مسجد کی صفیں لپیٹی جاتیں۔ جب لوٹنے سے افاقہ ہوتا۔ تو سخت ضعف ہو جاتا تھا۔

تیسرا ذکر

مولوی چراغ الدین صاحب سکنہ اٹاری آپکے پیر بھائی کا بیان ہے۔ کہ آپ قبرستان کی طرف دوڑ جاتے۔ اور کوئی ٹوٹی پھوٹی قبر مل جاتی۔ تو اس میں گھس کر پڑے رہتے۔ ایک روز دیکھا۔ کہ بازار میں حلوائی کے چولھے میں پڑے ہوئے ہیں۔

(مؤلف) ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آپ قصور میں تشریف فرما تھے۔ کہ بیٹھے بیٹھے اٹھ کر بھاگ نکلے۔ تمام یار حیران رہ گئے۔ کہ خدا معلوم کدھر گئے۔ بندہ تلاش کو نکلا۔ تو ایک طرف سے مجھے نسبت آنے لگی۔ تو میں اس طرف چلا گیا جدھر سے نسبت آرہی تھی۔ قریباً نصف میل کے فاصلے پر آپ کو جا ملا۔ اور آپ کے پاس کھڑا ہو گیا۔ آپ مستانہ حال کھڑے تھے۔ جب بندہ کیطرف توجہ کی۔ تو بندہ نے عرض کی۔ کہ آپکو تو یہ بات بھلی معلوم ہوتی ہے۔ اور ہم پیچھے مارے مارے پھرتے ہیں۔ آپ میرے ہمراہ ہو لئے۔ اور مکان پر چلے آئے۔

چوتھا ذکر

ایک روز حالت سکر میں آپ کی زبان سے یہ کلمہ نکلا۔ "ہُن مَیں ہو گیا کوئی ہور" "ہُن مینوں کون پہچانے گا"[1] تین مرتبہ اسی طرح فرمایا۔ اور پھر صحو میں آ گئے۔ اور تین دفعہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا۔

پانچواں ذکر

مولوی چراغ الدین صاحب آپ کے پیر بھائی سکنہ اٹاری روائت کرتے ہیں کہ ایک روز بندہ آپ کے ساتھ فیض پور کلاں میں حکیم کرم الٰہی کو ملنے گئے۔ چونکہ حکیم صاحب قادری طریق تھے۔ اکثر بہتے پانی پر وظیفہ کرتے تھے۔ وہ وظیفہ کے واسطے کسی چلتے کنوئیں پر باہر گئے ہوئے تھے۔ بیساکھ کے دن تھے۔ گیہوں کٹ رہے تھے۔ ایک کٹے ہوئے کھیت سے جو گذر ہوا۔ تو آپ فرمانے لگے۔ کہ لوگ اللہ اللہ کرنے کے واسطے مجلسیں وغیرہ کرتے ہیں۔ اس کٹے ہوئے کھیت سے

---

[1] یہ جذبہ یہ جوش کوئی معمولی نہیں۔ بلکہ صرف ایک درجہ "انا الحق" کے نیچے جو منصور علیہ الرحمت کی زبان سے بے اختیار اندرونی جذبات سے بھرپور ہو کر نکلا تھا۔ ایسے جذبات کا ظہور معمولی نہیں۔ بلکہ اُس وقت ایسے جذبے ظاہر ہوتے ہیں۔ جب تمام طبیعت بالکلیہ جذبات محبت سے لبریز ہو کر بے خود ہو جاتی ہے۔ اور اپنے وجود اپنی ذات کا اشغالِ کلی ہو کر ایک نیا وجود نئی ہستی اندر قائم ہو جاتی ہے۔ اس وقت بے اختیار عالم محویت میں اگر سالک اپنا ترانہ جذبی گانا شروع کر دیتا۔ اور برملا وہ کہتا ہے۔ جو کہنے میں نہیں آتا۔

وہی کیفیت طاری[۱] ہو۔ تو مزا ہے۔ چنانچہ آپ کو اسی وقت وجد ہوا۔ اور آپ دیر تک کھیت میں لوٹ پوٹ ہوتے رہے۔ میں یہ حالت دیکھ کر ڈرا۔ کہ کہیں آپ کا بدن زخمی نہ ہو جائے۔ مگر اللہ کریم کا فضل ہی رہا۔

چھٹا ذکر

مولوی چراغ الدین صاحب مذکور روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک دن جناب قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ براستہ ٹھوکر لاہور تشریف لے جا رہے تھے۔ دو تین آدمی یکے پر ساتھ بیٹھے تھے سڑک کے کنکروں کا ڈھیر دیکھ کر فرمایا۔ کہ لوگ مجلسیں کرتے ہیں۔ اور مشکل سے دیر کے بعد کبھی وقت آتا ہے اصل بات تو یہ ہے۔ کہ اس کنکروں کے ڈھیر سے بھی وہی کیفیت طاری[۱] ظاہر ہو۔ اس پر بھی آپ کو سخت وجد ہوا۔ اور یکے سے گر کر زمین پر دیر تک لوٹ پوٹ ہوتے رہے۔

ساتواں ذکر استغراق اور محویت تامہ

مولوی چراغ الدین صاحب مذکور بیان کرتے ہیں۔ کہ آپکو قرآن شریف سنکر اکثر وجد ہو جایا کرتا تھا۔ ابتدا میں کئی دفعہ اتفاق ہوا۔ کہ شام کی آذان کے واسطے کھڑے ہوئے ہیں۔ اور عشا تک کھڑے رہے۔ ایک دفعہ پوہ کے مہینے میں آپ عشا کی نماز پڑھ رہے تھے۔ جب پہلے سجدہ میں گئے۔ تو آپکو وجد ہو گیا۔ اور اسی حالت میں آپ تین صفیں پھاند کر باہر آ گئے حافظ رانجھا صاحب نے نماز کو ختم کیا۔ آپ دوسرے دن آئے۔ تو فرمایا۔ کہ میں رات قبرستان میں پڑا رہا

آٹھواں ذکر سوز اندرونی کی کثرت

ان دنوں میں حضرت خواجہ امیر الدین علیہ الرحمۃ سایہ کے نیچے تشریف فرما ہوتے۔ اور میاں صاحب علیہ الرحمۃ شدت کی گرمی میں پتھریلی زمین پر تیز دھوپ میں لوٹتے اور پڑے رہتے۔ اور سرد آہیں کھینچتے اور اکثر اوقات روتے بھی۔ بعض آدمی کہتے تھے۔ کہ انکے پاس کیا جائیں۔ وہاں تو ماتم ہی برپا رہتا ہے۔

مجاہدہ کی اصلی صورت

نیز مولوی[۳] چراغ الدین صاحب کہ آپ گرمی کے موسم میں مسجد کے اوپر فرش پر کھڑے ہو کر دعا سریانی پڑھا کرتے۔ اور اسی طرح دو دو گھنٹے برابر کھڑے

۱؎ مطلب یہ ہے۔ کہ سالک پر ایسی کیفیت ذاتی طاری ہو جائے۔ کہ ہر جگہ اس کے لئے مجلس ذکر ہو جائے۔ اور قیود اور رسوم سے الگ ہو کر اپنی کیفیت میں اشیاء کو دیکھے۔ نہ کہ اشیاء سے اپنی کیفیت تلاش کرے۔ سبحان اللہ کیا پتے کی بات ہے

۲؎ جذبہ محبت کی انتہا دیکھو۔ کہ اپنی زبان ہی اپنے دل کے اندر اثر کا طوفان برپا کر رہی ہے۔ خود ہی گویندہ اور خود ہی متاثر۔ یہ وہ قال ہے جس کے اندر حال ہے۔ اور وہ حال ہے جس کی ترجمان قال ہے! اللہ اکبر

۳؎ یہ تمام واقعات محبت ازلی کا نشان ہیں۔ مجاہدے کو ان سے تعلق نہیں۔ ذاتی محبت والے سالک کی محبت مجاہدے کی راہ دکھاتی ہے اور غیر ذاتی محبت کی پیدائش کیلئے مجاہدے اختیار کئے جاتے ہیں۔ تاکہ یہ جذبہ پاک پیدا ہو۔ دونو جذبات میں زمین و آسمان سے بھی زیادہ فرق ہے اور اسی پر سلوک کی انتہا کا دارومدار ہے۔ ورنہ ہزاروں مجاہدہ کش پھرتے ہیں۔ کہ الف سے بے بھی نہ ہوئے۔

رہتے۔ ذرہ بھر حرکت نہ کرتے۔ یا مسجد کے کسی کونے میں پڑے رہتے۔ اور ساون بھادوں کے دنوں میں شام کے بعد مسجد کے اندر تشریف لے جاتے۔ اور عشا کے بعد بھی از حد حبس میں کئی گھنٹے اندر بیٹھے رہتے اور ہم لوگ اندر جاتے تو گرمی اور حبس سے سخت گھبراہٹ ہوتی۔ مگر آپ ایسی جمعیت سے بیٹھے رہتے۔ گویا نہایت خوشگوار ہوا میں استراحت فرما رہے ہیں۔ سبحان اللہ۔ آپ نے جو مجاہدہ کیا ہے۔ فی زمانہ شائد کوئی ہو۔ تو ہو۔

(مؤلف) حضرت شبلی علیہ الرحمۃ کا بھی ایسا ہی حال تھا۔ اللہ اکبر! شروع سلوک میں زار و زار روتے۔ اور سرد آہیں بھرتے۔ تب حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ کہ حق تعالیٰ کی درگاہ سے شبلی کو ایک امانت دی گئی ہے۔ اور اوس کو آہ و زاری میں مبتلا کیا گیا۔

نواں ذکر

ایک روز حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے بیٹھے فرما رہے تھے۔ "اللہ بھائیا"۔ اتنی بات فرما کر آپ اتنے ہنسے اتنے ہنسے۔ کہ خطرہ ہوا۔ کہ جان بحق نہ ہو جائیں۔ جب افاقہ ہوا تو پھر ایک دفعہ "اللہ بھائیا" فرما دیا۔ بندہ دیکھتا تھا۔ کہ لب ہنس رہے تھے۔ اور آنکھوں میں رقت جاری تھی یہ حالت کئی بار گذری اور ہر بار یہی خطرہ ہوتا۔ کہ کہیں روح پرواز نہ کر جائے۔ خدا جانے اس میں کیا اسرار تھا۔ سبحان اللہ [۱]

حضرت سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ فرشتے اولیاء اللہ سے تین جگہ بہت حیرت زدہ ہوتے ہیں۔ ایک تو کراماً کاتبین لکھنے کے وقت۔ دوسرا ملک الموت روح قبض کرتے وقت۔ تیسرے منکر و نکیر سوال کے وقت۔

حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمۃ کے تذکرہ میں لکھا ہے۔ کہ آپ کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ کبھی میں اس کا ابوالحسن ہوں۔ اور کبھی وہ میرا ابوالحسن ہے۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ عارف اور عاشق کا وقت زمانہ بہار کی مانند ہے۔ بادل گرجتا

---

[۱] کہنے کو تو یہ مجاہدہ کہا گیا۔ لیکن یہ مجاہدہ کہاں۔ مجاہدہ تو وہ جس میں تکلیف ہو۔ مشقت ہو۔ بلکہ یہ عشق و محبت کی وارفتگی۔ اور سوز و ساز کی مستانہ چال ہے۔ اور آشفتہ حالی۔ مجاہدہ کو اس سے کیا نسبت۔ اللہ اکبر۔ صاحب ذوق و درد کو ان حالات سے جو لطف آتا ہے وہ صاحب مجاہدہ کو کہاں۔ بلکہ صاحب مجاہدہ تو اپنی تکلیف سے اپنی نفس کشی ابھی کر رہا ہے۔ حالانکہ مجنون محبت کے نفس کی دھجیاں بھی خاک سیاہ ہو کر معدوم ہو چکیں۔ اسے نفس کشی سے کیا تعلق۔

[۲] "یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ" کا صحیح مراقبہ کا انتہا یہ ہی ہے۔ کہ ایسے لفظ منہ سے محبت بھرے نکلیں۔ یہ ہنسی وقت مشاہدہ جمال کی مستی ادا تھی۔ لیکن کہنے کو تو لفظوں میں کہہ دیا۔ مگر یہ حال تو اتنا بلند ہے۔ کہ زمین و آسماں اسے نہیں سما سکتے۔

ہے۔مینہ برستا ہے۔بجلی چمکتی ہے۔ہوا چلتی ہے۔گل اور پھول کھلتے ہیں۔بلبل چہچہاتی ہے۔عارف اور عاشق مولا کا حال ہو بہو ایسا ہی ہے۔کہ آنکھ روتی ہے۔لب ہنستے ہیں۔دل جلتا ہے۔سر ہلتا ہے۔اپنے معشوق کا نام جپتا ہے۔اور اس کے دروازے کا چکر لگاتا ہے۔اور اے لوگو یاد رکھو۔اکہ ہمت خدا پاک کی طلب کا نام ہے اس کے سوا کسی طلب کا نام ہمت نہیں۔بلکہ بزدلی اور ہیجڑا پن ہے۔

دسواں ذکر

محرم کے مہینہ میں لڑکیاں گھسا گھسا کر کے پیٹ رہی تھیں۔چونکہ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر حالت بیقراری کا عالم تھا۔درد جاناں میں سرگرداں پھر رہے تھے۔پھرتے چلتے اس محلہ میں آنکلے۔جہاں وہ لڑکیاں ماتم کر رہی تھیں۔آپ نے بھی انہیں لڑکیوں میں کھڑے ہو کر ایسا پیٹنا شروع کیا۔کہ گویا ماتم بپا ہو گیا۔لڑکیاں یہ معاملہ دیکھ کر سب گھروں کو بھاگ گئیں۔اور آپ کے سوز و گداز کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔

گیارہواں ذکر

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔کہ آپ عید کے دن مسجد کی طرف آئے۔اور میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔آنکھوں میں سوز بھرا ہوا تھا۔چہرہ پر بے قراری کا عالم نمایاں تھا۔لوگوں نے خیال کیا۔کہ آپ نے کپڑے کیوں نہیں بدلے۔جب آپ خطبے پر کھڑے ہوئے۔تو فرمایا۔میاں! عید تو تب ہے۔جب دل خدا کیطرف عود کرے۔ورنہ عید کیسی۔

بارہواں ذکر

ایک روز فرمایا۔کہ میں حالت بیقراری میں شہر سے باہر نکل گیا۔قبرستان کی طرف سے سماع کی آواز آتی ہیں قبرستان میں گیا۔ایک شخص سے دریافت کیا کہ سرود کہاں ہو رہا ہے۔اس نے کہا۔سرود کیسا۔چونکہ مجھ کو آواز آرہی تھی۔اس آواز پر آگے گیا حتیٰ کہ میاں محمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچا۔تو معلوم ہوا۔کہ یہ آواز مزار سے آرہی ہے۔تو میں نے صاحب مزار کو کہا۔کہ ابھی تک سرود میں ہی پڑے ہوئے ہو۔اور وہاں سے بھاگ کر آگے چلا۔اور مزار حضرت بخاری رح پر پہنچا۔وہاں جا کر کھڑے ہوئے ہی تھے۔کہ گر پڑے۔اور وجد میں آگئے۔جب ہوش میں آئے۔تو صاحب مزار کو کہا۔کہ تم گرانا ہی جانتے ہو۔پھر چاروں طرف سے خوشبو آنے لگی۔میں نے کہا۔کہ یہ کچھ بات ہے۔وہ خوشبو فیضان الٰہی تھا۔

تیرہواں ذکر

(بندہ) ایک دفعہ کا ذکر ہے۔کہ بندہ جناب میاں صاحب رحمۃ اللہ کے ہمراہ سرہند شریف گیا۔ایک حجرہ میں قیام کیا۔ایک روز بیٹھے بیٹھے آپ وجد میں آگئے۔اور اٹھ کھڑے ہو بندہ بھی ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔بندہ کی انگشت آپکے ہاتھ آگئی۔اور دوسرے ہاتھ میں دوسرا بازو تھا جب آپ اچھلتے تو بندہ کے دونوں ہاتھ بھی ساتھ ہی اوپر چلے جاتے۔جب آپ اچھا پہیں آئے۔تو فرمایا۔کہ میں کیا دیکھتا ہوں۔کہ مجدد علیہ الرحمۃ نظر آئے۔اور اپنے اپنے پاؤں کے انگوٹھا کو

کیا۔ میں وجد میں آگیا۔ جب آپ وہاں سے واپس ہوئے۔ تو اپنے ہمراہیوں سے تمام اسباب لے کر گٹھڑی باندھ کر خود آپ نے اٹھالیا۔ اور کسی کو نہ اٹھانے دیا۔ اور آپ بڑے شوق سے چلتے تھے۔ آپ کو مجدد علیہ الرحمۃ سے نہایت ارادت تھی۔ اور کبھی کبھی سرہند شریف جایا کرتے تھے۔

چودھواں ذکر میاں علم الدین، سکنہ قصور کا بیان ہے۔ کہ ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ آپ جذب کیحالت میں بیٹھے بیٹھے آگ کے سلگتے ہوئے انگاروں کو پکڑ پکڑ کر منہ میں ڈالتے اور فرماتے کیسے خوبصورت ہیں۔ ہاتھ اور منہ پر کوئی اثر نہ ہوتا۔

پندرھواں ذکر بندہ (مولف) ایک دفعہ آپ نے خود بھی اظہار کیا تھا۔ فرمایا کہ ایک وقت ایسا ہوا تھا۔ کہ حالت سکر میں چھٹانک چھٹانک مرچ سرخ کی کھا جاتے تھے میرے سامنے بھی ایسا ہی کیا۔ اور آپ کو کچھ نقصان[1] نہ پہنچا۔

سولہواں ذکر ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آپ گھوڑی پر سوار ہو کر قصور تشریف لا رہے تھے۔ کہ رستہ میں ایک بھیڑ بولی۔ آپ آواز سنتے ہی گھوڑے سے گر پڑے۔ اور کچھ عرصہ وجد میں رہے۔ جب وجد کی حالت جاتی رہی۔ تو گھوڑا آپ کے پاس کھڑا تھا۔ پھر آپ سوار ہو کر قصور تشریف لائے۔

سترہواں ذکر ایک[2] روز کا ذکر ہے۔ کہ آپ خانقاہ حضرت عبدالخالق قصوری رحمۃ اللہ پر تشریف لے گئے۔ اور شاہ صاحب حضرت مخدوم حسین سجادہ نشین کے ہمراہ ایک ٹیلے پر جا چڑھے۔ ایک راہگذر نے شعر پڑھا ؎

مجھ سے نہ ہوا کوئی نیک عمل کُلُّ عَمَلِی شَرٌّ وَ ذَلَل

یہ شعر سنتے ہی آپ پر ایسا جذب طاری ہوا۔ کہ آپ لوٹتے لوٹتے ٹیلے کے نیچے آ پڑے۔

بندہ۔ چونکہ متقدمین کے حال سے آپ کی مناسبت دکھاتا آیا ہے۔ اس واسطے حضرت شیخ سید عبدالقادر

---

[1] جب سالک توحید میں غرق ہو جاتا ہے۔ تو تمام اشیاء کے افعال و خواص پر اس کی نظر نہیں رہتی۔ بلکہ ذات میں استغراق کامل ہونے کیوجہ سے افعال خواص اشیاء کا وہم بھی نہیں رہتا۔ اور جب حقیقی مسبب پر نظر جا لگتی ہے۔ تو تمام اشیاء کے خواص افعال بھی غیر متاثر ہو بیٹھتے ہیں۔ ایسے وقت میں نہ آگ ہاتھ جلاتی ہے۔ نہ برف ٹھنڈک دیتی ہے۔ نہ کوئی چیز مفید نہ مضر ہوتی ہے۔ نہ تلخی کا پتہ لگتا ہے نہ شیرینی کا۔ ہاں اپنے اندرونی جذبہ سے جب بے اختیار ہو جاتا ہے۔ تو سالک ان اشیاء سے کھیلنے لگتا ہے۔ لیکن اسکی یہ غرض نہیں ہوتی۔ کہ میں کچھ دیکھ رہا ہوں۔ بلکہ اس کے علم سے بھی بری ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ اضطراری ہوتا ہے۔

[2] جب طبیعت سراسر حال ہو جائے تو پھر ہر ایک حرکت ہر ایک آواز سے طبیعت میں تغیر عظیم ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جنکی طبیعت فانی ہوتی ہے۔ ان پر کچھ اثر بھی نہیں کرتا۔ خواہ غزل یا حدیث شریف یا کلام مجید ہی کیوں نہ پڑھا جاوے۔

جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا کچھ مختصر سا حال درج کرتا ہوں۔ شیخ ابوالسعود احمد بن ابی بکر حریمی کا بیان ہے۔ کہ مجھ سے ایک دفعہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کہ لوگ مجھے مجنون بتاتے تھے۔ اور میں جنگلوں اور بیابانوں میں نکل جاتا۔ اور برہنہ جسم ہو کر کانٹوں پر لوٹتا۔ شور و غوغا کرتا۔ تمام بدن سے خون جاری ہو جاتا لوگ مجھے شفاخانے میں لے جاتے۔ مگر وہاں میری حالت اور بھی ابتر ہو جاتی۔ یہاں تک کہ مجھ میں اور مردہ میں کوئی تمیز نہ رہتی۔ لوگ کفن لے آتے۔ اور غسال کو بلوا کر مجھے نہلانے کے تختہ پر رکھ دیتے۔ مگر معاً میری حالت درست ہو جاتی۔

(مولف) ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ میاں غلام محمد صاحب کتاریہ شرقپوری حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ کے ہمراہ قصور آئے۔ اس نے مسجد کے حجرہ میں ایک غزل دیوان ضامن کی پڑھی ؎

میں ہوں مسجود ملائیک بشکل آدم نورِ احمدؐ سے بنا ہوں تن تنہا یا ہو

اسوقت آپ دیوار کے ساتھ کمر لگائے تشریف فرما تھے۔ دیوار کے ساتھ ہی لیٹے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ اور عالم حیرت میں بہت دیر رہے۔

(مولف) ایک روز آپ نے فرمایا۔ چونیاں چلو گے؟ بندہ نے عرض کی بسر و چشم۔ رات کی گاڑی سے چھانگا مانگا جا اترے۔ گرمی کا موسم تھا۔ ذخیرہ قریب تھا۔ مچھر نے بہت تنگ کیا۔ صبح پیدل چلکر چونیاں پہنچے۔ وہاں پہنچتے ہی میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی طبیعت پر ایک قسم کا جوش اور گھبراہٹ پیدا ہو گئی۔ بڑے زور سے فرمایا۔ کہ ہم یہاں کیوں آ رہے ہیں۔ ہم کون ہیں۔ کیا بن کر آئے ہیں۔ چلو پیچھے ہٹیں۔ بندہ یہ سن کر حیران ہوا۔ کہ ایک تو رات بھر جاگے ہوئے۔ دوسرا آٹھ کوس منزل کی ہوئی تھی۔ تاہم بمجبوری آپ کے ساتھ ہو لیا۔ اور شہر کے باہر ایک بڑی لکڑی کی گیلی پڑی ہوئی تھی۔ بندہ اس پر بیٹھ گیا۔ مجھے دیکھ کر آپ بھی بیٹھ گئے۔ آنکھیں سرخ اور طبیعت پر بیقراری ظاہر ہو رہی تھی۔ خدا کی حکمت کیا دیکھتا ہوں۔ کہ آپ کے چچا محمد عاشق صاحب جو وہاں کے قانونگو تھے۔ آ نکلے۔ ہمیں دیکھکر فرمایا۔ کہ ہیں تم کہاں؟ پھر دونوں کو ہمراہ لے لیا۔ مولوی فضل حق صاحب اس زمانہ چونیاں میں نائب تحصیلدار تھے۔ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مخلصین یاروں میں سے تھے۔ انہیں کے مکان پر آپ تین چار یوم ٹھہرے۔ مولوی صاحب نہایت بڑی تواضع اور ادب سے پیش آئے۔ ایکروز مسجد میں نماز عشا کے

---

۵ آپ کی گھبراہٹ کی وجہ آپ کے چچا صاحب کی وجہ سے تھی۔ اکثر سالک پر ایسا ہوتا ہے۔ کہ کسی اجنبی واقعہ سے پیشتر طبیعت میں ایک جوش آجاتا ہے۔ چونکہ طبیعت پر از سکون ہوتی لیکن کسی واقعہ ظہور طلب کی آمد ہوتی۔ تو طبیعت میں تموج پیدا ہو جاتا۔ اور بعض وقت سفر کی نیرنگی سے طبیعت میں بے رنگی پیدا ہوتی ہے۔ اور غالباً یہاں دو نو امر کی وجہ سے آپ کی حالت میں اتنا جوش آیا۔ کہ فرمایا۔ کہ ہم کیا ہیں۔ کیا بن کر آئے۔

لیئے گئے۔ لوگوں نے مجبور کر کے حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کو امامت کے لیئے درخواست کی۔ بعد اصرار آپ نے منظور فرمالیا۔ جب نماز پڑھانے لگے۔ تو چونکہ ان دنوں آپ پر سکر بہت غالب تھا۔ جب سجدے میں گرے ایک سجدہ کیا۔ دوسرا کیا۔ تیسرا کیا۔ جب چوتھے کو جانے لگے تو لوگوں نے غل مچا دیا۔ جب آپ نماز پڑھا کر فارغ ہوئے۔ تو کسی نے کہا تین سجدے ہوئے ہیں۔ ایک زمیندار کہنے لگا۔ اگر ہم غل نہ مچاتے۔ تو یہ بس کرنے کے نہیں تھے۔ الغرض جب چونیاں سے رخصت ہوئے۔ تو مولوی فضل حق صاحب تحصیلدار نے نہائت ادب سے آپ کو رخصت کیا۔ اور اس وقت بندہ کو علیحدہ لیجا کر کہا۔ کہ مجھ کو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ سے بڑا خوف آتا ہے۔ تم میرا یہ کام کرو۔ میں تجھے کچھ دیتا ہوں۔ جب تم چونیاں سے چلے جاؤ گے۔ تو کہیں راستہ میں آپکو دیدینا میں نے قریباً چھانگا مانگا پہنچ کر وہ رقم آپکو دے دی۔ وہ کاغذ کی پڑیہ میں بند تھی۔

(بندہ) ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آپ قصور تشریف لائے۔ میاں سراج الدین صاحب باغبانپوری قصور میں نائب تحصیلدار ہو کر آئے ہوئے تھے۔ آپ کو بازار میں ملے۔ آپ مستانہ حال کھڑے ہوئے تھے۔ آپ کو دیکھ کر میاں سراج الدین صاحب اپنے مکان کیطرف روانہ ہو گئے۔ اُسوقت بندہ کو آپنے فرمایا۔ کہ یہ کہتے ہیں۔ کہ ہماری قوم میں سے یہ لڑکا دیوانہ ہو گیا ہے۔ اور اکثر لوگ آپ کو دیکھ کر یہی کہتے۔ چنانچہ ایک عرب نے آپ کو کہا۔ ہٰذا مجنونٌ۔ یہ باتیں متقدمین بزرگوں کو بھی لوگ کہتے رہے۔

دیکھو حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا حال جب آپ عشق الٰہی میں مجنون اور دیوانہ ہو گئے۔ تو دس بار آپ کو زنجیروں میں جکڑ لا گیا۔ مگر آپ کو کسی طرح چین نہ ہوا۔ پھر آپ کو شفاخانہ میں لے گئے۔ ایک بار مدت تک ایک مکان میں قید رکھا۔ اور تمام لوگ کہنے لگے۔ کہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ دیوانہ ہو گئے ہیں۔ تب آپ کہنے لگے میں تمہارے نزدیک دیوانہ ہوں۔ تم میرے نزدیک دیوانے ہو۔ ہاں میاں تمہاری ہوشیاری تمہیں مبارک ہے۔ اور ہماری دیوانگی ہمیں مبارک

شیخ ابو سعود احمد ابن ابی بکر حریمی رح کا بیان ہے۔ کہ مجھ سے ایک دفعہ شیخ عبد القادر جیلانی رح نے فرمایا تھا۔ کہ لوگ مجھے مجنون بتاتے اور میں جنگلوں میں نکل جاتا۔

بندہ (مولف) روائت کرتا ہے۔ کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار آپ کی یہ حالت دیکھ کر بہت تنگ آ گئے تھے۔ چونکہ چار چار جوڑے کپڑوں کے پھاڑ دیئے جاتے۔ دو دو صد روپیہ سر پر قرض اٹھا لیتے

۵۱ محبت کا جذبہ جب مرید میں کامل ہو جاتا ہے۔ تو پیر سے نہائت خوف کھاتا ہے۔ جیسے عاشق اپنے عشق کی وجہ سے اپنے معشوق سے خوف کھاتا ہے۔ ساتھ ہی اخلاص و محبت باطنی بصارت تیز کر دیتی ہے۔ جس کی وجہ سے باطنی انوار پیر و مرشد سے طبیعت پر بے دم اثر پڑتا ہے۔ اور عوام اس سے بے خبر ہوتے ہیں۔

توآپ کے والد صاحب ناراض ہوئے۔آپ ان کی خفگی کے سبب لاہور تشریف لے آئے۔وہ بھی اس ارادہ پر کہ کہیں خوشنویسوں میں ملازمت کرلی جائے۔مگر طبیعت نے گوارہ نہ کیا لاہور سے گھبرا کر قصور تشریف لے آئے اور بندہ سے تمام تذکرہ کیا۔اور یہ بھی فرمایا۔کہ میں نے نفس کو ملامت کی۔بعدہٗ تیسرے روز آپ کے والد صاحب قصور تشریف لائے۔اور حضرت عبدالخالق صاحب رحہ کے مزار پر آپ کو جاپایا۔اور ہمراہ لے کر تشریف لے گئے ان دنوں میں عجیب عجیب کیفیات آپ پر طاری ہوتی تھیں۔ایک روز بندہ سے بغلگیر ہوئے۔تو آپ کے سینے سے صاف طور پر اسم ذات کی آواز آتی تھی۔اس کے بعد بندہ نے عرض کی۔کہ مجھے بھی فقیری عطا فرمایئے۔آپ نے فرمایا۔کہ اگر مجھے فقیری مل گئی۔تو میں تجھ کو ضرور دوں گا۔

(بندہ) آپ کے والد بزرگوار آپ کی مجذوبانہ حالت دیکھ کو بہت حیران رہتے تھے۔ایک فقیر صاحب کشف غالباً حصار کے باشندے تھے۔ان سے جا کر آپ کے والد صاحب نے عرض کی۔کہ میرا لڑکا دیوانہ سا ہو گیا۔انہوں نے جواب دیا۔کہ دیوانہ نہیں ہے۔اور فرمایا کہ جب برخوردار کی عمر چالیس برس کی ہو گی۔تو اسکا عروج دیکھو گے۔ایک روز بندہ بھی خدمت میں حاضر تھا۔آپ اس زمانہ میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

ارے او میکدہ کے جانیوالے ذرا کہدینا پیر مغاں کو   شراب شوق کا کم ہو گیا کیف پلا ایسی کہ بھولوں دو جہانکو

اور کبھی کبھی یہ بھی فرمایا کرتے ؎

اے در درون جانان جاں از تو بے خبر   عالم تمام پر است جہاں از تو بے خبر

یہی واقعہ ایک بزرگ نے بندہ کے روبرو بھی بیان کیا تھا۔کہ جب آپ کی عمر چالیس برس کی ہو گی۔تو اس کا عروج بہت ہو گا۔

ایک روز آپ نے فرمایا۔کہ مجھے زمین پر چلنا پھرنا پیشاب پاخانہ کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ہر جگہ اسم ذات روشن و نورانی نظر آتا ہے۔اس لئے پیشاب پاخانہ میں دقت ہے۔

ازیں قسم حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ اسم اللہ میں ایسے فناہ ہو گئے تھے۔کہ ایک بار لڑکوں نے آپ کو دیوانہ سمجھ کر پتھر مارے۔آپ کا بدن زخمی ہو گیا۔اور اس سے خون بہنے لگا ہر قطرہ خون جو زمین پر گرتا تھا۔اس قطرہ سے لفظ اللہ بن جاتا۔بندہ کہتا ہے۔کہ یہ ابتدائی منازل ہیں۔اوپر کی منزلوں میں جا کر ذات کا مشاہدہ ہوتا ہے

ایک دفعہ حضرت قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ میاں حسن الدین صاحب سکنہ کھیم کرن (جو قریب قصور

لے جب سالک کی حالت شغل ذکر میں محو ہو جاتی ہے۔تو ہر جگہ وہی نظر آتا ہے جس میں وہ محو ہوتا ہے۔یہ درجہ ترقی سالک میں شمار ہوتا ہے۔جسے عروج کہتے ہیں۔اور اکثر کاملین کو اس درجہ سے عبور کرنا پڑتا ہے۔بلکہ جتنا یہ حال بلند ہو گا۔اتنا ہی سالک آئندہ زمانوں میں صاحب عروج ہو گا۔(محمد عمر بیربلوی)

کے ایک قصبہ ہے، کی شادی پر تشریف لے گئے۔ اور بیٹھے بیٹھے اٹھ کر بھاگ گئے۔ بندہ نے جا کر تلاش کیا اور ایک جگہ جا پایا۔ عرض کی۔ کہ آپ کو بھاگ جانا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اور ہمیں دقت ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا یہ لوگ مجھے دیکھ کر کیا کہتے ہوں گے۔ کہ داڑھی منڈوں کا پیر آیا ہوا ہے۔ پھر بندہ کے ہمراہ اس جگہ آ گئے۔

تدلی

ایک روز بندہ سے آپ نے فرمایا۔ کہ میں ایک روز خداوند جل شانہ کی طلب میں جنگل میں حالت بے قراری میں جا رہا تھا۔ میرے دل میں ندا آئی۔ کہ "اے شیر رب کی کیتی کری" اس وقت گرمی اور شدت کی دھوپ تھی۔ میرے دل میں پھر ندا آئی۔ کہ "گھبراؤ نہیں ذرا گردن جھکاؤ" میں نے گردن جھکالی۔ جب گردن اٹھائی۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ابر ہو گیا ہے۔ اور بارش ہونے لگی۔ پھر دوسری دفعہ جنگل میں گیا طبیعت میں گھبراہٹ تھی۔ شوق الٰہی میں دل بیتاب تھا پھر میرے دل میں ندا آئی۔ کہ اے شیر رب کی کیتی کری۔ مگر طبیعت کو چین نہ ہوتا تھا۔ شوقِ وصالِ محبوب میں بیقراری روز بروز بڑھتی رہی۔ نہ وصال ہوتا۔ نہ طبیعت کو قرار ہوتا۔

بے نفسی کی انتہا

آپ کے پیر حضرت خواجہ امیر الدین علیہ الرحمۃ کوٹلہ شریف والوں نے ایک اجازت نامہ لکھا۔ جس میں نہایت مہربانی کے کلمے تحریر فرمائے۔ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کو فرمایا۔ کہ آپ اس اجازت نامہ کو لے لیں۔ آپ نے جواب میں عرض کیا۔ کہ میں خلیفہ بننے کے لئے مرید نہیں ہوا۔ میں تو بندہ بننے کے لئے مرید ہوا تھا۔ غرض کہ اڑھائی برس اسی کشمکش میں گذرے۔ بعد اڑھائی سال کے حضرت خواجہ امیر الدین علیہ الرحمۃ نے حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کو مخاطب کر کے یوں فرمایا۔ شیر محمد! میں تمہارا پیر ہوں۔ میرے حکم کا ماننا تمہارے ذمہ ہے۔ پھر آپ نے حضرت خواجہ رح سے وہ اجازت نامہ لے لیا۔ بندہ خلافت حاصل ہونے کے بعد آپ کی خدمت میں ہزارہا لوگ بیعت ہونے کو آتے۔ مگر آپ قبول نہ کرتے۔ اور یہ فرمایا کرتے۔ کہ میں تو اپنے آپ کو (دیان) یعنی خارش کے مارے ہوئے کتے کی طرح دیکھتا ہوں۔ اور حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ مجبور کرتے ہیں۔ مگر میں اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں پاتا۔ ایک روز آپ سے مجبوری مولوی یار محمد صاحب مرحوم سکنہ چونیاں کو داخل طریق کرا دیا۔ لیکن آپ پھر اسی نفی میں رہے۔

(بندہ) ایک دفعہ موضع ہرچوکی آپ کے ہمراہ جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں ایک نوجوان لڑکا دیکھا جس کی رنگت سیاہی مائل تھی۔ جب بندہ نے اس کیطرف دیکھا۔ تو دل اس کی جانب کھینچا گیا۔ بندہ نے

ﻟﮧ اسے تصوف کی اصطلاح میں تدلی کہتے ہیں۔ کہ جب اللہ تعالیٰ عزاسمہ اپنے پیارے بندے سے سرگوشی فرماتے ہیں۔ تو گو طالب میں یہ درجہ انتہائے سلوک سے کم ہی ہو مگر اس میں لطف بڑھا ہے۔ کیونکہ یہاں اگر کیسی درجہ مل جاتا ہے۔ عدم اس شرف کا قلعہ ہی جاتا ہے جیسے یہ شرف عنایت ہو۔ اور یہ سرگوشی اتنی صحیح ہوتی ہے جتنے سورج کی روشنی میں کسی قسم کا شک سالک کو نہیں رہتا ہے۔ اور حقیقت ہوتا بھی حق ہے۔ کہ غنائت خاصہ سے وہ ملتا ہے۔ جو عبادت سے نہیں ملتا

ﻟﮧ۲ جس طرح ظاہری شناسائی کا تعلق آنکھ سے ہے۔ اسیطرح باطنی شناسائی کا تعلق دل سے ہے۔ اور جس طرح ظاہرا اپنی جماعت کے نشان پانے سے طبیعت

اس سے دریافت کیا۔ کہ آپ کس کے ملنے والے ہو۔ اس نے جواب دیا۔ کہ میں حضرت میاںصاحب کی خدمت میں بار ہا حاضر ہوا۔ مگر آپ نے قبول نہیں فرمایا۔ پھر ایک نوشاہی طریق کا فقیر یہاں آیا۔ اس نے کہا۔ کہ مجھے حکم ہوا ہے۔ کہ فلاں لڑکے کو جا کر بیعت کر لو۔ سو میں نے اُن سے بیعت کر لی۔ بندہ نے اُس کی بیعت کا طریقہ پوچھا۔ اس لڑکے نے جواب دیا۔ کہ پہلے اس فقیر نے مجھے وضو کرایا۔ پھر حکم دیا۔ کہ اپنے والد کو سجدہ کرو۔ میں نے والد کو سجدہ کیا۔ پھر اُس نے کہا۔ اب مجھے سجدہ کرو۔ میں نے اس کو بھی سجدہ کیا۔ یہ میں نے بیعت کی۔ بندہ یہ واقعہ سُنکر اس شخص کو حضرت میاںصاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لیگیا۔ اور اس کی بیعت کا واقعہ سنایا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہ دیا۔ کہ آپ تو مٹی میں رہیں اور خلق خدا مشرک ہوتی جائے۔ مانا آپ فرماتے ہیں۔ کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ مگر آپ شرک کی تعلیم تو نہیں دیں گے۔ پھر آپ نے کچھ فکر کی۔ اس کے بعد تلقین کا طریقہ جاری کر دیا۔

(بندہ) ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ آپ قصور تشریف لائے۔ بارش نہیں ہوتی تھی۔ خلقت تنگ آگئی تھی۔ بلکہ آپ کے آنے سے تین روز قبل نماز استسقا بھی عیدگاہ میں پڑھی گئی تھی۔ آپ جب قصور تشریف لائے۔ تو سیدھے عیدگاہ تشریف لے گئے۔ بندہ نے عرض کی۔ کہ یہاں تین دن نماز برائے بارش پڑھی گئی ہے۔ لیکن بارش نہیں ہوئی۔ آپ نے تکیہ منبر سے لگالیا۔ کبھی آپ کے چہرہ کی رنگت زرد ہوجاتی۔ اور کبھی سرخ ہو جاتی تھی۔ آنکھوں کی رنگت بھی متغیر ہو گئی وجود پر نہایت بے قراری کا عالم تھا۔ اُدھر مشرق کیطرف سے ایک غبار اٹھا۔ اور ہم جب عیدگاہ سے باہر نکلے۔ اور مزار حضرت عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ کو برائے زیارت جا رہے تھے۔ کہ راستہ میں اس قدر بارش ہوئی۔ کہ جب ہم واپس آئے۔ تو پل پر سے گذرنا پڑا۔ کیونکہ راستہ میں جو گڑھا آتا تھا پانی سے لبریز تھا۔ اور تمام پانی ہی پانی نظر آتا تھا۔

ایک[2] دفعہ آپ براستہ رائیونڈ قصور تشریف لائے۔ بندہ سے ملے۔ تو ذکر فرمایا۔ کہ راستہ میں مجھے ایک بزرگ ملے تھے۔ بندہ نے خیال کیا۔ شاید کوئی بزرگ ملے ہوں گے۔ پھر آپنے فرمایا۔ انہوں نے مجھے چھڑیوں سے مارا ہے اور کچھ پاس تھا چھین لیا۔ تب میں نے خیال کیا کوئی آپ کو رہزن ملا ہوگا۔ پھر فرمایا۔ کہ مجھے اپنے آپ پر کوئی امید نہیں رہی۔

(بندہ) یعنی سوائے خدا کے اپنی ہستی پر نظر نہیں رہی۔ بندہ نے عرض کی ہستی سے گذرنا کس طرح ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ خیال کرے۔ کہ ہستی نہیں ہے۔ پھر عرض کی۔ پھر آپ نے یہی جواب دیا۔

خوش ہوتی ہے۔ اسی طرح باطنی طبیعت کے نور سے دل میں سُرور آتا ہے۔ اس لڑکے میں اخلاص و خوبیت کا نور چمک رہا تھا جس کیطرف حضرت مصنف کا دل بے اختیار اٹھا۔ اصل یہی چیز ہے۔ جو کوئی پیدا کر سکے۔

[1] عارف کی توجہ ہزاروں دعاؤں سے بڑھ کر اجابت پاتی ہے۔ اسکی بیقراری سینکڑوں تہلیلوں سے بڑھکر نتیجہ خیز ہوتی ہے

[2] اولیاء اللہ کا دل خبری خواہش سے پاک ہوتا ہے۔ اور غیر پر نظر نہیں رہتی۔

تبلیغ

[illegible]

مولوی چراغ الدین صاحب کا بیان ہے کہ موضع اٹاری میں بابا اللہ دتا فلاح رہتا تھا۔ اس کے جنازے پر حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ تشریف لائے۔ چونکہ وہ معمولی آدمی نہ تھا۔ اس کے جنازہ پر سینکڑوں آدمی تھے۔ آپ نے وہاں باثر وعظ فرمایا۔ اور جس کی داڑھی کٹی ہوئی تھی اور مونچھیں بڑی ہوئی تھیں۔ آپ نے مونچھیں کٹوائیں۔ اور آئندہ کیواسطے عہد لیا۔ کہ پھر کبھی داڑھی نہیں کٹوائیں گے۔ نہ ہی منڈوائیں گے۔ اور نماز پڑھیں گے۔ وہاں ایک سکھ مدرس موجود تھا۔ اُس کو آپ نے بغل میں لے کر فرمایا۔ ہم سے تو یہ سکھ ہی بڑھا ہوا ہے۔ افسوس یہ اپنے مذہب کی کس قدر عزت کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو کیا ہوگیا۔ غرض اس وقت تمام حاضرین آپ کے نصائح سے متاثر ہوکر زار و زار رونے لگے۔ اور زاری کے بعد سب نے توبہ کی۔ اور عرض کی۔ کہ آئندہ ہماری توبہ ہے۔ آپ ہمارے واسطے دعا فرمائیں۔ کہ پچھلے گناہ بخشے جائیں۔

تبلیغ اپنا فرض جانتے تھے

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آپ قصور تشریف لائے۔ میاں محمد دین صاحب مرحوم آپ کے پھوپھی زادہ کے گھر باغبان پورہ سے برات آئی۔ وہ تمام جنٹل مین انگریزی طرز کے لوگ تھے۔ بندہ اسوقت موجود نہ تھا۔ آپکے پیر بھائی مولوی چراغ الدین صاحب کا بیان ہے۔ کہ مجمع کثیر میں آپ ایک شخص سے مخاطب ہوئے۔ فرمایا۔ تمہارا نام کیا ہے اُس نے کہا بدر دین اس کی داڑھی منڈی ہوئی تھی۔ آپ نے اس کی ٹھوڑی کو ہاتھ لگا کر فرمایا۔ بدردین ایسے ہوتے ہیں۔ تمہارا نام بدلنا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا۔ تیا شئے لاؤ۔ کہ اس کا نام کسی ہندو نام سے بدل دیں اس بات سے بہت سے جنٹل مین گھبرائے۔ آپ نے فرمایا۔ تم سب مردود ہو۔ انہوں نے کہا۔ ہمارے ساتھ تو ایک مولوی بھی آیا ہوا ہے۔ جس کی داڑھی بہت بڑی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ وہ بھی مردود ہے۔ وہ تمہارے ساتھ آیا ہی کیوں۔ اس سے وہ گھبرائے۔ آپ اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ فرمایا خداوند کریم جل شانہٗ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتے اور کراماً کاتبین میری اس بات پر گواہ رہیں۔ جو مَیں نے حق تبلیغ کا تھا۔ پہنچا دیا۔ اور اُس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ مکان کی دیواریں بھی لرز رہی ہیں۔ اور تمام حاضرین پر بھی لرزہ طاری ہے۔ اور پھر آپ وہاں سے بیزار ہو کر نکل آئے۔ اور کھانا بھی نہ کھایا۔ اور موٹر پر سوار ہو کر شرقپور روانہ ہو گئے۔

نمونہ تبلیغ

مولوی چراغ الدین صاحب کا بیان ہے۔ کہ آپ فیض پور خورد پیر حسین شاہ صاحب کے فاتحہ پر تشریف لے گئے۔ گاؤں کے مرد و زن سب اکٹھے ہو گئے۔ آپ نے وہاں پر وعظ فرمایا

لہ یہ عین صداقت کی دلیل ہے۔ بعینہٖ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الحلم شہید۔

اور مسلمانوں کو ان کی حالت سے متنبہ کیا۔ وہاں بھی ایک سکھ موجود تھا اُس کو پاس بٹھا کر مسلمانوں کا اس کی شکل سے مقابلہ کرایا۔ مسلمان بہت ہی شرمندہ ہوئے۔ اور آئندہ کے واسطے توبہ کی۔

نسبت کی قوت

حاجی علی محمد صاحب سکنہ میر محمد علاقہ قصور قصور تشریف لائے۔ تو اسی موقعہ پر حضرت میاں صاحبؒ بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ حاجی علی محمد صاحب حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ سے آ کر ملے۔ اور مجھے کہا۔ کہ جب میں قصور میں داخل ہؤا۔ تو مجھے فیض آنا شروع ہو گیا۔ تعجب ہؤا۔ یہ فیض کیسا ہے۔ پھر کسی سے معلوم ہؤا۔ کہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اس وقت میں سمجھا۔ کہ نسبت اور فیض آنے کی وجہ یہی تھی۔

(بندہ) اس کی کچھ تشریح کرتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ جس جگہ بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے یا سجدہ کرتا ہے۔ تو وہ ٹکڑہ زمین کا دوسرے ٹکڑے زمین پر فخر کرتا ہے۔ اور یہ بھی آیا ہے۔ کہ وہ ٹکڑا زمین کا گواہی دے گا۔ اس کی جو اس پر سجدہ کرتا ہے۔ یا ذکر کرتا ہے۔ دیکھ لیجئے صاحب بصیرت اگر کسی شہر میں داخل ہو تو وہ شہر شہادت دیتا ہے۔ اس پر جو اس میں خاص بندہ ہے۔

حقیقت بین آنکھ میں اپنے نفس کی حقیقت

ایک دفعہ آپ قصور تشریف لائے درگاہ حضرت عبدالخالق صاحب علیہ الرحمۃ پر تشریف لے گئے۔ وہاں ایک بہت بڑا سیڑھیوں والا کنواں ہے (جسے پنجابی میں وال کہتے ہیں) اس میں دو لوٹے مرے ہوئے پانی سے پھول کر تیر رہے تھے۔ آپ نے دیکھا۔ اور سیڑھیوں سے نیچے اتر کر ان دونو کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر باہر نکالا۔ اس کے بعد آپ ایک مکان پر تشریف لے گئے۔ مکان کا مالک موجود نہ تھا۔ وہاں ایک مٹکا پانی کا پڑا تھا۔ جس پر گرد و غبار بھی پڑی ہوئی تھی۔ آپ اس میں سے پانی پینے لگے تو بندہ نے عرض کی۔ کہ یہ مٹکا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا۔ میں تو ایسے پانی پینے کے بھی لائق نہیں

ف ۱ باطن والے باطن والوں کا نشان پا لیتے۔ اور نوری دل کی شعاعیں بہت دور تک روشنی کرتی ہیں

ف ۲ اصل فلسفہ یہ ہے۔ کہ جب سالک کی نظر اپنے نفس پر ہوتی ہے۔ تو وہ تمام اشیاء عالم کو اپنے سے پاک اور عمدہ دیکھتا ہے۔ اسوقت اسے کوئی چیز پلید نظر نہیں آتی۔ اور اس کیلئے اس وقت سب کچھ مباح ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ تمام دنیاوی آلائشوں سے پاک ہو کر ایک خالص اور ٹھوس حقیقت نفسی پر نظر انداز ہوتا ہے۔ لیکن جب اسے شریعت غرا کے اصول و قواعد نظر آتے ہیں۔ تو مولیٰ کریم کے احکام کی تعمیل اس سختی سے کرتا ہے۔ کہ لوگوں کو دھوکا ہو جاتا ہے۔ کہ تمام اشیائے طاہر اور پاک کو غیر طاہر اور پلید جانتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بعض بزرگ کوزہ مصلیٰ۔ جا نماز اور ظروف اپنے الگ تھلگ رکھتے ہیں۔ لیکن حقیقت بین آنکھ کسی حالت پر بھی اعتراض کی گنجائش نہیں پاتی۔ اور نہ کسی تذکرے کو خارج از بحث کرنا چاہیئے۔ ایسے تذکرے سالک کیلئے خضر راہ کا کام دیتے ہیں۔

ہوں۔ اور پانی پی لیا۔

ایک روز آپ نے فرمایا۔ کہ میں لاہور سے شرقپور آرہا تھا۔ جب کشتی سے اترا۔ تو سامنے ایک کتا[1] دو نو ٹانگیں اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔ اور زبان حال سے کہ رہا تھا۔ کہ مجھے گلے لگا لو میں نے اسے گلے لگا لیا۔

(بندہ) مولف ناظرین کو یہاں اعتراض پڑا ہو گا جس کیلئے مثال لکھتا ہوں۔

(مولف) حضرۃ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کہیں جا رہے تھے۔ راستہ میں آپکو ایک کتا ملا جس سے آپ نے دامن بچایا۔ کتے نے زبان حال سے کہا۔ اے بایزید رح میں سوکھا ہوں میرے ساتھ اگر کپڑا لگ جاتا۔ تو کو پلید نہ ہوتا۔ تیری گستاخی کی جو پلیدی ہے ۔ اگر اس پر ساتوں دریا بہ جائیں۔ تو یہ پاک نہ ہو گی۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا۔ تیرا ظاہر پلید ہے۔ اور میرا باطن پلید ہے میں چاہتا ہوں۔ کہ تیرے ساتھ رہوں۔ تاکہ میرا بدن پاک ہو جائے۔ کتے نے جواب دیا۔ اے بایزید رح تو میرے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ میں صابر درویش ہوں۔ تیرے گھر میں ایک مٹکا گندم کا بھرا ہوا ہے۔ اور لوگ آپ کو سلام کرتے ہیں۔ اور مجھے دیکھ کر دھتکارتے ہیں حضرۃ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر حیران ہو گئے

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باوجود علو شان کے ایک نصرانی عورت کی ٹھلیا سے وضو کیا تھا۔ اور وہ پاک لوگ کھانے کے بعد چکنائی وغیرہ دور کرنے کے لئے ہاتھ کی انگلیاں نہ دھوتے۔ بلکہ تلوں سے پونچھ لیا کرتے تھے۔ اور مسجد میں نماز بھی بغیر فرش کے پڑھتے تھے۔ اور سفر میں راستہ بھی اکثر پیدل چلتے۔ جو شخص زمین پر بغیر کچھ بچھائے لیٹ جاتا۔ اسے عزت کی نظر سے دیکھتے۔ اور باخدا سمجھتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ و دیگر اصحاب صفہ کا قول ہے۔ کہ ہم گوشت بھنا ہوا کھاتے۔ اور اگر تکبیر نماز ہو جاتی۔ تو انگلیوں کو کنکروں میں مل دیتے۔ اور نماز میں شامل ہو جاتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ہم رومال کو نہ جانتے تھے ہمارے رومال ہمارے پاؤں کے تلوے ہوتے تھے۔ جب کوئی چکنی چیز کھاتے۔ تو تلوے سے ہاتھ صاف کر لیتے ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ ان لوگوں کی توجہ باطن کی لطافت اور پاکیزگی کی طرف ہوتی تھی۔ اور

---

[1] سنا گیا تھا۔ کہ بعض احباب نے ایسے واقعات کے نکال دینے کا مشورہ دیا۔ لیکن میری عاجزانہ گذارش یہ ہے۔ کہ یہی واقعات اصل کتاب کی جان ہیں۔ جن کے لئے میرے جیسے بے اصل آدمیوں کے دل تڑپتے ہیں۔ کوئی اپنی طہارت اور اپنا تقویٰ لئے پھرتا ہے۔ ہمارا تو یہ مذہب ہے سگ کافر مشتم مسلمانی مراد کار نیست۔ لیکن درحقیقت دیکھا جائے۔ تو یہ کفر عین اسلام ہے۔

خوف شریعت نہ ہوتا۔ تو وہ کچھ لکھتا۔ جو لکھنے سے باہر۔ اور جو شریعت حقہ کے وجود سے بھی مشتبہ ہے۔ یہ دنیاوی لباس ہے۔ ورنہ اندر میں بھلا کیا کچھ نہیں

امور ظاہری میں یہ پاک لوگ تکلف نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ راستہ کے کیچڑ میں ننگے پاؤں چلے جاتے اور باوضو ہوکر مسجد میں نماز زمین پر پڑھتے۔ اور اونٹ گھوڑوں کے پسینے سے کوئی نفرت نہیں کرتے تھے۔ حالانکہ یہ جانور اکثر نجاستوں میں لیٹا کرتے ہیں۔

کسر نفسی و عبودیت کی شان اور نسبت کی لطافت

ایک دفعہ آپ پشاور تشریف لے گئے۔ واپسی میں آپ گولڑہ شریف اترے۔ اور پیر مہر علیشاہ صاحب سے ملے۔ پیر صاحب نے کہا۔ آپکو کہاں نسبت ہے۔ آپ نے فرمایا پہلے بندہ ہوں۔ پھر مسلمان پھر بیعت کا نام لوں۔ اس واقعہ کے بعد جب آپ آغا سکندر شاہ صاحب پشاوری سے ملے۔ تو یہ ذکر کیا۔ آغا صاحب نے بڑا تعجب کیا۔ کہ اتنے بڑے آدمی اور نسبت دریافت کرتے ہیں۔[۱]

ولی اللہ کا فعل خالی از حکمت نہیں

بندہ۔ مولوی۔ ایک روز آپنے فرمایا۔ کہ موضع فتوحی والہ چلو گے؟ بندہ نے عرض کی۔ ہاں چلوں گا۔ بندہ اس سے ایکروز پہلے مرض اسہال میں مبتلا تھا۔ آپ نے راستہ میں دو سیر پھٹیں خرید فرمائیں۔ اور ان کے ٹکڑے کرکے میرے آگے رکھ دیئے۔ کہ کھالو۔ بندہ نے عرض کی۔ کہ پہلے ہی بیمار ہوں۔ تو آپ نے فرمایا۔ یہ تمہیں فائدہ کریں گی۔ میں نے کھالیں۔ پھر اس کے بعد مجھے اسہال وغیرہ کچھ نہ ہوا۔ فتوحی والہ میں حضرت حافظ نور احمد صاحب مرید حضرت سلیمان صاحب تونسوی علیہ الرحمۃ کے رہتے تھے۔ نہایت پاکیزہ صورت اور اخلاق حمیدہ رکھتے تھے عمر ان کی اسّی سال کی تھی۔ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ جب کبھی قصور تشریف لاتے۔ تو موضع فتوحیوالہ میں حافظ نور احمد صاحب رح کی خدمت میں ضرور جایا کرتے تھے۔ ایک رات وہاں سو رہے تھے۔ خواب میں بندہ سے حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ کہ میاں جب کبھی کسی بزرگ کی خدمت میں آیا کریں۔ تو پچھلے خیال پیچھے چھوڑ آیا کریں .... ورنہ فائدہ نہیں ہوتا۔ جب صبح بیدار ہوئے۔ تو حالت بیداری میں بھی وہی کلمے دہرا رہے تھے۔ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ جو قصیدہ غوثیہ کے شعر پڑھا کرتے تھے۔ خواجہ نور احمد صاحب رح نے بندہ کے روبرو آپ کو اجازت دی تھی۔

---

[۱] آغا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تعجب بجا تھا۔ کہ کیوں کر اتنے بلند نسبت اولیاء کی نسبت کو حضرت پیر صاحب معلوم نہ کر سکے لیکن تعجب نہیں ابھی سے گہے بر طارم اعلےٰ نشینم۔ گہے بر پشت پائے خود نہ بینم۔ اور حقیقت کار لوگوں کو سب کچھ معلوم ہے۔ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن نسبت لطیف گل گلاب سے بھی زیادہ لطیف ہو کر پھیلتی ہے۔ تو باوجود دماغ معطر ہونے کے یہ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ یہ خوشبو کہاں اٹھ رہی ہے۔ یہ صرف آپ کا ہی کمال اور لطیف نسبت کا یہ درجہ تھا۔ کہ اتنے بڑے بزرگ اور اولیاء کو نسبت کا پتہ نہ چلا اگر نسبت کثیف یا موٹی ہوتی ہے۔ تو ہر ایک جان اور پہچان لیتا ہے۔

خودنمائی سے کمال نفرت

(بندہ) شاہ پور کا ایک آدمی مسمی احمد دین آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوا تھا احمد دین کی طبیعت پر کچھ ایسا سکر غالب ہوا تھا کہ ہر وقت محویت میں رہتا تھا۔ انہی ایام میں اسے طاعون ہو گیا۔ استغراق کی حالت میں اسے طاعون کی تکلیف کا کچھ پتہ نہ لگا۔ اس شخص کی عجیب کیفیت ہوتی تھی۔ جب بندہ شرقپور شریف جاتا۔ تو اس کے پاس رات کو ٹھہرتا اس کا بیان ہے۔ کہ میرے کھیتوں کو چوہا کھاتا تھا۔ اور بہت نقصان کرتا تھا۔ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ شاہ پور تشریف لائے۔ میں نے عرض کی۔ تو فرمایا تمہاری کھیتی کونسی ہے۔ میں آپکو کھیت میں لے گیا۔ آپ کھیت کے بیچ سے گذرے۔ اس کے بعد ہماری کھیتی میں کبھی چوہے نے نقصان نہیں کیا۔ ان دنوں میں احمد الدین کئی کئی روز تک نہ کھاتا تھا۔ اور طاقت بحال رہتی۔ ایک روز اسے خیال آگیا۔ کہ یہ مرتبہ تو ابدالوں کا ہے۔ زبان سے بھی اظہار ہو گیا۔ یہ بات میاں دل محمد صاحب نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ کے گوش گذار کر دی۔ آپ سن کر ناراض ہو گئے۔ اور احمد الدین کی نسبت سلب ہو گئی۔ اور چہرہ مسخ ہو گیا۔ اسی حالت میں بندہ کو ملا۔ اور یہ دردبھرا قصہ سنایا۔ بندہ نے کہا۔ شرقپور شریف جایا کرو۔ اس نے جواب دیا۔ کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ جب مجھکو دیکھتے ہیں تو اٹھ جاتے ہیں۔ میں نے کہا۔ خواہ کچھ ہو۔ تم جاتے رہو۔ کچھ عرصہ کے بعد طبیعت ویسی تو نہ ہوئی۔ مگر کچھ بہتر ہو گئی۔

غیرت کا انتقام

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ مولوی یار محمد صاحبؒ نے بیان کیا۔ کہ میں مکان شریف سے حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے ہمراہ واپس ہوا تھا۔ جب امرتسر آئے۔ تو آپ نے میاں خیر الدین کی مسجد میں داخل ہو کر فرمایا۔ اس جگہ بیٹھ جاؤ۔ اور یہ کہ کر آپ بازار تشریف لے گئے۔ اس مسجد کے حجرہ میں سید جماعت علی شاہ صاحب بھی مقیم تھے۔ میں اس حجرہ میں جا بیٹھا۔ جب آپ بازار سے واپس آئے۔ تو میں اپنی جگہ موجود نہ تھا۔ ادھر اُدھر آپ نے دیکھا میں حجرہ سے باہر چلا آیا۔ آپ مجھے دیکھ کر کچھ چپ سے ہو گئے۔ اور میری نسبت سلب ہو گئی۔ امرتسر سے آپ کے ہمراہ قصور پہنچے۔ اور بندہ سے مولوی یار محمد صاحبؒ نے اپنا تذکرہ سنایا۔ بندہ نے حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں مولوی یار محمد صاحب کی سفارش کی۔ آپ جوش میں آکر فرمانے لگے۔ یہ جانتا ہے۔ کہ "میں[1] شیر محمد ہوں" تو اس جگہ بٹھا گیا تھا۔ اٹھ کر

---

[1] یہ بھی ظہور غیرت ہے۔ کہ عارف کی ذات میں وہی صفات پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو ذات بابرکات عزاسمہ کے ظل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اوصاف میں ہے۔ جبار۔ متکبر۔ منتقم۔ مگر بشر کی انتقام جبر اور تکبر سے یہ الگ ہوتے ہیں۔ عارف اپنی ذات کو نظر رکھتا ہوا کبھی جذبہ غیرت میں نہیں آتا۔ بلکہ فعل مذموم کی ذات پر اس کی نظر اسے بے اختیار کر دیتی ہے۔ جس کی وجہ سے ایسے الفاظ منہ سے نکل کر تباہی کا باعث ہوتے ہیں اور عارف کی زبان منجانب اللہ حرکت کرتی ہوئی یہ سناتی ہے۔ کہ میں شیر محمد ہوں۔

چلا کیوں گیا۔ ہاں یہ بڑے بزرگوں کے پاس بیٹھے ہیں۔ بندہ نے پھر سفارش کی۔ تو آپ راضی ہو گئے۔ اور مولوی صاحب کی طبیعت بحال ہو گئی۔

زور طبیعت

(بندہ) آپ کے ہمراہ حضرت عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے قصور شہر کو واپس آ رہا تھا۔ اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب جو ایک ٹانگ سے معذور تھے۔ وہ بھی شہر سے سامنے آ رہے تھے۔ آپ نے انہیں اٹھایا۔ سو قدم تک دوڑتے ہوئے لا کر چھوڑا۔ اور فرمایا اتنا ہی سہی۔

استغنا رعلو ہمت

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں دربار حضرت داتا گنج بخش صاحب علیہ الرحمۃ سے گذرا۔ تو درگاہ سے آواز آئی۔ میں نے کہا۔ جو کچھ دینا ہے۔ میرے پیچھے بھیجدو۔ تو آپ کی نسبت ہمارے ساتھ ساتھ ہی چلی آئی۔

فیوضات باطنی

ایک دفعہ آپ قصور تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت بلہا شاہ صاحبؒ کے مزار مبارک پر گئے۔ وہاں آپ کو اس قسم کی نسبت آئی۔ فرمایا گو قول حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ کا ہے۔ کہ مرے ہوئے شیر سے زندہ بلی بہتر ہے۔ مگر یہاں جو کیفیت ہوئی۔ وہ زندوں سے کم نہیں۔ یہاں مزار پر مولانا جمال الدین صاحبؒ قصوری بھی موجود تھے۔ میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی پہلے ان سے شناسائی نہ تھی۔ آپ نے دیکھتے ہی فرمایا۔ آپ مولوی جمال الدین صاحب ہیں؟ مولانا صاحب نے کہا۔ آپ میاں صاحب شرقپوری ہیں؟ آپ نے متعجب ہو کر فرمایا۔ نہ میں مولانا کا واقف ہوں۔ نہ مولانا میرے واقف ہیں۔ خیر پھر آپ وہاں سے تشریف لے آئے۔ مولانا بھی آپ کے ہمراہ چلے آئے۔ مولانا صاحب نے عرض کی۔ کہ مجھ کو کوئی وظیفہ بتلایئے۔ آپ نے سورہ حشر کی آخری آیتیں پڑھنے کی اجازت فرمائی۔ مولانا صاحب نہایت ارادت سے ملتے۔ مولانا صاحب کے اخلاق حسنہ تو بہت ہیں۔ صرف ایک دو حالات آپکے تحریر کئے جاتے ہیں۔

(مؤلف) مولانا مولوی جمال الدین صاحب کے پڑوس میں ایک غریب آدمی بیمار تھا۔ اس کے علاج کے لئے حکیم احمد علی صاحب کو لائے۔ اور دو روپے بطور فیس حکیم صاحب کو دیئے۔ دوسرے روز پھر لائے۔ دو روپے دیئے۔ تیسرے دن بھی لائے۔ اور دو روپے دیئے۔ چوتھے روز اتفاقیہ مولوی صاحب کہیں تشریف لے گئے۔ اس مریض کے متعلقین حکیم صاحب کو لائے۔ جاتے وقت حکیم صاحب نے حسب معمول فیس طلب کی۔ صاحب خانہ نے کہا۔ روپے کیسے؟ تب حکیم صاحب کو معلوم ہوا کہ پہلے صاحب خانہ فیس نہیں دیتے رہے بلکہ مولوی صاحب ہی اپنی گرہ سے دیتے رہے ہیں۔

جب مولانا صاحب چونیاں سے قصور تشریف لائے۔ تو اسلامیہ مدرسے کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور

ساری عمر اس مدرسہ کی ہر طرح خدمت کرتے رہے۔ اور مدرسہ کی حالت سنوار کر ایسا چلایا۔ کہ استاد اور طلبا تمام خوش رہے۔ آپ کے بعد پھر مدرسہ کی ویسی حالت نہیں دیکھی"

آپ کی مرض الموت

ایک مرتبہ بندہ عیادت کے لئے ہمراہ حکیم احمد علی صاحب حاضر ہوا۔ تو آپ چارپائی پر تشریف فرما تھے بیٹھے بیٹھے فرمایا "کل مکان اس سے اچھا تجویز ہو جائے گا" آپ کے صاحبزادے ڈاکٹر محمد بشیر صاحب نے کہا آج آپ کی طبیعت اچھی ہے باتیں کر رہے ہیں۔ بندہ نے حکیم احمد علی صاحب سے کہا ڈاکٹر صاحب ان کا فرمانا سمجھے نہیں ہیں۔ پھر بعد میں بھی آپ نے اپنے صاحبزادہ محمد بشیر سے کہا۔ الحمد للہ "میاں صاحب شرقپوری اور آغا سکندر شاہ صاحب تشریف لے آئے ہیں۔ اسی رات آپ انتقال فرما گئے۔ اور رجاں بحق تسلیم ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپکے کمال، در او صاف لکھنے کیلئے ایک علیحدہ کتاب چاہیئے۔ بڑے متبرک بزرگ تھے۔

سجادہ نشین کیلئے روحانی نسبت و تعلق

(بندہ) ایک روز آپنے فرمایا۔ کہ میں باغبانپورہ میں حضرت ایشاں صاحب رحمۃ اللہ کے روضہ مبارک پر گیا۔ تو وہاں سے آواز آئی۔ کہ یہاں کچھ نہیں ہے۔ گدی والوں کے پاس چلے جاؤ میں ان کے پاس گیا۔ تو ان کی طبیعت میں جلالی و جمالی دونو نسبتیں دیکھیں...... نام ان کا حضرت میر جان صاحب علیہ الرحمۃ تھا۔

دعا کا اثر

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ ایک شخص ہندو جس کا نام یاد نہیں رہا۔ آپ کی خدمت میں شرقپور حاضر ہوا۔ اور التجا کی۔ کہ حضرت میں تنگدست ہوں۔ آپ نے اس کے لئے دعا فرمائی اور یہ بھی فرمایا۔ کہ لکڑی کا کام کرو۔ اس نے لکڑی کا کام شروع کر دیا۔ جس میں سے اسے پندرہ صد روپیہ فائدہ ہوا۔ دوسری مرتبہ جب وہ شرقپور شریف گیا۔ تو آپ قصور تشریف لائے ہوئے تھے۔ وہ شخص شرقپور سے قصور واپس آیا۔ اتفاقیہ بندہ اس وقت اسٹیشن پر گیا ہوا تھا۔ بندہ سے اس نے دریافت کیا۔ کہ میاں صاحب کہاں تشریف فرما ہیں۔ بندہ اس کو ہمراہ لے آیا۔ اور آپ سے ملا۔ پھر تیسری مرتبہ جب وہ شخص شرقپور گیا۔ تو بندہ بھی وہاں موجود تھا۔ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ اس کو دیکھکر بہت غصے ہوئے۔ اور فرمایا پھر شرقپور نہ آنا۔ ورنہ معاملہ الٹ ہو جائے گا۔ وہ بندہ شرقپور شریف میں چار پانچ روز ٹھہرا رہا۔ بندہ نے اس سے دریافت کیا۔ کہ تم جاتے کیوں نہیں۔ اس نے جواب دیا۔ چونکہ آپ نے پھر آنیکو منع فرمایا ہے۔ میں جاتا ہی نہیں (بندہ) نے حضرت میاں صاحب کی خدمت میں عرض کی۔ تو آپ اس سے خوش ہو گئے۔

القائے نسبت

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ حضرت صاحبزادہ منظر قیوم صاحب مدظلہ سجادہ نشین شرقپور شریف تشریف لائے۔ بندہ بھی وہاں حاضر تھا۔ صاحبزادہ صاحب مدظلہ نے بندہ سے

فرمایا۔ کہ تم بھی اتفاقیہ آئے ہو۔ میری سفارش حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں کرو۔ کیونکہ ہمارے خاندان عالیہ کی نسبت اس وقت حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے پاس ہی ہے۔ اگر میاں صاحب علیہ الرحمۃ اس جہان فانی سے تشریف لے گئے۔ تو یہ نسبت چونکہ اور کسی کے پاس نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ یہ نسبت آپ مجھے القا فرمائیں

بندہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے ہمراہ شرقپور شریف سے نبی پور جا رہا تھا۔ تو آپکی خدمت میں عرض کی کہ صاحبزادہ صاحب مدظلہ نے مجھے فرمایا ہے۔ کہ میری سفارش کرو۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ کہ میں نے تو یہ نسبت انہیں القا کر چھوڑی ہے۔ مگر صاحبزادہ صاحب کو پتہ نہیں لگا ہوگا۔ خوابوں میں کچھ دیکھتے ہیں۔ یا نہیں۔ بیشک آگے خیال کر کے دیکھ لیں۔ کہ اثر ظاہر ہوتا ہے یا نہیں۔ پھر شرقپور شریف واپس آئے۔ تو بندہ صاحبزادہ صاحب مدظلہ سے ملا۔ اور عرض کی۔ کہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ تو ایسا فرماتے ہیں۔ صاحبزادہ صاحب نے جواب دیا۔ کہ میں جوش و خروش کو نہیں چاہتا۔ وہ خالص نسبت چاہتا ہوں۔ جو ہمارے سلسلہ میں چلی آتی ہے سنہ ۱۳۴۶ھ ۱۳ شوال کو بندہ بر موقعہ عرس مکان شریف حاضر ہوا۔ اور حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر رہا۔ جب صاحبزادہ صاحب نے سنا۔ کہ ابراہیم (مولف) آیا ہوا ہے۔ پچھلی رات کسی شخص کے ذریعہ بندہ کو بلا بھیجا۔ صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو فرمایا۔ کہ آپ کہتے ہیں۔ کہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے نسبت القا کر چھوڑی ہے۔ مگر ابھی تک ظاہر نہیں ہوئی۔ بندہ نے عرض کی۔ کہ یکسوئی درکار ہے۔ آپ مجاہدہ فرمائیں گے۔ تو ظاہر ہو جائے گی آپ کی طبیعت کا رجحان کاروبار کی طرف بہت رہتا ہے۔ یہ سن کر صاحبزادہ صاحب نے فرمایا۔ کہ آپ نے بالکل درست کہا ہے۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے۔ کہ میں حضرت شاہ ابوالخیر صاحب رح کی خدمت میں دہلی بارہ تیرہ روز رہا اور وہاں میری طبیعت بہت محظوظ رہی۔ جب دہلی سے واپس آیا۔ تو پھر بھی میری طبیعت بہت اچھی رہی تھی امرتسر پہنچتے ہی طبیعت بدلنا شروع ہو گئی۔ حتیٰ کہ جب مکان شریف پہنچا۔ تو بالکل ہی بدل گئی۔ بندہ صاحبزادہ صاحب کی صداقت اور راست گوئی کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کیونکہ اس وقت کئی مرید آپ کے موجود تھے۔ ان کے روبرو اس قسم کی گفتگو نفس کے لئے شاق ہوتی ہے۔ اور آپ فرما بھی رہے تھے "کہ گو مرید پاس بیٹھے ہیں مگر مجھے اس بات کی پرواہ نہیں"

نسبت اور ماحول کا اثر

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ بندہ آپ کے ہمراہ کشتی پر سوار تھا۔ دریا اس وقت بہت طغیانی پر تھا۔ اور ملاحوں کا چپو سطح پر نہیں لگتا تھا۔

سلہ نسبت کا لفظ عموماً کتاب میں آیا۔ اور تصوف کی بھی جان ہے۔ موٹے الفاظ میں تعلق الٰہیہ کی کیفیت کا نام ہے۔ بعض مریدوں کو یہ نسبت وہبی ہوتی ہے۔ اور خود بخود اندر سے بھڑک اٹھتی ہے۔ اور تن من کو جلا دیتی ہے۔ لیکن مریدین کے لئے کسی ایسی ہستی پاک کی ضرورت ہے۔ جو اپنے سینہ عشق محبت کے چولہے سے دہکتی ہوئی انگاری سے مرید کے قلب میں آتش محبت کا دھواں لگا دے۔

آپ کشتی میں ایک طرف مراقب ہو کر بیٹھ گئے۔ جب پار اترے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ جُوں جُوں دریا میں گہرائی آتی تھی۔ توں توں میرے دل میں گہرائی آتی تھی جس کی کیفیت[1] بیان کرنا محال ہے

کیفیت وہبی ہے کسبی نہیں

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ مولوی نور الدین صاحب جو خلیفہ حضرت صاحب قبلہ بیربل ...... شریف والوں کے تھے قصور میں حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ سے بڑی مسجد میں ملنے کا اتفاق ہوا۔ ہر دو صاحبان پر ایک کیفیت طاری ہو گئی۔ دونو بزرگ آپس میں شکریہ ادا کرنے لگے۔ حضرت قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے تھے۔ کہ مجھ پر جو کیفیت طاری ہوئی ہے۔ اس طرح معلوم ہوتا تھا۔ کہ جس طرح تمام وجود میں ایک نشتر چل رہا ہے۔ جس کی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی۔ مولوی نور الدین صاحبؒ کا بھی ایسا حال ہوا۔ پھر آپس میں دوسرے روز ملے۔ تو وہ کیفیت نہ تھی ہر دو حضرات نے فرمایا کہ یہ کیفیت کسبی نہیں ہے۔ بلکہ عطائی ہے۔

توجہ کا اثر

اور ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ حضرت شیر محمد صاحب کھوسوی رح خلیفہ حضرت غلام نبی صاحب للہی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ اور بڑے پرہیزگار صاحب مجاہدہ تھے۔ آپ حلقہ میں توجہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ بندہ بھی آپ کے حلقہ میں شامل ہوا تھا۔ ایک دفعہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ قصور تشریف لائے تو اُن کو ملنے کیواسطے تشریف لے گئے۔ جب آپ نے توجہ فرمائی۔ تو تمام یار لوٹن پوٹن ہونے لگے حضرت مولنا شیر محمد صاحب کھوسوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی نشست چھوڑ کر دو زانو ہاتھ باندھ کر بیٹھ گئے۔ اور اچھی ارادت سے پیش آئے

مجذوب کی دعا

اور ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ قصور تشریف لائے اور حاجی رب نواز خاں صاحب کی بیٹھک پر قیام فرمایا۔ اتفاق سے سائیں غلام قادر صاحبؒ تشریف لائے۔ سائیں صاحبؒ مستانہ حال رہتے تھے۔ اور چار ابرو کی صفائی رکھتے تھے۔ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ سے ملے۔ اور انہوں نے دیوان حافظ رح کے چند اشعار پڑھے۔ حضرت میاں صاحب رح سُن کر فرمانے لگے۔ کہ ان شعروں میں نہایت سوز ہوا ہے۔ پھر سائیں صاحب رح نے آپ کو کہا۔ کہ آپ کہیں نہ جایا کریں۔ اپنے گھر میں چوکی بچھا کر بیٹھ رہا کریں۔ پھر سائیں غلام قادر صاحبؒ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی پشت کیطرف ہو گئے۔ اور اپنی انگلی سے چند اشارے کئے۔ اور انگلیوں کو حرکت میں لائے۔ بندہ نے دریافت

---

[1] سالک کی طبیعت چونکہ بشریت سے بالکل خالی ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس کا باطن شفاف آئینہ کیطرح ہو جاتا ہے۔ اور ہر سامنے آنے والی چیز کی حقیقت کے خواص کا اثر باطن پر نمودار ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں طبیعت بے قابو ہو جاتی ہے۔ لیکن جس کے مقابل ہوئی۔ وہی کیفیت باطن میں پیدا ہو گی۔ لیکن جب سالک اس منزل سے آگے نکل جاتا ہے۔ تو گاہے گاہے توجہ پر ایسا ہوتا ہے۔

کیا۔ کہ آپ کیا کرتے ہیں۔ جواب فرمایا۔ کہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی کمر باندھتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کا قصور میں آنا جانا کم ہو گیا۔ اور بھی کہیں بہت کم جاتے۔ سائیں غلام قادر صاحبؒ اچھے خوبوں سے بھرے آدمی تھے۔ آپ کے کشف وغیرہ بہت ہیں۔

ایک دن حاجی رب نواز صاحب نے سائیں صاحب سے عرض کی۔ کہ بھاگے جولاہے کا لڑکا کئی دن سے گم ہے۔ آپ دعا فرمائیں۔ یہ سنکر آپ نے بہت گالیاں دیں۔ پھر حاجی صاحب نے عرض کی۔ کہ دعا فرمائیں۔ آپ نے یوں کہنا شروع کیا۔ غلام احمد دینا بھاگے جولاہے کا بیٹا کہیں چلا گیا ہے۔ پھر فرمایا نہ مارو نہ مارو۔ خیر اس کے بعد حاجی رب نواز خانصاحب گھر آئے۔ تو دیکھا۔ کہ لڑکا موجود ہے۔ دریافت کیا۔ کوئی اسے مارنے بھی لگا تھا۔ کہا ہاں اس کا ماموں اسے مارنے لگا تھا۔ لوگوں نے اسے مار سے بچایا۔ مار پڑنے کا وہی وقت تھا۔ جب کہ سائیں صاحب مارنے سے منع کر رہے تھے۔

علو ہمت جلالی تربیت

ایک دفعہ کا واقعہ ہے۔ کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد قصور تشریف لائے۔ اور اپنے ہمشیرہ زادہ میاں علم الدین صاحب سے یک صد روپیہ بطور قرضہ لیا۔ اور رہتک تشریف لے گئے۔ چونکہ آپ وہاں ملازم تھے۔ رہتک جانے کے تھوڑے عرصہ بعد وہیں آپ کا انتقال ہو گیا۔ اطلاع آنے پر حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے چچا صاحب میاں حمید الدین رہتک روانہ ہو گئے۔ بعد ازاں حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کو بھی خبر ہوئی۔ کہ چچا صاحب چلے گئے ہیں۔ آپ بھی اُن کے پیچھے پیچھے رہتک پہنچے۔ وہاں جا کر معلوم ہوا۔ کہ چچا صاحب تو شرقپور واپس چلے گئے ہیں اور ایک گھوڑی جو آپ کے والد بزرگوار کے سواری کے لیے تھے وہ بھی لے گئے ہیں۔ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے والد بزرگوارؒ کی مزار پر جا کر زیارت کی۔ اور فاتحہ خوانی کر کے پھر وہاں سے قصور تشریف لائے۔ چند روز کے بعد میاں علم الدین آپ کے پھوپھی زاد بھائی نے اپنے قرضہ یک صد روپیہ کا مطالبہ شروع کیا۔ جو کہ آپ کے والد بزرگوار نے اُن سے لیے تھے۔ چونکہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ متوکل تھے۔ اور اس وقت آپ کے پاس بھی کچھ نہیں تھا۔ کنواں اور زمین پر بھی آپ کا قبضہ نہ تھا۔ میاں علم الدین طرح طرح کی ملامتیں کرتا۔ اور بہت ناگفتہ بہ باتیں استعمال میں لاتا۔ مگر آپ صبر سے کام لیتے۔ اور خاموش رہتے۔ حتیٰ کہ میاں علم الدین نے عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ عدالت میں نہ حاضر ہوئے۔ اور ڈگری آپ پر ہو گئی۔ پھر علم الدین قرقی

؎۱ تمام کاملین اولیاء کو تربیت جلالی نہایت زبردست دیجاتی ہے اور انبیاء کو بھی اس مرحلہ میں فداکران کی طبیعت میں ماسوائی سے بیزاری کا جذبہ پختہ کیا جاتا ہے۔ حضرت خاتم النبیینؐ پر ابتدائی تکالیف کا اندازہ کیا جائے۔ ہمارے حضرت کے تمام ابتدائی اذکار کسی کسی نے دکھائے نہیں۔ ورنہ سالک کیلئے یہ اذکار نہایت مفید اور استقامت بخش ہیں۔ تفصیل کیلئے کتاب نقلاب کو دیکھنا چاہیے۔

کا پروانہ لیکر شرق پور چلا گیا۔ آپ کے چچا حمید الدین صاحب نے علم الدین کو روکا۔ کہ تم ٹھہر جاؤ۔ پھر میاں حمید الدین صاحب نے ایک خط بندہ (مولف) کیطرف لکھا۔ کہ کوئی میاں شیر محمد صاحبؒ کا دوست ہے۔ جو ایک صد روپیہ بطور قرض دے۔ بندہ خط لے کر حاجی حبیب اللہ صاحب گورہ کے پاس گیا۔ ان کو خط دکھایا۔ انہوں نے یکصد روپیہ بطور قرض دیا۔ اور وہ روپیہ میاں علم الدین کو ادا کیا گیا۔

نگاہِ عبرت

مولوی چراغ الدین صاحب سکنہ اٹاری آپ کے پیر بھائی کا بیان ہے۔ کہ ایک دفعہ آپ کے ہمراہ بندہ مکان شریف گیا۔ ایکروز ہم باہر جنگل میں پل پر پہنچے۔ تو وہاں ایک مرا ہوا کتا پڑا تھا۔ وہ قریباً چار پانچ یوم کا مرا ہوا پڑا تھا۔ جب اس کے قریب پہنچے۔ تو سخت بدبو آئی۔ دیکھا تو اسکو کیڑے بھی پڑے ہوئے تھے۔ آپ کے ہمراہ جتنے یار تھے۔ سب ناک دبا کر پیچھے ہٹ گئے۔ لیکن آپ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ اور بیٹھکر عبرت[۵] کی نگاہ سے دیکھتے رہے۔ اور فرماتے۔ کہ چار روز گذرے ہیں۔ کہ تو ہماری طرح پھرتا تھا۔ آج تیرا یہ حال ہو گیا ہے۔ نہایت غور اور عبرت سے دیکھتے تھے۔ کچھ دیر آپ اُس کے پاس بیٹھے رہے۔ ہم سب فاصلہ پر کھڑے رہے۔

بندہ (مولف)، ایک حدیث لزیں قسم آئی ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم نے مجھے فرمایا۔ کہ اے ابا ہریرہ چل میں تجھکو دنیا اور ما فیہا دکھلاؤں۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر مدینہ طیبہ کے باہر جنگل میں تشریف لے گئے۔ جب ہم وہاں پہنچے۔ تو ایک جگہ چند کھوپریاں اور پاخانہ اور ہڈیاں اور چیتھڑے پڑے ہوئے تھے۔ انہیں دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ اے ابا ہریرہ۔ یہ کھوپریاں ایسی ہی ہوس رکھتی تھیں جیسی کہ تم رکھتے ہو۔ اور ایسی ہی امید رکھتی تھیں جیسی کہ تم رکھتے ہو۔ اب وہ ایسی ہو گئی ہیں۔ کہ ان کا اپنا چمڑہ بھی نہ رہا۔ اب چند روز میں راکھ ہو جائیں گی۔ یہ پاخانہ جو تم دیکھتے ہو۔ ان کی غذا تھی۔ اور یہ چیتھڑے ان کی پوشاک ہے۔ جو ہوا سے مارے مارے پھرتے ہیں۔ یہ ہڈیاں ان کے چوپایوں کی ہیں۔ کہ جن پر وہ چڑھ کر شہر بشہر پھرا کرتے تھے۔

اے ابوہریرہ رضؓ جب انجام اس گھر یعنی دنیا کا یہ ہے۔ تو اب یہ جگہ نہایت ہی عبرت اور گریہ زاری کی ہے حضرت ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں۔ کہ جب تک ہم خوب نہ روئے۔ تب تک وہاں سے نہ لوٹے۔ سبحان اللہ

دنیا سے نفرت

ایک دفعہ حاجی عبدالرحمٰن صاحب نے کہا۔ کہ ایک مسافر سوالی آیا ہوا ہے۔ آپ نے ایک روپیہ نکال دے پٹکا۔ اور اس پر پانچ چھ جوتے لگا کر فرمایا۔ کہ اس نے

[۵] ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے عبرت بین آنکھ دی ہے۔ لیکن دیکھنا یہ چاہیئے۔ کہ اس درجہ پر عبرت بین آنکھ کس کو نصیب ہوتی ہے۔ اصل عرفان یہی ہے اور بس۔

لوگوں کو خراب کر دیا ہے۔ پھر حاجی صاحب کو فرمایا۔ کہ یہ اس کو دے دینا۔

روحانیت کا اقرار

ایک دفعہ ایک سکھ حاضر خدمت ہوا۔ اور آپ کی خدمت میں چپکا بیٹھا رہا آپ بھی اس کی طرف خیال کرکے چپکے بیٹھے رہے۔ گھنٹہ بھر کے بعد اس نے کہا۔ دھن مہاراج میرا دو تین سال کا کام کر دیا۔ اب مجھے کوئی حاجت نہیں اس کے بعد پھر ایک اور سکھ حاضر ہو کر خدمت میں بیٹھا رہا۔ جب اٹھا تو کہا۔ دھن مہاراج میری عمر درست کر دی۔ اب مجھے کسی جگہ آنے جانے کی حاجت نہیں۔

لغزشات و تقصیرات سے معافی

اکثر دوستوں سے جناب کو بہت تکلیف ہوتی تھی مگر حضور اپنے نفس کی خاطر کسی سے بھی عداوت نہیں رکھتے تھے اور آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ کسی کے وجود سے ہمیں دشمنی نہیں۔ اگر رنج ہے تو اس کے اعمال سے اور وہ تکلیفات بھی اس قسم کی ہوتی تھیں۔ کہ آپ دوستوں کا فائدہ مدنظر رکھ کر ان کو ہدایت فرماتے۔ مگر وہ اپنی کوتہ چشمی کی وجہ سے الٹا خیال کرتے۔ اور حضور کی مخالفت کرتے۔ جس پر آپ کو بھی رنج پہنچتا۔ چنانچہ یہ عاجز بھی حضور کو تکلیف دینے میں بالمقابل کھڑا ہو گیا۔ حضور نے چونکہ میرے ہی فائدہ کیلئے ایک بات کہی تھی۔ اور میری کوتہ چشمی سے آپ کی طرف سے میرے دل میں میل بیٹھ گئی۔ اور آپ کو خطوط میں بہت ہی سخت کلمات تحریر کئے۔ جن سے حضور کو کمال رنج ہوا۔ مگر جب میں نے حاضر خدمت ہو کر معافی مانگی۔ تو حضور نے معاف کر دیا۔ سالک ہی بندہ نے عرض کی۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔ کیونکہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ قاتل حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اے وحشی اسلام تو تیرا قبول ہے۔ مگر تو ہمارے سامنے نہ آیا کر۔ کہ تیرے سامنے آنے سے چچا مرحوم امیر حمزہ رضی اللہ عنہ یاد آجاتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں جب یہ عرض کی۔ تو فرمایا وہ شان نبوت تھی۔ اس جگہ یہ بات نہیں۔ پھر میرے دل کو تسکین ہو گئی۔[۱]

میاں غلام اللہ صاحب مدظلہ آپ کے بھائی انٹرنس پاس کر کے طبیہ کالج میں تعلیم حاصل کر کے چاہتے تھے۔ کہ ملازمت کریں اور اپنا طبی کام بھی شروع کر دیں۔ مگر آپ کا منشا یہی تھا۔ کہ وہ اللہ اللہ ہی کریں مگر میاں غلام اللہ صاحب اپنے خیال میں اس کو مخالفت سمجھتے رہے۔ جب بعد میں اللہ اللہ کی طرف مشغول ہوئے۔ تو آپ نے اپنی کمال مہربانی سے لنگر کا کام ان کے سپرد کر دیا۔ اور خوش ہو گئے۔ مگر اب ان کو بھی

[۱] آپ کے ان الفاظ کا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ شان نبوت میں سختی ہے۔ معاذ اللہ بلندی شان اس کے متقاضی ہے۔ کہ غیرت فرمائے مگر ہم میں تو سراسر مسکنت ہے۔ چہ جائیکہ دہ ہم بھی پیدا ہو۔ اصل میں اپنی مسکنت ان الفاظ سے ظاہر فرمائی۔ ظاہر سے بڑھ کر حقیقت پر آپ کا خیال ہوتا تھا۔

معلوم ہوگیا ہے۔ کہ ہمارے واسطے بہت ہی خیر خواہی کرتے تھے۔

صلح جوئی

مکان شریف میں امام الدین نامی ایک زمیندار نے ایک مکان بنانا شروع کیا تو حضرت میر مظہر قیوم صاحب مدظلہٗ سجادہ نشین وغیرہم نے اس کو بنانے سے روکا اور مقدمہ عدالت میں دائر ہو گیا۔ عرس کے موقعہ پر جب حضرت میاں صاحب تشریف لے گئے۔ تو اس زمیندار نے آپ سے شکایت کی۔ کہ میں مکان بنانے لگا۔ تو حضرت صاحب نے روک دیا ہے۔ حالانکہ جگہ میری ہے آپ نے حضرت صاحبزادہ سے دریافت کیا۔ تو انہوں نے اپنی ملکیت ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ایک وہ زمانہ تھا۔ کہ لوگ حضرت اعلیٰ یعنی روضہ والوں کو مکانات اور زمینیں دیتے تھے۔ اور آپ قبول نہ فرماتے تھے۔ آج آپ لوگوں سے جھگڑتے ہیں۔ یہ مکان اس کو دے دیں۔ اور صلح کرلیں۔ آپ کے سامنے صلح تو ہو گئی۔ اور مقابل میں باہم قانونی نوشت و خواند بھی ہوگئی۔ بلکہ اس نوشت میں کاتب نے حضور کا نام بھی لکھ دیا۔ جب وہ نوشت آپ کو سنائی گئی۔ تو آپ نے اپنا نام سن کر ناراضگی فرمائی اور فرمایا۔ کہ میرا نام کس نے لکھوایا۔ خیر آپ شرقپور واپس تشریف لے آئے۔ تو بعد میں پھر ان میں مخالفت ہو گئی۔ اور وہ صلح رفت گذشت ہو گئی۔ آپ جب دوبارہ مکان شریف گئے۔ تو یہ حالات سنکر سخت پریشان ہوئے۔ اور فرمایا اچھا مقدمہ ہی کرلو۔ قدرت خداوند وہ زمین اس زمیندار کو مل گئی۔ اور صاحبزادگان سخت نادم ہوئے۔ کہ ہم نے آپ کا فرمان کیوں نہ قبول کیا۔

کسر نفسی اور انتہائی فناہ

آپ کے پیر روشن ضمیر حضرت صاحب کوٹلہ شریف والے آپ کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا کرتے تھے۔ تمہارے وجود سے در و دیوار ذاکر ہوں گے۔ جب حضرت صاحب نے آپکو اجازت فرمائی۔ تو آپ مدت تک انکار ہی کرتے رہے اور فرماتے۔ کہ میں تو کسی لائق نہیں ہوں۔ لوگوں کو کیا تعلیم کروں۔ مگر آخر کار اعلیٰ حضرت کے اصرار سے آپ نے لوگوں کو تعلیم شروع کر دی۔ آپ جسے بھی تعلیم فرماتے۔ والا و شیفتہ ہو جاتا۔ اور اس کو اپنا ہوش نہ رہتا۔ اس قدر وجد ہوتا۔ کہ کئی آدمی کنوئیں میں گرجاتے۔ کئی اونچے اونچے مکانوں سے گر پڑتے۔ مگر اللہ کے فضل سے انہیں کوئی تکلیف نہ ہوتی

فیض حدیث سے

ایک روز آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ مثنوی مولانا روم میں صرف ایک بیت شہود کا ہے۔ باقی اشعار سب وجود کے ہیں۔ اور ایک روز فرمایا۔ مثنوی تحفۃ العاشقین کے ورقوں پر آگ بلتی ہوئی ہے۔ اور ایک روز فرمایا مثنوی بوعلی قلندر صاحب میں محبت ہے۔ ایک دفعہ آپ دیپالپور تشریف لے گئے۔ مولوی فضل حق صاحب کتاب بخاری شریف لائے۔ مولوی

صاحب حدیث شریف پڑھ کر سناتے تھے۔ تو آپکی طبیعت ایک قسم کے سرور میں آجاتی

نسبت کی بلندی

ایک دفعہ آپ قصور تشریف لائے۔ اور حکیم فتح محمد صاحب مرحوم کی دوکان پر گئے۔ حکیم صاحب نے ایک کتاب حضرت نقشبندیؒ کے حالات میں لکھی ہوئی آپ کو دی۔ آپ نے کتاب کو ہاتھ لگاتے ہی بندہ کیطرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اس کتاب کو مس کرنا ہی تھا۔ کہ دل میں ایک سوز پیدا ہو گئی۔

ابتدا اور انتہا کا موازنہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ بندہ اس نیت سے شرقپور شریف حاضر ہوا کہ عرض کروں کہ تمام کیفیات بند ہو گئی ہیں۔ جب مینجک کے بالاخانہ پر پہنچا۔ تو حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ اپنی دستار مبارک کو درست کر رہے تھے۔ بندہ (مولف) کی طرف دیکھ کر فرمایا "کدھر گیاں اوہ کیفیتاں اور ذوق شوق وہ حال۔ کوئی اس کی انتہا بھی ہے" چونکہ آپ بہت مہربان تھے۔ بندہ (مولف) بھی آپ کے کرم پر نازاں تھا۔ اکثر اوقات لوگ آپ سے سوالوں میں چپ رہ جاتے تھے۔ ایک روز موقعہ پا کر عرض کی۔ آپ کے کیفیات کا کیا حال ہے۔ فرمایا بالکل کوئی کیفیت نہیں۔ البتہ کوئی یار مطابق ہو۔ یا نماز میں کیفیت ہوتی ہے۔ بندہ (مولف) نے عرض کی۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رح بھی فرماتے ہیں۔ کہ ہمیں اب کوئی کیفیت باقی نہیں رہی۔ الا عورت کو دیکھوں یا عورت کے کپڑے کو دیکھوں تو کیفیت ہوتی ہے۔ وہ اس لئے کہ عورت بھی مظہر اتم ہے۔ یعنی خالقیت کا ظہور عورت میں ہی ہوتا ہے پھر عرض کی۔ کہ حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ دنیا میں تین چیزیں مجھے محبوب کی گئیں ایک خوشبو۔ دوسری عورت۔ تیسری نماز جو ٹھنڈک میری آنکھوں کی ہے۔

ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ حافظ کریم بخش صاحب سکنہ کھیم کرن خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی۔ مجھے خدا تعالےٰ مل جائے۔ جواب میں فرمایا۔ ہمیں تو یہ اللہ اللہ کرنا آتا ہے۔ تم اسی طرح کیا کرو۔ تو پھر حافظ صاحب کا یہ حال ہو گیا۔ کہ ہر وقت سکر میں رہتے۔ دیوانوں کی طرح پھرتے۔ ایک دفعہ شرقپور کے راستہ میں ان کو چند ہندوؤں کے ہمراہ چلنے کا اتفاق ہوا۔ ان میں ایک عورت بھی تھی۔ وہ حافظ صاحب کو دیکھکر کہنے لگی۔ یہ بھائی کوئی بھگت معلوم ہوتا ہے۔ ایکروز حافظ صاحب نے حاضر ہو کر آپ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ جو کچھ مجھکو دیا ہے۔ وہ واپس لے لیں۔ بندہ (مولف) نے کہا۔ کیوں تو حافظ صاحب نے جواب دیا۔ کہ یہ مجھے

۵۱ کسی مجلس کے مقابل ہونیسے کیفیت کا پیدا ہونا یا تو مخلص کا انعکاس ہو سکتا ہے۔ یا دو مختلف طبیعتوں کی ترکیب کیوجہ سے خیال کیا جا سکتا ہے۔ کیفیت ابتدا میں بھی مفرد نہیں ہوتی۔ بلکہ کسی وساطت سے پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن ابتدا میں معمولی ذریعہ سے بھی تو کیفیت بلند ہوتی ہے۔ لیکن انتہا میں خاص ذریعہ کے بغیر پیدا ہونا مشکل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مخلص نے کیفیت کے جذبے کو جنبش دی۔ یا نماز نے۔

بہت ستاتا ہے۔ سونے نہیں دیتا۔ کہیں آرام نہیں ملتا۔ اس کے بعد حافظ صاحب کی طبیعت میں کمی آگئی۔ اور اعتقاد میں اسی طرح رہے۔

اتباع شریعت

فیض پور کلاں میں ایک حکیم کرم الٰہی تھے۔ وہ آپکی خدمت میں آیا کرتے۔ اور آپ بھی کبھی کبھی فیض پور اُن کے پاس تشریف لے جایا کرتے۔ حکیم صاحب مرید میاں عمرالدین صاحبؒ قادری نوشاہی کے تھے۔ ورد و وظائف میں ہر وقت مشغول رہتے۔ میاں صاحب علیہ الرحمۃ سے حکیم صاحب کا بہت رابطہ ہوگیا۔ بندہ (مولف) کو بھی دو تین دفعہ فیض پور حکیم صاحب کے پاس بھیجا۔ حکیم صاحب نے بندہ سے ذکر کیا کہ جب کبھی چھت پر چڑھ کر شرقپور شریف کو دیکھتا ہوں۔ تو مجھے فیض آنے لگتا ہے۔ اور میاں عمرالدین صاحبؒ حکیم صاحب مذکور کے پیر حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔ اور عرض کیا کرتے۔ کہ کاش میں نے جو چند مرید کئے ہیں۔ نہ کرتا۔ بس آپ دعا فرمائیں۔ کہ میرا اور میرے ملنے والوں کا انجام اچھا ہو جائے۔ جب میاں عمرالدین صاحبؒ کا انتقال ہوگیا۔ تو حکیم کرم الٰہی صاحب اور میاں محمدالدین راول اور پیر بھائی مل کر ایک درخت بیری کے گرد طواف کرنے لگے۔ وہ اکثر اس بیری کے گرد طواف کیا کرتے تھے۔ کسی نے ان سے دریافت کیا۔ کہ تم بیری کے گرد کیوں طواف کرتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا۔ ہمارا دادا پیر اس کے نیچے بیٹھتے تھے۔ جب آپ نے یہ واقعہ سُنا۔ تو حکیم صاحب کی نسبت سلب کر لی۔ حکیم صاحب کی وہ کیفیت جاتی رہی۔

ہمت بیجا سے نفرت اور اسپر تعریض

ایک روز بندہ شرقپور شریف آپکی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک شخص کہیں سے آیا ہوا تھا۔ اس نے ذکر کیا۔ کہ فلاں جگہ ایک فقیر ہے۔ اُس نے جنگل میں بیٹھے بیٹھے تین چار دفعہ ہی تکرار کیا۔ "دیکھتے ہو دیکھتے ہو" پھر اُس نے گردن جھکالی۔ چند منٹ بعد بہت سی مخلوق آنے لگی۔ اور بڑا مجمع ہوگیا۔ کئی طائفے کنجریوں کے بھی آگئے۔ اور وہ ایک اکھاڑہ بن گیا رنڈیاں یکے بعد دیگرے مجرا کرنے اور گانے ناچنے لگیں۔ اور خوب مجلس جم رہی تھی۔ جب فقیر نے گردن اٹھائی۔ تو وہ سب مجمع منتشر ہونے لگا۔ حتیٰ کہ ایک بھی آدمی نہ رہا۔ یہ ذکر سُن کر حضرۃ میاں صاحب علیہ الرحمۃ بہت بیزار ہوئے اور جوش میں فرمایا۔ لو ماں[1] دی رواح نال ہمت نکالی ہے۔ اسی ہمت کو اگر دین پر لگاتا۔ تو کچھ نتیجہ بھی نکلتا۔ آپ اس فقیر کے ان فعلوں سے سخت بیزار ہوئے۔

انابت

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کبھی بمقتضائے بشریت اگر کوئی خطا بھی ہو جاتی۔ تو اس پر آپ بہت افسوس کرتے۔ اور عبرت پکڑتے۔ اور اتنا روتے۔ کہ روتے روتے چیخیں نکل جاتیں۔

[1] یہ پنجابی میں نفرین کا جملہ ہے

کشف محبت و اطاعت والدین

ایک دفعہ مولانا مولوی اصغر علی صاحب روحی پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور انجمن حنفیہ کے سالانہ جلسہ پر قصور تشریف لائے۔ تو انہوں نے ایک واقعہ بیان کیا۔ کہ میں ایک دفعہ بخار شدید میں مبتلا ہو گیا۔ چونکہ میرا اعتقاد ہے۔ کہ جس طرح دوا میں اثر ہے۔ اسی طرح دعا میں بھی ہے۔ بلکہ زیادہ ہے۔ اس لئے میں نے ارادہ کیا۔ کہ کسی شخص کو صبح حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں شرقپور روانہ کروں۔ دعا بھی کرائے۔ اور پانی بھی دم کرا کے لیتا آئے۔ خیر رات اسی حالت میں گذری۔ صبح فجر کی نماز کا وقت تھا۔ کہ کسی نے دروازہ پر دستک دی۔ دروازہ کھولا گیا۔ تو حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کھڑے ہوئے ہیں۔ آپ اندر تشریف لے آئے۔ اور میری چارپائی پر آ کر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا کیا حال ہے۔ پھر تین چار منٹ یا کچھ زیادہ بیٹھنے کے بعد فوراً جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اور فرمایا۔ مریض کے پاس زیادہ دیر بیٹھنے سے اسے تکلیف ہوتی ہے۔ چونکہ والدہ نے فرمایا تھا۔ کہ جلدی آجانا۔ اس لئے میں جاتا ہوں۔ یہ کہ کر آپ تشریف لے گئے۔ اور مجھے اسی روز صحت ہو گئی۔ اب غور کرنے کا مقام ہے۔ کہ شرقپور سے کس وقت آپ چلے۔ حالانکہ اس زمانہ میں موٹر نہیں تھی۔ بلکہ یکے ہوتے تھے۔ جو شام سے پہلے لاہور آجاتے۔ بعد میں تکل چلتے تھے۔ اور صبح بھی دن چڑھے سواری چلتی تھی۔ دوسرا کونسی تار برقی دی تھی۔ سبحان اللہ علمائے دین کا قدر آپ کے دل میں کس قدر تھا۔ اور والدہ کے فرمان کی عظمت۔

بے نیازی اور بلند فطرتی

ایک شخص جناب حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی۔ کہ مجھے چوتھے کا تپ آتا ہے۔ آپ نے تعویذ لکھ دیا۔ اس کا تپ ٹوٹ گیا۔ وہ شخص ایک بھینس لے آیا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا۔ میں نے اس کو رکھنا تو ہے نہیں۔ تم سے لے کر جو کسی اور کو دوں بہتر یہی ہے۔ کہ تم ہی اسے واپس لے جاؤ۔ پھر وہ شخص اپنی بھینس واپس لے گیا۔

خدمت و انکسر نفسی

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ ایک مولوی صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے ہمراہ ان کا سالا تھا۔ وہ کثرت اسہال کی وجہ سے بیمار ہو گیا۔ مولوی صاحب اسے چھوڑ کر کہیں چلے گئے تھے۔ اسے رات دن میں کئی کئی بار قضائے حاجت جانے کی ضرورت ہوتی۔ آپنے اس بیمار کو اپنے مکان پر ٹھہرایا ہوا تھا۔ آپ اپنے ہاتھوں سے اس کے اسہال وغیرہ اٹھاتے اور صاف کر کے باہر پھینکنے جاتے۔ ان دنوں بندہ (مولف) بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ بندہ نے اس ارادہ سے قدم اٹھایا کہ میں بھی اس شخص کی خدمت کروں۔ لیکن آپ نے فرمایا ہوں ہوں۔ وہ شخص کئی کئی بار رات کو پانی مانگتا۔ آپ اس طرح پانی لے کر جاتے جس طرح کوئی غلام خدمت کرتا ہے۔ بندہ (مولف) سے فرمایا۔ کہ میں کل مسجد میں مراقبہ

جا بیٹھا۔ تو کوئی آواز دیتا ہے۔ او مکری مکر کرتا ہے۔ جا اس کی خدمت کر۔ کئی روز کے بعد مولوی صاحب واپس آگئے۔ اُس بیمار کی حالت کچھ اچھی ہو گئی تھی۔ مولویصاحب نے کہا۔ میں ایسے دہوکہ بازوں اور مکاروں کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ بیشک ایسا ہی ہے۔ پھر تو مولوی صاحب گرویدہ ہو گئے۔ اور بیعت کی درخواست کی۔ اور بندہ نے بھی اُس کی سفارش کی۔ تو فرمایا۔ چپ رہو تم نہیں جانتے۔ اور آپ نے مولوی صاحب کو قبول نہ کیا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آپ سفر جانے لگے۔ تو آپکے ہمراہ ایک دوست تھا۔ اُسے تو گاڑی پر سوار کیا۔ اور آپ اس کے ہمراہ پیدل تشریف لے چلے۔ حتیٰ کہ اس منزل مقصود تک پہنچ گئے۔ مگر آپ بالکل سوار نہ ہوئے۔

خواب میں ارشاد ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ بندہ (مولف) کے بھائی نے صلاح دی۔ کہ لائل پور چل کر دوکان کریں۔ بندہ نے بھی ارادہ کر لیا۔ اور تیار ہو گیا۔ رات کو خواب میں آپ نے فرمایا۔ لائل پور نہیں جانا۔ بندہ نے ارادہ ملتوی کر دیا

فراست اور کشف ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ حکیم احمد علی صاحب قصوری نے آپ سے بیعت کی درخواست کی۔ آپ نے قبول نہ کیا۔ پھر کئی دفعہ حکیم صاحب حاضر خدمت ہوئے۔ مگر آپ نے قبول نہ فرمایا۔ ایکدن آپ نے فرمایا۔ انبیاء علیہم السلام کو معراج[2] ہوتے ہیں اور ولیوں کو بھی ہوتے ہیں۔ اس کلام سے حکیم صاحب کو کچھ عقدہ پڑ گیا۔ پھر وہ حل بھی ہو گیا حتیٰ کہ چھ سات ماہ گذر گئے۔ تو بندہ (مولف) نے آپکی خدمت میں عرض کی۔ کہ حکیم صاحب کو کیوں قبول نہیں فرماتے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ علم والا ہے۔ اسے وسوسے پڑیں گے۔ بندہ (مولف) نے عرض کی۔ اسے کیا علم ہے۔ حتیٰ کہ آپ مکان شریف تشریف لے گئے۔ اور پیچھے بھوڑہ شریف حضرت سید حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے قریب حکیم صاحب کو لے گئے۔ وہاں آپکو کشف ہوا۔ کہ آپ بیعت سے کیوں انکار کرتے ہیں۔ جو آپ کے پاس آتا ہے۔ وہ ہمارے پاس آتا ہے۔ آپنے

---

[1] عالم رویا میں بزرگوں کیطرف سے کئی ایک القا ہوتے ہیں۔ لیکن ایسا القا جس کی بنیاد ایک کشف ہو۔ بہت کم ہوتے ہیں۔ اور جو فعل کہ بزرگوں سے ظہور پاتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کشفی رویت پر دیکھا۔ یا ساریۃ الجبل۔

[2] جس طرح ریل۔ موٹر گاڑی اور گھوڑے کی سواری ایک جیسی نہیں۔ لیکن سواری میں تمام شریک ہیں۔ اسی طرح معراج کے لفظ میں اشتراک کلی ہے۔ ورنہ معراج انبیاء اور معراج اولیا اور معراج مومنین۔ اور حضور علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا۔ الصلوٰۃ معراج المومنین۔ حالانکہ بقول اصح حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کو صرف ایک معراج ہوئی۔ اولیاء اللہ کو معراج الہامی صورت میں ہوتی ہے۔ اور قرب حقیقی کے منازل میں قرب پیدا ہو جاتا ہے۔ اور بس جسم عنصری کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن محویت اور استغراق کا انتہا ہوتا ہے۔ کہ سالک کو ماسوائی کی خبر نہیں ہوتی۔ اور اپنے آپکو بارگاہ ربوبیت میں دو زانو بیٹھا پاتا ہے۔

حکیم صاحب کو بیعت کر کے انہیں وہاں چھوڑا۔ اور حکیم صاحب کو بھی قریباً یہی کیفیت ہوئی۔ اور حکیم صاحب کے وجود پر ایک قسم کا جذب طاری ہو گیا۔

ہمدردی

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ شہر قصور شریف میں پہلی مرتبہ جب طاعون کی وبا پھیلی تھی۔ ایک آدمی طاعون سے فوت ہو گیا۔ لوگ وحشت میں آئے۔ اس میت کو چھوڑ کر بھاگ گئے حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کو اس کی اطلاع ملی۔ تو آپ اپنے ہمراہ میاں محمد الدین صاحب پیر بھائی کو لے کر وہاں تشریف لیگئے۔ اور خود اس میت کی چارپائی اٹھائی۔ اگر مسجد میں برائے غسل لے جاتے۔ تو مسجد والے اندر داخل نہ ہونے دیتے۔ اور جب باہر کسی کنوئیں پر لے جاتے۔ تو زمیندار لاٹھیاں اٹھا لیتے۔ چنانچہ ایک کمیٹ میں چارپائی رکھ کر وہاں نہلانے والا تختہ منگوایا۔ اور پانی کے مٹکے منگوائے۔ اس میت کی برادری کے لوگ اور رشتہ دار سب دُور دُور کھڑے تھے۔ قریب اُس کے کوئی بھی نہیں آتا تھا میاں محمد الدین پانی ڈالتا جاتا۔ اور آپ میت کو غسل دے رہے تھے۔ بعد غسل کے اسے کفن دیا گیا۔ پھر تمام لوگوں کے روبرو چارپائی پر رکھا۔ اور میت کی پیشانی پر آپ نے بوسہ دیا۔ اور فرمایا اب تو آجاؤ۔ خیر پھر لوگ قریب آگئے۔ اور اس کا جنازہ وغیرہ کر کے لحد میں بھی آپ نے خود اُتارا۔ دفن کر کے شہر قصور واپس تشریف لے آئے۔ اس موقعہ پر بندہ (مولف) بھی شہر قصور تھا۔ ایک مجمع میں میاں صدرالدین ریوڑی نے تقریر کی۔ کہ بھائیو یہ موت سب پر کھڑی ہے۔ اس طرح بھاگنے سے بُرا نتیجہ نکلے گا۔ آج وہ مر گیا ہے۔ کل ہمارا کوئی مرے گا اگر اسی طرح کیا۔ تو کیا ہوگا؟

بہت لوگوں کو وہم ہو جاتا ہے۔ کہ ہمیں یہاں درد ہو جاتا ہے۔ وہاں ہو جاتا ہے۔ حضرت میاں صاحب کی خدمت میں چلے آتے۔ آپ انہیں تسلی فرما کر بھیجدیتے۔

تسبیح سے تعلق

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ہمارے پاس تسبیح نہیں ہوتی۔ تو مجھے یہ خیال آتا ہے۔ کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ حالانکہ مجھے تسبیح کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اور ایک دفعہ فرمایا۔ حضرت صاحب کے وجود سے ظاہراً شعلے نور کے نکل رہے ہیں۔

احباب سے محبت

اور ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ بندہ (مولف) شہر قصور شریف حاضر خدمت ہوا۔ رات کے گیارہ بجے کا وقت تھا۔ بندہ پر نیند نے غلبہ کیا۔ عرض کی مجھے نیند آرہی ہے۔ آپ نے فرمایا جا کر سو رہو۔ بندہ دوسرے کمرہ میں جا کر لیٹ گیا۔ اور بیقراری شروع ہو گئی۔ کروٹیں بدلنے لگا۔ آخر بےچینی کی حالت میں آپ کے کمرہ میں چلا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ سوئے نہیں۔ عرض کیا۔ نیند نہیں آتی۔ آپ

۱؎ یہ بھی تعلق کا کرشمہ تھا۔ کہ باوجودیکہ تسبیح پر آپ کچھ زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ لیکن دل انس نے یہ درجہ حاصل کر لیا۔ کہ تسبیح کے معدوم ہونے سے خود اپنی ذات ہی گم پاتے ہیں جیسے تابہ ذاکر مایہ گم ہونے سے اسکی ذات خالی ہو جاتی ہے۔ اور اسکا وجود بے مایہ ہو کر اپنے خیال میں گم ہو جاتا ہے

نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ ایک رات حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ یاروں کے ہمراہ ایک مکان میں تشریف فرما تھے۔ کہ چراغ میں تیل ختم ہو گیا۔ آپ نے فرمایا۔ اس مکان کے تیر اتار کر جلا لو۔ اور روشنی کر لو۔ اور آپ نے اپنی یاروں کی جدائی گوارا نہ کی

بے نیازی کی انتہا

شرقپور شریف میں جب نالے پر بند لگایا گیا۔ تو آپ کی زمین بھی کچھ بند کے نیچے آ گئی تھی۔ اس کے عوض میں سرکار نے آپ کے نام ایک مربعہ تقسیم کیا۔ جب تحصیلدار نے آپ کے پاس پروانہ بھیجا۔ تو آپ نے قبول نہ کیا۔ تو آپ کے بھائی میاں غلام اللہ صاحب نے تحصیلدار کو جا کر کہا۔ کہ حضرت میاں صاحب تو بزرگ آدمی ہیں۔ اور میں آپ کا بھائی ہوں۔ اور دنیا دار ہوں۔ یہ مربعہ مجھکو مل جائے۔ تحصیلدار نے درخواست منظور کر لی۔ جب حضرت میاں صاحب رح کو معلوم ہوا۔ آپ سخت ناراض ہوئے۔ اور میاں غلام اللہ صاحب سے بات چیت چھوڑ دی۔

حقوق ہمسایہ کا اندازہ

جب آپ نے مردانہ بیٹھک بنوائی۔ تو بائیں طرف کی دیوار پر دو صد روپیہ خرچ آیا تھا۔ دوسرے مکان کے مالک ہندو ہیں۔ جن کی دیوار گویا مشترکہ تھی۔ میاں غلام اللہ صاحب نے کہا۔ کہ اُن سے نصف خرچہ دیوار کا یکصد روپیہ لینا چاہیئے۔ لیکن حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ نہیں لینا۔ میاں غلام اللہ صاحب نے علیحدگی میں ان سے سو روپیہ وصول کر لیا۔ جب بندہ شرقپور شریف گیا۔ تو آپ میاں غلام اللہ صاحب پر ناراض تھے۔ بندہ نے سبب دریافت کیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ ہمسائے کا ہمسایہ پر حق ہوتا ہے۔ بندہ نے عرض کیا۔ کہ ایک ہی ہمسایہ پر حق ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ کس طرح؟ بندہ نے عرض کی۔ آپ کے وہ ہمسائے ہیں۔ اور اُن کے ہمسائے آپ ہیں۔ حق تو مساوی ہوا۔ تو روپیہ لینے میں حرج کیا ہوا۔ یہ سنکر آپ خاموش ہو گئے۔ اور کچھ رضا بھی ہو گئے۔

دنیاوی تعلق سے نفرت

ایک دفعہ میاں غلام اللہ صاحب نے کمیٹی میں ملازمت کر لی۔ اور میاں صاحب کے پاس بہت سی شکائیتیں آنے لگیں۔ آپ سخت ناراض ہوئے۔ سمجھانے سے میاں غلام اللہ صاحب نے ملازمت چھوڑ دی۔ اس کے بعد پھر میاں غلام اللہ صاحب نے حکمت کی دوکان نکال لی۔ آپ پھر ناراض ہوئے۔ میاں غلام اللہ صاحب نے دوکان بھی چھوڑ دی۔ بندہ نے آپکی خدمت میں عرض کی۔ کہ بچہ ہے۔ پھر آپ نے معاف فرما دیا۔

دنیاوی اخوت کا درجہ اور روحانی بیٹوں کا منصب

ایک روز بندہ (مولف) شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا۔ اثنائے گفتگو میں آپ نے میاں غلام اللہ صاحب پر اظہار ناراضگی فرمایا۔ بندہ نے سبب پوچھا۔ تو فرمایا جو ہمارے پاس یار آتے ہیں۔ انکو غلام اللہ تمسخر کرتا ہے۔ اور ہمارے جو دینی بھائی ہیں۔ ہم ان کو نسلی بھائی سے سَو حصہ بڑھکر جانتے ہیں۔ بندہ کو خیال گذرا ورثہ کے مالک تو نسلی بھائی ہوتے ہیں۔ پھر خیال آگیا۔ کہ نسبت کے وارث تو روحی بھائی ہوتے ہیں۔ آپ کی بیوی صاحبہ کی وفات کے بعد بہت عرصہ کا ذکر ہے۔ چند یاروں نے عرض کی۔ آپ نکاح ثانی کر لیجئے۔ خداوند کریم کوئی لڑکا عطا فرمائے۔ تو آپ کی نسل باقی رہجائے۔ فرمایا اول تو مجھ میں طاقت ہی نہیں۔ اگر ہو بھی۔ تو ہم روحی بیٹوں کو نسلی بیٹوں سے صدہا درجہ بہتر سمجھتے ہیں۔

رضا بقضا اور صلہ رحمی کے واقعات

بندہ (مولف) کہتا ہے۔ اس میں شک نہیں دیکھنے میں بھی ایسا ہی آیا ہے۔ آپ کے گھر دو بیٹے ہوئے تھے۔ خوردسالی ہی میں انتقال فرما گئے۔ آپ نے ان صاحبزادوں کو خود غسل دیا۔ اور فرمایا۔ کہ کیسے خوبصورت نکل آئے ہیں۔ اور خوشی اظہار فرمائی۔ خداوند کریم نے انکوں کو قبول فرمایا۔ آپ کی حقیقی ہمشیرہ دو تھیں۔ پہلی ہمشیرہ کی شادی میاں محمد الدین اپنی پھوپھی زاد سے قصور میں کی گئی تھی۔ جو کچھ مدت کے بعد انتقال فرما گئیں۔ پھر دوسری ہمشیرہ کی شادی بھی میاں محمد الدین صاحب مذکور سے ہی کی گئی۔ کچھ عرصہ بعد وہ بھی فوت ہو گئیں۔ بندہ (مولف) دونو کی وفات پر حاضر ہوتا رہا۔ آپ کا چہرہ خنداں پایا۔ البتہ آنکھوں پر کچھ آثار ان کے ماتم کے معلوم ہوتے تھے۔ پھر میاں محمد الدین صاحب نے تیسری شادی فیض پور میں کر لی۔ آپ اسی طرح میاں محمد الدین کے گھر آیا جایا کرتے۔ جس طرح کہ پہلے جایا کرتے تھے۔

ذکر

ایک دفعہ بندہ (مولف) شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا۔ تو فرمایا۔ یہاں ڈپٹی کمشنر شیخوپورہ سے آیا تھا۔ ہم نے اس کو بہت ڈانٹا۔ آج اس کا خط آیا ہے۔ کہ میں دورہ میں ہوں۔ اس واسطے حاضر نہیں ہو سکا۔ یہ ڈپٹی مسلمان تھا۔ ایک روز کا ذکر ہے۔ ایک ڈپٹی شیخوپورہ کا اور اس کے ہمراہ شیخ محمد شفیع قصوری بھی تھا، آئے۔ دونوں کی داڑھی منڈی ہوئی تھی۔ آپ نے جلالی جمالی صورت میں ان کو بہت ڈانٹا۔ انہوں نے پانچ روپیہ آپ کی نذر کئے۔ آپ نے ایک روپیہ اپنی جیب سے نکالکر ان پانچوں روپوں میں ملا کر ان کی جیب میں ڈال دیئے۔

طریقہ تبلیغ

آپ تبلیغ مختلف صورتوں میں فرمایا کرتے تھے۔ عوام کو موٹی موٹی مثالیں دے کر سمجھایا کرتے۔ اور خواص کو ان کی سمجھ کے مطابق بیان کرتے۔ علماء کو قرآن اور حدیث سے تبلیغ فرماتے۔ اور غیر مسلموں کو ان کے بزرگوں کے حالات سنا کر تبلیغ فرماتے۔ عوام کے روبرو باوا فرید گنج شکر

رحمتہ اللہ علیہ کا قول پڑھ کر سناتے۔ قول (شعر)

اُٹھ فریدا کوک توں جیوں کر را کھا جوار جب تک ٹانڈا نہ گرے تب تک حال پکار

اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ مرنے سے پہلے پہلے خداوندکریم کی یاد کر۔ جس وقت کوئی خاص لوگ حاضر خدمت ہوتے جو علمِ دُنیوی سے واقف ہوتے۔ آپ انہیں دریافت فرماتے۔ کہ تم علم طبیعات پڑھے ہوئے ہو۔ وہ عرض کرتے کہ حضور پڑھے ہوئے ہیں۔ آپ فرماتے تمہارا ایمان تو بڑا کامل ہوگا۔ کیونکہ سب چیزوں کی تاثیرات سے آپ واقف ہیں۔ یہ تاثیر ان چیزوں میں کس نے پیدا کی۔ اگر کوئی علماء کی جماعت میں سے آتے۔ تو آپ قرآن مجید کو پکڑ لاتے۔ اور انہیں قرآن مجید کی آیتیں دکھاتے۔ جو آیتیں ذکر کے متعلق ہوتیں۔ انہیں دکھاتے اور فرماتے فقیر اور صوفی لوگ کیا بتلائیں گے۔ قرآن شریف میں جابجا ذکر کی خداوندکریم نے آیتیں فرمائی ہیں۔ اور آیات پڑھ پڑھ کر سناتے اور توجہ ذکر کیطرف دلاتے۔ اور فرماتے۔ علماء اور فقراء کو چاہیئے۔ کہ حق کی بات کہنے سے خوف نہ کریں۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ حق کہنے سے تیری اجل قریب نہ ہو جائے گی۔ اور تیری روزی بند نہ ہوگی بعض علماء کو سختی سے سمجھاتے۔ اور فرماتے تم نے تو دین کو کھیل بنا چھوڑا ہے۔ جس وقت کوئی خاص لوگ آتے۔ تو ان کو خاص ہی طرح توجہ سے سمجھاتے۔

(مولف) ایک عبارت نقل کرتا ہوں جس کے آپ پوری طرح عامل تھے۔ اور یہی ہدایات فرمایا کرتے تھے کہ درویش اور فقیر کو چاہیئے۔ کہ ان صفتوں سے متصف ہو۔ حضور پُرنور احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تنگدست پارسا کو دوست رکھتا ہے۔ اور آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ اے بلال۔ تو اس بات کی کوشش کر۔ اور اس فکر میں لگا رہ۔ کہ جب تو اس جہان سے کوچ کرے۔ تب تیری حالت درویشی کی ہو نہ کہ توانگری کی۔ اور آپ فرماتے۔ کہ میری امت کے درویش اور فقیر جنت میں پانچسو سال پہلے امیروں اور توانگروں سے جائیں گے۔ اور آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ میری امت میں سب سے بہتر درویش اور فقیر لوگ ہیں۔ اور فرمایا۔ کہ میرے دو پیشے ہیں۔ اب جو کوئی میرے ان دو پیشوں کو اختیار اور پسند کرے گا۔ اور محبوب رکھے گا۔ تو گویا اس نے مجھے پسند کیا۔ اور محبوب رکھا۔ ان دو پیشوں میں سے ایک پیشہ درویشی اور فقیری اور دوسرا پیشہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ روایت ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔ کہ اے احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے آپ پر سلام بھیجا۔ اور ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اگر آپ کو منظور ہو۔ تو تمام روئے زمین کے پہاڑوں کو سونے کا بنا دیا جائے۔ اور جہاں کہیں آپ کی مرضی ہو۔ ساتھ ہی ساتھ وہ سونے کے پہاڑ ہمراہ رہیں۔ تب حضور نے فرمایا۔ کہ اے جبرائیل دنیا بے ثباتی کی جگہ ہے اور اس کا مال بے مال والوں کے لئے ہے۔ اور دنیا میں مال جمع کرنا بے عقلوں کا کام ہے۔ تب جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔ یا رسول اللہ سبحان اللہ آپ نے خوب فرمایا۔

مثالی صورت میں حج ادا کرنا

میاں محمد ساکنہ ہرچو کی علاقہ چونیاں بیان کرتے ہیں۔ کہ کہ مولوی یار محمد صاحبؒ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے خلیفہ اول نے بیان کیا تھا۔ کہ میاں غلام یٰسین صاحب فیض پوری نے ذکر کیا۔ کہ میں اور میاں عبدالغفور رحمان پوری دونو حج بیت اللہ شریف کو تیار ہوئے۔ اور جانے سے پہلے حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں شرقپور شریف حاضر ہوئے۔ اور عرض کی۔ کہ برائے حج آپ بھی ہمراہ تشریف لے چلیں۔ تو آپنے فرمایا۔ کہ تم چلو۔ خدا کا حکم ہوا۔ تو میں بھی پہنچ جاؤنگا۔ ہم دونو اجازت لے کر روانہ ہوئے۔ جب عرفات کے میدان کے قریب پہنچے۔ تو فجر کی نماز میں اپنے دونو کے درمیان میں حضرت میاں علیہ الرحمۃ کو وہاں موجود پایا پھر بعد نماز دیکھا۔ تو آپ وہاں موجود نہیں تھے۔ جب حج سے واپس آئے۔ تو پہلے شرقپور شریف آپ کی خدمت میں پہنچے۔ آپ کا نیاز حاصل کر کے دوسرے شرقپوری یاروں سے دریافت کیا۔ کہ آپ حج کو تشریف لے گئے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہرگز نہیں۔ آپ جمعہ وجماعت ہر روز یہاں خود ہی کراتے رہے۔ اور کمترین نے حلفاً عرض کی۔ کہ ہم نے آپ کو عرفات میں دیکھا ہے۔ اگر ہم جھوٹ کہتے ہیں۔ تو خدا ہم کو پکڑے۔

بندہ (مولف) عرض کرتا ہے۔ کہ یہ مثالی[1] صورت ہے۔ نہ کہ عین۔ اس قسم کے تذکرے پہلے بزرگوں کے بھی کئی ایک ملتے ہیں۔ چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اپنے مکتوبات شریف میں لکھتے ہیں۔ کہ ہمارے والد بزرگوار کی خدمت میں بہت لوگ آیا کرتے تھے۔ اور عرض کرتے۔ کہ ہم نے آپکو مکہ معظمہ میں دیکھا ہے۔ کوئی کہتا۔ کہ میں نے آپ کو بغداد شریف میں دیکھا ہے۔ اور اپنی آشنائی جتلاتے لیکن والد صاحب رح فرمایا کرتے تھے۔ کہ یارو میں تو کبھی اپنے گھر سے باہر نہیں نکلا۔ تم کہتے ہو۔ کہ ہمنے فلاں شہر میں دیکھا ہے۔ اور آشنا بنتے ہو۔ اور کس قسم کی تہمت مجھ پر لگاتے ہو۔

میاں قادر بخش صاحب للیانی والے کا بیان ہے۔ کہ ایک دفعہ بھادوں کے دنوں میں میرا ارادہ شرقپور شریف جانے کا ہوا۔ میاں میراں بخش بھی میرے ہمراہ تیار ہو گیا۔ ہم دونو براستہ لاہور شاہ پور کی طرف روانہ ہوئے۔ کشتی پر سوار ہو کر دریا سے پار ہو گئے۔ آگے ایک نالہ دریا کے چڑھاؤ کی وجہ چل رہا تھا۔ اور اس میں پانی بھی تیز ہو والا تھا۔ میں تو تیرنا جانتا تھا مگر میرا ہمراہی بالکل تیراک نہ تھا۔ اس لئے لاچار ہم دونو واپس اپنے گاؤں کو لوٹے۔ اور خیال کیا۔ کہ جسوقت چڑھاؤ کم ہو گا اس وقت ہم پھر آ جائیں گے۔ جس وقت ہم دونو موضع بونگڑھی کے نزدیک آئے۔ تو ایک شخص دکن کی طرف سے آواز دے رہا ہے۔ کہ او شرقپور شریف جانے والو۔ ادھر پانی تھوڑا ہے۔ آؤ ادھر کے نالے سے پار گذار دیں۔ جس وقت ہم اس جگہ کے قریب پہنچے۔ تو وہاں نالہ عبور کرتے پانی پنڈلی تک آیا۔ پھر وہ صاحب فرمانے لگے۔ چلو ایک نالہ آگے

---

[1] مثالی صورت میں عبادات وغیرہ امور میں ظہور بھی ایک بلند منصب کی حقیقت رکھتا ہے۔ تمام ولی اللہ اس میں شرکت نہیں رکھتے۔ اور رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ کا حکم قرآن شریف میں موجود ہے

اور ہے۔ جو موضع مہتم کے نزدیک ہے۔ وہ بھی ہم کو گذار آویں جس وقت اُس سے بھی پار ہو گئے۔ پھر اس شخص نے فرمایا۔ بس اب یہ راستہ شہر قصور شریف کو جاتا ہے۔ میں نے اِدہر جانا ہے۔ چنانچہ میں نے اسے کہا۔ کہ آپ جائیے۔ یہ راستہ مجھے معلوم ہے۔ موضع مہتم کے نزدیک ایک کنواں ہے۔ وہاں ہم دونو نے بیٹھکر پانی پیا۔ اور وضو کرکے نماز ظہر پڑہی۔ عصر کے وقت ہم شہر قصور شریف پہنچے۔ وہاں پہنچکر میرے ہمراہی نے کہا۔ آؤ بڑی بھوک لگی ہے۔ بازار سے روٹی کھالیں میں نے کہا۔ پہلے حضور کو مل لیں۔ پیچھے دیکھا جائیگا۔ پھر ہم نے نماز عصر حضور کی مسجد میں جاکر پڑہی۔ بعد میں ہم آپ کی خدمت میں بیٹھک پر حاضر ہوئے۔ جس وقت آپکے در دولت پہنچے۔ حضور بیٹھک کے دروازے پر ہی قیام فرماتے۔ آپ دیکھتے ہی فرمانے لگے۔ کیا تم واپس جانے لگے تھے۔ ہم لائے کہ نہ لائے[1]۔ اور فرمایا۔ اندر چلو۔ ہم بیٹھک کے اندر جاکر بیٹھ گئے۔ آپ گھر تشریف لے گئے۔ اپنے گھر کیطرف سے بیٹھک والا دریچہ کھول دیا۔ اور کھانا رکھ دیا۔ اور بیٹھک میں آکر فرمانے لگے۔ ہاتھ دہوکر کھانا کھالو جس وقت آپ کھانا کھلانے لگے۔ تو آپ فرمانے لگے۔ بازار میں کھانا کھانے کی کیا ضرورت ہے۔ سبحان اللہ

بندہ (مولف) کہتا ہے۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ کہ ایک وقت میں اولیا اللہ متفرق مکانوں میں جا سکتے ہیں۔ کتاب ذخیرۃ الملوک میں دیکھو۔ حضرت خواجہ علی ہمدانی رح کو خلیفہ وقت (یعنی امیر تیمور) نے کہا۔ کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجا جاتا ہے۔ تو آپکی ذات پاک م درود شریف پڑہنے والے کو دس دفعہ درود بھیجتی ہیں۔ یہ معاملہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہاں تک صحیح ہے؟ آپنے فرمایا۔ کہ آج ہی شام کے بعد جواب دیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ! چنانچہ آپ نے اپنے مکان میں بوقت عصر اپنی زبان مبارک سے فرمایا۔ اگر کسی شخص کی یہ خواہش ہو۔ کہ مجھے اور بادشاہ کو کھانا کھلائے۔ تو اجازت عام ہے۔ مگر اس میں دو شرطیں ہونگی۔ ایک تو گھر میں جو کچھ پکا ہو۔ وہی رہنے دے۔ دوسرا بعد از فراغت نماز شام کے تم سب لوگ اپنے اپنے گھر چلے جاؤ۔ ان میں سے جو شخص سب سے پہلے آئیگا۔ اس کے ساتھ ہم چلیں گے۔ لکھا ہے۔ کہ چالیس آدمیوں نے دعوت کی درخواست کی جو سب کی منظور فرمائی گئی۔ حسب اقرار شام کو سب اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے۔ چنانچہ سب سے پہلے ایک بوڑہا اور غریب آحاضر ہوا۔ اور حضرت خواجہ صاحبؒ اور امیر تیمور کو ہمراہ لے کر اپنے گھر لے گیا۔ اور انہوں نے ماحضر کھانا تناول فرمایا۔ اور وہاں بیٹھکر ایک غزل بھی لکھی۔ بعد فراغت آپ امیر تیمور کے ہمراہ مسجد میں تشریف

---

[1] جو لوگ ایسے امورات کو اتفاقیات سے تعبیر کرتے ہیں۔ انکو آپکے انہی الفاظ پر غور کرنا چاہیئے "ہم لائے کہ نہ لائے" کتنے زوردار الفاظ ہیں اپنے تصرف کا اقرار طلب فرمایا۔ اور روحانی استمداد۔ یا عباد اللہ اعینونی۔ کی زندہ مثال جو آپ پیش کر دکھائی۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ ولی اللہ اور عارف ربانی کا دل آئینہ جہاں نما ہوتا ہے۔ جس سے پہلے تو معلوم ہو گیا۔ کہ وہ لوگ آرہے ہیں اس کے بعد روحانی تصرف نے اپنا تصرف کر دکھایا۔ جو دیکھا۔

لائے۔ اور عشا کی نماز کے واسطے تمام لوگ مسجد میں جمع ہوئے۔ ہر ایک شخص اس بات پر ناز کر رہا تھا۔ کہ حضرت خواجہ صاحب اور بادشاہ نے آج میرے ہاں کھانا کھایا۔ اور وہاں بیٹھکر آپ نے ایک غزل بھی لکھی ہے۔ جو میرے پاس موجود ہے۔ حاضرین مسجد کا باہم رد و قدح شروع ہوا۔ حضرت خواجہ صاحب نے امیر تیمور کو فرمایا۔ کہ تم دریافت کرو۔ کہ یہ کیا چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ امیر تیمور نے لوگوں سے دریافت کرکے آپ سے عرض کی۔ آپ نے فرمایا اے تیمور! یہ عاجز اس محبوب رب العالمین کی درگاہ کا ادنیٰ غلام تو بجائے خود رہا۔ اس دروازہ کا کتا ہوں۔ اُن کی نظرِ عنایت سے مجھے اللہ تعالیٰ نے اتنی طاقت عنایت فرمائی ہے۔ کہ آنِ واحد میں تم کو ساتھ لے کر چالیس گھروں سے کھانا کھا سکتا ہوں۔ تو کیا ذات پاک صلعم آنِ واحد میں سب کے درود اور سلام کے جواب نہیں دے سکتے۔

(مولف) حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ ہر قبر میں سوال منکر نکیر کے وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے ہیں۔ اور فرشتے سوال کرتے ہیں۔ کہ اس بندہ کے حق میں تمہارا کیا ایمان ہے۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ آپ کی وفات کے بعد یہ صورت پیش آتی ہے۔ تو ہم پوچھتے ہیں۔ جو لوگ آپ کی ظاہرا حیاتی میں فوت ہوتے تھے۔ کیا ان پر یہ سوال نہیں ہوتا تھا۔ مذکورہ بالا حدیث میں آپ کا ہر قبر میں جانا سمجھ لیا جا سکتا ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے۔ کہ جیسے ایک وقت میں فرشتے یعنی منکر نکیر ہر قبر میں ہر جگہ جا سکتے ہیں۔ اسی طرح صورت مثالی بطریق اولیٰ جا سکتی ہے

انتہائے کمال ولائت کی حقیقت

میاں محمد عثمان صاحب آپ کے بہت ارادت مند تھے۔ اور آپ سے بہت کچھ استفادہ حاصل کر چکے تھے۔ ان دنوں میں ایک بزرگ قصور تشریف لائے۔ جنہیں کہیاں والے کہتے تھے۔ چند مرید بھی ان کے ہمراہ تھے حلقہ باندھ کر ذکر جہر کرایا کرتے تھے۔ میاں محمد عثمان کے دل میں خیال گذرا۔ کہ بہتر ہوتا۔ اگر میں ان کا مُرید ہوتا۔ چند یوم بعد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیطرف سے ایک خط محمد عثمان کی طرف آیا۔ اس میں لکھا تھا۔ کہ وضو کرکے حضرت عبد الخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے پاس جاکر بیٹھو۔ مگر انہوں نے ایسا نہ کیا چنانچہ اسی مضمون کے دو خطوط آپ کی طرف سے اور موصول ہوئے۔ تیسرے خط کے آنے پر میاں محمد عثمان بندہ کو ہمراہ لیکر حضرت عبد الخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گیا۔ بندہ تو مسجد میں رہا۔ اور وہ خود مزار مبارک پر گیا۔ جب وہ خانقاہ سے باہر نکلا تو حیران تھا۔ بندہ سے ذکر کیا۔ کہ وہ جو کہیاں والے بزرگ آئے تھے۔ مجھے خیال گذرا تھا۔ کہ میں ان کی بیعت کرتا۔ تو اچھا تھا۔ لیکن اب جب میں اندر مزار پر جاکر بیٹھا غیبت ہو گئی۔ دیکھتا کیا ہوں۔ کہ حضرت عبد الخالق صاحب اور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہما ایک ہی پلنگ پر تشریف فرما ہیں۔ اور کہیاں والے بزرگ پائنتی کیطرف دُور بیٹھے ہیں۔ اور حضرت عبد الخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجھے جھڑک

کر اور حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں ۔ تم اِن کو چھوڑ اُن کیطرف خیال کرتے ہو ۔ مَیں نے عرض کی ۔ کہ حضرت یہ بات تو مَیں نے کسی سے کبھی بھی نہیں ۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کیسے معلوم ہوگیا ۔ سبحان اللہ ۔

محبت الٰہیہ نسبت کا تعلق

ایک دفعہ کا ذکر ہے ۔ کہ آپ نے حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربل شریف والوں سے فرمایا ۔ کہ مَیں یہاں بیٹھا اجمیر شریف یعنی خواجہ معین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا حال دیکھ رہا ہوں ۔ حضور کی خدمت میں اگر کوئی چشتی طریق کا آدمی آتا ۔ تو آپ دریافت فرماتے ۔ دریافت فرمانے کے بعد یہ شعر پڑھا کرتے ؎ صاحبان چشت اہل بہشت ۔

رفاقت کا نبھاؤ

ایک دفعہ کا ذکر ہے ۔ کہ بندہ آپ کے ہمراہ تھا ۔ مکان شریف سے واپسی پر جب آپ امرتسر اُترے ۔ تو میانصاحب علیہ الرحمۃ باقی ہمراہیوں کے ساتھ سوار ہو گئے مگر بندہ گاڑی سے رہ گیا ۔ جب آپ لاہور پہنچے ۔ تو معلوم ہوا ۔ کہ ابراہیم پیچھے ہی رہ گیا ۔ یہ سنتے ہی آپ کو بیقراری سے ضعف ہوگیا ۔ بندہ دوسری گاڑی پر لاہور آگیا ۔ دیکھا تو تمام یار اسٹیشن پر کھڑے ہوئے ہیں ۔ اور آپ وہاں لیٹے ہوئے ہیں ۔ جب سُنا ۔ کہ ابراہیم آگیا ہے ۔ تو افاقہ ہوگیا ۔ پھر ہمراہ لے کر لاہور میں داخل ہوئے (یہ بچپن کی رفاقت کا اثر تھا)

تربیت جلال میں جمال

حاجی عبد القادر قصوری و خیرالدین بٹ جو آپ کے خاکسار رولسا میں سے ہیں ۔ ان دونو کا بیان ہے ۔ کہ ایک دفعہ ہم اکٹھے شہر قصور شریف آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ بیٹھک مکان میں آپ کی خدمت میں ہم دونو کے علاوہ دو تین آدمی اور بھی موجود تھے ۔ کہ دو شخص لاہور سے موٹر میں آئے ۔ ایک صاحب تو لاہور کے وکیل تھے ۔ جو آپ کی خدمت میں پہلے بھی آنے جانے والے معلوم ہوتے تھے ۔ شکل صورت ان کی متشرع تھی ۔ اُن کے ہمراہ ایک ڈپٹی صاحب سید باقر علی تھے ۔ جن کی داڑھی بہت بڑی نہ تھی ۔ اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں ۔ خیر آپ نے اُن سے نام دریافت فرمایا ۔ اور پوچھا کس طرح آئے ہو ؟ اور کیا کام کرتے ہو ۔ انہوں نے سب کچھ عرض کیا ۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ کس کے ملنے والے ہو ۔ انہوں نے جواب میں کہا ۔ کہ سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہیں آپ نے جوش میں آکر ڈپٹی صاحب کی قمیص کا کالر اور مونچھیں دونو ہاتھوں سے خوب کھینچیں ۔ اور فرمایا "شاہ صاحب کی ایسی شکل ہوتی تھی ، ہائے افسوس" آپ کے ایسا کرنے سے ڈپٹی صاحب خوب روئے ۔ اور کچھ دیر خاموش رہے بعد میں آپ نے ڈپٹی صاحب کو گلے سے لگایا ۔ اور خوب پیار کیا ۔ اس وقت حاجی عبدالرحمٰن صاحب بھی آپ کے پاس موجود تھے ۔ آپ نے حاجی صاحب کی طرف دیکھ کر فرمایا "ایہ ڈپٹی وچوں تاں دل لئے" یعنی اس کا اندرونی

حال اچھا ہے۔ اس کے بعد آپ نے بہت پیار کیا۔ اور ڈپٹی صاحب کا انکسار بڑھتا گیا۔

پھر آپ نے قرآن شریف کی چند آیات انہیں سنائیں۔ اور ایک شعر فارسی کا آپ نے پڑھا جس سے ڈپٹی صاحب کی عجیب کیفیت ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد پھر آپ نے وہی شعر پڑھا۔ اور فرمایا۔ اسے ہر وقت یاد رکھو۔ ڈپٹی صاحب نے عرض کی۔ کہ حضرت مجھے لکھا دیں۔ آپ نے فرمایا۔ لکھ لو۔ شعر

یقیں بداں کہ تو باحق نشستہ شب و روز چو ہمنشیں تو باشد خیال نام خدا

اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ جب عدالت کرتے ہو۔ تو ظالم اور مظلوم کے فرق میں اچھی طرح سوچ کر کام کیا کرو۔ اور اس وقت اللہ و رسولؐ کے حکم کو بھی نگاہ رکھا کرو۔ دو مسلمانوں کی جن کا مقدمہ تیرے پاس آوے۔ صلح کرانے کی کوشش کیا کرو۔ الغرض بہت پند و نصائح آپ نے فرمائیں۔ اور پھر رخصت فرمایا۔ اب وہ ڈپٹی صاحب جالندھر یا ہوشیارپور کے علاقہ میں بڑے عہدہ پر ہیں۔ ڈپٹی صاحب کی اصلی سکونت انبالہ ہے۔

ایک روز بندہ حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ نسبت میں ایسی بیرنگی ہو گئی ہے۔ کہ کسی کیطرف توجہ کی جائے۔ تو طبیعت محسوس نہیں کرتی۔ آیا اس کے دل میں کوئی کیفیت پیدا ہوئی ہے یا نہیں۔ بعض وقت طالب کو رقت اور جذب طاری ہو جاتا ہے۔ تو خیال آتا ہے۔ شاید یہ بناوٹ اور تصنع نہ کرتا ہو۔

ایک شخص آپ کی خدمت میں دو ماہ تک رہا۔ ایک روز آپ نے بندہ سے فرمایا "تم خیال کر کے دیکھو۔ اس پر کوئی اثر ہے۔ یا روٹی کھانے کے لئے بیٹھا ہے" بندہ نے عرض کی۔ اس کی طبیعت میں سوزش معلوم ہوتی ہے وہ یہ شخص دراصل خفیہ پولیس کا ایک سپاہی تھا۔ جو آیا تو کسی اور کام کے لئے تھا مگر خود شکار ہو گیا۔

سوال۔ پہلے تم نے ابتدائی حالات میں بڑے بڑے کیفیات و حالات اور کشف وغیرہ لکھے ہیں۔ اب لکھتے ہو۔ کہ آپ کو ایسی بے کیفی اور بیرنگی ہو گئی ہے۔ جس کا احساس اور کیفیت خود آپ کی طبیعت محسوس نہیں کرتی:۔ ———— اس کا حل کیا ہے۔

جواب۔ بندہ نے بارہا آپ کی زبان مبارک سے سنا ہے وہ ہم اپنی نسبت کو خود محسوس نہیں کرتے، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب ۱۳ جلد دوم میں تحریر فرماتے ہیں۔ جو مولانا محمد فضل کی طرف صادر فرمایا ہے ————

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اللہ تعالیٰ کا حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔ اس طریقہ عالیہ کے مشائخ کی عبارتوں میں آیا ہے۔ کہ اس بارگاہ جل شانہٗ میں یافت کا ذوق نہ یافت۔ یہ بات اندراج النہایت فی البدایت کے مناسب ہے۔ جو ان بزرگوں کے جذبہ خاص کا مقام ہے۔ اس مقام میں یافت کی حقیقت نہیں۔ کیونکہ وہ انتہا کے ساتھ مخصوص ہے۔ لیکن چونکہ نہایت کی چاشنی بدایت میں درج کی ہوئی ہے

اس لئے یافت کا ذوق اس مقام میں بھی میتسر ہے۔ اور جب معاملہ جذبہ سے آگے بڑھ جائے۔ اور ابتداء سے توسط تک پہنچ جائے۔ یافت کا ذوق بھی یافت کی طرح معدوم ہو جاتا ہے۔ نہ یافت رہتی ہے نہ یافت کا ذوق۔ جب کام نہائت تک پہنچ جاتا ہے۔ یافت میسر ہو جاتی ہے۔ یافت کا ذوق مفقود ہو جاتا ہے۔ جب یافت کا ذوق منتہی میں مفقود ہے۔ تو لذت وحلاوت بھی اس کے حق میں کمتر ہوگی۔ مبتدی ذوق وحلاوت کو پہلے ہی قدم میں چھوڑ جاتا ہے۔ اور آخر میں بے لذتی اور بے مزگی کے گوشہ میں گمنام پڑا رہتا ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متواصل الحزن دائم الفکر۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ غمناک اور متفکر رہا کرتے تھے۔

سوال۔ جب منتہی کو مطلوب کی یافت میسر ہوگئی۔ تو پھر یافت کا ذوق کیوں مفقود ہوگیا جب مبتدی یافت سے بے نصیب تو یافت کا ذوق کہاں سے پائے گا۔

جواب۔ یافت کی دولت منتہی کے باطن کا حصہ ہے۔ جو اپنے ظاہری تعلق کے منقطع ہونے کے بعد اس دولت سے مشرف ہوتا ہے۔ جب اس کے باطن کو اس کے ظاہر کے ساتھ تعلق نہیں رہا۔ اس لئے باطنی اس کے ظاہر میں اثر نہیں کرتی۔ اور باطنی یافت سے ذوق ولذت نہیں لے سکتا۔ پس منتہی کے باطن کو مطلوب کی یافت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کے ظاہر کو اس یافت کا ذوق نہیں ہوتا۔ باقی رہا باطن کا ذوق جس کا حصہ یافت ہے۔ جب باطن نے بے چونی کا حصہ پالیا ہے۔ اس کا وہ ذوق بھی عالم بے چونی سے ہوگا۔ اور ظاہر کے ادراک میں جو سراسر چوں ہے نہ آئے گا۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ ظاہر باطن سے ذوق کی نفی کر دیتا ہے۔ باطن کو بھی اپنی طرح بے حلاوت جانتا ہے۔ کیونکہ چون کا ذوق اور ہے۔ اور بے چوں کا ذوق اور جب منتہی کا ظاہر اس کے باطن کے ذوق کی خبر نہیں رکھتا۔ تو پھر عوام ظاہر بین منتہی کے باطن کی کیا خبر پاسکیں گے۔ اور سوا انکار کے ان کے حصہ میں کیا آئیگا۔ وہ ذوق جو اُن کے فہم میں آتا ہے۔ ظاہر کا ذوق ہے۔ جو عالم چون سے ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ سماع ورقص اور نعرہ اور اضطراب وغیرہ جو ظاہری احوال واذواق ہیں۔ ان کے نزدیک بڑے نایاب اور عظیم القدر ہیں۔ بلکہ اکثر اوقات اذواق ومواجید کو انہی امور میں منحصر جانتے ہیں۔ اور ولائت کے کمالات انہی امور کو سمجھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو سیدھے راستہ کی ہدائت دے۔ ظاہری احوال باطنی احوال کے ساتھ وہی نسبت رکھتے ہیں۔ جو چون کو بیچون کے ساتھ ہے۔

پس ثابت ہوا۔ کہ منتہی کا باطن یافت بھی رکھتا ہے۔ اور یافت کا ذوق بھی۔ لیکن چونکہ وہ ذوق عالم بے چونی سے حصہ رکھتا ہے۔ اس لئے ظاہر کے ادراک میں نہیں آسکتا۔ بلکہ ظاہر اس ذوق کی نفی کا حکم کرتا ہے اگرچہ ظاہر باطن کی یافت پر اطلاع رکھتا ہے۔ لیکن اس یافت کے ذوق کو نہیں پاسکتا۔ پس کہ سکتے ہیں

کہ منتہی کو ظاہر میں ذوق میسر ہے۔ لیکن یافت کا ذوق مفقود ہے۔۔۔ اگر زیادہ دیکھنا ہو۔ تو مکتوبات شریف دیکھیں
(مولف) یہاں ایک نکتہ سمجھنے کے قابل ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ جب منتہی مبتدی پر تصرف کرتا ہے۔ تو ایک
نور عرش مجید سے آتا ہے۔ جو منتہی کے سینہ سے گذر کر مبتدی کے دل میں وارد ہوتا ہے۔ تو اس وقت منتہی
کے دل میں بھی ایک حلاوت پیدا ہوتی ہے۔ اسی لئے منتہی مبتدی کی قدر کرتا ہے۔ مگر مرید رشید ہو۔

باب ۷

کلمات

حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں اندر رکھنا چاہیئے
اور باہر نکلتے وقت بایاں پاؤں نکالنا چاہیئے۔ اور فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ جبرائیل
علیہ السلام میرے پاس آئے۔ اور ہمسایہ کا حق اور مسواک کی بہت تاکید کی حتی کہ میں خوف کرتا ہوں۔ کہ ہمسایہ
کہیں ورثہ کا مالک ہی نہ ہو جائے۔ اور مسواک کے بغیر نماز ہی نا درست نہ ہو جائے۔ افسوس کیسے مسلمان ہیں
جو ہمسایوں کو تنگ کرتے ہیں۔

اور آپ فرماتے۔ کہ اپنے سالن کی وجہ سے ہمسایہ کو تکلیف نہ دو۔ اگر کوئی مزیدار سالن پکاؤ۔ تو پہلے ہمسایہ
کے گھر بھیجدو۔ جس شخص سے ہمسایہ اُس کا ناراض ہو۔ اللہ و رسول اس سے ناراض ہو جاتے ہیں۔

ایک دن ملک مہدی زمان ڈپٹی کمشنر گجرات آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی۔ کہ اس سے
پہلے بھی میں حاضر خدمت ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا۔ کہ علی پور سید جماعت علی شاہ صاحب یا پیر مہر علی شاہ صاحب
کے پاس گولڑہ جاؤ۔ میں وہاں گیا تھا۔ اور پھر واپس آپ کے پاس ہی آیا ہوں۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا تھا
کہ مکان شریف جانا۔ میں گیا تھا۔ جب رمداس پہنچا۔ تو زور کی بارش ہوئی۔ میں نے موٹر کو تو وہیں چھوڑا۔ اور
پیدل ہی پانی کودتا پھاندتا بھیگتا ہوا مکان شریف پہنچا۔ گو رستہ میں تکلیف ہوئی تھی۔ مگر مکان شریف پہنچ کر
ایسی تسکین ہوئی۔ کہ کچھ تکان وغیرہ معلوم نہ ہوئی۔ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے دریافت فرمایا۔ کہ اس وقت
پڑھنے کے واسطے بھی کچھ بتلایا تھا۔ تو انہوں نے عرض کی۔ کہ آپ نے قرآن شریف کی منزل پڑھنے کا حکم دیا تھا
مگر کام کی کثرت سے کبھی کبھی ناغہ ہو جاتا ہے۔ آپ دعا فرما دیں۔ کہ آئندہ ناغہ نہ ہو۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جب
کبھی کمشنر کی طرف سے آپ کو کوئی پروانہ یا حکم آتا ہے۔ تو اُن کو کہتے ہوں گے۔ کہ دعا کرو۔ ہم اس کی تعمیل

کر سکیں۔ اس وقت تو خود بخود عمل ہو جاتا ہے۔ دینی کام کے واسطے دعا کی ضرورت ہے۔ دیکھو قرآن شریف میں بطن در بطن در بطن بطن در بطن ستر بطن ہیں۔ جتنا غور و خوض سے پڑھو گے۔ کھلتے جاویں گے۔ یہ کوئی تھوڑی سی دولت نہیں ہے۔ پھر آپ نے اُن لوگوں کے آگے کھانا رکھا۔ تو ایک شخص جو ڈپٹی کمشنر صاحب کے ساتھ تھا۔ ایک ٹانگ دوسرے گھٹنے پر رکھ کر کھانا کھانے لگا۔ تو آپ کو سخت رنج ہوا۔ اور فرمایا۔ اس طرح تو شداد ہامان فرعون کا بیٹھنا تھا۔ ہم مسلمانوں کو اس طرح بیٹھنا نہیں چاہیئے۔ ہم کو تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مَیں بندہ ہوں۔ اور بندوں کی طرح بیٹھتا ہوں۔ دائیں پاؤں کو زمین پر بچھا کر اور بائیں گھٹنے کو کھڑا رکھ کر کھانا کھایا کرو۔ افسوس مسلمانوں میں یہ عادات کہاں سے آگئیں۔ یہ تو تکبر کے نشان ہیں۔ اسلام تو ادب سکھاتا ہے۔

حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے۔ کہ لوگوں کو لا الٰہ الا اللہ پر پورا پورا یقین نہیں ہے۔ اگر یقین ہو۔ تو اعمال درست ہو جائیں ؎

زبان سے کہتے ہیں سب لا الٰہ الا اللہ عمل اس پر نہیں ہے لیکن معاذ اللہ

آپ فرمایا کرتے۔ جو دم غافل سو دم کافر۔ کاروبار دنیاوی میں بھی ذکر کا دھیان ہو۔ ہتھ کار وتے۔ دل یار وتے ؎

نئے گویم کہ از عالم جدا باش بہر کاریکہ باشی با خدا باش

اگر عالی حوصلہ بھی خدمت شریف میں حاضر ہوتے۔ تو آپ ان کو فرماتے۔ کہ درود شریف پڑھنے سے پہلے تین مرتبہ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ الرَّحِيْمُ روایت ہے۔ کہ شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے خواب میں دیکھا۔ کہ جناب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت شبلی علیہ الرحمۃ کے منہ پر اپنا منہ مبارک رکھا ہوا ہے۔ انہوں نے شبلی رحمۃ اللہ سے پوچھا۔ کہ آپ نے کیا عمل کیا ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے ایسی محبت کرتے۔ فرمایا کہ مَیں "لقد جاءکم رسول من انفسکم" پڑھا کرتا تھا۔ سبحان اللہ۔

آپ فرماتے۔ کہ لوگ درود شریف پڑھتے وقت "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا" پڑھا کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ دوسری آیت اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وعذاب الاخرۃ واعد لھم عَذَابٌ مُّهِيْنًا پڑھتے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ فضیلت ہے۔ اسے بھی ضرور ساتھ پڑھ لیا کرو۔ اور درود شریف پڑھتے وقت

بلغ العلیٰ بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہ حسنت جمیع خصالہ صلو علیہ و آلہ

چند مرتبہ کمال محبت سے پڑھ کر درود شریف شروع کیا کرو۔ اس سے درود شریف پڑھنے میں جمعیت زیادہ ہوگی۔ اور اگر اس وقت کوئی نعت یاد آجاوے۔ تو کمال محبت سے پڑھ لیا کرو۔

طریقت تبلیغ اگر کوئی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ تو آپ پوچھتے۔ کیوں آئے ہو۔ تیرا کیا مطلب ہے۔ اگر وہ کہتا۔ کہ فقط زیارت کے واسطے حاضر ہوا ہوں۔ تو آپ فرماتے۔ کہ ہمارے پاس کوئی زیارت نہیں۔ تو کیوں آیا ہے۔ اگر وہ کہتا۔ مجھے اللہ اللہ کا شوق ہے۔ آپ مجھے اللہ اللہ کرنا بتائیں۔ تو آپ قرآن شریف سامنے رکھ کر ذکر کے متعلق آیات سناتے۔ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّ سَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا ○ فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ الخ وغیرہ وغیرہ آیات دکھاکر۔ اور اُن کا ترجمہ سمجھاکر فرمایا کرتے۔ کہ زبان تالو سے لگا اور دل کی طرف دھیان کر کے ہُو کی ضرب دل پر لگایا کرو۔ چلتے پھرتے۔ اُٹھتے۔ بیٹھتے جاگتے ہوئے ہر وقت ذکر کیا کرو۔

اور اگر کوئی زیادہ عالی حوصلہ ہوتا۔ تو اُس کو فرماتے۔ کہ ذکر کرتے وقت ایسا خیال کیا کرو۔ کہ میں اللہ کریم کے ساتھ بیٹھا ہوا ہوں۔ اور شعر بھی فرماتے ؎

یقین بدان کہ تو با حق نشستہ شب و روز | چو ہمنشیں تو باشد خیالِ نام خدا!
وصالِ حق طلبی ہمنشیں نامش باش | ببیں وصال خدا را بیاد نام خدا

جب اس سے بھی زیادہ شوق ہو جاوے۔ اور ذکر کا غلبہ ہو جائے تو ؎

چو اول شب آہنگ خواب آوردم | بر تسبیح نامت شتاب آوردم
و اگر نیم شب سر برآرم ز خواب | ترا خوانم و ریزم از دیدہ آب

کا دھیان کرو۔

حافظ غلام حیدر صاحب (امام مسجد حوضوالی قصور) کا بیان ہے۔ کہ میں ایک دفعہ قصور شریف آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ کہ ایک شخص کو وجد ہو گیا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا۔ کیا تم وجد کرتے ہو۔ میرے سر پر بھی کبھی شیطان چڑھ چڑھ کرتا چاہتا تھا۔ اور ناراض ہو کر فرمایا۔ زنانے تم نچنے نہیں، ہم وجد کو کیا کریں گے۔

ایک مجذوب کے بارے حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی رائے ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ بندہ سید جماعت علی شاہ صاحب کی والدہ صاحبہ کے فاتحہ پر گیا۔ واپسی میں سیالکوٹ کے قریب ایک بستی کا کے والی میں سائیں کرم الٰہی صاحب کے پاس گیا۔ اور بندہ کے ہمراہ میاں نبی بخش صاحب سدانہ بھی تھا۔ جب وہ بھی اُن سے ملا۔ تو فرمایا۔ کہ وہ چارپائی تم بچھالو۔ اور دوسری چارپائی ہمیں بچھاؤ۔ سائیں صاحب عمر میں بہت ضعیف تھے۔ جب اُن سے

گفتگو شروع ہوئی۔ تو انہوں نے پوچھا۔ کہ تم کہاں گئے تھے۔ نبی بخش نے کہا۔ کہ ہمارے پیر صاحب کی والدہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ اُن کے فاتحہ کے لیے گئے تھے۔ یہ سنتے ہی سخت گھبرائے۔ اور زبان سے برا بھلا کہنے لگے۔ بندہ کو فرمایا۔ کہ تم جانتے ہو۔ کہ یہ روزی کہاں سے کھاتے ہیں۔ بندہ نے جواب دیا خدا سے۔ انہوں نے کہا۔ نہیں شیطان سے۔ دوران گفتگو میں بہت ہی گھبرا پڑے حتیٰ کہ کانپنے لگے۔ اور کہا۔ میرے سر پر خناس بیٹھا ہوا ہے۔ اور بندہ کیطرف مخاطب ہو کر کہا۔ کہ تم ان پیروں کے پاس کیوں جاتے ہو" بندہ کو اُن کی ایسی باتوں سے غصہ آگیا۔ میری یہ حالت دیکھ کر انہوں نے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو خوب مروڑا۔ اور بندہ کو کہا۔ دیکھ پچھلی رات کی نعلیں چھوڑ دونگا۔ اور پھر انہوں نے اپنے ہاتھوں کو مروڑے دئے"۔ بندہ کی انگلیوں میں کچھ جلن سی پیدا ہو گئی۔ جیسے کہ چیونٹیاں ہاتھ کو چمٹ جاتی ہیں۔ بندہ نے اُن کو کہا۔ کہ آپ کے پاس آنے سے اچھا فائدہ ہوا ہے۔ آپ پیروں اور بزرگوں کو تو گالیاں دیتے ہیں۔ ہم کدھر جائیں۔ جواب میں فرمایا۔ کہ کبوتروں والی مسجد میں جا کر وہابی بن جاؤ۔ بندہ نے کہا۔ تمہارے نزدیک وہابی اچھے ہیں۔ جواب میں وہابیوں کو بہت سی گالیاں دیں۔ پھر بندہ کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ تم اُس حالت میں کیوں کھڑے نہیں رہتے" بندہ پر ایک کیفیت طاری ہوا کرتی تھی۔ اس کیطرف اشارہ انہوں نے کیا تھا" کہ اُس پر استقامت کیوں نہیں کرتے" پھر بندہ کیطرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ جاؤ تم اپنے سے جا کر میری حالت پوچھو۔ جب بندہ واپس آیا۔ تو شرقپور شریف حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں تمام ذکر کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ وہ شخص توحید میں جلا ہوا ہے۔ دیگر ایک روز فرمایا میں اناری جا رہا تھا کہ رستے میں آندھی آئی۔ اور ساتھ ہی بارش اور اولے پڑنے شروع ہو گئے۔ درخت گرنے لگے۔ مجھے خیال آیا۔ کہ سڑک سے ایک طرف ہو جاؤں۔ الہام ہوا۔ کہ سڑک پر ہی چلو۔ میں سڑک پر چلنے لگا۔ اولے میرے پاس گذر گذر جاتے۔ اور درخت بھی مجھ پر کوئی نہ گرا۔ جب اناری پہنچا۔ تو لوگوں نے تعجب کیا۔ جب واپس آئے۔ تو سڑک پر درخت۔ بے شمار گرے پڑے تھے۔

شرعی و الہامی امور کے نظائر

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ خداوند کریم نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے۔ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ یعنی دیدہ و دانستہ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

اور حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کو الہام ہوتا ہے۔ کہ "سڑک پر ہی چلو"

بندہ اس کی تشریح کر دیتا ہے۔ بسا اوقات شرعی و الہامی امور بظاہر الگ الگ نظر آتے ہیں۔ وحی الہامی کا سلسلہ بڑا باریک ہے۔ اس کی ایک دو نظیر نہیں۔ بلکہ ہزاروں نظائر موجود ہیں۔ بعض وقت ملہم کو الہام کی رو سے ایسے احکام بتائے جاتے ہیں۔ کہ بظاہر شریعت کی رو سے ان کی بجا آوری درست نہیں ہوتی۔ مگر ملہم کے لئے فرض ہوتا۔ کہ ان کی بجا آوری میں ہمہ تن مصروف رہے۔ ورنہ گنہگار ہو گا۔ حالانکہ شریعت اسے گنہگار نہیں ٹھہرانی

یہ تمام باتیں من لدنا علماً کے تحت میں ہوتی ہیں۔ ایک جلد باز شخص بیشک سے خلاف شریعت قرار دے گا مگر یہ اُس کی جلد بازی ہوگی۔ کہ ان باتوں کو خلاف شریعت سمجھے۔ دراصل اہل باطن کے لیے بھی ایک شریعت ہوتی ہے جس کی بجاآوری اُن پر فرض ہوتی ہے۔ ابتدائے دنیا سے یہ باتیں دوش بدوش چلی آتی ہیں۔ یعنی شریعت ظاہری وہ ہے۔ کہ جس میں امور دنیا کا پورا پورا انصرام و اہتمام کیا گیا ہے۔ تاکہ اس کے انتظام میں بلحاظ ظاہر کے کوئی بات خلاف طریق ظاہر نہ ہو۔ شریعت باطنی وہ ہے۔ کہ بعض امور ظاہری جو بادی النظر میں کامل طور پر ظہور پذیر نہیں ہو سکتے۔ الہام و کشوف سے ظاہر ہوتے اور رواج دیئے جاتے ہیں۔ اور دراصل ظاہری احکام شریعت کے کشف حقائق ہوتے ہیں۔

مثلاً ایک شخص کو حکم ہوتا ہے۔ کہ تو بچے کو دریا میں ڈال دے۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو حکم ہوا تھا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَ لَا تَخَافِیْ وَ لَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف وحی کی۔ کہ اس کو دودھ پلا۔ پس جب تجھے اس کی ہلاکت کا خوف ہو۔ تو اس کو ندی میں ڈال دے۔ اور نہ ڈر اور نہ غم کر۔ ہم اس کو تیری طرف واپس لاکر رسول بنائیں گے"۔ یا حکم ہوتا ہے۔ کہ دریا کو چیر کر نکل جا۔ جیسا کہ خود موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا تھا۔ اور مع لشکر بغیر کسی کشتی دریا سے پار چلے گئے۔ یا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا تھا۔ کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر دے۔ اور آپ اس کو ذبح کرنے پر تیار ہو گئے۔

اور جیسا کہ خضر علیہ السلام کا واقعہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے پارہ ۱۵ رکوع ۱۰ فرمایا ہے۔ کہ انہوں نے بحکم خدا بچے کا قتل کرنا۔ اور کشتی کو عیب دار کرنا وغیرہ وغیرہ بظاہر یہ امور ظاہری شریعت سے وراء الوراء ہوتے ہیں۔ اور ان کو اہل حق ہی سمجھتے ہیں۔ اور وہی ان کو بجا لاتے ہیں۔ ورنہ اس طرح تو خدا تعالیٰ پر اعتراض ہوتا ہے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کی پاک ذات ہر ایک عیب و نقصان سے منزہ ہے۔ اس کا سر وہی جانتے ہیں جو خدا تعالیٰ سے خاص تعلق رکھتے ہیں"۔ معترضین کے لئے اتنے دلائل ہی کافی ہیں۔

اگر کسی نے اس کی زیادہ تشریح دیکھنی ہو۔ تو شرح فتوحات مکیہ میں دیکھے۔

ایک روز میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ حضرت صاحب قبلہ بیربلوی علیہ الرحمۃ کی صورت دل میں گھر کر گئی ہے

ایک روز فرمایا۔ کہ خیال تھا۔ کہ باہر چلنے پھرنے جائیں گے۔ تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی رہے گی۔ مگر ایسا ہوا نہیں۔

ایک روز ایک شخص کو جذب ہوا۔ اس کو دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ یہ دیوانگی مجھ کو بھی ہوتی تھی۔ اب ہمارے

اندر داخل ہو گئی ہے۔

ایک روز فرمایا۔ متقدمین میں سے کسی شخص کو اگر ذرا سی نسبت پہنچتی۔ تو اس کی اصلاح ہو جاتی۔ اب اتنے جوش و خروش ہوتے ہیں۔ مگر اصلاح نہیں ہوتی۔

ایک روز فرمایا۔ ہم نے دعا کر کے جوش و خروش کو بند کیا ہے۔

اور ایک روز فرمایا۔ رمضان مبارک میں قرآن شریف سن رہے تھے۔ اس وقت یہ کیفیت تھی۔ گویا کہ قرآن شریف خدا سے سن رہا ہوں۔ اس وقت تم یاد آگئے۔ ایسے وقت تم کیوں یاد آئے۔ ہماری یاد کا کچھ اثر پہنچا بھی کہ نہیں؟ بندہ نے عرض کی۔ کہ ہاں'

ایک روز فرمایا۔ انوار قدسیہ امام شعرانی صاحبؒ کی بہت اچھی کتاب ہے" بندہ کو بھی ایک نسخہ اس کا عطا فرمایا۔

ایک روز فرمایا۔ تذکرہ غوثیہ میں حضرت غوث علی شاہ صاحب نے موٹی موٹی باتیں کر کے سلوک سمجھا دیا ہے۔

ایکروز فرمایا۔ ہم نے سنا ہے۔ کہ تو کتاب پڑھنے لگ پڑا ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ عبارت سنوں۔

ایکروز فرمایا۔ حضرت امام علی علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہمارا ختم درود شریف ہے۔ اور فرمایا۔ حضرت امام علی رحمۃ اللہ کو زیارت حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ کی ہوئی۔ اور عرض کیا۔ مجھے کچھ فرمایئے آپ نے فرمایا۔ درود شریف خضری پڑھا کرو۔ عرض کیا۔ کہ پڑھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ زیادہ پڑھا کرو۔ پھر عرض کیا۔ کچھ اور فرمایئے۔ آپ نے فرمایا۔ اس درود شریف کو بہت زیادہ پڑھا کرو۔

ایک روز فرمایا۔ میاں ابراہیم صاحب کو جنون ہو جاتا ہے۔ ہم نے اس کی دو دفعہ فصد کرائی ہے پھر بھی نماز میں جنون میں رہتے ہیں۔

ایک روز فرمایا۔ ہمارے پاس ایک منڈیا فقیر آیا۔ ہم کو اس نے کہا۔ جو کچھ ہے۔ تو ہی تو ہے۔ اور تیرا ہی ہوتا ہے" ہم نے کہا۔ ٹھہر تیری ایسی تیسی کی"

اور ایک روز فرمایا۔ کہ حضرت صاحب بریلوی علیہ الرحمۃ جب جماعت میں قرأت پڑھتے ہیں۔ تو عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے۔ اور نور حسن شاہ صاحب (ساکن حضرت کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ) کو فرمایا کہ ابراہیم قصوری ہمارے پاس امانت ہے۔

ایک روز بندہ نے عرض کی۔ کہ ترقیات کیواسطے دعا و توجہ فرمائیں۔ جواب میں فرمایا۔ خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ اول ما آخر ہر منتہیٰ؛ آخر ما جیب تمنا تہی" اور فرمایا ناشکری مت کرو۔

اور ایک روز فرمایا بعض وقت شیخ ناراض ہوتا ہے۔ اور طالب کو ایک قسم کی نسبت پہنچ جاتی ہے وہ نسبت مفید نہیں ہوتی۔

ایک روز حضرت کوٹلہ شریف والوں نے فرمایا۔ میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی طبیعت میں غیرت بہت ہے۔ اِن سے فیض بے کر کوئی ہی نکلے گا۔

اور ایک دن فرمایا۔ جو صاحب سلسلہ کسی دوسرے صاحب سلسلہ کو بُرا سمجھے۔ وہ طریقت میں وہابی ہے۔ جو اپنے پیر سے منحرف ہو۔ وہ طریقت میں مرتد ہے۔ شرط یہ ہے۔ کہ وہ پیر باشرع ہو

اور فرمایا کرتے تھے۔ خدا کے راستے میں ظاہرداری بنانی زہر قاتل ہے۔ در تصنع کرنی پوچ پانی ہے۔

اور فرماتے تھے۔ ذکر ایسا خفی ہونا چاہیئے۔ کہ دل کو بھی معلوم نہ ہو یعنی۔ اگر مذکور میں محو ہو جائے ؎

چناں پوشیدہ کن ذکرش کہ از دل نیز اخفا کن۔

اور فرماتے جس کو ہم حضور سمجھے ہوئے ہیں۔ وہ حضور نہیں ہے۔

ایک روز فرمایا۔ اگر طالبانِ خدا کو تسلی نہ ملے۔ تو سر پیٹ کر مر جائیں۔

اور فرمایا۔ راہ خدا میں منافق کا کام نہیں ہے۔

اور فرمایا ؎

در درونش آشنا و از بروں بیگانہ وش ایں چنیں زیبا روش کمتر بود اندر جہاں

اور فرمایا۔ نشانہ بنا نہیں چاہیئے جس کی طرف لوگوں نے انگلی کی۔ وہ ہلاک ہوا۔

حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ اکثر یہ حدیث پڑھا کرتے تھے۔ اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ یعنی مخلوق بحیثیت خالقیت اور ملکیت کے خدا کا کنبہ ہے۔

حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ خود فرمایا کرتے تھے۔ کہ بیعت ہونا تو ایک رسم ہو گیا ہے۔ فرمان کا ماننا اصل ہے۔

ایکروز آپ نے فرمایا۔ حضرت امام علیشاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں ایک شخص ایک نظم آپکی تعریف میں بنا کر لایا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا۔ یہ تعریف ہماری نہیں ہے۔ ہماری تعریف تو یہ ہے۔ کہ تُو ایسا بن جائے۔ کہ لوگ تجھے دیکھکر کہیں۔ کہ یہ کس کے ملنے والا ہے۔ ورنہ کاغذ پر تعریف لکھنے کی کچھ وقعت نہیں ؎

ہمارا کام کہ دینا ہے یارو آگے تم مانو یا نہ مانو ! سبحان اللہ

ارشاد کی برکت سرورِ کائنات کی زیارت کا طریقہ

حاجی نواب خاں صاحب
ولد عمر خانصاحب راجپوت

ساکن میر محمد علاقہ قصور جو اہل حدیث مشرب ہیں۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ مجھے یہ خواہش تھی۔ کہ حضرت سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جائے۔ مولوی عزیزالدین صاحب امام مسجد ستو کی نے مجھے ترغیب دی۔ کہ مَیں حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں شرقپور شریف جاؤں۔ بنا بریں ہم دونو شرقپور شریف حاضر خدمت ہوئے۔ ایک شب و روز وہاں قیام کیا۔ اگلے روز عصر کے وقت حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی زیارت سے مشرف ہوا میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ میں بہت گنہگار ہوں میری یہ خواہش ہے۔ کہ میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے باریاب ہو جاؤں۔ میں نے یہ سنا ہے۔ کہ آپ مکہ شریف میں کبھی کبھی نماز گذارتے ہیں۔ آپ نے نفی میں جواب دیا۔ اور فرمایا کہ تم کو کس نے کہا ہے۔ جب میں نے مولوی عزیزالدین کا حوالہ دیا۔ تو آپ نے اسے سرزنش کی۔ بعدازاں میرے زانوؤں کو دبا کر فرمایا۔ کہ نماز عشا کے بعد چار سو بار درود شریف خضری پڑھکر کسی سے کلام کئے بغیر سو جایا کرو۔ انشاء اللہ تم کو گوہر مقصود مل جائے گا۔ مَیں نے آٹھ روز تک یہ عمل کیا۔ اور نوافل تہجد ادا کرنے کے بعد جائے نماز پر بیٹھا ہوا تھا۔ کہ مجھے اونگھ آگئی۔ ناگاہ مَیں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ میں بیت اللہ شریف میں ہوں۔ اور میرے آگے حضرۃ میاں صاحب علیہ الرحمۃ طواف فرما رہے ہیں۔ میں نے بھی آپ کی تقلید کی بعدہٗ میں نے عرض کی۔ کہ آپ تو فرماتے تھے۔ کہ ہم یہاں تشریف نہیں لایا کرتے تھے" آپ نے مجھے اسوقت لبوں پر مہر سکوت لگانے کی ہدایت کی۔ بعدہٗ سرور کائنات مفخر موجودات سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک بمعہ اصحاب اربعہ اور دس جلیل القدر صحابہ کرام کے تشریف لائے۔ اور حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے مجھے اُن حضرات کے اسماء گرامی بتلائے۔ مَیں نے دیکھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سراپا نور ہیں۔ میرے قلب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے ایک خاص کیفیت طاری ہوئی۔ میں نے حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کو آب زمزم لے جانے کے لئے کہا۔ نیز عرض کی۔ کہ مجھے اپنے ہمراہ باطنی راستہ سے واپس لے چلیں۔ کیونکہ مجھے بحری راستہ سے سخت دقت کا سامنا ہوا ہے۔ آپ نے خاموشی کا اشارہ کیا۔ بعدہٗ تمام جماعت وہاں سے روانہ ہوئی۔ اور کیا دیکھتا ہوں۔ کہ مدینہ شریف میں وہی جماعت آ گئی ہے۔ پھر مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی بھی زیارت کی۔ اور میاں صاحب رح کی خدمت میں عرض کی۔ کہ یہاں سے احباب و رفقاء کے لئے کھجوریں تبرکاً لے جائیں۔ پھر بھی مجھے آپ نے خاموشی کی ہدایت کی۔ میں نے عرض کی۔ کہ مجھ سے بحری راستہ سے سفر کی زحمت گوارا نہیں ہو سکے گی۔ آپ نے فرمایا۔ میرے پاؤں پر اپنے پاؤں رکھو۔ اور آنکھیں بند کرو۔ مَیں نے ایسا ہی کیا۔ اور چشم زدن میں مَیں نے اپنے آپکو لاہور میں پایا۔ اور وہاں سے مَیں نے راجہ جنگ کا ٹکٹ لیا۔ اسٹیشن سے اتر کر گاؤں کیطرف جا رہا تھا

کہ آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو وہی مصلّٰے اور وہی مکان فقط سبحان اللہ حاجی نواب خاں صاحب کا بیان ہے کہ اس سے پہلے بہت سے علماء کی خدمت میں مَیں نے عرض کی۔ انہوں نے مجھے بہت ساری چلّہ کشی کرائی اور مولوی عبدالجبار اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور دیگر حضرات کی خدمت میں بھی حاضر ہوا۔ ہر ایک صاحب نے وظائف فرمائے۔ مگر اپنے مقصود میں کامیاب نہ ہوا۔ اور جب حضرت میاں صاحب رح کی خدمت میں پہنچا۔ تو گوہر مقصود کو پالیا۔ جو مکان مکہ شریف کے خواب میں دیکھے تھے۔ ویسے کے ویسے حج کرنے کے موقعہ پر جا دیکھے۔ ہو بہو وہی سب کچھ تھا۔ جو کہ خواب کے درمیان دیکھا سُبحَان اللہ۔

باب ۸

ارشادات

سوانح حیات صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا جزو اہم ارشادات کا باب ہے۔ کیونکہ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شریعت میرے اقوال ہیں۔ طریقت میرے افعال ہیں۔ اور حقیقت میرے احوال ہیں۔ تو شریعت کا دروازہ تو بند ہے۔ جو کچھ آپ فرماگئے۔ اِسی کے سب مفسر اور ترجمان۔ البتہ افعال اور احوال ہر ایک کے الگ ہوتے ہیں۔ لیکن اولیاء اللہ جو ہر وقت عرفان وحدت کے سمندر میں غوطہ زن ہوتے ہیں۔ ان کے اقوال بھی درحقیقت اپنے افعال و احوال کے ترجمان ہوتے ہیں۔ اور بس۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی قدیم ذرہ نوازی سے ہر ایک ذرہ کو الگ نعمت سے ممتاز فرمایا۔ جو اس کے دوسرے بھائی کو عطا نہیں کی۔ اسی طرح اولیاء اللہ کے طبائع بھی پیدا فرمائے۔ کئی تو ایسے بنائے۔ جو سراسر دریائے عرفان کے موتی ہر وقت بکھیرنے میں عمریں بسر کر گئے۔ کئی ایسے پیدا فرمائے۔ جو سراسر افعال ہو کر خلق اللہ کے اندر پوشیدہ رہے۔ اور دین کی خدمت میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ اور کئی اولیاء اللہ کو سراسر حال بنا کر دنیا کے اندر مندِ حال پر عزت بخشی۔

ہمارے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت کو سراسر عمل، افعال و احوال بنا کر خلق اللہ کیلئے ایک حجت قائم فرمایا گیا۔ آپ معارف الٰہیہ کے بیان کو ہرگز پسند نہ فرماتے تھے جیسا کہ ایک ارشاد میں "کہ حدیث و قرآن سراسر حال ہونا چاہیئے" فرماتے ہیں۔ اور دوسرے میں کہ نکتوں کے اندر کچھ نہیں" بلکہ فرماتے تھے جو کچھ ہے کرنا ہے۔ جو کچھ ہے ذوق ہے اور بس۔

تاہم ہمیں ارشادات کے دو عنوان قائم کرنے پڑے۔ اوّل معارف۔ دوئم حقائق۔ معارف کا تعلق

علم سے ہے۔ اور حقائق کا تعلق حال وکیف سے ہے۔ کیونکہ حضرت مولف کی قلم سے بہت سے معارف اتفاقاً یا حضور قبلہ رحمۃ اللہ کے سوالات پر وساطتاً اتنے بے اختیار نکل گئے ہیں۔ جن کے لئے الگ فصل قایم کرنے کی ضرورت آئی

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ ان تعارف کا تعلق ہی آپ کی ذات بابرکات سے نہیں۔ بلکہ آپ کی ذات نے ہی تو یہ معارف پیدا کئے۔

حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ کا قلبی میلان نوکشائی سے متنفر تھا۔ وہ طالب یا سالک کے سامنے کوئی ایسا مسئلہ پیش فرمانا نہیں چاہتے تھے۔ جس میں اسے کسی کی گرہ کشائی کی احتیاج ہو۔ بلکہ آپ کا خیال تھا۔ کہ سالک اپنے حال میں خود مست ہو کر محو تماشہ ہو بیٹھے۔ اور عرفان وحقیقت کی گتھی کو خود سلجھائے جہاں کہیں فرما دیا۔ وہ بھی بے اختیار یا حسب ضرورت۔

لیکن اگر ایک تیز طبیعت آپ کے زریں ارشادات پر ایک غائر نظر ڈالے گا۔ تو اس کو وہ وہ بے بہا موتی ہاتھ آئیں گے۔ جو کسی دوسرے کے ارشادات میں بہت نایاب ہوں گے۔ جو سراسر حقیقت ہونگے۔ اور علمی موشگافی کو ذرہ بھر بھی دخل نہ ہوگا۔

تاہم میں اس کمی کو محسوس کرتا ہوں۔ کہ جتنا یہ باب اہم تھا اتنا یہ وسیع نہیں رکھا گیا۔ حضرت مولف صاحب سلمہ اللہ بھی مجبور تھے۔ کہ کسی دوست نے اتنی فراخ حوصلگی نہ فرمائی۔ کہ ارشادات کے موتی اپنے خزینۂ حافظہ سے عام احباب پر نثار کرتا۔ آہ تنگدلی!

البتہ حقائق کا میدان بہت وسیع تھا کیونکہ حضور قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر اپنے حال کی حقیقت سادہ الفاظ میں احباب کے سامنے اس طرح بیان فرماتے۔ جس سے اہمیت پیدا نہ ہو۔ مثلاً ایک ملفوظ میں فرمایا۔ کہ "شریعت سے ڈرتا ہوں۔ ورنہ اللہ اکبر کی بجائے انت اکبر کہتا"

دیکھئے کتنی بلند حقیقت کو کیسے آسان الفاظ کیسے آسان طریقہ اور لب ولہجہ سے بیان فرما دیا۔ اسی طرح باقی حقائق کا حال ہے۔ ہم نے معارف وحقائق کو ایک مقولہ سے نہیں رکھا۔ بلکہ حقائق کو مقولۂ کیف سے سمجھ کر الگ فصل قایم کی۔

معارف واسرار کی پیدائش تفکر اور تخیل سے ہے۔ اور حال کی سبزہ زاری عبادات واذکار کا ثمرہ ہے حضرت قبلہ مرحوم ومغفور ان اولیائے کرام وعظام رحمۃ اللہ علیہم سے تھے۔ جو اثنائے مشاہدہ پر بھی اپنے مجاہدات میں ویسے ہی پیاسے رہے۔ جیسے ایک تشنہ لب ابتدائے عشق میں فرقت زدہ ہو کر اپنی بیتابی میں سرگرم ہوتا ہے۔ ایسے پاک روحوں کو تخیل وتفکر سے کیا واسطہ۔ وہ سراسر عبودیت کے ناز وادا میں غرق ہو کر

محوِ تجلّی رہا کرتے ہیں۔ جس کا ثمر تمامہ حال و گل ہُوا کرتا ہے۔ اور بس

لیکن اس سے کسی کو یہ دھوکا نہ ہو۔ کہ ایسے پاک نفوس انتہائے مشاہدہ پر پہنچتے ہی نہیں۔ ورنہ وصل کے بعد بیتابی کیسی ذکر واذکار کی اس وقت کیا حاجت۔

مگر عاشق کامل وہی ہے۔ جو منتہائے وصال کے بعد بھی ویسے ہی خشک لب نظر آئے۔ جیسے ابتداء عمر میں تھا۔ بلکہ اس سے زیادہ سوزاں نظر آئے۔

حضرت فرید الحق والدین اپنے تمام مدارج کے بعد انتہائے مشاہدہ اور انتہائے مجاہدہ کے بعد فرماتے ہیں ؎ کاگا تن من میرا کھائیو تے چُن چُن کھائیو ماس دو نین نہ میرے کھائیو تینوں پیا ملن دی آس

کیا آج آپ کی نظیر دنیا میں ملتی ہے۔ اور جہاں آپ کا گذر ہُوا۔ وہاں کسی دوسرے کو موجودہ وقت میں ہو سکتا ہے۔ لیکن بے تابی تو دیکھیئے۔

ساتھ ہی طبیعتیں بھی الگ ہیں۔ ہمارے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر گھڑی ہر دم متواتر آتش عشق میں مثل سیماب بے تاب جلتے نظر آتے تھے۔ اور ایک لمحہ بھی دل کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہوتا تھا۔ لیکن باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سی بے تابی آپ کی ذات میں نہ تھی۔ بلکہ مشاہدہ حق کے جمال کی اتنی سیرابی تھی۔ کہ اس کے بغیر آپ کو کچھ نظر نہ آتا۔ لیکن ساتھ ہر ایک چیز کو ذات حق جل وعلا کے سوا جانتے تھے۔ ہمارے نزدیک آپ کی توحید نہ توحید وجودی تھی۔ نہ توحید شہودی۔ بلکہ یہ ایک تیسری توحید تھی۔ جو ان مذکورہ توحیدوں کے علاوہ وہ توحیدی مسلک تھا جس کو حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے ذوق سلیم نے پایا تھا۔ گو کہ آپ اس کو توحید شہودی سے الگ نہ دکھا گئے۔ لیکن صاحب ذوق سے پوشیدہ نہیں۔ کہ یہ توحید کیسی ہے۔ اور اسی توحید کے لئے معارف کا وجود اگر عیب نہیں۔ تو زیب بھی تو نہیں۔ (مرتب، (صاحبزادہ) محمد عمر عفی عنہ

مسئلہ وحدۃ الوجود کا عمدہ فیصلہ

بندہ روایت کرتا ہے۔ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ ایک دفعہ قصور تشریف لائے تھے۔ اور بڑی مسجد کے حجرہ میں قیام تھا۔ آپ کسی کام کے لئے ذرا باہر تشریف لے گئے۔ اور حجرہ میں یاروں میں باہمی مسئلہ وحدۃ الوجود پر گفتگو ہونے لگی۔ ایک صاحب کہتے تھے۔ کہ وحدت الوجود کا مسئلہ خیال میں ہی ہونا چاہیئے۔ زبان پر نہ آنا چاہیئے۔ دوسرے کہتے۔ کہ سمجھانے کیلئے زبان پر بھی لانا چاہیئے۔ یہ گفتگو آپس میں ہو رہی تھی۔ کہ آپ تشریف لائے۔ اور فرمایا کیا ہے؟ سب کچھ عرض کیا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ نہ اسے خیال میں رکھنا چاہیئے۔ اور نہ اسے اظہار میں لانا چاہیئے۔ یہ تو ایک حال ہے۔ جب وارد ہوا۔ اسوقت تو حال ہے۔ بعد گذرنے حال کے اس کا ذکر نہ کرنا چاہیئے۔

(مولف) ایکدفعہ کا ذکر ہے۔ آپ قصور تشریف لائے۔ اور بڑی مسجد[1] میں حوض کے دوسرے کنارے پر تمام رات تشریف فرما رہے۔ اور بندہ بھی آپکے ہمراہ بیٹھا رہا۔ مسجد کی پیشانی کیطرف دیکھتے رہے۔ اور طرح طرح کی کیفیات آپ پر طاری ہوتی رہیں۔ بندہ نے دریافت کیا۔ تو فرمایا۔ اس مسجد سے مجھے نسبت رسالت کی خوشبو آرہی ہے۔ حتی کہ صبح ہوگئی۔

آپ عزیز غلام اللہ صاحب کی برات کے ہمراہ لاہور تشریف لیگئے۔ جب لڑکی والوں کے گھر کیطرف چلے۔ تو براتیوں سے ایک شخص نے کہا۔ ذرا ہوشیار ہوجاؤ۔ بندہ نے پوچھا کیوں۔ وہ بولا لڑکی والے اُدھر سے آرہے ہیں۔ اُنکے ہمراہ چند آدمی ہونگے۔ اور وہ سب آتے ہی ایکدوسرے سے گلے ملینگے۔ اور ایکدوسرے کو اٹھالینگے۔ چونکہ بندہ کا قدوقامت اچھا ہے۔ اسلئے مجھے آگے کردیا گیا۔ ملے تو ضرور اسی طرح مگر اٹھانے تک نوبت نہ پہنچی۔ جب لڑکی والوں کے مکان پر جا بیٹھے۔ تو یاروں میں جوش و خروش شروع ہوگیا۔ ایک شخص نے کہا۔ قوالوں کو بلالیا جائے۔ بندہ نے جواب دیا۔ یہاں قوالوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جس تن لگا عشق کمال۔ آپے بیٹھا کھیلے حال۔ نہ چاہے راگ اور تال۔ الغرض صبح برات شرقپور شریف واپس روانہ ہوئی۔ اور حضرت میاں صاحب علیہ الرحمتہ نے بندہ سے دریافت کیا۔ کہ شرقپور چلوگے۔ یا والدہ سے ڈرتے ہو۔ بندہ تو قصور کو واپس آگیا۔

ایک معنی خیز دعا

ایکدفعہ آپ قصور تشریف لائے۔ بعد نماز عصر بندہ نے عرض کی۔ کہ میرے لئے دعا فرمائیں۔ تو آپنے بلند آواز سے فرمایا دعو کہ "تمہارا کچھ نہ رہے"، بندہ نے کہا۔ آمین۔ یہ جملہ سنکر حاضرین پر حیرت طاری ہوگئی۔ بابا ہی محمد نصاحب بولتے دعا کیسی ہے" ناظرین حیران نہ ہوں۔ بندہ اس کی تشریح کردیتا ہے حدیث شریف میں آیا ہے۔ جو شخص ایک رائی کے برابر خودبین ہوگا۔ وہ دوزخ میں جائیگا۔ راہ تصوف میں یہی بات حاصل کرنا کمال ہے۔ خواجہ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمتہ نے فرمایا۔ خداوندا قیامت کے روز ہر شخص کا تعلق اور علاقہ ٹوٹ جائیگا۔ مگر وہ تعلق جو تیرے اور میرے درمیان ہے۔ وہ ہرگز نہ ٹوٹیگا۔ اور تو اپنے فضل سے مجھے ایسے مقام میں رکھ۔ کہ میری خودی درمیان میں نہ رہے۔ اور سب کچھ تو ہی تو ہو۔

حضرت مجدد رحمتہ اللہ نے ایکروز بیٹھے بیٹھے فرمایا۔ کہ نظر کشاف سے دیکھ رہا ہوں۔ کہ تمام دنیا کے رہنے والے لا الٰہ الا انا کر رہے ہیں۔ یعنی نہیں کوئی معبود مگر میں۔ یہ سنکر آپکے فرزند حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمتہ نے عرض کی۔ کہ حضور میں بھی؟ تو فرمایا "ہاں تو بھی"۔ پھر حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمتہ کچھ علیحدگی میں ذکر نفی اثبات کرتے رہے۔ اس کے بعد پھر حضرت مجدد علیہ الرحمتہ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی۔ حضور اب فدوی کا کیا حال ہے۔ کہا۔ ہاں اب کچھ ترقی کی ہے۔ مگر انا باقی ہے۔ خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ کہ بعد وفات حضرت مجدد علیہ الرحمتہ میں حج کو گیا۔ تو وہاں کشف سے معلوم ہوا۔ کہ انا کے زنار مجھ سے قطع ہورہے ہیں۔

---

[1] عارف کے سامنے مکان اپنے مکین کی پوری شہادت دیتے ہیں۔ اور مکان سے وہی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ جو اس کے مکین میں ہو۔ یہی وجہ ہوئی۔ کہ نسبت رسالت نے نسبت توحید کو مغلوب کرلیا۔ ورنہ مسجد توحید کا گھر تھا لیکن رسالت امام توحید ہونے سے مقدم ٹھہری۔

قادری صاحب فرماتے ہیں ؎ ہستی سے گذر جانا بھلا کام یہی ہے۔ دین یہی مذہب یہی اسلام یہی ہے۔

حضرت نیاز احمد صاحب بریلوی فرماتے ہیں ؎

نیستی ہستی ہے یارو اور ہستی کچھ نہیں ۔۔۔ بے خودی مستی ہے یارو اور مستی کچھ نہیں
بندگی اور حق پرستی کچھ نہ ہونا اے نیاز ۔۔۔ کچھ نہ ہونے کے سوا اور حق پرستی کچھ نہیں

مولانا جامی فرماتے ہیں۔ کیا فائدہ ہے۔ جو تو نے خرمن طاعت کے جمع کئے۔ اور تیری ہستی سے ایک جو بھی کم نہ ہوا۔

حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی رح فرماتے ہیں۔ کہ جب دوست اپنے دوست کے پاس آتا ہے۔ تو اپنے آپ سے فراموش ہو کر اپنے دوست کو دیکھتا ہے۔ حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کشف المحجوب میں لکھتے ہیں۔ تو اس طرح ہو جا جس طرح پہلی رات کی دولہن بیاہی آتی ہے۔ وہ نہ تو اپنے آپ کو دیکھتی ہے۔ اور نہ ہی انکو جو اسے دیکھنے آتے ہیں۔ دیکھتی ہے۔ خواجہ ابو الحسن خرقانی رح سے کسی نے پوچھا۔ کہ آپنے خداوند کریم کو کہاں دیکھا ہے۔ آپنے جواب دیا۔ جہاں پہ آپکو نہ دیکھا۔ سبحان اللہ

حضرت قبلہ میاں صاحب ایکدفعہ قصور تشریف لائے۔ اور کوٹ مراد خاں میں سید عبدالحق شاہ صاحب کے پاس تشریف لیگئے۔ اُن سے یہ پہلا موقعہ ملاقات کا تھا۔ حضرت شاہ صاحب بڑی تواضع سے پیش آئے۔ انہیں دنوں سید جماعت علیشاہ صاحب بھی قصور تشریف لائے ہوئے تھے۔ سید عبدالحق شاہ صاحب نے دریافت کیا کہ آپ بھی شاہ صاحب کے ملنے والوں میں سے ہیں۔ بندہ نے کہا۔ کہ نہیں۔ عبدالحق شاہ صاحب نے حضرت میاں صاحب رح کی حالت دیکھ کر فرمایا۔ کہ خدا کے ملنے کا راستہ کوئی قریب بھی ہے؟ یا نہیں۔ آپنے فرمایا۔ ہاں شاہ صاحب متوجہ ہوئے۔ تو حضرت میاں صاحب نے فرمایا۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔ شاہ صاحب جواب سنکر نہایت خوش ہوئے۔ اور بڑی عزت سے آپکو رخصت کیا۔ اور دروازے تک چھوڑنے کے لئے ہمراہ تشریف لائے۔ پھر رابطہ آنے جانے کا جاری رہا۔

حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہمارے بزرگوں اور شاہ صاحب موصوف میں پہلے بھی تعلق تھا۔

اخلاص کی قدر

اور ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ قصور تشریف لائے اور بندہ کے مکان پر اترے۔ اس وقت قحط بہت پڑا ہوا تھا۔ بندہ گھر سے ثابت موٹھ پکے ہوئے بجائے روٹی کے لے آیا۔ آگے دیکھا۔ تو میاں نبی بخش سدانہ کھانا لایا ہوا تھا۔ اور روٹی وغیرہ سب کچھ پر تکلف تھا۔ بندہ نے آپ کی نظر بچا کر دوسرے کمرے میں وہ موٹھوں والی تھالی رکھ دی۔ جب روٹی کھانے لگے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ دوسرے کمرے کے طاق میں جو کچھ رکھا ہوا ہے وہ پہلے لاؤ۔ حسب حکم وہ تھالی طاق سے اٹھا کر آپ کے آگے رکھی گئی۔ آپ نے اسے پہلے تناول فرمایا۔ پھر سب نے ملکر دوسری روٹی کھائی۔

بلند فطرتی

ایک دفعہ آپ ہمراہ حضرت کوٹلہ شریف والوں کے قصور تشریف لائے۔ اور بندہ کے مکان پر قیام فرمایا۔ حضرت صاحب اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت کچھ مذاق حسنہ بھی رکھتی تھی کبھی کبھی آپ مذاقیہ رنگ میں گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کچھ اسی طرح گفتگو فرما رہے تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور سب یار حاضر تھے۔ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کو کچھ خیال گذرا۔ کہ حضرت صاحب علیہ الرحمۃ کی گفتگو کا یاروں پر کیا اثر پڑے گا۔ الگ ہو کر بندہ سے دریافت کیا تمہارا کیا حال ہے؟ بندہ نے عرض کی۔ کہ بجائے اعتراض کے ایک فیض اور نسبت آ رہی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ الحمد للہ۔

ایکروز فرمایا۔ کہ میں رہتک جناب والد صاحب رحمۃ کے مزار پر فاتحہ کو گیا۔ تو طبیعت میں بہت گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ راستہ میں ایک مسجد نظر پڑی۔ اس میں چلے گئے۔ مسجد میں داخل ہوتے ہی طبیعت کو اطمینان اور تسلی ہو گئی۔ وہاں کے لوگ میری طرف دیکھنے لگے۔ اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ کا قول ہے۔ کہ سَو روضہ سے ایک مسجد بہتر ہے۔ کیونکہ روضہ کی نسبت ولی کی طرف ہے۔ اور مسجد کی نسبت خدا کی طرف ہے۔

توحیدی اثر

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ایک موقعہ میں ریل گاڑی میں سوار ہونے لگا۔ گاڑی مسافروں سے بہت بھری ہوئی تھی۔ ادھر انجن کے وسل کی آواز آئی۔ میں جلدی سے گارڈ کی گاڑی میں جا گھسا۔ وہ دیکھ کر بہت گھبرایا۔ اور بڑی تیزی سے گفتگو کرنے لگا۔ میں نے توحید کا خیال کر کے اس کی طرف تیز نظر سے دیکھا۔ نگاہ کرنے کی دیر تھی۔ کہ وہ مطیع ہو گیا۔ اور کبھی کبھی شرفِ حضور بھی آیا کرتا تھا۔ اکثر خط بھی بھیجا رہتا ہے۔

بندہ۔ توحید عبارت نہیں ہے۔ اور نہ عبارت میں آسکتی ہے۔ اور جو کچھ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسپر عبارت کی تھی۔ ہم صاف اس کو تحریر کر بھی نہیں سکتے۔ کیونکہ عوام بسبب ناواقفی کے ایک فتنہ میں پڑ جائیں گے۔ ہم ایک حدیث شریف اور قول ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور اقوال درج کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین میں سے جو صاحب مذاق ہوگا۔ سمجھ لیگا۔ فتوحات مکی جلد اول صفحہ ۱۱۱ میں حضرت شیخ اکبر رحمۃ نے قول کہا ہے۔ قول ابوہریرہؓ حفظت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعائین فاما احدھما فبثثتہ واما الآخر فلو بثثتہ قطع منی ھذا البلعوم

ترجمہ یعنی میں نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے دو برتن علوم الٰہیہ کے یاد کر رکھے ہیں۔ ایک کو میں ظاہر کرتا ہوں اور اگر دوسرے کو ظاہر کروں۔ تو میرا یہ گلا کاٹا جائے۔

شیخ اکبر رحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ مجھ سے یہ حدیث شریف ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ تجری نے بمقام شبتہ بماہ رمضان ۵۹۴ھ کو اپنے گھر میں بیان کی۔ اور یہی حدیث شریف ابو الولید بن محمد عربی شہر اشبیلیہ میں ۵۹۹ھ کو

مجھ سے اپنے گھر میں بیان کی۔ اور حدیث کے آخر سب نے لفظ حدثنا بیان کیا۔ مگر ابوالولید بن عربی نے ایسا نہیں کہا۔ بلکہ اس نے کہا۔ کہ میں نے یہ حدیث شریف ابوالحسن شریح بن محمد بن شریح عینی سے سنی ہے۔ اور اس نے کہا مجھ سے یہ حدیث ابی عبداللہ اور ابو عبداللہ بن احمد بن منظور رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی۔ اور انہوں نے ابی ذر رحمۃ سے سنی۔ اس نے ابی محمد عبداللہ بن احمد بن حمویہ سرخسی حموی اور ابی اسحاق مستملی اور ابی ہاشم محمد بن مکی بن محمد کشمیہنی سے سنی۔ اور انہوں نے ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن مطر فربری رحمۃ سے روایت کی۔ اور اس نے ابو عبداللہ بخاری رحمۃ سے روایت کی۔ اور پہلی حدیث شریف ابو محمد یونس بن یحییٰ بن ابوالحسین بن ابی برکات ہاشمی عباسی رحمۃ نے مجھ سے حرم شریف مکی میں کعبہ معظمہ کے رکن یمانی کے سامنے بماہ جمادی الاول ۵۹۹ ہجری کو بیان کی۔ اور اس نے ابی الوقت عبداللہ بن عیسےٰ اسنجری ہراتی رحمۃ سے روایت کی۔ اور اس نے ابی حسین عبدالرحمٰن بن مظفر واؤدی رحمۃ سے روایت کی اور اس نے ابی محمد عبداللہ بن احمد بن حمویہ سرخسی رحمۃ سے روایت کی۔ اور اس نے ابی عبداللہ سے روایت کی۔ اور اس نے بخاری سے روایت کی۔ اور بخاری نے اپنی صحیح میں فرمایا ہے۔ مجھ سے یہ حدیث شریف اسمٰعیل نے بیان کی۔ اور وہ کہتا ہے۔ کہ مجھ سے میرے بھائی نے بیان کی۔ اور اس نے سعید مقبری سے سنی۔ اور اس نے حضرت ابوہریرہ رضہ سے سنی۔ اور ابی ذر کی روایت سے بحوالہ ابی عبداللہ بخاری اس حدیث کا ذکر کیا۔

اگر علوم لدنیہ الٰہیہ سے انکار واقعہ نہ ہوتا۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول سے اس بات کا کچھ افادہ نہ ہوتا۔ جب کہ انہوں نے قرآن کریم کی آیۃ اللہ الذی خلق سبع سمٰوٰت ومن الارض مثلھن یتنزل الامر بینھن ترجمہ۔ خداتعالیٰ وہ قادر قدرت ہے جس نے سات بلندیاں پیدا کیں اور زمینیں بھی انہیں کی مثل بنائی۔ ان کے درمیان خداتعالیٰ کا امر نازل ہوتا ہے۔ کے متعلق فرمایا۔ اگر میں اس آیت کی تفسیر بیان کروں۔ تو تم مجھے سنگسار کردو گے۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ تم مجھے کافر قرار دو گے۔ یہ حدیث مجھ سے ابو عبداللہ محمد بن عشول رحمۃ نے بیان کی۔ اور اس نے ابوبکر قاضی محمد بن عبداللہ بن عربی معافری رحمۃ سے سنی۔ اور اس نے ابی حامد محمد طوسی غزالی رحمۃ سے سنی۔ اگر علوم لدنیہ الٰہیہ کا انکار دنیا میں واقعہ نہ ہوتا۔ تو حضرت علی رضہ ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے پوتے یعنی حضرت زین العابدین کے کلام ذیل کے کچھ معنی نہ ہوتے۔ آپ فرماتے ہیں۔

یارب جوھر علم لوا بوح بہ	کفیل لی انت ممن یعبد الوثنا
ولا ستحل رجال المسلمون دمی	تلیرون اقبح مایا تونہ حسنا

ترجمہ۔ یعنی اے میرے خدا علم کا ایک جوہر اسیا ہے۔ اگر میں اس کو ظاہر کروں۔ تو لوگ مجھے مار ڈالنا حلال

سمجھیں گے۔ اور بدترین کام کو جو وہ کرتے ہیں، اچھا سمجھیں۔

اب ہم کو مذکورہ بالا دو امور کی تشریح کرنی ہے۔ اول یہ کہ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ کونسا علم سیکھا تھا جس کے متعلق وہ فرماتے ہیں۔ کہ اس کے اظہار سے مجھے اپنا گلا کٹ جانے کا مورد بننا پڑیگا سو واضح ہو۔ کہ اول الذکر حدیث شریف میں دو علوم کا ذکر ہے اول علم سے مورد ظاہری احکام شریعت ہی کا علم ہے۔ اور دوسرے علم سے مورد علم باطن ہے۔ یہ وہ علم ہے جس کے متعلق حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ اس کو ظاہر کرنے سے مجھے اپنا گلا کٹوانے کا مورد بننا پڑتا ہے۔ کیونکہ حقیقت توحید کے اسرار کا اظہار و تعبیر علیٰ وجہ المراد نہایت مشکل ہے۔ اس لیے جس نے اسرار توحید پر گفتگو کی۔ لوگوں نے غلط فہمی سے اس پر حلول و اتحاد کا وہم کیا۔ وجہ یہ کہ علوم کا فہم اسرار توحید کے ادراک سے قاصر ہے۔ اسی لیے صوفیائے کرام فرمایا کرتے ہیں۔ صدور الاحرار قبور الاسرار۔ ترجمہ یعنی اصیلوں کے سینے بھیدوں کی قبریں ہیں۔ الغرض اس بات میں کچھ شک نہیں۔ کہ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مؤخر الذکر علم سے مراد علم طریقت الی الحقیقت ہے۔ اور حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کا قول جو کہ اس سے پہلے ترجمہ میں مذکور ہوا اور وہ بھی اسی امر کا مویدٔ ہے۔

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ کبھی میرے دل کے گوشے میں وہ قوت اور طاقت اللہ تعالیٰ رب العزت کی طرف سے ہوتی ہے۔ اگر چاہوں۔ تو آسمانوں کو گھسیٹ کر پکڑ لوں۔ اور اگر چاہوں۔ تو تحت الثریٰ تک اتر جاؤں۔ اللہ اکبر اور فرمایا کہ میں اس راز و نیاز کو جو حق تعالیٰ کو میرے ساتھ ہے۔ ظاہر کروں۔ تو لوگ باور نہ کریں۔ اور جو کچھ کہ تعلق حق تعالیٰ کو میرے ساتھ ہے۔ اگر کہوں۔ تو گویا ایک آگ کو روئی میں رکھ دیا ہے۔

نظرِ توحید کا اثر

ایک روز حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ کہ میں ایک دفعہ جو گاڑی میں سوار ہوا۔ تو مسافر بوجہ قلت جگہ کے بہت گھبرائے۔ میں نے وہاں بھی نظرِ توحید سے دیکھا۔ تو ان لوگوں نے مجھے بیٹھنے کو جگہ دیدی۔

حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ جب خطبے میں وعظ فرماتے۔ تو لوگوں پر طرح طرح کی کیفیات طاری ہوتی تھیں۔ بعض پر استغراق۔ بعض پر گرمی۔ بعض پر جوش۔ خود جناب میاں صاحب علیہ الرحمۃ بھی جوش میں کھڑے ہوتے تھے۔ حالت بیخودی آپ کے چہرہ مبارک پر نمایاں ہو جاتی تھی۔ بعض لوگ عرض بھی کرتے۔ اور کہتے تھے کہ یہ کیا حال ہے؟ بعض متعجب ہوتے تھے۔ اس کی وجہ بندہ نے اہل علم سے سنی ہوئی ہے۔ کہ یہ جوش و خروش جو آپ کی مجلس میں ہوتا ہے۔ اس کی ایک مثال بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت ابی اسحاق علیہ الرحمۃ کی مجلس وعظ میں ایک خراسان کا عالم موجود تھا۔ اور لوگ بھی بہت جمع تھے۔ اور لوگوں پر ایک ذوق و شوق کا عالم طاری

تھا۔ کہ اسی اثنا میں اس خراسانی عالم کے دل میں خیال گذرا۔ کہ میں ایک معزز اور عالم ہوں۔ اور علم بھی میں اس شیخ سے زیادہ رکھتا ہوں۔ باوجود اس فضیلت کے کیا وجہ ہے۔ کہ یہ احوال اور قبولیت و جمعیت اور تاثیر جو شیخ کو حاصل ہے۔ مجھ کو نہیں۔ اللہ اکبر! شیخ ابی اسحاق علیہ الرحمۃ فوراً تاڑ گئے۔ اور آپ نے مسجد کی طرف سے نظر پھیر کر قندیل کی طرف دیکھا۔ اور فرمایا۔ کہ اے درویشو! لو دیکھو قندیل کا پانی تیل کے ساتھ جھگڑ رہا ہے۔ کہ اے تیل کیا وجہ ہے۔ کہ میں تجھ سے بہتر اور عزیز نہیں ہوں۔ باوجود اس بات کے تمام مخلوقات کی زندگی مجھ سے ہے۔ اور اس پر بھی اے تیل تیری گستاخی کہ میرے سر پر چڑھ کے بیٹھا ہے۔ تب تیل پانی کو جواب دیتا ہے۔ کہ اے پانی اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ میں نے طرح طرح کے رنج کھینچے ہیں۔ اے پانی تو ذرا خیال تو کر۔ کہ میں بویا گیا ہوں۔ کاٹا گیا ہوں۔ کوٹا گیا ہوں۔ پھر کولہو میں پیلا گیا ہوں۔ اس کے بعد دیکھ میں اپنے آپ کو جلا رہا ہوں۔ اور دوسروں کو روشنی دے رہا ہوں۔ اے پانی یہی سبب ہے۔ کہ میں نے تجھ پر برتری پائی۔ جب شیخ رحمۃ اللہ علیہ اتنا وعظ فرما چکے۔ تو منبر سے نیچے تشریف لائے۔ تو وہ خراسانی عالم آپ کے قریب آیا۔ اور توبہ کی۔ اللھم توفقنا۔

وصولت، جناب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جب وعظ فرمایا کرتے تھے۔ تو سننے والوں پر طرح طرح کی کیفیات طاری ہوا کرتی تھیں۔ ایک روز آپ کے صاحبزادہ عبدالرزاق رحمۃ اللہ نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ حضرت آج اجازت دی جائے۔ کہ میں بھی وعظ کہوں۔ آپ نے صاحبزادہ کو اجازت دے دی صاحبزادہ صاحب نے وعظ فرمایا۔ اور بڑے بڑے علمی نکات بیان کئے۔ نہایت فصاحت و بلاغت سے کام لیا۔ مگر حاضرین پر ذرہ بھی اثر نہ ہوا۔ وہ شراب محبت کے متوالے۔ وہ ویسے ہی پیاسے کے پیاسے رہ گئے وعظ ختم ہونے پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ مجھے زکام ہو گیا ہے آج عبدالرزاق کی والدہ نے انڈے تیار کئے تھے۔ وہ بلی کھا گئی ہے۔ بس یہ کلمے آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہی تھے۔ کہ تمام مجلس پر ایک کیفیت طاری ہو گئی۔ اور حاضرین وجد میں آ گئے۔ تو پھر آپ نے صاحبزادہ کو مخاطب ہو کے فرمایا۔ برخوردار صرف علمی نکتوں سے کام نہیں چلتا۔ جب تک دل میں شوق الٰہی کی حرارت موجود نہ ہو۔ تب تک حاضرین کے دل پر اثر نہیں ہوتا۔ برخوردار تجھ کو چاہیئے۔ کہ مجاہدہ کرے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اے خدا کی طرف بلانے والے۔ اگر تو خدا کے دروازے تک خود نہیں پہنچا۔ تو کس طرح خلق کو خدا تعالیٰ کی طرف بلائے گا۔ اگر دعوت کرے گا بھی۔ تو خلقت تیری آواز سن کر آئے گی۔ اور تجھے دیکھے گی۔ کہ تو خود تو تخلقوا باخلاق اللہ کے رنگ میں نہیں ہے۔ اور وہ تجھے محض ایک شریر نفس آدمی دیکھیں گے۔ اور تیرے اس اثر سے اور شریر پیدا ہو جائیں گے۔ سبحان اللہ

حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص آیا۔ اور عرض کی حضرت مجھے اجازت دیں۔ کہ میں خلق کو خدا کیطرف دعوت دوں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں تم خدا کی طرف خلق کو بھی دعوت کرو مگر دیکھنا کہیں اپنی طرف نہ بلانا۔ اُس نے عرض کیا۔ کہ حضرت اپنی طرف کیسے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ وہ اس طرح۔ کہ جب تو کوئی دوسرا شخص خلق کو خدا کی طرف دعوت کرتا دیکھے۔ اور تمہیں اس کا دعوت کرنا پسند نہ آئے۔ تو سمجھ لینا کہ میں خلق کو خدا تعالیٰ کی طرف نہیں بلا رہا۔ بلکہ اپنے نفس کی طرف دعوت دے رہا ہوں سُبحان اللہ۔

حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کی۔ کہ حضور کیا وجہ ہے کہ جب آپ وعظ فرماتے ہیں۔ تو حاضرین پر ایک کیفیت اور وجد کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ اور دوسرے عالموں کی صحبت میں یہ بات نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میاں جب کسی عورت کا بیٹا فوت ہو جاتا ہے۔ وہ ایسے درد سے روتی ہے اور آہ وزاری کرتی ہے۔ کہ دوسروں کو بھی رولا دیتی ہے۔ لیکن مسخرہ یا نقال روتا ہے تو لوگ اُسے دیکھ کر ہنستے ہیں۔ اور ٹھٹھے مارتے ہیں۔ یہی مثال اہل درد کے بیان اور بے درد کے بیان کی ہے

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ میں وعظ کرتا ہوں۔ مگر چالیس آدمیوں سے زیادہ میری مجلس میں نہ ہوں۔ آپ نے وعظ فرمایا۔ اور آدمی بھی چالیس ہی حاضر تھے۔ اللہ اکبر

آپ نے وعظ میں عشق الہٰی کے آتش فشاں شعلے و محبت الہٰی کے اسرافیلی صُور اور شوق حقیقی کے درد کی تصویر کھینچی۔ حاضرین میں اٹھارہ شخص فوت ہو گئے۔ باقی کچھ زخمی اور کچھ حالت سُکر میں ہو گئے۔ آپ نے اللہ اللہ کر کے گردن جھکا لی۔

حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ کہ جس شخص نے شہرت کو اچھا جانا۔ اُس نے خدائے پاک کو نہ جانا۔

حضرت خالد بن سعدان کے حلقہ میں جب بہت لوگ ہوتے۔ تو آپ شہرت کے خوف سے اُٹھ جاتے۔

حضرت ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ کے پاس جب تین آدمیوں سے زیادہ بیٹھتے۔ تو آپ اُس وقت کھڑے ہو جاتے۔

حضرت ابو قلابہ علیہ الرحمۃ ایک شخص کے ہمراہ کہیں جا رہے تھے۔ کہ ایک اور آدمی بہت سے کپڑے پہنے ہوئے آپ کے پاس آیا۔ تب آپ نے فرمایا۔ اس بولتے گدھے سے بچتے رہنا یعنی طالب شہرت نہ ہونا

حضرت بشیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آیا۔ کہ جس نے اپنا مشہور ہونا پسند کیا ہو اور پھر اس کا دین تباہ اور برباد نہ ہوا ہو۔ آگاہ ہو! کہ جو شخص اپنی شہرت اور ناموری چاہتا ہے۔ وہ

آخرت کی نعمتوں کا مزہ ہرگز نہیں پاتا ہے۔ اور شراب توحید سے محروم رہے گا۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ میری امت میں بعض لوگ ایسے ہیں۔ کہ اگر کسی سے ایک پیسہ یا روپیہ یا اشرفی مانگیں۔ تو کوئی نہ دے۔ اور اللہ رب العزۃ سے جنت مانگیں۔ تو اللہ تعالیٰ انہیں جنت عطا کرے۔

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر تجھ سے یہ ہو سکے۔ کہ کوئی تجھ کو نہ جانے۔ تو تُو ایسا ہی کر اور اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ کہ کوئی تجھکو نہ پہچانے۔ اور نہ ہی کچھ اُس میں مضائقہ ہے۔ کہ کوئی تیری تعریف نہ کرے اور نہ ہی کچھ اس میں برائی ہے۔ کہ لوگوں کے نزدیک تو بُرا ہو۔ اور اللہ کے نزدیک اچھا ہو۔ اور شہرت سے غرض بھی یہی ہوتی ہے۔ کہ لوگوں کے دل میں جگہ کرنا۔ اور ان کی نظروں میں معزز ہونا۔ تو یہ بات ہر فساد اور ہر برائی کی جڑ ہے۔

حکائیت

ایک بزرگ زہد اور تقویٰ میں مشہور ہو گئے تھے۔ لوگ ان کے پاس کثرت سے جانے شروع ہو گئے۔ لاچاری امر وہ بزرگ ایک دن کسی حمام میں گئے۔ اور وہاں سے کسی دوسرے شخص کے کپڑے پہن کر باہر نکل آئے۔ اور عین چوراہے میں آکر کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے کپڑے چھین لئے اور کہا یہ شخص چور ہے۔ اُس کے بعد پھر کوئی شخص ان کے پاس نہیں گیا۔ یہ حکائیت حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سُنی ہوئی ہے۔

نیت دل کا فعل ہے نہ کہ زبان کا

(بندہ) ایک مرتبہ خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کوٹلہ شریف سے قصور تشریف لائے ہوئے تھے۔ اور حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ بندہ نے نیت کے متعلق ذکر کیا۔ کہ نماز میں جو زبان سے نیت کی جاتی ہے۔ اگر دل میں نیت نہ ہو۔ تو کیا نماز نہیں ہوتی؟ آپ نے جواب میں فرمایا۔ کہ زبان دل کی ترجمان ہے۔ اگر دل میں نیت ہو۔ اور زبان اس کا ترجمہ کرے۔ تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر دل میں خیال نہ ہوگا۔ اور زبان سے نیت کرے تو نماز نہیں ہوتی۔ اور اگر دل سے نیت کرے اور زبان سے چپ رہے۔ تو اس حالت میں نماز ہو جاتی ہے۔ دل سے نیت کرنا فرض ہے۔ زبان سے اس کا ترجمہ کرنا بعض کے نزدیک مستحب ہے۔ دراصل نیت فعل دل کا ہے اور زبان کا فعل پڑھنا ہے۔

نیت کے متعلق جو کچھ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ تمام اعمال کا لب لباب اور روح ہی نیت ہے۔ اور اعتبار بھی نیت ہی کا ہے۔ اور اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی نظر ہر ایک عمل میں نیت پر ہی ہوتی ہے۔ چنانچہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور کاموں

کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ ذات پاک دل اور نیت کو دیکھتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ دل پر اس لئے نظر کرتا ہے۔ کہ دل ہی نیت کی جگہ ہے۔ اور حضور ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ اعمال کا ثواب نیت پر ہے۔ اور ہر ایک کو عبادت کا ثواب ایسا ہی ملتا ہے۔ جیسی کہ اس کی نیت ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص حج اور غزا کے لئے خالصاً بوجہ اپنے شہر کو چھوڑے گا۔ تو اس کی یہ ہجرت خدا تعالےٰ کے لئے ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص مال یا عورت کے لئے ہجرت کرے۔ تو یہ ہجرت خدا تعالیٰ کے لئے نہیں ہوگی۔ بلکہ مال و زن کے لئے ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بندہ بہت سے نیک کام کرتا ہے۔ اور فرشتے اس کام کو آسمان پر لے جاتے ہیں۔ تب خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ان عملوں کو اس کے اعمال نامے سے مٹا دو۔ کیونکہ اس نے یہ کام میرے لئے نہیں کئے۔ اور ان میں سے فلاں فلاں کام لکھ لو۔ تب فرشتے عرض کرتے ہیں۔ کہ اے باری تعالیٰ یہ کام تو اس بندہ نے نہیں کیا۔ تب ارشاد ہوتا ہے۔ کہ اس کے دل میں اس کام کی نیت تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم جنگ تبوک میں تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ کہ مدینہ میں بہت سے لوگ ایسے پیچھے رہ گئے ہیں جو در اصل ہمارے ساتھ ہیں۔ مگر جو کچھ ہم تکلیف اور غم و رنج اور بھوک وغیرہ سہتے ہیں۔ اس تمام ثواب میں وہ لوگ ہمارے ساتھ شریک ہیں۔ تب بعضوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ کہ وہ لوگ جو ہمارے ساتھ یہاں شریک نہیں ہیں۔ پھر ثواب میں ہمارے برابر کیسے ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ وہ لوگ عذر کے سبب ہمارے شریک نہ ہو سکے۔ مگر اُن کی نیت ایسی تھی جیسی کہ ہماری ہے۔

بنی اسرائیل میں ایک شخص کا قحط کے زمانہ میں ایک بالو ریت کے ڈھیر پر گذر ہوا۔ اور کہنے لگا۔ کہ اے خدا۔ اگر اس ڈھیر کے برابر مجھے گیہوں میسر ہوتے۔ تو میں ایسے وقت میں خیرات کر دیتا۔ اس زمانہ کے پیغمبر پر وحی نازل ہوئی۔ کہ اس میرے بندے سے کہ دو۔ کہ ہم نے تیری نیت کے مطابق اتنا ہی ثواب عطا کیا۔ کہ اس ڈھیر جتنے تیرے پاس گیہوں ہوتی۔ اور تو فقرا اور مساکین میں خیرات کرتا۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ جو کوئی نکاح کرے۔ اور مہر ادا کرنے کی نیت نہ کرے۔ تو وہ زانی ہے۔ کہ جو شخص قرض لے کر اس کے ادا کرنے کی نیت نہ کرے۔ وہ چور ہے۔ علمائے کرام نے بھی یہی کہا ہے۔ کہ پہلے عمل کی نیت سیکھو اس کے بعد عمل کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہیں۔ کہ قیامت کے روز نیتوں کے موافق حشر ہوگا۔ اور حسن بصری رہ فرماتے ہیں۔ کہ ہمیشہ کی نعمت اور بہشت چند روز کے عمل سے آدمی کو حاصل نہ ہوگا۔ بلکہ اچھی نیت سے حاصل ہوگا۔ اللھم توفیقنا

نیت کی حقیقت کا بیان

معلوم ہو۔ کہ یہ قاعدہ کلیہ ہے۔ کہ آدمی سے جو کام صادر ہوتا ہے اور جو کام کہ آدمی کرتا ہے۔ اس کام کا صادر ہونا۔ اور ظہور میں

آنا ثابت نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ تین چیزیں اس کام سے پہلے نہ ہوں۔ اول علم۔ دوم ارادہ۔ سوم قدرت اور طاقت۔ مثلاً ایک آدمی جب تک کھانا نہ دیکھے نہیں کھائے گا کیونکہ علم نہ ہوا۔ اگر کھانے کو دیکھا۔ مگر خواہش نہ ہوئی۔ تب بھی نہ کھائے گا۔ کیونکہ ارادہ اور قصد نہ ہوا۔ پھر اگر کھانے کی خواہش تو ہے۔ مگر ہاتھ ایسے بیکار معلوم ہوتے ہیں۔ کہ حرکت بھی نہیں کر سکتے۔ تب بھی نہ کھائے گا۔ کیونکہ طاقت اور قدرت نہیں ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا۔ کہ کسی کام کا ظہور میں آنا۔ اور کسی قول کا صادر ہونا تین چیزوں یعنی علم ارادہ قدرت کے تابع ہے۔ کیونکہ اگر قوت اور طاقت نہ ہو۔ تو حرکت بھی نہیں ہو سکتی۔ اور اگر قدرت اور طاقت کام میں آوے۔ مگر علم خواہش اور ارادہ کے تابع نہیں ہے۔ اور چونکہ یہ بات ظاہر ہے۔ کہ آدمی جس چیز کو جانتا ہی نہ ہو۔ اس کو کیونکر چاہے گا۔ بس تو معلوم ہوا۔ کہ ان تینوں چیزوں میں سے خواہش اور ارادہ کا نام نیت ہے۔ نہ کہ قدرت اور علم کا۔ اور خواہش وہ چیز ہے۔ کہ آدمی کو کسی کام پر آمادہ کرے۔ اور اس پر لگا دے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ نِیَّةُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ یعنی مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے یہاں ایک سمجھنے کے قابل بات ہے۔ وہ یہ کہ اس بات سے کوئی ناواقف نہیں۔ کہ طاعت تن سے ہوتی ہے۔ اور نیت دل سے۔ اور ان دونوں میں سے جو چیز دل سے علاقہ رکھتی ہے۔ وہ بہتر ہے۔ کیونکہ تن کے عمل کا مقصود بھی یہی ہوتا ہے۔ کہ اس سے عمل دل کی صفت پیدا ہو جائے۔ اور بعض سمجھتے ہیں۔ کہ نیت عمل کے واسطے ضروری ہے۔ مگر ایسا نہیں۔ بلکہ عمل نیت کی خاطر ضروری ہے۔ یہ اس لئے کہ تمام افعال سے مقصود دل کی سیر ہے۔ اور یہ دل اس جہان میں مسافرانہ حیثیت سے آیا ہے۔ اور سعادت و شقاوت بھی اس دل کے ساتھ ہے۔ اگرچہ تن بھی درمیان میں موجود ہے۔ مگر دل کے تابع ہو کر رہتا ہے۔ جیسے اونٹ کے بغیر حج نہیں کر سکتے مگر اونٹ حاجی نہیں ہو سکتا۔ اور دل کی سیر یہ ہے۔ کہ دنیا سے آخرت کی طرف متوجہ ہو بلکہ دنیا اور عقبیٰ سے بے التفات ہو کر حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہو۔ اور تمام کاموں سے مقصود تو یہی سیر ہے۔ خیال کیجیے۔ کہ سجدہ کا مقصد یہ نہیں۔ کہ پیشانی زمین پر رکھ دی جائے۔ بلکہ مقصود سجدہ کا یہ ہے۔ کہ دل میں فروتنی اور عاجزی اور انکساری و خاکساری پیدا ہو۔ اور دل سے تکبر اور غرور دور ہو جائے۔ "اللہ اکبر" کہنے سے یہ مراد نہیں ہے۔ کہ زبان حرکت کرے۔ بلکہ دل سے خودی اور انانیت دور ہو جائے۔ اور اللہ رب العزت کی شان اور بزرگی و عظمت دل میں سما جائے۔ اور حج کے موقعہ پر سنگریزے اور کنکریاں مارنے سے یہ مراد نہیں۔ کہ وہ جگہ پتھروں سے پُر ہو جائے۔ بلکہ اس کے پھینکنے کا مقصد یہ ہے۔ کہ دل اللہ رب العزت کی فرماں برداری اور بندگی قائم رہے اور ہوا و ہوس کی پیروی دور رہو۔ اور دل عقل کی طاعت سے باز آ جائے۔ اور اللہ رب العزت کا حکم بجا لائے۔ اور اپنے اختیار کو چھوڑ کر فرمان الٰہی کا مطیع ہو۔ اور فرمانبردار بن جائے۔ اور قربانی سے یہ مراد نہیں

کہ کسی جانور کا خون بہایا جائے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ دل سے بخیلی کی نجاست دور ہو جائے۔ علیٰ ھذا القیاس۔ تمام عبادتوں کو اسی پر قیاس کر لیجئے۔ اور دل کی بناوٹ اور سرشت اس طور پر ہے۔ کہ دل میں اگر کوئی ارادہ پیدا ہو۔ اور بدن کی حرکت بھی اس ارادے کے موافق ہے۔ تو یہ صفت دل میں بہت ہی مضبوط ہو جاتی ہے۔ مثلاً یتیم بچے کو دیکھنے سے دل میں رحم آجاتا ہے۔ اس رحم آنے کے ساتھ اگر ہاتھ اس کے سر پر پھیر دیا جائے۔ تو یہاں پر دل کی صفت رحمانی مضبوط ہو گئی۔ اور بدن نے اس کے موافق حرکت بھی کی۔ جب عاجزی اور تواضع کا خیال دل میں پیدا ہو جائے۔ اور اس خیال کے ساتھ سر کو زمین پر جھکا دیا جائے تو یہاں بھی دل کی صفت تواضع مضبوط ہو گئی۔ اور بدن نے اس کے موافق حرکت بھی کی۔ اور یہ بات بخوبی ذہن نشین ہو جائے گی۔ کہ تمام عبادتوں میں طلب خیر کو نیت کہتے۔ یعنی دنیا سے کام نہ رکھے بلکہ ذات الٰہی کی طرف متوجہ ہو۔ اگر کسی نے نیت کے بارہ میں زیادہ معلومات حاصل کرنے ہوں۔ تو کتاب کیمیائے سعادت مصنفہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ جس کا اردو ترجمہ اکسیر ہدایت ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے۔ کہ جب نماز کے واسطے کھڑے ہوا کرو۔ تو نہایت اخلاص اور نیاز سے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو۔ تمہارے ہر عضو سے عجز ٹپکے۔ اور ایسا معلوم ہو۔ جیسا کہ خداوند کریم کے سامنے کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا ہوں۔

اگر اللہ کریم کی عظمت دل میں ہو۔ تو ہرگز ہرگز کوئی خیال فاسد دل پر اثر نہیں کرتا۔ فاسد خیال جو آتے ہیں اس کی بڑی وجہ یہی ہے۔ کہ مولا کریم کی عظمت دل میں نہیں رہی۔

اکثر فرماتے۔ الحمد شریف تو آپ ہی اپنی تفسیر ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سب تعریف واسطے اللہ کے ہی پالنے والا جہانوں کا ہے۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ جو رحم کرنے والوں سے زیادہ رحیم ہے۔ کیسا "الرحمن الرحیم مالك یوم الدین" جو مالک ہے دن قیامت کا۔ کیسا مالک یوم الدین۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ خاص تیری عبادت کرتے ہیں۔ اور تیری ہی مدد چاہتے ہیں۔ کیسی مدد چاہتے ہیں اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ دکھا ہم کو راہ سیدھی۔ کونسی راہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ راہ اُن لوگوں کی جن پر تو نے انعام کیا۔ نبیوںؑ۔ صدیقوںؓ۔ شہیدوںؓ صالحین کی راہ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔ نہ راہ ان لوگوں کی کہ جن پر غضب کیا تو نے۔ اور نہ راہ گمراہوں کی۔ اگر عظمت رب کریم دل میں نہ ہو تو پھر یہ دل خیالات فاسدہ کی آماجگاہ ہے۔ بُرے بُرے خیالات نماز میں آتے ہیں۔ اس صورت میں نماز کی حالت یہ ہوتی ہے ؎

زباں در ذکر و دل در فکر خانہ چہ حاصل زیں نماز پنجگانہ
چہ باشد مصحفم در پیش باشد چو دل در فکر گاو میش باشد

حقیقت التحیات

آپ فرمایا کرتے۔ کہ التحیات بڑے غور سے پڑھا کرو۔ اس میں اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں کس ناز و ادا کی تعلیم و گفتگو ہے اور کس طرح حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ سب عبادات بدنی اور مالی اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے۔ حضرت صمدیت نے خطاب فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَكَاتُہٗ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں عرض کیا اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ اسوقت ملائکہ نے کہا۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ جب اسے خوب غور اور فکر سے پڑھو گے۔ تو دل میں ایک خاص نور پیدا ہوگا۔ اور الصلوٰۃ معراج المومنین کی حقیقت کھلے گی۔ اور درود شریف پڑھتے وقت یہ خیال ہو۔ کہ اللہ کریم کے حضور میں رسول پاک ہیں اور ان کی سرکار میں درود شریف پڑھ رہا ہوں۔

قرآن شریف بھی حدیث ہے

آپ ارشاد فرماتے۔ حدیث شریف وہ ہے۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے نکلا اور قرآن شریف بھی حضورؐ کی زبان مبارک سے نکلا۔ گویا قرآن شریف بھی حدیث ہے ؎

گرچہ قرآن از لب پیغمبر است هر کہ گوید او نہ ایں او کافر است

حضورؐ کی تصدیق پر قرآن شریف کی صداقت ہے۔ جس دل میں حضور کی صداقت کا اثر جس قدر ہوگا۔ اس کا ایمان بھی اسی درجہ کا ہے۔ جتنی صداقت زیادہ اتنا ایمان زیادہ مضبوط ؎

خدایا بدہ شوقِ ذاتِ رسولؐ بدرِ محمد مرا کن قبول
حیاتی مماتی ہمہ وقت ما عطا کن وصالِ مرا مصطفےٰؐ
چو بلبل بر آن گُل فدائم بکن چو پروانہ جلوہ نمائم بکن
شب و روز در عشق حضرت بدار ہمہ عمر در وصل احمد گذار

اور فرماتے۔ کہ ہم خداوند کریم کو بھی اسی سے جانتے ہیں۔ کہ وہ رب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے ؎

خدا کس کو کہتے تھے کیا جانتے تھے تیری زبانی سُنا ہے محمدؐ

بسم اللہ شریف اور اس کی تشریح

دہندہ، حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ ہمیشہ ہر شخص کو فرمایا کرتے۔ کہ ہر کام کو شروع

کرتے وقت بسم اللہ شریف پڑھا کرو۔

بندہ اُس کی کچھ شرح کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ نے بسم اللہ میں تین نام فرمائے ہیں پہلا اللہ۔ دوسرا رحمٰن۔ تیسرا رحیم" اللہ رب العزت نے یہ تین نام اس لئے فرمائے ہیں۔ کہ میرا بندہ ہر ایک کام دین کا ہو۔ یا دنیا کا۔ ان تینوں ناموں سے شروع کرے۔ چونکہ یہ تینوں نام ہر ایک کام کی درستی پر دلالت کرتے ہیں۔ یعنی لفظ اللہ ہر کام حاصل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اور لفظ رحمٰن اس کام کے باقی رہنے پر دلالت کرتا ہے۔ اور لفظ رحیم اس کام کے فائدہ دینے پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے ان تینوں ناموں سے شروع کرنا تعلیم کیا۔ اور یہ اس لئے کہ بندہ کا کام برباد نہ ہو جائے۔ جب کوئی بندہ نماز میں بسم اللہ پڑھتا ہے۔ تو اس کے باعث بخشا جاتا ہے۔ اور نماز ختم کرتے وقت سلام کے بعد کہا جاتا ہے۔ کہ اے نمازی! تیرے لئے آٹھوں دروازے جنت کے کھلے ہیں۔ جی چاہے جس دروازے سے جنت میں چلا جا۔ تیری محنت اور کوشش قبول ہے۔

بسم اللہ کو گویا بندے کے کام میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مُہر لگ جاتی ہے۔ جب کوئی کام شروع کرے۔ تو اس کام کو اس مُہر کے نیچے رکھے۔ تاکہ بندہ کی بندگی معلوم ہو جائے۔ اس واسطے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر کام کو بسم اللہ سے شروع کرتے تھے۔ اور بسم اللہ کی برکت کی دلیل یہ ہے۔ کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی پر سوار ہوئے۔ تب آپ نے غرق ہونے کے خوف سے بسم اللہ مجرٖیھا و مرسٰھا کہکر کشتی کو روانہ کیا۔ بسم اللہ کی برکت سے کشتی طوفان سے بچ گئی۔ غور کرو کہ نوح علیہ السلام نے آدھی بسم اللہ پڑھ کر طوفان سے نجات پائی۔ پس جو شخص ساری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو پڑھے۔ وہ کیونکر آفات و بلیات اور گناہوں کے ظلمانی دریا سے نجات نہ پائے گا۔ اور دین و دنیا کی نعمتوں سے کیوں محروم رہے گا۔

نقل ہے۔ کہ ایک بزرگ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو لکھ کر وصیت کی۔ کہ میرے کفن میں رکھ دینا۔ لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے کہا۔ کہ میں نے سنا ہے۔ کہ ایک فقیر کسی امیر کے بڑے دروازے پر کھڑا ہوا سوال کرتا تھا۔ اس مکان کا مالک اس فقیر کو کچھ تھوڑا دینے لگا۔ تب فقیر نے کہا۔ کہ اے امیر بڑے دروازے والے یہ تھوڑی بخشش اس بلند دروازے کے موافق نہیں ہے۔ یا تو بلند دروازے کے موافق کر۔ یا دروازہ کو اس بخشش کے مطابق کر" اسی طرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن پاک کا دروازہ ہے۔ قیامت کے دن اس دروازہ کو ہاتھ میں لئے ہوئے اس کے مالک سے بقدرِ عظمت اس دروازے کے بخشش طلب کروں گا

نکتہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے انیس ۱۹ حروف ہیں۔ اور عذاب دوزخ کے فرشتے بھی انیس ۱۹ ہیں۔ سو جو بندہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتا ہے۔ قیامت کے دن انیس ۱۹ موکلوں کے عذاب سے امن میں رہے گا۔

دیگر دن کی ساعتیں بھی چوبیس ۲۴ ہیں۔ جن میں پانچ ۵ ساعتوں کے واسطے پانچ نمازیں مقرر ہیں اور باقی رہیں انیس ۱۹ ساعتیں۔ ان انیس ساعتوں میں انسان چلتا پھرتا۔ اٹھتا۔ بیٹھتا۔ سوتا۔ جاگتا۔ کھاتا پیتا ہے۔ سو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو ان وقتوں میں پڑھنے کے لئے مقرر کیا ہے تاکہ امت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چوبیس ۲۴ ساعتیں عبادت میں ہی لکھی جائیں۔ پس لازم ہے۔ کہ اس کلمہ پاک کو یعنی بسم اللہ کو ہر وقت زبان پر جاری رکھے۔ اور اگر ہر وقت نہ ہو سکے۔ تو ستر بار ہر نماز کے بعد پڑھ لیا کریں جس کے باعث اللہ پاک کے عذاب سے محفوظ رہ کر رحمت الٰہی میں داخل ہو جائے۔

خاصیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی یہ ہے۔ کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ کہ جو کوئی پاخانہ میں جانے سے پہلے بسم اللہ کہے۔ تو جن اور شیاطین اس کے ستر کو نہیں دیکھ سکتے"۔ سبحان اللہ وبحمدہ جس کلمہ کی یہ خاصیت دنیا میں ہو۔ کہ جن اور شیاطین بسم اللہ کہنے والے کے عیب کو نہ دیکھ سکتے ہوں۔ تو بیشک آخرت میں آگ سے بھی محفوظ رہے گا۔ سبحان اللہ اور اس کے عیبوں کا پردہ فاش ہرگز نہ ہوگا۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ بندہ جو نیک کام شروع کرتا ہے۔ اور بسم اللہ نہیں پڑھتا۔ وہ نیک کام دُم کٹا ہے۔

حضرت قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمتہ کی تلقین

آپ سورۂ فاتحہ کا خود اکاسی مرتبہ وظیفہ پڑھا کرتے تھے۔ اور یاروں کو بھی تلقین فرمایا کرتے۔ اور بندہ کو بھی اکاسی بار پڑھنے کا ارشاد فرمایا تھا۔ تحفۃ الاسلام بخاری شریف میں ہے۔ کہ ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک روز مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھ رہا تھا کہ ناگاہ رسول اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکارا۔ اور اس وقت میں نماز پڑھ رہا تھا۔ اس لئے میں نے جواب نہ دیا۔ نماز سے فارغ ہوا۔ تو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر عذر خواہی کی۔ کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری جان آپ پر فدا ہو۔ چونکہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ اس لئے جواب نہ دے سکا۔ تب حضورؐ نے فرمایا۔ کہ تمہارا یہ عذر کچھ نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پکارنے کو ہر وقت قبول کیا جائے۔ چونکہ اللہ پاک کا فرمان ہے۔ کہ اے مسلمانوں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا کہا مانو۔ جس وقت تم کو پکارے چلے آؤ۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ کہ میرے ساتھ آ۔ میں تجھے

مسجد سے نکلنے سے پہلے ایسی سورۃ تعلیم کرتا ہوں۔ جو تمام قرآن شریف کی سورتوں سے بڑی سورت ہے سو میں آپ کے ساتھ ہو لیا۔ جب مسجد کے دروازہ کے پاس پہنچے۔ تب میں نے اس سورت کے متعلق عرض کی۔ سبحان اللہ حضور فرمانے لگے۔ کہ وہ "الحمد رب العالمین" الخ ہے۔ اور یہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سورت کے نازل کرنے کا مجھ پر احسان رکھتا ہے۔

مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روائت ہے۔ کہ ایک روز حضرت جبرائیل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ ناگاہ آسمان سے دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ تب حضرت جبرائیل علیہ السلام غور کرکے آسمان کیطرف دیکھنے لگے۔ اور فرمایا۔ یہ دروازہ جو آج کھلا ہے۔ اس سے پہلے آج تک کبھی نہیں کھلا۔ پھر فرمانے لگے۔ کہ ایک وہ فرشتہ آسمان سے آرہا ہے۔ جو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لیکر آجتک کبھی نہیں آیا ہے۔ پھر اتنے میں وہ فرشتہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا خوش ہو جیئے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ تبارک وتعالےٰ نے آپ کو دو نور عطا فرمائے ہیں۔ اور وہ دو نور آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دئے گئے۔ ایک نور سورۃ فاتحہ اور دوسرا نور آمن الرسول ہے۔ تو تم ان دو نوروں کے پڑھنے سے ہر ایک حرف پر ثواب عظیم لکھا جاتا ہے۔

ابو نعیم نے حلیہ اور وکیع نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ ابلیس لعین کو اس کی تمام عمر میں چار دفعہ نوحہ کرنے اور سر پر خاک ڈالنے اور داویلا کرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ ایک اس وقت۔ کہ جب اس پر لعنت ہوئی۔ دوسرا اس وقت۔ کہ جب آسمان سے زمین پر پھینکا گیا۔ اور تیسرا اس وقت۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نبی ہو کر مبعوث ہوئے۔ اور مخلوق کی طرف بھیجے گئے۔ چوتھا جس وقت یہ سورۃ فاتحہ نازل ہوئی۔

تحفۃ الاسلام میں سورۃ فاتحہ کا نام سورۃ الصلوٰۃ بھی ہے۔

(مولف) وجہ اس نام کی یہ ہے۔ کہ نماز میں اس کا پڑھنا بہت ہی ضروری ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روائت کی ہے۔ کہ سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ میں نے نماز کو تقسیم کیا ہے۔ کہ میرے اور میرے بندے کے درمیان آدھی آدھی ہے۔ سو جس وقت میرا بندہ کہتا ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تب حق تعالیٰ فرشتوں کو ارشاد فرماتا ہے کہ دیکھو! میرا بندہ میری خوبیاں بیان کرتا ہے۔ اور جو بندہ کہتا ہے الرحمٰن الرحیم۔ تب حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ دیکھو! میرا بندہ بزرگی اور تعظیم سے میری یاد کرتا ہے۔ اور جب بندہ کہتا ہے۔ مٰلک یوم الدین

مالک یوم الدین" تب حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ دیکھو میرا بندہ میری بڑائی بیان کرتا ہے۔ اور جب بندہ کہتا ہے "ایاک نعبد وایاک نستعین" تب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ مضمون ان آیات کا مشترک ہے۔ میرے اور میرے بندہ کے درمیان کیونکہ عبادت حق میرا ہے۔ اور مدد طلب کرنا میرے بندے کا۔ اور جب بندہ کہتا ہے وایاک نستعین" ایا کہنے سے اُس نے حق طلب کیا۔ اور جب بندہ کہتا ہے۔ اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت" الخ تب حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یہ تمام میرے بندے کے واسطے ہے۔ میرے بندے کا جو سوال ہے۔ میں پورا کروں گا یعنی سیدھی راہ دکھاؤں گا۔ اور غضب و گمراہی سے پناہ میں رکھوں گا۔ سبحان اللہ"

اس سورت کا نام فاتحۃ الکتاب بھی ہے۔ اس سورت کی تفسیر میں حضرت امام حسین علیہ السلام مراۃ العارفین میں فرماتے ہیں۔ کہ تمام کتابوں کی ماں قرآن ہے۔ اور قرآن کی ماں سورۃ فاتحہ ہے۔ اور سورۃ فاتحہ کی ماں بسم اللہ شریف ہے۔ اور بسم اللہ کی ماں پہلا حرف (ب) ہے۔ اس کے تلے جو نقطہ ہے۔ آپ نے اسے مراۃ العارفین لکھی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اسے قلم بند اس لئے کیا ہے۔ کہ یہ مسئلہ کہیں فراموش نہ ہو جائے میں نے اپنے والد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سنا ہے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حضور نے جبرائیل علیہ السلام سے اور جبرائیل ؑ نے خداوند کریم کی ذات سے اس کی شرح بہت لمبی ہے۔ اگر کسی نے زیادہ دیکھنی ہو۔ تو مراۃ المحققین میں دیکھ لے"

حدیث شریف میں آیا ہے۔ "الصلوٰۃ معراج المومنین" اس میں معراج کیا ہے۔ بندہ پانچ ناموں سے جب گذرتا ہے۔ اس وقت اسموں سے گذر کر مسمّٰی کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور مخاطب ہو کر اپنی التجا پیش کرتا ہے۔ اسی کا نام معراج ہے۔ صاحب حقیقت کو اس وقت ایک کیفیت ہوتی ہے۔ جو تحریر میں نہیں آسکتی۔ شروع سورۃ میں الحمد للہ آتا ہے۔ حدیث شریف میں بھی "الحمد للہ علےٰ کل حال" آیا ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ خدا کی صفت ہر شان میں ہے۔ جو چیز دنیا میں موجود ہے۔ اس کی صفت پر شہادت دے رہی ہے۔ بعض موقعہ پر صفت جمالی ہے۔ اور بعض موقعہ پر اسی کے اسمار کا ظہور ہے۔ اس کی صفت رحمت کا ظہور انبیاء علیہم السلام پر اور اولیاءؒ و صالحینؒ پر اور سچے مسلمانوں پر ہے۔ اور صفت غضب کا ظہور تمام کفار پر ہے۔ بہشت بھی اس کی رحمت کا ظہور ہے۔ دوزخ اس کے غضب کا ظہور ہے۔ صفت ربوبیت عام ہے۔ اور صفت رحمٰن بھی عام ہے صفت رحیم خاص ہے صفت مالک یوم الدین عام ہے۔ اور خاص دونوں کیلئے ہے۔ اُس روز صفت رحیم ایمانداروں پر ہوگی اور صفت غضب کافروں اور بے ایمانوں پر ہوگی۔ دوسرے معنی یہ ہیں۔ کہ الحمد للہ رب العالمین سب تعریف اللہ کیواسطے ہے۔ جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ اس جہان کے سوا اور جہان بھی ہیں۔ آجکل نئے نئے علوم پڑھکر لوگ کہتے ہیں چاند میں آبادی ہے۔ فلاں ستارہ میں مخلوق آباد ہے۔ لیکن خداوند کریم پہلے ہی فرما چکے ہیں۔ ہم تمام جہانوں

کے پالنے والے ہیں۔ خواہ عالم سفلی ہو۔ خواہ علوی ہو۔
ایک حدیث میں آیا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی کو دریا میں ڈبویا۔ پھر انگلی کو نکال کر فرمایا۔ یہ عالم سفلی اتنا ہے۔ جتنا میری انگلی کو پانی لگا ہے۔ اور عالم بالا یعنی عالم روحی اتنا ہے۔ جتنا یہ دریا۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ ایک حدیث شریف اور ہے جس کو صوفیوں کی جماعت نے لیا ہے۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکان کے کمرہ میں سے باہر تشریف لائے۔ تو بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے کپڑے کیوں بھیگے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس زمین کے سوا اور زمینیں بھی ہیں۔ میں وہاں تبلیغ کر رہا تھا۔ کہ اچانک بارش ہو گئی۔ میرے کپڑے پانی سے تر ہو گئے۔ چنانچہ حضور کی شان میں خداوند کریم نے "وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ" فرمایا۔ ترجمہ "اور نہیں بھیجا تمہیں مگر رحمت واسطے تمام جہانوں کے" جب آپ تمام جہانوں کے لئے رحمت بن کر آئے۔ تو ہر جگہ آپ کا فیضان تبلیغ کا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ دوسری زمینوں یا جہانوں پر کوئی اور نبی ہو۔ تو پھر آپ خاتم النبیین نہیں ہو سکتے۔ حضور کی حالت تو وراء الوراء ہے۔ آپ کی امت میں ایسے ایسے لوگ ہوئے ہیں۔ جن کے لئے یہ جہان ایک قدم ہے۔ خواجہ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں خدا کی طرف چالیس قدم گیا ہوں۔ تحت الثریٰ سے اعلیٰ علیین تک میرا ایک قدم تھا۔ لو انتالیس کی تعریف نہیں کر سکتا۔ سبحان اللہ۔

الحمد شریف کے فضائل تو بہت ہیں۔ اور نکات بھی بہت ہیں۔ مگر طالب کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

مولوی چراغدین صاحب آپ کے پیر بھائی سے روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اور آپ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ دین و دنیا علیحدہ علیحدہ نہیں ہیں۔ نماز روزہ جو لوگوں کے دکھاوے کے واسطے کیا جائے۔ وہ سب دنیا ہے۔ اور اگر زمیندار اپنے مویشیوں کی خاطر تواضع اور محض خدا جل جلالہ کے واسطے کرے اور دل میں ہو۔ کہ اللہ کریم نے ان کو میرا مطیع بنایا ہے۔ میں ان کی تواضع کروں یہ مجھے کام دیتے ہیں۔ بس ان کو پانی پلانا۔ خوراک دینا۔ ان کا گوبر اٹھانا بھی دین میں ہے جس عبادت میں دنیا مقصود ہو۔ وہ عین دنیا ہے۔ اور جس دنیا میں خداوند کریم کی رضا مقصود ہو۔ وہ عین دین ہے جناب حضور علیہ السلام اپنے گھوڑے کو خود پانی پلاتے۔ اور صاف کرتے فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ ۔ لوگوں کو خداوند تعالیٰ پر اعتبار نہیں۔ خاص کر علماء اور فقراء کو اللہ تعالیٰ نے اپنی یاد کے لئے جگہ جگہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اگر کوئی بھی اسے یاد نہیں کرتا۔ تو روزی کا وہ خود ضامن ہے مگر روزی کے واسطے دربدر مارے پھرتے ہیں۔ جب کوئی دیہاتی خدمت میں آتا۔ تو فرماتے۔ کہ آئندہ

کبھی عدالت میں نہ جانا۔ چوری نہ کرنا۔ بنک میں شامل نہ ہونا۔ وغیرہ وغیرہ نصائح فرماتے۔

(مولف)، ایک دفعہ بندہ شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ کلمہ طیبہ میں جو لا کہا جاتا ہے یہ غیر اللہ کی نفی ہے۔ یا عین اللہ کی؟ بندہ نے عرض کی۔ کہ غیر اللہ کی نفی کی جاتی ہے۔ پھر فرمایا۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کیا فرمایا ہے۔

(قول شبلی رحمۃ اللہ علیہ) اللہ اکبر۔ ایک روز حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے مجلس میں کئی بار اللہ اللہ کہا۔ ایک درویش نے کہا۔ کہ آپ لا الٰہ الا اللہ کیوں نہیں کہتے۔ آپ نے ایک نعرہ مار کر کہا۔ کہ میں ڈرتا ہوں۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ میں نے لا کہا۔ اور میری زبان لا پر بند ہو جائے۔ اور اس کی گھبراہٹ میں گذر جاؤں۔

جواب۔ جب شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا وقت اخیر ہوا۔ تو لوگوں نے آپ سے کہا۔ کہ کہو۔ لا الٰہ الا اللہ۔ "آپ نے فرمایا۔ جب غیر ہے ہی نہیں۔ تو نفی کس کی کروں"

حضور نبی کریم احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کی شان میں حضرت میاں صاحب رح کی زبان فیض ترجمان سے خاص خاص ارشادات کا اظہار

اکثر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ حالت سکر میں فرمایا کرتے۔ کہ ہم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو جاتے ہیں۔ پھر صحو میں آ کر فرماتے۔ "حضور علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے، بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" "بندہ"۔ اس کی کچھ شرح کرتا ہے۔ مکتوبات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ، جلد دوم میں مکتوب ۲۶ صفحہ ۲۲۳ پر مقامات کا ذکر فرماتے ہیں، حضرت مجدد صاحب رح لکھتے ہیں۔ کہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کو قدم نہیں۔ شائد جو اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ "اللہ تعالےٰ کے ساتھ میرا ایک ایسا وقت ہے جس میں کسی فرشتہ مقرب اور نبی مرسل کو دخل نہیں۔ اسی مقام کی نسبت خبر دی ہے۔ اور اس حدیث قدسی میں جو وارد ہے۔ کہ

یعنی (اے محمدؐ) میں اور تو اور تیرے سوا جو کچھ ہے۔ سب تیرے لئے پیدا کیا" پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا۔ کہ یا اللہ" تو ہے اور میں نہیں" اور میں نے تیرے سوا سب کچھ تیرے لئے ترک کر دیا" شاید اسی خصوصیت کی طرف اشارہ ہے۔

شرح فتوحات مکی جلد اول صفحہ ۶۲۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔ کہ پہلا کلمہ جو اس عالی مرتب قلم نے لکھا۔ اور اس وقت دوسرا کوئی کلمہ نہیں لکھا تھا۔ یہ تھا "اے محمدؐ یقیناً میرا ارادہ یہ ہے۔ کہ تمہاری خاطر عالم کو پیدا کروں جو تمہاری ملکیت ہوگا۔

سوال۔ حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا افضل المخلوقات ہونے کی وجہ۔

شرح۔ حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکاشفۂ قلبیہ کو بیان فرماتے ہوئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوقات کا سردار ظاہر فرمایا ہے۔ ممکن ہے۔ ان نازک نکات عرفانی سے جو لوگ بیگانہ اور ناآشنا محض ہیں۔ وہ تعجب کریں۔ کہ کیونکر کروڑہا اور بےشمار مخلوقات میں سے صرف ایک ہی شخص اولین و آخرین کا سردار اور افضل المخلوقات ہو سکتا ہے۔

جواب۔ عادت اللہ" یا تم یونہی سمجھ لو۔ کہ اس کا قانون قدرت جو اس کی صفت وحدت کے مناسب حال ہے۔ یہی ہے۔ کہ وہ بوجہ واحد ہونے کے اپنے افعال خالقیت میں رعائت وحدت کو دوست رکھتا ہے۔ جو کچھ اس نے پیدا کیا ہے۔ اگر اس سب کی طرف نظر غور سے دیکھیں۔ تو اس ساری مخلوقات کو جو اس دستِ قدرت سے صادر ہوئی ہے۔ ایک ایسا سلسلہ وحدانی اور با ترتیب رشتہ میں منسلک پائیں گے کہ گویا وہ ایک خطِ ممتد محدود ہے۔ جس کے دونو طرفوں میں سے ایک طرف ارتفاع (بلندی) اور دوسری طرف انخفاض یعنی (پستی) اس طرح پر ہے انخفاض . . . . . ارتفاع اس قدر بیان میں تو ایک موٹی سمجھ کا آدمی بھی ہمارے ساتھ اتفاق رائے کر سکتا ہے۔ کہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اور دوائرہ انسانیت میں بہت سے متفاوت اور کم و بیش استعدادیں پائی جاتی ہیں۔ کہ اگر کمی بیشی کے لحاظ سے ان کو ایک با ترتیب سلسلہ میں مرتب کریں۔ تو بلاشبہ اس سے اسی خط مستقیم ممتد محدود کی صورت نکل آئے گی۔ جو اوپر ثبت کیا گیا ہے۔ طرف ارتفاع کے اخیر کے نقطے پر استعداد کا انسان ہوگا۔ جو اپنی استعداد انسانی میں نوع انسان سے بڑھ کر ہے اور طرف انخفاض میں وہ ناقص الاستعداد روح ہوگی۔ جو اپنے غائت درجہ کے نقصان کی وجہ سے حیوانات لایعقل کے قریب قریب ہے۔ اور اگر سلسلہ جمادی کیطرف نظر ڈال کر دیکھیں۔ تو اس قاعدہ کو اور بھی تائید پہنچتی ہے۔ کیونکہ خداتعالیٰ نے چھوٹے سے چھوٹے جسم سے لیکر جو ایک ذرہ ہے۔ ایک بڑے سے بڑے جسم تک جو آفتاب ہے۔ اپنی صفت خالقیت کو تمام کیا ہے۔ اور بلاشبہ خداتعالیٰ نے اس جمادی سلسلہ

میں آفتاب کو ایک عظیم الشان اور نافع اور ذی برکت وجود پیدا کیا ہے۔ کہ طرف ارتفاع میں اس کے برابر کوئی ایسا وجود نہیں ہے۔ سو اس سلسلہ کے ارتفاع اور انخفاض پر نظر ڈال کر جو ہر وقت ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ روحانی سلسلہ ہے۔ جو اسی کے ہاتھ سے نکلا ہے۔ اور اسی عادت اللہ پر ظہور پذیر ہوا ہے۔ خود بلا تامل سمجھ میں آتا ہے۔ کہ وہ بھی بلا تفاوت اسی طرح واقعہ ہے۔ اور یہی ارتفاع اور انخفاض اس میں بھی موجود ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے کام یکرنگ اور یکساں ہیں۔ اس لئے کہ واحد ہے۔ اور اپنے اصدار و افعال میں وحدت کو دوست رکھتا ہے۔ پریشانی اور اختلاف اس کے کاموں میں راہ نہیں پا سکتا۔ اور خود یہ کیا ہی پیارا اور موزون طریق معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے کام باقاعدہ اور ایک ترتیب سے مرتب اور ایک سلک میں منسلک ہوں۔ اب جبکہ ہم نے ہر طرح سے ثبوت پا کر بلکہ بالبداہت دیکھ کر خدا تعالےٰ کے اس قانون قدرت کو مان لیا۔ کہ اس کے تمام کام کیا روحانی اور کیا جسمانی پریشان اور مختلف طور پر نہیں ہیں۔ جن میں یونہی گڑبڑ پڑا ہوا ہو۔ بلکہ ایک حکیمانہ ترتیب سے مرتب اور ایک ایسے باقاعدہ سلسلہ میں بند ہے۔ جو ایک ادنیٰ درجہ سے شروع ہو کر انتہائی درجہ تک پہنچتا ہے۔ اور یہی طریق وحدت اُسے محبوب بھی ہے۔ تو اس قانونِ قدرت کے ماننے سے ہمیں یہ بھی ماننا پڑا۔ کہ جیسے خدا تعالیٰ نے جمادی سلسلہ میں ایک ذرہ سے لیکر اس وجود اعظم تک یعنی آفتاب تک نوبت پہنچائی ہے۔ جو ظاہری کمالات کا جامعہ ہے جس سے بڑھکر اور کوئی جسم جمادی نہیں۔ ایسا ہی روحانی آفتاب بھی کوئی ضرور ہو گا جس کا وجود خط مستقیم مثالی میں ارتفاع کے اخیر نقطہ پر واقعہ ہو"، اب تفتیش اس بات کی ہے کہ وہ کامل انسان جس کو روحانی آفتاب سے تعبیر کیا گیا ہے۔ وہ کون ہے اور اس کا کیا نام ہے؟ جس کا تصفیہ مجرد عقل سے ہو سکے۔ کیونکہ بجز خدا تعالیٰ کے یہ امتیاز کس کو حاصل ہے اور کون مجرد عقل سے ایسا کام کر سکتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے کروڑہا اور بے شمار بندوں کو نظر کے سامنے رکھ کر اور ان کی روحانی طاقتوں اور قدرتوں کا موازنہ کر کے سب سے بڑے کو الگ کر کے دکھلا دے بلاشبہ عقلی طور پر کسی کو اس جگہ دم مارنے کی گنجائش نہیں ہے۔ ہاں ایسی بلند اور عمیق دریافت کے لئے کتب الہامی ذریعہ ہیں۔ جن میں خدا تعالیٰ نے پیش از ظہور ہزار ہا سال اس انسان کامل کا پتہ نشان بیان کر دیا ہے پس جس شخص کے دل کو خدا تعالیٰ اپنی توفیق خاص سے اس طرف ہدایت دیگا۔ کہ وہ الہام اور وحی پر ایمان لاوے۔ اور ان پیش گوئیوں پر غور کرے۔ جو بائیبل میں درج ہیں۔ تو ضرور اُسے ماننا پڑیگا۔ کہ وہ انسان کامل جو آفتاب روحانی ہے۔ جس سے نقطہ ارتفاع کا پورا ہوا ہے۔ اور جو دیوار نبوت کی آخری اینٹ ہے وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ اب بھی مکرر ظاہر کرتے ہیں۔ کہ انسان کامل بلاتشبیہ خدا تعالیٰ کی ذات کا نمونہ ہے۔ خدا تعالیٰ دوسرا خدا ہرگز پیدا نہیں کرتا

یہ بات اس کی صفت احدیت کے مخالف ہے۔ ہاں اپنی صفات کمالیہ کا نمونہ پیدا کرتا ہے۔ اور جس طرح ایک مصفی اور وسیع شیشہ میں صاحب رویت کی تمام و کمال شکل منعکس ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی انسان کامل کے نمونہ میں الٰہی صفات عکسی طور پر آجاتے ہیں۔

ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ صاحب انتہائی کمال کا جس کا وجود سلسلہ خط خالقیت میں انتہائی نقطہ ارتفاع پر واقعہ ہے۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور ان کے مقابل پر وہ خبیس وجود جو انتہائی نقطہ انخفاض پر واقعہ ہے۔ اسی کو ہم لوگ شیطان سے تعبیر کرتے ہیں۔ اگرچہ بظاہر شیطان کا وجود مشہود و محسوس نہیں۔ لیکن اس سلسلہ مد خالقیت پر نظر ڈال کر اس قدر تو عقلی طور پر ضرور ماننا پڑتا ہے۔ کہ جیسے سلسلہ ارتفاع کے انتہائی نقطہ میں ایک وجود خیر مجسم ہے۔ جو دنیا میں خیر کی طرف ہادی ہو کر آیا۔ اسی طرح اس کے مقابل پر ذو العقول میں انتہائی انخفاض میں ایک وجود شر انگیز بھی جو شر کی طرف جاذب ہو ضروری چاہیئے۔ اسی وجہ سے ہر ایک انسان کے دل میں باطنی طور پر دونوں وجودوں کا اثر عام طور پر پایا جاتا ہے۔ پاک وجود جو روح الحق اور نور بھی کہلاتا ہے۔ یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا پاک اثر بخدمات قدسی و توجہات باطنی ہر ایک دل کو خیر اور نیکی کیطرف بلاتا ہے۔ جس قدر کوئی اس سے محبت اور مناسبت پیدا کرتا ہے۔ اسی قدر وہ ایمانی قوت پاتا ہے۔ اور نورانیت اس کے دل میں پھیلتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس کے رنگ میں آجاتا ہے۔ اور ظلی طور پر ان سب کمالات کو پالیتا ہے۔ جو اس کو حاصل ہیں اور جو وجود شر انگیز ہے۔ یعنی وجود شیطان جس کا مقام ذو العقول کے قسم میں انتہائی نقطہ انخفاض میں واقعہ ہے۔ اس کا اثر ہر ایک دل کو جو اس سے کچھ نسبت رکھتا ہے۔ شر کیطرف کھینچتا ہے۔ جس قدر کوئی اس سے مناسبت پیدا کرتا ہے۔ اسی قدر بے ایمانی اور خباثت کے خیال اس کو سوجھتے ہیں۔ یہاں تک کہ جس کو مناسبت تام ہو جاتی ہے۔ وہ اس کے رنگ اور روپ میں آکر پورا پورا شیطان ہو جاتا ہے اور ظلی طور اُن سب کمالات خباثت کو حاصل کر لیتا ہے۔ جو اصلی شیطان کو حاصل ہیں۔ اسی طرح اولیاء الرحمٰن اور اولیاء الشیطان اپنی اپنی مناسبت کی وجہ سے الگ الگ طرف کھینچے جاتے ہیں۔ اور وجود خیر مجسم جس کا نفسی نقطہ انتہائی درجہ کمال ارتفاع پر واقعہ ہے۔

یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مقام معراج خارجی جو منتہائے مقام عروج (یعنی عرش رب العالمین ہے) تبلایا گیا ہے۔ یہ درحقیقت اس انتہائی درجہ کمال کا ارتفاع کیطرف اشارہ جو اس وجود باجود کو حاصل ہے۔ گویا جو کچھ اس وجود خیر مجسم کو عالم قضاء و قدر میں حاصل تھا۔ وہ عالم مثال میں مشہود و محسوس طور پر دکھایا گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اس نبی کریم کی شان رفیع کے بارہ میں فرماتا ہے

ورفع بعضہم درجٰت۔ پس اس رفع درجات سے وہی انتہائی درجہ کا ارتفاع مراد جو ظاہری اور باطنی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔
اور یہ وجود باجود جو خیر مجسم ہے۔ مقربین کی سب قسموں سے اعلیٰ و کمال ہے۔

حقیقت کمالات قرب محمدیہ

نیز حضرت شیخ اکبر رحمتہ اللہ نے آیت ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی میں حقیقت کمالات قرب محمدیہ کا اشارہ فرمایا ہے۔ لہٰذا پہلے ہم اس آیت شریف کا ترجمہ کرتے ہیں۔ اور پھر اس کی تشریح ہوگی۔ ترجمہ "پھر نزدیک یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ سے۔ پھر نیچے کی طرف اترا۔ یعنی مخلوق کیطرف تبلیغ احکام کے لئے نزول کیا۔ پس اس جہت سے کہ وہ اوپر کیطرف صعود کر کے انتہائی درجہ قرب تام کو پہنچا۔ اور اس میں اور حق میں کوئی حجاب نہ رہا"
اگر زیادہ دیکھنا ہو۔ تو شرح فتوحات مکیہ میں دیکھو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وہ پیشین گوئیاں ازروے بائیبل یہ ہیں

جن کی طرف حضرت شیخ اکبر رض نے اشارہ کیا ہے

پیشگوئی ۱۔ بائیبل کتاب استثنا باب ۳۳ آیت ۱-۲۔ اور یہ وہ برکت جو موسیٰ مرد خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی (۲) اور اس نے کہا۔ کہ خداوند سینا سے آیا۔ اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی"

(مولف) اس کی تشریح "سینا سے آنے سے مراد موسیٰ علیہ السلام اور شعیر سے خداوند کے آنے سے مراد حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہیں۔ باقی تمام پیش گوئی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات کے بارے میں ہے۔ جو دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کے ساتھ فاران کے پہاڑ سے فاران والوں پر جلوہ گر ہوئے۔ آتشی شریعت سے مراد نورانی اور آسمانی شریعت ہے۔ کیونکہ موسےٰ علیہ السلام نے آگ میں سے خدا

کا کلام سنتا۔ اُن کے لیے اِس سے مراد یہ تھی۔

پیشگوئی ۲۔ انجیل کتاب اعمال باب ۳ آئت ۲۲-۲۳۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لیے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا۔ جو کچھ وہ تم سے کہے۔ اُس کی سننا۔ اور یہ ہو گا۔ کہ جو شخص اُس نبی کی نہ سنے گا۔ وہ امت میں سے نیست و نابود کر دیا جائے گا"

(مولف) تشریح۔ اب ناظرین انصاف فرماویں۔ کہ جب موسیٰ علیہ لسلام نے کہا۔ کہ میری مانند یا مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا۔ تو دیکھنا یہ ہے۔ کہ باہمی مماثلت و مشابہت عیسےٰ علیہ السلام میں پائی جاتی ہے۔ یا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک میں اور یہ پیش گوئی کس پر صادر ہوتی ہے؟

بطور ثبوت مناسبت ملاحظہ ہو (۱) موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت تھے (۲) آپ نے ہجرت کی (۳) کفار سے جنگ کیا (۴) جہاد کیا (۵) اپنی شادی کی اور بال بچے ہوئے وغیرہ وغیرہ"

اب سوال یہ ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے پاس کونسی شریعت تھی؟ اور آپ نے کونسا جنگ کیا؟ اور ہجرت کب اور کہاں کی؟ کیا آپ نے شادی کی؟ "ہرگز نہیں" سو معلوم ہوا۔ کہ یہ پیشگوئی حضرت رحمۃ اللعالمین افضل البشر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات منبع صفات کے متعلق ہے۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند کفار سے جنگ کیا۔ ہجرت کی۔ اور جہاد فی سبیل اللہ کیا۔ اور صاحب شریعت تھے۔ اور نکاح کئے بال بچے ہوئے وغیرہ وغیرہ تمام صفات آپ میں کلیۃً موجود ہیں اور اس پیشگوئی کے آخر میں کہا گیا ہے کہ جو اس کا حکم نہ مانے گا نیست و نابود کیا جائیگا"۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جس کی تواریخ شاہد ہے۔ برخلاف اس کے عیسےٰ علیہ السلام کے ماننے والوں میں سے ایک نے جس کا نام یہوداہ تھا تیس روپیہ سردار کاہنوں سے لے کر یسوع کو پکڑوا دیا"۔ دیکھو انجیل متی باب ۲۶ آیت ۴۷ تا ۵۰ و متی باب ۲۷۔ آیت ۳

اور نہ ماننے والوں نے تو کمال ہی کیا۔ کہ انہوں نے صلیب پر لٹکا دیا"۔ اب ناظرین خود انصاف فرمائیں کہ یہ پیشگوئی کس کے حق میں تھی۔

پیشگوئی ۳۔ بائیبل کتاب یسعیاہ باب ۲۱ آیت ۱۳ تا ۱۷۔ عرب کی بابت الہامی کلام عرب کے صحرا میں تم رات کو کاٹو گے۔ اے ددانیوں کے قافلو! پانی لے کر پیاسے کا استقبال کرنے آؤ۔ اے تیمہ کی سر زمین کے باشندو روٹی لے کے بھاگنے والوں کے ملنے کو نکلو۔ کیونکہ وہ تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھنچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔ کیونکہ خداوند نے مجھ کو یوں فرمایا۔ ہنوز ایک برس ہاں مزدور کے سے ایک ٹھیک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہیگی۔ اور تیر اندازوں کے جو باقی رہے

قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے۔ کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا"

(مولف) تشریح۔ مندرجہ بالا آیات میں حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی اور آپکے ہمراہی مہاجرین کی جانب اشارہ ہے۔

جب کہ کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابیوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔ حتیٰ کہ جان کے بھی درپے آزار ہوئے۔ تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم الہٰی مکہ سے مدینہ منورہ کیطرف ہجرت فرمائی۔ اور کفار مکہ مسلح ہو کر ہر چہار جانب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں سرگرداں پھر رہے تھے اور حضور بفضل ایزدی معہ اپنے رفقا کے مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے۔ مذکورہ بالا پیشین گوئی آیت ۱۵ میں انہی مہاجرین کا ذکر ہے۔ اور آیت ۱۳ میں دوانیوں اور آیت ۱۴ میں تیمہ والوں کو حکم ہے۔ کہ ان کا استقبال اور روٹی پانی سے انکی تواضع کریں۔

واضح ہو۔ کہ دوان نام ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے یقسان کے بیٹے سبا کے بھائی کا۔ سبا اور دوان کی اولاد ملک یمن میں آباد ہوئی تھی۔

سیل عرم کے آنے سے یہ قبائل متفرق ہوئے۔ اوس و خزرج کے قبائل جو انصار کہلاتے ہیں۔ انہی میں سے ہیں۔ مورخ ابن خلدون نے اسے صراحت سے بیان کیا ہے۔ اس آیت میں جیسا کہ یہ پیشگوئی ہے کہ مہاجرین کی ہجرت قریش کی تلواروں اور کمانوں کی وجہ سے ہوگی۔ ایسے ہی یہ پیشگوئی ہے۔ کہ اُن کے انصار نسل دوان سے ہوں گے جیسا کہ ہوا۔

تیمہ نام ہے حضرت اسمٰعیل ؑ کے آٹھویں فرزند کا جن کی اولاد مدینہ کے عقب میں آباد ہوئی۔ اہل مدینہ و حوالی مدینہ کو نصرت و تائید کا حکم دینے کے بعد آیت ۱۶ و ۱۷ میں اُن ظالموں کا انجام تبلایا ہے۔

قیدار حضرت اسمٰعیل ؑ کے دوسرے فرزند کا نام ہے۔ قریش انہی کی نسل میں سے ہیں۔ تبلایا گیا ہے کہ اس واقعہ ہجرت کے ایک سال بعد قیدار کے بہادر کمان انداز گھٹ جائیں گے۔ اور اُن کی شان و شوکت کم ہو جائے گی۔ چنانچہ ہجرت سے ایک سال بعد ہی جنگ بدر کا وقوع ہوا۔ جس میں قریش کے نامی سردار مشہور بہادر مارے گئے۔ اور اُن کے رعب داب حشمت و عزت کو بہت نقصان پہنچا جن کی جملہ آیات مذکورہ میں صاف صاف پیشین گوئی کی گئی ہے۔

پیشگوئی ۴۔ یشعیا باب ۴۲۔ آیت ۱۱ تا ۱۳۔ بیابان اور اس کی بستیاں قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کریں گے۔ سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں گے۔ اور بحری ممالک میں اُس کی ثناخوانی کریں گے۔ خداوند ایک بہادر کی

مانند نکلے گا۔ وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو اُسکائے گا۔ وہ چلائے گا۔ ہاں وہ جنگ کے لئے بلائے گا۔ وہ اپنے دشمنوں پر بہادری کرے گا،،

(مولف) تشریح۔ مورخ طبری کے بیان سے ثابت ہے کہ جنگ خندق میں مسلمانوں نے جب خندق کھودی تھی۔ وہاں ایک ٹیلہ کوہ ہے۔ جس کا نام اہل مدینہ کی زبان پر سُلع ہے۔ اور اہل مدینہ دوست کو یہاں تک چھوڑنے آیا کرتے تھے۔ اس لئے اس نام سے مشہور ہوا۔ مذکورہ بالا پیشین گوئی میں درج ہے کہ سُلع کے باشندے گیت گائیں گے۔ پہاڑ کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے،، چنانچہ ایسا ہی ہوا جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ تو انصار جو مدینہ میں آباد تھے۔ اُن کی لڑکیوں نے یہ ترانہ سنجی کی ہے۔ جو حسب ذیل ہے۔

اشرق البدر علینا	ان پہاڑوں سے جو ہیں سُوئے جنوب
من ثنیات الوداع	چودھویں کا چاند ہے ہم پر چڑھا
واجب الشکر علینا	شکر واجب ہے ہمیں اللہ کا
مادعا للہ داع	کیسا عمدہ دین اور تعلیم ہے
ایھا المبعوث فینا	حکم کی اطاعت تیری فرض ہے
جئت بالامر المطاع	بھیجنے والا ہے تیرا کبریا

پھر لکھا ہے۔ وہ چلائے گا۔ ہاں وہ جنگ کے لئے بلائے گا۔ وہ اپنے دشمنوں پر بہادری کرے گا،، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ہجرت کے ایک سال بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کا حکم دیا۔ کفار سے جنگ بدر، جنگ احد جنگ خندق جنگ خیبر جنگ فتح جنگ حنین جنگ تبوک وغیرہ وغیرہ بڑی بڑی سخت لڑائیاں ہوئیں جس میں خدا کے فضل وکرم سے دشمنوں پر فتح نصیب ہوئی۔ اسی طرح یہ پیشگوئی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر حرف بحرف صادق آئی۔

پیشگوئی ۵۔ انجیل یوحنا باب آیت ۱۹ تا ۲۵۔ اور یوحنا کی گواہی یہ ہے۔ کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لیوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے۔ کہ تو کون ہے۔ تو اُس نے اقرار کیا۔ اور انکار نہ کیا۔ بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ انہوں نے اُس سے پوچھا پھر کون ہے؟ کیا تو ایلیاہ ہے۔ اس نے کہا میں نہیں ہوں۔ کیا تو وہ نبی ہے؟ اُس نے جواب دیا۔ کہ نہیں۔ پس انہوں نے اس سے کہا۔ پھر تو ہے کون؟ تاکہ ہم اپنے بھیجنے والوں کو جواب دیں۔ تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا میں جیسا یشعیاہ نبی نے کہا ہے۔ بیابان میں پکارنے والے کی آواز ہوں۔ کہ تم خداوند کی راہ کو سیدھا کرو۔ یہ فریسیوں کی

کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ انہوں نے اُس سے یہ سوال کیا۔ کہ اگر تو نہ مسیح ہے نہ ایلیاہ نہ "وہ نبی" تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے؟

(مولف) تشریح۔ اس پیشین گوئی میں صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اُس وقت علمائے یہود تین انبیاء کی آمد اور ظہور کے منتظر تھے۔ اوّل ایلیاہ۔ دوم مسیح۔ سوم وہ نبی۔

اب سوال یہ ہے۔ کہ جب اُس سے کہا گیا کہ تو نہ مسیح ہے۔ نہ ایلیاہ۔ نہ "وہ نبی" ہم پوچھتے ہیں۔ کہ انکارِ مسیح کے بعد "وہ نبی" کا اشارہ کس وجود پر آتا ہے۔ ماننا پڑے گا۔ کہ یہ اشارہ حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر عائد ہوتا ہے۔ کیونکہ مسیح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ظہور ہونا تھا۔

یہاں اگر کوئی عیسائی اس "وہ نبی" کے اشارے کی تاویل کرے۔ تو اُسے یہ ثابت کرنا پڑیگا۔ کہ وجود مسیح کے علاوہ "وہ نبی" کا اطلاق کس پر آئے گا۔

خدا کے فضل سے اس کا جواب آج تک نہیں ملا۔

پیشینگوئی ۶۔ یوحنا باب ۱۶ آیت ۷ تا ۱۳ مسیح کی اپنے شاگردوں کو وصیت۔

لیکن میں تم سے سچ کہتا۔ کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں۔ تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں گا۔ تو اُسے تمہارے پاس بھیجدوں گا۔ اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔ گناہ کے بارے میں اس لئے۔ کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے راستبازی کے بارے میں اس لئے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں۔ اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت کے بارے میں اس لئے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے۔ مجھے تم سے اور بھی باتیں کہنی ہیں۔ مگر اب تم اُن کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا۔ تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا۔ لیکن جو کچھ سنیگا وہی کہے گا۔ اور تمہیں آئندہ کی خبریں دیگا۔"

(مولف) تشریح۔ ناظرین! آپ نے اس مذکورہ بالا پیشین گوئی کو جو مسیح کی زبان سے نکلی ہے پڑھا ہے۔ یہ ایسی صاف صاف اور کھلے لفظوں میں پیشین گوئی ہے۔ کہ ہر ایک ذی عقل انسان خود بخود سمجھ سکتا ہے۔ کہ وہ آنے والی سچائی کی روح سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ اور آخر میں جو یہ لکھا ہے۔ کہ وہ تمہیں سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہیگا۔ لیکن جو کچھ سنے گا۔ وہی کہے گا۔ اس کی تائید قرآن مجید نے اس طرح فرمائی ہے۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى۔ یعنی وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتا۔ بلکہ جو کچھ اُن کی طرف وحی کی جاتی ہے۔

اِس سے صاف معلوم ہوا۔ کہ یہ پیشین گوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ بابرکات کے بارے میں ہے۔

پیشینگوئی ۷۔ یوحنا عارف کا مکاشفہ۔ باب آیت ۱۔ اس کتاب کے شروع میں اس طرح ہے یسوع مسیح کا مکاشفہ جو اُسے خدا کی طرف سے اس لیے ہوا۔ کہ اپنے بندوں کو وہ باتیں دکھائے جن کا جلد ہونا ضرور ہے "

(مؤلف) اس سے یہ ثابت ہے۔ کہ مکاشفات میں اُن باتوں کا ذکر ہے۔ جو یوحنا اور مسیحؑ کے بعد دنیا میں ہونے والی تھیں۔ یہ بھی یاد رہے۔ کہ یہ یوحنا مسیحؑ کا حواری ہے۔ جس نے یہ مکاشفہ حضرت مسیحؑ کے دنیا سے جانے کے بعد دیکھا تھا۔ آگے چل کر اس کتاب میں یوں لکھا ہے:۔

دیکھو مکاشفہ یوحنا عارف باب ۱۹ آیت ۱۱ تا ۱۸ "پھر میں نے آسمان کو کھلا ہوا دیکھا اور کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ایک سفید گھوڑا ہے۔ اور اُس پر ایک سوار ہے۔ جو سچا اور برحق کہلاتا ہے۔ اور وہ راستی کے ساتھ انصاف اور لڑائی کرتا ہے۔ اور اُس کی آنکھیں آگ کے شعلے ہیں۔ اور اس کے سر پر بہت سے تاج ہیں۔ اور اس کا ایک نام لکھا ہوا ہے۔ جسے اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اور وہ خون کی چھڑکی ہوئی پوشاک پہنے ہوئے ہے۔ اور اس کا نام کلام خدا کہلاتا ہے۔ اور آسمان کی فوجیں سفید گھوڑوں پر سوار اور سفید صاف مہین کتانی کپڑے پہنے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے ہیں۔ اور قوموں کے مارنے کے لئے اس کے منہ سے ایک تیز تلوار نکلتی ہے۔ اور وہ لوہے کے عصا سے اُن پر حکومت کرے گا۔ اور قادرِ مطلق خدا کے سخت غضب کی مے کے حوض میں انگور روندیگا۔ اور اس کی پوشاک اور ران پر یہ نام لکھا ہوا ہے۔ بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند۔ پھر میں نے ایک فرشتے کو آفتاب پر کھڑے ہوئے دیکھا اور اُس نے بڑی آواز سے چلا کر آسمان میں کے سارے اڑنے والے پرندوں سے کہا۔ کہ آؤ۔ خدا کی بڑی ضیافت میں شریک ہونے کے لئے جمع ہو جاؤ۔ تاکہ تم بادشاہوں کا گوشت اور فوجی سرداروں کا گوشت اور زور آوروں کا گوشت اور گھوڑوں اور اُن کے سواروں کا گوشت اور سارے آدمیوں کا گوشت کھاؤ۔ خواہ آزاد ہوں خواہ غلام خواہ چھوٹے ہوں خواہ بڑے"

(مؤلف) تشریح۔ اب بندہ نہایت اختصار سے اس کی شرح کر دیتا ہے۔ سفید گھوڑے اور اُس کے سوار کا ذکر، مکاشفہ یوحنا عارف باب ۶ آیت ۲ میں بھی اِن الفاظ سے ہے "اور میں نے نگاہ کی۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سفید گھوڑا ہے۔ اور اس کا سوار کمان لئے ہوئے ہے۔ اُسے ایک تاج دیا گیا۔ اور وہ فتح کرتا ہوا نکلا تاکہ اور بھی فتح کرے" مکاشفہ باب ۱۹ آیت ۱۱ میں سفید گھوڑے کا سوار اور مکاشفہ باب ۶ آیت ۲ میں اُس کے

صاحب کمان اور صاحب فتح ہونے کی علامت بیان کی گئی ہے۔ اور یہ علامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر ہی صادق آتی ہیں۔

ثبوت۔ نبی کریم حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری میں بھی سفید گھوڑا تھا جس کا نام بحر تھا۔ دیکھو کتاب سعد السعادت،، ثبوت دوسرا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عربی کمان کو ہاتھ میں رکھتے تھے۔ بسا اوقات خطبہ کے وقت بھی کمان ہاتھ مبارک میں رکھتے تھے۔ مسلمانوں کو کمان چلانے کی تاکید فرماتے۔ حدیث شریف ہے۔ ارموا فان اباکم کان رامیا یعنی تیر چلایا کرو۔ تمہارے باپ (اسمٰعیل) تیر انداز تھے،، ثبوت تیسرا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فتح مبین ہونے کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ سب سے بڑی فتح یہ ہے۔ کہ جس کام کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبعوث ہوئی اُسے بدرجہ کمال پہنچا کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام اپنی امت کو وعدہ کی زمین میں پہنچانے سے پہلے اور مسیح علیہ السلام اپنی بہت سی باتیں تبلانے سے پہلے دنیا سے الگ ہوئے جس کا ذکر پشگوئی نمبر ۲ میں آچکا ہے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کو مکمل کر کے اور بحکم الیوم اکملت لکم دینکم کا اعلان کرتے ہوئے رخصت ہوئے۔ تو حضورؐ کی فتح مبین میں کوئی شک و شبہ نہیں رہ جاتا۔

پھر لکھا ہے۔ کہ اُس پر ایک سوار ہے۔ جو سچا اور برحق کہلاتا ہے،،

(مولف) تشریح۔ اس سے مُراد یہ ہے۔ کہ وہ امانتدار سچا اور حق بات کہنے والا ہوگا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو وحی آنے سے پہلے اہل مکہ امین اور صادق کے القاب سے یاد کرتے تھے۔ اور لکھا ہے ،، وہ راستی کے ساتھ انصاف اور لڑائی کرتا ہے،، سو قرآن مجید نے بھی اس کی تائید کی ہے اس مکاشفہ کو دیکھ کر کوئی عیسائی غلطی سے بھی اس کو مسیح پر چسپاں نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اُس سوار کے لئے مجاہد اور غازی ہونا بھی ضرور ہے۔ چنانچہ یوحنا مسیح کے بعد مجاہد و غازی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوئے ہیں۔ اور لکھا ہے ،، اس کی آنکھیں شعلے کی مانند ہیں،،

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک میں جو تمام پاک نوشتوں میں ہے۔ آنحضرتؐ کی آنکھوں میں سرخی کا ہونا ضرور درج ہے۔ چنانچہ ایسا ہی تھا۔ کہ مر ایک الور کے اردگرد سرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے پھر لکھا ہے ،، اس کے سر پر بہت سے تاج ہیں،،

انبیاء علیہم السلام کے پاک گروہ کو دیکھو کوئی واعظ ہے (سلیمانؑ) کوئی مبشر ہے (عیسےٰ) کوئی منذر ہے (نوحؑ) کوئی منجی ہے (موسیٰ)، کوئی مناظر ہے (ابراہیم)، کوئی مجاہد ہے (داؤد) لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

میں جملہ صفات جامعیت کے ساتھ موجود ہیں۔ چنانچہ رب العزت اپنی کلام پاک میں یوں ارشاد فرماتے ہیں۔
یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا۔
یعنی اے نبی ہم نے تم کو شاہد، مبشر، نذیر۔ اور بلانے والا اللہ کی طرف اس کے امر سے اور منور چراغ بنا کر بھیجا ہے (خلقت کی جانب) سر پر بہت سے تاج ہونے کے یہی معنی ہیں۔

اور لکھا ہے "اس کا ایک نام لکھا ہوا ہے۔ جسے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا"
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک احمد و محمد ہیں۔ اور یہ دونوں وہ اسمائے پاک ہیں۔ جو پہلے کسی بشر کے نہیں تھے۔ مسیح اور یسوع تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے قبل بیسیوں ہوئے۔

اور لکھا ہے "خون کی چھڑکی ہوئی پوشاک پہنے ہوئے ہے"
حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طائف میں منادی کرتے وقت ایسا ہی ہوا۔ کہ حضور کا تمام جسم اطہر پتھروں کی ضرب سے خون سے لتھڑ گیا تھا۔ اور پوشاک بھی تمام خون آلود تھی۔ اس وقت خون جسم پاک سے بہہ کر نعلین مبارک میں جا کر ایسا جم گیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کے وقت پاؤں مبارک نکالنے مشکل ہو گئے۔

اور لکھا ہے "اس کا نام کلام خدا کہلاتا ہے"
یہ علامت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے سب سے آخری وعظ "استثنا باب ۱۸" اور حضرت عیسےٰ ؑ نے اپنے آخری وعظ میں خصوصیت سے بیان کیا ہے۔ اب یوحنا حواری نے بھی یہی بیان کیا جس سے صاف معلوم ہوا۔ کہ یوحنا کا مکاشفہ تک کلام خدا کا پورا ہونا باقی ہے پس یہ قرآن مجید فرقان حمید وہی کلام خدا ہے جس کی اطلاع یوحنا حواری کو بذریعہ مکاشفہ قبل از ظہور دی گئی۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں یوں ارشاد فرمایا ہے نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ہم نے ہی یہ قرآن تجھ پر پوری شان کے ساتھ نازل کیا ہے۔

اور لکھا ہے "اور آسمان کی فوجیں سفید گھوڑوں پر سوار اس کے پیچھے پیچھے ہیں"
فرشتوں اور ملکوتی طاقتوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونا قرآن مجید میں بھی ہے۔ ارشاد باریتعالیٰ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ۔ یعنی فرشتے بھی اس کے مددگار ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جنگ بدر کا واقعہ جس میں فرشتوں کا نزول اور مدد کرنا تائید غیبی وغیرہ تمام واقعہ تاریخ میں اظہر من الشمس ہے۔
اور فرشتوں کے صاف سفید لباس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں داخل ہیں۔ کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو سفید لباس مرغوب تھا۔ آپ کے جنگی نشان یعنی علم کا رنگ بھی سفید

تھا۔ اِتمامِ جنگ اور پیامِ صلح کے لئے بھی سفید پھریرا بلند کیا کرتے تھے۔ اور لکھا ہے "اور اس کے منہ سے ایک تیز تلوار نکلتی ہے"

یہ جہاد کا کلمہ ہے۔ چنانچہ جن لوگوں پر جہاد کیا گیا۔ اُن کا ذکر بھی اسی مکاشفہ میں باب ۱۹۔ آیت ۱۷۔۱۸ میں صاف طور پر کیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے "اے پرندو آؤ اور خدا کی بڑی ضیافت میں شریک ہونے کیلئے جمع ہو جاؤ تاکہ تم بادشاہوں کا گوشت اور فوجی سرداروں کا گوشت گھوڑوں کا گوشت کھاؤ"۔ لڑائی میں جو کفار مارے گئے یہ اشارہ اُن کی لاشوں وغیرہ کیطرف ہے۔ اور لکھا ہے "وہ لوہے کے عصا سے اُنپر حکومت کرے گا"

اس کے متعلق اسی مکاشفہ میں اوپر آچکا ہے۔ کہ آپؐ لوہے کی کمان اپنے پاس رکھتے تھے۔ اور لکھا ہے "قادرِ مطلق خدا کے غضب کی مَے کے حوض میں انگور روندیگا"

سرکش قبائل کا تباہ ہونا قیصر و کسریٰ کو نافرمانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا کا ملنا۔ خدا کے غضب سے ہی ہو سکتا ہے۔ اور لکھا ہے "اسکی پوشاک اور ران پر لکھا ہے۔ بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند" (مولف: آنحضرت ؐ کے القابِ عالیہ میں سے امام الانبیا اور سید المرسلین بھی ہیں۔ یہی مراد مکاشفہ کے اِن الفاظ کی ہے)

(مولف: حضرت شیخ اکبرؒ کے زمانہ میں بائیبل میں بیشمار پیشینگوئیاں تھیں۔ جو موجودہ بائیبل میں نہیں ہیں پھر بھی اسمیں سے جتنی ہو سکیں۔ اخذ کر کے لکھدی گئی ہیں۔ اہلِ بصیرت کے لئے کافی ہیں۔

جب حضرت میاں صاحب رحؒ کی خدمت میں کوئی سکھ یا ہندو حاضر ہوتے۔ تو آپ اکثر فرمایا کرتے۔ کہ "اول کچھ نتھا نرنکار تھا۔ دو عالم کا پیدا کرنہار تھا۔ تو وہ لوگ بڑے ہی متاثر ہوتے۔ اور پھر بھی خدمت میں حاضر ہوتے انمیں سے بعض مسلمان بھی ہو گئے۔ اور اپنے مذہب باطلہ کے عقائد بت پرستی تناسخ وغیرہ سے توبۃ النصوح کر جاتے۔

بندہ کچھ تناسخ کے رد میں از شرح فتوحاتِ مکیہ جلد اول صفحہ ۱۴ سے دلائل درج کرتا ہے۔ اہلِ تناسخ خدا تعالیٰ کے قانونِ قدرت کا ضد پڑا ہوا ہے۔ ضد بھی ایسی کہ ایک کے ماننے سے دوسرا قائم نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ اگر خدا تعالیٰ کے قادرانہ تصرفات کو تسلیم کیا جائے۔ اور یہ مان لیا جائے۔ کہ اس نے تمام اجرام علوی و سفلی کو اپنی قدرتِ ربوبیت سے پیدا کر کے اجزائے عالم کو باہم انضباط بخشا ہے۔ اور محض اپنی قدرتِ کاملہ سے اور خاص اپنے ہی ارادہ اور مشیت سے تمام چیزوں مادی و غیر مادی کو ایک پُر حکمت سلسلۂ انتظام میں خود اپنی حکیمانہ مصلحت سے منسلک کیا ہے۔ تو یہی مان لینا جس کا دوسرے لفظوں میں قانونِ قدرت ہے۔ اہلِ تناسخ کی بیخ کنی کرتا ہے۔ وجہ یہ کہ مسئلہ تناسخ اس بنا پر کھڑا ہے۔ کہ یہ ترتیب عالم جو بالفعل موجود ہے۔ خدا تعالیٰ کے ارادے سے اور قدرت سے نہیں۔ اور نہ اس کی مصلحت و حکمت سے ہے۔ بلکہ گناہگاروں کے گناہ نے مختلف صورتوں کی چیزیں پیدا کر دی ہیں۔ جسمیں خدا تعالیٰ کا ذرہ دخل نہیں۔ اگر گناہ ظہور میں نہ آتے۔ تو خدا کی قدرتیں اور حکمتیں قائلان تناسخ کے خیال میں سب

ہیچ اور بے حقیقت تھیں۔ نعوذ باللہ

قائلاں تناسخ نے تناسخ کو گناہ کا باعث قرار دیا ہے۔ پس لازم ہے۔ کہ مجرم کو بوقت ولادت اپنے گناہ کی واقفیت ہو۔ تاکہ آئندہ وہی گناہ کر کے اس کو اسی جون میں نہ جانا پڑے۔ حالانکہ جب انسان ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے۔ تو اس کو جنم کی کوئی خبر نہیں ہوتی۔ خدا نے قرآن کریم میں اس مسئلہ کی تردید بالفاظ ذیل فرمائی ہے۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا یعنی خدا تعالیٰ تم کو ماؤں کے پیٹوں سے نکالتا ہے اسوقت تم محض بے علم ہوتے ہو۔ تناسخ کے مسئلہ جیسا اور کوئی جھوٹا مسئلہ نہیں۔ کیونکہ اس کی بنیاد بھی غلط ہے۔ اور آزمائش کے طور پر بھی غلط ثابت ہوتا ہے۔ اور انسانی پاکیزگی کے لحاظ سے بھی غلط ٹھہرتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی قدرت میں رخنہ انداز ہونے کی وجہ سے بھی ایک عارف کا فرض ہے۔ کہ اس کو غلط سمجھے ؎

تناسخ زاں سبب شد کفر و باطل — کہ آں از تنگ چشمے گشت حاصل

عدم ضرورت تناسخ واسلامی دوزخ کی فلاسفی

تناسخ کے معتقد اس دنیا میں لوٹنے کی ضرورت اس طرح بیان کرتے ہیں۔ کہ جن اسباب کے ماتحت کسی امر کا سرانجام پانا مقرر ہوتا ہے۔ اگر وہ پورا نہ ہو۔ اور یہ منظور ہو۔ کہ یہ امر ظہور پذیر ہو۔ تو ضرور ہے۔ کہ اس کے لئے وہی اسباب مہیا کئے جائیں۔ کیونکہ علت و معلول اور اسباب اور نتائج کا مسئلہ ایک مسئلہ حقہ ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے۔ کہ جب انسان کو کمال حقیقی تک پہنچنے کے لئے یہاں بہت اسباب دئے گئے ہیں۔ اب اگر مرنے کے وقت وہ کمال حقیقی کو نہیں پہنچا۔ تو چونکہ آنے والے عالم میں وہ اسباب نہیں۔ لہٰذا ضرور ہے۔ کہ انسان اس عالم میں لوٹایا جائے اور انہیں اسباب کے ماتحت اپنے نقصوں کو رفع کرے۔

یہ بالکل درست ہے۔ جو اسباب ایک عالم میں خاص نتائج کے حصول کے لئے ہوں گے۔ وہ بالضرور دوسرے عالم میں مہیا نہیں ہو سکتے۔ لیکن دیکھنا تو یہ ہے۔ کہ آئندہ عالم میں کوئی نئے اسباب اول کمیوں کو پورا کرنے کو موجود ہیں۔ یا نہیں۔ اس میں تو شک نہیں۔ کہ یہ ہے ایک بات جو اس عالم میں حاصل ہونی چاہیئے۔ اس کے مناسب اور طبعی اسباب اسی عالم میں ہوں گے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جب ایک نتیجہ کے حصول کے لئے اس کے مقررہ عادیہ اسباب سے کام نہ لیا جائے۔ تو دیگر اسباب سے بھی وہ نتیجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ ہاں ایک حد تک تکلیف ضرور اٹھانی پڑتی ہے۔ یہی حالت ہم انسانی شعور کے نشو و نما میں دیکھتے ہیں۔ جو باتیں بچپن میں

آسانی سے سیکھی جاتی ہیں۔ اگر کوئی شخص ان کو عالم طفولیت میں حاصل نہ کر سکے۔ تو عالم شباب میں ان کو حاصل
تو ضرور کر لیگا۔ البتہ محنت اور تکلیف اور خرچ ضرور بڑھ جائے گا۔ اسی طرح ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا۔ کہ عالم جسمانیت
میں نظارۂ قدرت ہم کو کیا دکھلاتا ہے۔ یہ جوہر ایک انسان خاک سے لے کر موجودہ عالم تک ہزار در ہزار
عالم طے کرتا ہے۔ آیا اسی سفر میں یہ طریق ہے۔ کہ جب تک اس عالم میں انسان اپنی کامل صورت پیدا نہ کر
لے۔ دوسرے عالم میں اسے جگہ نہیں ملتی۔ یا ایسا ہوتا ہے۔ کہ جن حالتوں میں اس نے ایک عالم میں کامل
طور پر پختگی حاصل نہیں کی۔ اور خام حالت میں ہی اس نے اس عالم کو چھوڑا ہے۔ تو اس کی خامی اور نقص
دوسرے عالم میں درست ہو جاتے ہیں۔ اگر ذرا بھی ان مختلف عالموں پر غور کیا جائے۔ تو ان سب عالموں
میں ایک لاتبدیل قانون نظر آ دیگا۔ کہ جس کے سوچ سے ایک عالم کے نقص اس سے اگلے عالم میں ایک
گونہ کے ساتھ رفع کئے جاتے ہیں۔ اور کبھی نہیں ہوا۔ کہ جس شے نے ناقص حالت میں ایک عالم کو چھوڑا
ہے۔ اس کو ضرور اپنے نقصوں کے علاج کے لئے پھر اسی چھوڑے ہوئے عالم میں لوٹایا جاوے۔ مثلاً جو
کچھ آج میں نے کھایا۔ وہ ضرور ہے۔ کہ یا تو نیچر کے ہاتھوں سے پختہ ہو چکا ہو۔ یا انسانی ہاتھوں نے اسے
آگ پانی مصالحہ وغیرہ کے ذریعے ایک خاص حالت پختگی تک پہنچایا ہوا ہو۔ تاکہ معدے کے عالم میں وہ
عمدہ طور پر کام کر کے اگلے عالم میں چلا جاوے۔ لیکن یہ بھی ہم دیکھتے ہیں۔ کہ انسان کی بد احتیاطی سے
بعض چیزیں ایسی حالت میں ہی معدہ میں چلی جاتی ہیں۔ کہ جس حالت میں وہ وہاں نہیں جانی چاہئیں تھیں
اب اگر اس نے جزو بدن بننا ہوتا ہے۔ تو اس کی خام حالت محسوس ہو جانے پر عالم معدہ میں ادویات
بھیجکر ایسے اسباب معدہ میں ہی پیدا کر دئے جاتے ہیں۔ کہ جہاں اس کا نقص عالم معدہ میں ہی رفع ہو جاتا
ہے۔ یہ ضروری نہیں۔ کہ وہ چیز معدہ سے واپس کی جائے۔ اسی طرح جب معدہ کے بہت سے عالم طے
کرکے ایک خوراک خون میں بدل جاتی ہے۔ تو ضرور نہیں۔ کہ ہر انسان میں ہمیشہ خون صالح ہی پیدا ہوتا
ہے۔ جو خوراک عمدہ پختہ حالت میں معدہ میں گئی۔ اور معدہ میں اچھی طرح ہضم ہوئی۔ تو اس سے تو
خون صالح پیدا ہوگا۔ لیکن بعض انسانوں میں صالح پیدا ہوتا ہی نہیں۔ اس کا باعث یہی ہے۔ کہ ہماری
خوراک نے عالم خون سے سابقہ جتنے عالم طے کئے ہیں۔ وہ ناقص حالت میں طے کئے ہیں۔

لیکن اس ناقص حالت کی اصلاح عالم خون میں ہی طبیب کر دیا کرتے ہیں۔ یہ نہیں۔ کہ
ناقص خون کو سابقہ عالموں میں واپس کیا جائے۔ اسی طرح جب انسان کے نطفہ میں نقص ہوتا ہے اس
کا یہی باعث ہے۔ کہ جو خوراک نطفہ کی صورت میں آتی ہے۔ اس نے پہلے عالموں کو ناقص حالت میں
طے کیا ہوتا ہے۔ لیکن اس کی اصلاح عالم نطفہ میں بھی ہو سکتی ہے۔ اسی طرح سے ایک عمدہ اور مضبوط جنین

کے لئے ضروری ہے کہ عورت اور خاوند دونو کا عمدہ اور مضبوط نطفہ ہو۔ لیکن رقیق نطفے رحم میں جاکر قرار پکڑ لیتے ہیں۔ اور اُن کا علاج رحم کی اُسی حالت میں کر لیا جاتا ہے۔ اسی طرح جنینوں کی پرورش رحم میں پورے طور پر نہیں ہوتی۔ اور وہ ناقص خلقت ہی لے کر اس دنیا میں آجاتے ہیں۔ مثلاً ہم نے دیکھا ہے۔ کہ بعض بچوں کے بول و براز کے سوراخ پیدائش کے وقت بند ہوتے ہیں۔ کیونکہ نیچر میں نیچر پورا کام نہیں کر سکی۔ پھر ایسے بچوں کے سوراخ سرجن اوزار سے کھول دیا کرتے ہیں۔ اور وہ بچے اپنی خلقت میں کامل ہو جاتے ہیں۔ یا پھر یہ بھی مانا جاتا ہے۔ کہ بعض ایسے ناقص الخلقت پیدا ہوتے ہیں۔ کہ ساری عمر ان کا نقص رفعہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ نہیں ہوا۔ کہ وہ ناقص الخلقت بچے اس عالم میں ہی نہ ہوں۔ یا رفع نقص کے لئے سابقہ عالم کو لوٹائے جائیں۔ تناسخ کی فلاسفی تو اس صورت میں درست ہوتی۔ کہ جب نظارہ قدرت ہم کو یہ دکھلاتا۔ کہ ان مذکورہ بالا عالموں میں کبھی کسی چیز کو عالم مابعد میں نہیں بھیجا گیا۔ جب تک موجودہ عالم میں وہ کامل نہیں ہو گئی۔ یا اگر وہ ناقص حالت میں چلی بھی گئی۔ تو فوراً واپس کی گئی۔ مثلاً یہ کہ دنیا میں کوئی ناقص خلقت لے کر پیدا ہی نہ ہو۔ اور اگر اتفاقاً پیدا ہو جائے۔ تو اُسے فوراً اسی جگہ واپس کیا جائے جہاں سے وہ آیا تھا۔ تاکہ وہ نقص جو وہ لے کر آیا ہے۔ وہاں ہی جاکر رفع کرے۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا کامل ناقص ہر دو قسم کی چیزیں ایک عالم سے دوسرے عالم میں آجاتی ہیں۔ اور ایک کے نقص دوسرے عالم میں رفعہ ہو جاتے ہیں۔ یہ بالکل سچ ہے۔ جیسا کہ اوپر آچکا ہے۔ کہ انسان کی ہر حالت کے نشو و نما کے طبعی اسباب ہر عالم میں الگ الگ ہیں۔ اور کامل مکمل نشو و نما کے لئے ضروری ہے۔ کہ ہر ایک عالم وہ اس وقت رخصت ہو۔ جب مکمل ہو جائے۔ لیکن نظارۂ قدرت نے دکھلایا ہے۔ کہ آئندہ عالم سابق کے نقصوں کو بے شک رفع کر سکتا ہے۔ ہاں ایسا ہونا بہت ہی تکلیف و درد کا موجب ہوتا ہے۔ جب صحیفۂ قدرت ہمارے سامنے یہ نقشہ پیش کرتا ہے۔ اور گذشتہ عالموں میں انسان کا گذرنا اس طرح واقعہ ہوا ہے۔ تو اس موجودہ عالم سے مابعد عالم کے متعلق یہ کیوں تسلیم کیا جاوے۔ کہ جو انسان مرنے کے وقت کامل نہیں ہوا۔ وہ پھر اسی عالم میں جنم لے کر اپنے نقصوں کو رفع کرے" یہ ہم کیوں نہ تسلیم کر لیں۔ کہ جس طرح ناقص خوراک کی اصلاح معدہ میں الٹی وغیرہ کر دیا کرتی ہے۔ اور عمدہ غذا نہ ہضم ہونے سے جو ناقص خون پیدا ہوتا ہے۔ اس کیلئے مصفیات مولدات خون استعمال کرتے ہیں۔ اور اگر خون کی اصلاح نہیں ہوئی۔ تو ناقص خون نے جو کمزور نطفہ پیدا کیا ہے۔ اس کیواسطے مخلفات اسباب نیچر نے پیدا کر رکھے ہیں۔ پھر رحم کی اصلاح کے لئے مانع اسقاط ادویات وغیرہ وغیرہ موجود ہیں۔ اور آخر کار جو بچہ خلقی نقص اپنے ہمراہ لاتا ہے ان نقصوں کو کڑوی ادویات اور تلخ دار و قسما قسم کے بد ذائقہ جلاب اور طرح طرح کی برتنی چیر پھاڑ درست

گر دیا کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر ہماری روح نے اپنے کمال حقیقی کو حاصل نہ کیا۔ تو یہ بالکل مذکورہ بالا مشاہدہ قدرت کے برخلاف ہے۔ کہ روح پھر اسی جسم میں جنم لے۔ وہاں وہ ناقص روح ایک مریض اور کمزور روح ہے۔ جو عالم بالا میں چلی گئی ہے۔ لیکن وہ عالم بالا کی تندرست زندگی کے لئے کامل سامان اپنے ہمراہ نہیں لے گئی۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ اس عالم میں داخل ہوتے ہی اس عالم کے شفاخانہ میں اُسے داخل کیا جاوے۔ اور جس قسم کی روحانی مرض اس کو لگی ہو۔ اس کے مناسب حال اس شفاخانہ کے وارڈوں میں وہ داخل ہو۔ جہاں وہ طرح طرح کے جلابوں اور پسینہ آور دیگر دواؤں کے استعمال سے اور طرح طرح کے نشتروں اور چاقوؤں کے نیچے آکر قسم قسم کے دُکھ اور درد دیکھنے کے بعد پھر اصلاح پذیر ہو کر تندرستی حاصل کرے اور اس طرح عالم بالا کی زندگی کے لئے قابل ہو کر ترقیات کرتا ہوُا اپنے کمال تک پہنچ جائے۔

معزز ناظرین! قرآنی دوزخ یہی شفاخانہ ہے۔ جس پر آپ میں سے بعض لوگ ہنسا کرتے ہیں۔ اور جس بیمار روح نے جاکر اپنی اصلاح کرنی ہے۔ جس طرح ہماری غلط کاریاں ہم میں جسمانی امراض پیدا کر کے ہمارے لئے ایک طرح کا دوزخ تیار کر دیتی ہے۔ ہُوبہو اس طرح انسان اپنے دوزخ کے سامان اسی زندگی سے لے جاتے ہیں۔ وہ دوزخ اسی دنیا میں خود تیار کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی آگ اُس پر پڑ کر اسے طرح طرح کی تکالیف میں ڈالکر اس کو پاک صاف کر دیتی ہے۔ اس عذاب کی آگ کو خود انسانی روح اپنی صفائی کے لئے کھینچتی ہے۔ اگر ہم ان تمام گناہوں کی جماعت بندی کریں۔ جو انسانوں سے ظاہر ہوئے۔ یا سرزد ہو رہے ہیں۔ تو ہم کو صاف صاف نظر آئے گا۔ کہ کل کے کل گناہوں کا ظہور یا ان کے مقدمات پیدا ہونا ہر ایک انسان کے سات جوارح ذریعہ سے ہوُا ہے۔ یعنی۔ سر۔ کان۔ آنکھ۔ ناک۔ منہ۔ ہاتھ۔ پاؤں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو سات سوراخ عطا کئے ہیں۔ اور قرآن کریم نے تہذیب انسانی کے حاصل کرنے کے لئے ہمیں سات سوراخوں کی حفاظت کے لئے سخت تاکید کی ہے۔ کوئی گناہ ایسا نہ ہوگا۔ جس کی جڑ اور جس کا ظہور ان سات سوراخوں میں سے کسی ایک یا زیادہ سوراخوں کے استعمال سے نہ ہو۔

الغرض انسان نے گناہ کر کے اس طرح سات ہی قسم کے مرضوں میں سے ایک یا زیادہ مرض اپنی روح لگا دئے ہیں۔ اب اگر ایک انسانی روح جو ان سات مرضوں میں سے ایک یا ساری مرضوں کو لے کر دوسرے عالم میں داخل ہوئی ہے۔ اور اپنی مرض[1] کے باعث عالم بالا کی صحت والی زندگی کے قابل نہیں۔ تو اس صحت کے حصول کے لئے بھی ضرور ہے کہ وہ کسی ایسے علاج خانہ میں داخل ہو۔ جس کے سات ہی وارڈ ہوں۔ چنانچہ قرآن کریم نے جس علاج خانے کا نام دوزخ رکھا ہے۔ اُس کے بھی سات ہی وارڈ یا طبقات بیان کئے

[1] کرے۔ درکات جہنم۔

گئے ہیں۔ جہاں گنہگاروں کی روح کو اُن کے گناہوں سے پاک کیا جائے گا۔ جہاں ان کو تھوہر (زقوم) جیسی قے و دست آور چیز بطور جلاب دی جاوے گی۔ جہاں اُن کے روحانی استفراغ کے لئے کھولتا ہوا پانی پلایا جائیگا۔ جہاں انکو آتشیں ٹکوریں کی جاویں گی۔ جہاں شداد اور غلاظ فرشتے آتشیں گرزوں سے ان کی کجیوں کو درست کریں گے۔ جہاں ان کے گندے زخم درست کئے جاویں گے۔ اور انگور کی حالت آنے تک ان کے جسم کی کئی جلدیں بدلیں گی وغیرہ وغیرہ

مذکورہ بالا اسباب اُخروی جہنم کی تشریح ہم نے قرآن کریم کی آیات ذیل سے لی ہیں۔

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُم بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّن نَّارٍ يُصَبُّ مِن فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ يُصْهَرُ بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ وَلَهُم مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيدٍ ۝ إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ طَعَامُ الْأَثِيمِ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ ۝۔

ترجمہ۔ جس وقت ان کی کھال پک جاویگی یعنی جب ان کی زخمی کھال پر انگور آجاویگا۔ تو ہم پھر اس کو نیا زخم کردیں گے۔ تا کہ وہ عذاب چکھتے رہیں۔ خدا زبردست حکمت والا ہے۔ یہاں یہ ظاہر فرمایا۔ کہ یہ عذاب حکمت پر مبنی ہے۔ ان کے لئے آگ کے کپڑے تیار کرکے ان کو پہنائے جائیں گے۔ ان کے سر پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ اُس پانی کے ساتھ ان کے پیٹ کے مواد نچڑ جائیں گے۔ اور اگلی کھال اُتر جائے گی۔ اور نیا زخم ہو جائیگا۔ اُن کے واسطے لوہے کی مونگریاں تیار کی ہیں۔ زقوم یعنی تھوہر کا درخت گناہ گاروں کا طعام مقرر ہے۔ وہ پیٹ میں جاکر پگھلے ہوئے تانبے اور کھولتے ہوئے پانی کی طرح کھولے گا۔"

یہ سب خطرناک رنگ کا عذاب ہوگا۔ ایک شخص جو اس دنیا میں زانی زندگی بسر کرتا ہے۔ آخرکار وہ آتشک جیسی مرض میں مبتلا ہوتا ہے۔ اب جو علاج اس کا کیا جاتا ہے۔ وہ بھی اپنی تلخی اور تکالیف کے لحاظ سے دوزخ سے کم نہیں ہوتا۔ یہی حالت دوزخ کی ہے۔ ایک دوزخ تو وہ ہے۔ جو ہم اس دنیا سے تیار کرکے لے گئے۔ اور دوسرا اس کا تکلیف دہ علاج ہے۔ جو ہماری طہارت اور پاکیزگی کے لئے ضروری ہے۔ ایک گناہ گار کا دوزخی بن جانا اس کی اپنی گناہ آلودہ زندگی کا تقاضا ہے۔ اور دوزخ تو اُس کے لئے شفیق مادر کیطرح ہے۔ جو اپنے بچے کے نازک بدن کو زخموں اور پھوڑا پھنسیوں سے پاک کرنے کے لئے، جن کے دردناک چاقو کے نیچے رکھ دیتی ہے۔ چنانچہ ایک اور موقعہ پر قرآن کریم دوزخ کو ماں کرکے پکارتا ہے۔ جیسے کہ لکھا ہے۔ کہ "وَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ" یعنی دوزخ گنہگاروں کی ماں ہے۔ انسان نے جس عالم کو دیکھا نہ ہو۔ اس کا بیان کرنا یا اس کو سمجھ لینا یا نہ دیکھی ہوئی چیزوں کو ذہن میں لے آنا محالات سے ہوتا ہے۔ اس لئے ایسی حالت میں تشبیہات اور تمثیلات اور استعارات سے کام لینا پڑتا ہے

دوزخ یا بہشت کا عالم ایک آنے والا عالم ہے۔ اس کی کیفیات ہمارے ذہن میں آنی مشکلات سے ہیں ان کی تشریح بھی اگر ہو سکتی ہے۔ تو استعارات سے ہی ہو سکتی ہے۔ اس لئے قرآن کریم نے دوزخ کا اس طور پر ذکر کیا ہے۔ کہ اسلامی دوزخ کا علاج خانہ ہونا اس لئے بھی ثابت ہے۔ کہ ایک زمانہ دوزخ پر وہ آئیگا جب اس میں کوئی انسان نہ ہوگا۔ یہ وہ دوزخ نہیں۔ جس میں بقول عیسائیوں کے ہمیشہ کا رونا اور دانت پیسنا ہوگا۔ جب اس میں کوئی انسان نہ ہوگا۔ اگر یہ علاج خانہ ہے۔ تو ضرور ہے۔ کہ اس پر ایک دن ایسا آوے۔ کہ مریض صحت پا کر اس سے نکلیں۔ اس لئے حدیث شریف میں آیا یَأْتِی عَلٰی جَهَنَّمَ زَمَانٌ لَیْسَ فِیْهَا اَحَدٌ نَسِیْمُ الصَّبَا تُحَرِّکُ اَبْوَابَهَا یعنی ایک دن دوزخ پر وہ آئیگا۔ کہ جب اس کی آگ سرد ہو جائے گی۔ اور اس کے دروازے کھٹکھٹائے جائیں گے۔ یعنی اس میں کوئی نہ ہوگا۔

قرآن نے عیسائیوں کی طرح جیلخانہ تجویز نہیں کیا۔ قرآن نے اس دنیا میں راستے کھول دئے ہیں۔ جن پر چل کر انسان ایک کامل مکمل روح لے کر عالم بالا کو جاتا ہے۔ انسانی نفس کی ایسی حالت کا نام قرآن نے نفس مطمئنہ سے تعبیر کیا ہے۔ جن اشخاص میں نفس مطمئنہ کی حالت پیدا ہو گئی ہے۔ ان پر دوزخ میں جانا حرام ہے۔ چنانچہ وہ اس عالم کو چھوڑتے ہی بہشت میں جائیں گے۔ قرآن شریف میں آیا ہے۔ یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔ (یعنی اے نفس آرام یافتہ جو خدا سے آرام پا گیا۔ اپنے رب کی طرف واپس چلا جا۔ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ پس میرے بندوں میں مل جا۔ اور میرے بہشت کے اندر آجا۔") اب جس کی حالت ... نفس مطمئنہ تک نہیں پہنچی۔ وہ پیشتر ازیں کہ جنت میں جاوے۔ ضرور ہے۔ کہ اپنے اندر نفس مطمئنہ پیدا کرے۔ اور یہ نفس مطمئنہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ نفس انسانی کی امراض دور نہ ہو لیں۔ جن کیلئے کچھ وقت دوزخ میں جانا ضروریات سے ہے۔ ناظرین کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

(اگر زیادہ دیکھنا ہو۔ تو شرح فتوحات مکیہ میں دیکھیں)

دل کا درجہ دیگر لطائف میں اور اس کی حقیقت جامعہ

ایک روز آپ نے فرمایا۔ کہ راہ سلوک میں اوّل بھی دل ہے۔ اور آخر بھی دل ہے۔ ایک بزرگ نے مجھ کو کہا تھا۔ تم لطائف کی طرف نہ جانا۔ ہم نے بھی یہی سمجھا۔ کہ جو کچھ ہے۔ دل ہی دل ہے۔

بندہ نے بھی ایک روز اپنے حضرت صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ حضرت مجھے لطائف حاصل نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ دل بمنزلہ جڑ کے ہے۔ اور لطائف بمنزلہ شاخوں

کے ہیں۔ جب جڑ کو ہلایا جائے۔ تو شاخیں خود بخود ہل جائیں گی۔

جناب قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے۔ جب حجام ہماری حجامت بناتا ہے۔ تو استرہ کا پھیرنا ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ ہمارے دل پر پھیر رہا ہے۔ اور فرمایا۔ جب ہم چلتے ہیں۔ تو پاؤں سے لے کر سر تک تمام وجود میں ایک ایسی حرکت پیدا ہوتی ہے۔ کہ تمام ہی دل ہو گیا ہے۔ اور رونگٹے رونگٹے سے اسم ذات ظاہر ہوتا ہے" یہاں آپ نے سلطان الاذکار کا نشان ظاہر فرمایا ہے۔

(مولف) چونکہ دل کا بیان ضمناً آگیا ہے۔ کتابوں سے اقتباس کرکے بیان کیا جاتا ہے۔ مصنف بستان العارفین صفحہ ۵ پر فرماتے ہیں۔ کہ انسان کا اشرف اور افضل ہونا اور بزرگی تمام مخلوق سے اسی وجہ سے ہے۔ کہ انسان اللہ پاک کی معرفت حاصل کرنے کی لیاقت رکھتا ہے۔ دنیا میں انسان کا کمال اور جمال یہی پہچان اللہ رب العزت کی ہے۔ اور آخرت میں یہی معرفت اللہ رب العزت کی انسان کے واسطے غفران اور رضوان اور بخشش کا باعث ہے۔ سو معرفت اللہ رب العزت کی دل سے ہوتی ہے۔ نہ ہاتھ پاؤں۔ آنکھ۔ ناک۔ کان وغیرہ سے۔ یہی دل عالم باللہ یہی عامل للہ ہے۔ یہی دل متقرب الی اللہ ہے۔ یہی دل عارف بجلال اللہ ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ دل سے مراد روح ہے۔ کہ سارے بدن میں اس کا تعلق ہے اس انسان کے اندر صورتی روح کے سوا دوسری ایک روح ہے۔ جس کا نام روح انسانی ہے۔ اور اس کو دل کہتے ہیں۔ اور یہ دل یعنی روح انسانی روح حیوانی کی جنس سے نہیں ہے۔ اور اس دل سے مراد وہ دل یعنی گوشت کا لوتھڑا جو بائیں جانب کی صورت پر ہے۔ وہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ ایک تعلق اور لگاؤ ہے۔ کہ جس تعلق اور لگاؤ کے ذریعہ سے خیال اور الہامات کا ظہور اس دل کے اوپر ہوتا ہے اس تعلق اور لگاؤ کو دل کہتے ہیں۔

کتاب بستان العارفین میں دل کے تعلق یوں لکھا ہے۔ مثلاً ٹیلیفون ہی لیجئے۔ سو اب ٹیلیفون اس میٹی یا صندوقچہ کا نام نہیں ہے۔ جو کہ دوکانوں اور مکانوں میں بات چیت کرنے کے لئے رکھا ہے۔ بلکہ اس میٹی اور صندوقچہ کے ساتھ ایک قسم کی تار یعنی لگاؤ ہے۔ کہ جس کے اندر الیکٹرک یعنی بجلی کی طاقت رکھی ہوئی ہے۔ اور وہی بجلی آواز کو دور دراز تک پہنچا دیتی ہے۔ اور اس تار اور تعلق کا نام ٹیلیفون ہے اسی طرح یہ دل کا صندوقچہ اور میٹی جو کہ جسم کے اندر بائیں طرف گوشت کا لوتھڑا کلی کی صورت پر ہے وہ نہیں ہے۔ بلکہ اسی کے ساتھ قدرت کی بجلی کا تار اور تعلق لگا ہوا ہے۔ اس کا نام دل ہے سبحان اللہ یہ روح انسانی جسم نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے حصے اور ٹکڑے نہیں ہو سکتے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی

معرفت اور عشق الٰہی کی حرارت اسی روح انسانی میں حاصل ہوتی ہے۔ باعتبار ہر وصف اور صفت کے اور اس روح انسانی کے تین نام ہیں۔ پہلا نفس امارہ۔ یعنی وہ روح انسانی جو اللہ رب العزت سے غافل رکھنے والی چیزوں کی طلب میں رہے۔ اور بری باتوں کی ترغیب دے۔ اور ان چیزوں کی طلب کرے۔ جو چیزیں کہ اللہ رب العزت کے نزدیک مردود ہوں۔ تو ایسی روح انسانی کو نفس امارہ کہا۔ دوسرا نفس لوامہ یعنی وہ روح انسانی جو بری باتوں کی طلب اور خواہش سے اپنے آپکو روکے۔ اور عبادت الٰہی میں قصور اور سستی ہونے سے اپنے آپکو ملامت کرے۔ تو ایسی روح کو نفس لوامہ کہا جائیگا۔ تیسرا نفس مطمئنہ یعنی وہ روح انسانی جو اللہ رب العزت کے احکام کے بجالانے اور جن چیزوں کا حکم ملا ہوا ہو۔ اُن کے کرنے سے اور جن چیزوں سے منع فرمایا ہو۔ اُن سے باز رہے۔ اور حضور دل کے ساتھ حاضر رہے۔ تو اس روح انسانی کو نفس مطمئنہ کہتے ہیں۔ غرضیکہ چیز تو ایک ہے۔ مگر باعتبار وصف کے اس کے تین درجے اور نام ہیں۔

حضرت شیخ ابو سعید مبارک مخزومی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تحفہ مرسلہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ حقیقت محمدی حقیقت آدم اور عقل کل قلم الاعلیٰ اور روح الاعظم یہ اصل میں ایک چیز ہے۔ جس کے پانچ نام ہیں۔ اس روح الاعظم کا ہر ایک انسان کے ساتھ تعلق ہے۔ اس کو روح انسانی کہتے ہیں۔ کتاب مرأۃ العارفین میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی فرماتے ہیں جیسا کہ کتاب بستان العارفین والے یوں فرماتے ہیں۔ کہ یہی دل جو اللہ پاک کی طرف دوڑتا ہے۔ اسی کو کشف ماعند اللہ کا ہوتا ہے۔ اور بدن کے تمام اعضا اس کے غلام اور فرمانبردار ہیں۔ یہ دل اُن سے خدمت لیتا ہے۔ جس طرح بادشاہ لونڈی اور غلام یا کاریگر آلہ جات سے کام لیتا ہے۔ اور ایسا دل جب ماسوی اللہ سے خالی رہتا ہے۔ تب اللہ پاک کے نزدیک مقبولیت کا لباس پہن لیتا ہے۔ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ۔ یعنی جو شخص قلب سلیم لے کر اللہ پاک کی درگاہ میں حاضر ہوا۔ اور یہی دل جب غیر اللہ میں ڈوب جاتا ہے تب تو اللہ رب العزت سے پردہ میں آجاتا ہے۔ اگر انسان نے اس کو پاک و صاف رکھا۔ تب تو دونو عالم کی ایذا اور تکلیف سے نجات حاصل کرلی۔ اور اگر گناہوں کی دلدل میں پھنسا دیا تب سے دونو عالم کی تکلیف اور ایذا کو اپنے سر پر اٹھا لیا۔ انسان جب دلکو پہچان لیتا ہے۔ تو نفس کا عارف ہو جاتا ہے جب نفس کا عارف ہوا۔ اور نفس کو پہچانا اسیوقت عارف باللہ ہو جاتا ہے انسان جبتک دلکو نہیں پہچانتا ہے نفس سے جاہل رہتا ہے۔ اور جب نفس سے جاہل رہا۔ تو اللہ تعالیٰ سے بھی جاہل رہا۔ تو سوائے دوزخ اور دردناک عذاب کے اس کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ سبحان اللہ پہچاننا دل کا اور معلوم کرنا حقیقت اوصاف دل کا یہی اصل دین ہے۔ اور یہی طریقہ سالکین کا ہے۔ اور اسی کو علم باطن بھی کہتے ہیں۔ نجات دلانے والے اوصاف اور ہلاکت میں گرانے والے اوصاف کا گذر اسی دل پر ہوا کرتا ہے

اَللّٰھُمَّ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْئَلُکَ اَنْ تُحْیِیْ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ اَبَدًا یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ۔

بھوک کی فضیلت

پہلے بھی آپ کا مجاہدہ اور فاقہ کشی کا بیان لکھا گیا ہے۔ آپ کئی کئی ہفتے کچھ نہ کھاتے۔ ایک دفعہ دو ماہ تک کچھ نہ کھایا۔ نفلی روزے متواتر رکھتے وغیرہ وغیرہ۔

(مؤلف) حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ شیطان آدمی کے بدن میں خون کی طرح پھرتا ہے۔ اس لئے اس شیطان کے راستوں کو بھوک اور پیاس سے تنگ کرو۔ اور بیہقیؒ نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے کہ ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ڈکار لی۔ تب حضورؐ نے فرمایا۔ اپنی ڈکار کم کرو۔ کیونکہ قیامت کے دن وہی زیادہ بھوکا ہوگا۔ جس نے دنیا میں پیٹ زیادہ بھرا ہوگا۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ آسمان کے فرشتے اس شخص کے پاس نہیں آتے۔ جو پیٹ بھر کر کھاتا ہے۔ اچھا آدمی وہ ہے۔ جو کم کھائے۔ اور کم ہنسے۔ اور ضروری لباس پر بس کرے۔ اور بہتر اعمال بھوکے رہنا ہے۔ اور نفس کی ذلت ان کے لباس میں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ کہ تم پیٹ بھرنے سے بچو۔ کیونکہ زندگی میں پیٹ بھرنا بوجھ ہے۔ اور نتیجہ مرنے کے بعد تعفن ہے۔ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے فرزند کو نصیحت کی۔ کہ اے بیٹا جب معدہ بھر جاتا ہے۔ تو فکر بے کار ہو جاتا ہے۔ اور اعضاء عبادت کے لئے سست ہو جاتے ہیں۔ اور حکمت کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

اندروں از طعام خالی دار تا دراں نور معرفت بینی
تہی از حکمت بعلت آں کہ از پری از طعام تا بینی

حضرت ابوسلمان رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ کہ رب العزت کے خزانے سے بھوک اُسی کو مرحمت ہوتی ہے جس کو رب العزۃ دوست رکھتا ہے۔ حضرت عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے۔ کہ اُس پاک ذات کی محبت نہیں ملتی۔ مگر بھوک سے اولیاء اللہ پانی پر نہیں چلتے۔ اور ہوا پر نہیں اڑتے۔ اور زمین کو طے نہیں کرتے ہو مگر بھوک سے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی کفالت نہیں کرتا۔ حضرت ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ پیٹ ستار کی مانند ہے۔ کہ خالی لکڑی میں تاریں لگی ہوئی ہیں۔ مگر اُس کی آواز نہایت ہی خوش اور سریلی اور درد والی ہوتی ہے۔ سبب اس کا یہی ہے۔ کہ وہ اندر سے خالی ہوتی ہے۔ نہ کہ بھری ہوئی۔ اسی طرح پیٹ کا حال ہے۔ کہ جب خالی ہوتا ہے۔ تو تلاوت قرآن شریف میں شیرینی معلوم ہوتی ہے اور ذکر اللہ میں حلاوت بہت آتی ہے۔ اور رات کو بیدار رہکر اور آرام طلبی کو چھوڑ کر ہمیشہ کے آرام کا اسباب تیار کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ بھوک میں کئی فائدے ہیں۔ دل کی صفائی، طبیعت کی تیزی، اور سمجھ کا کامل ہونا

کیونکہ پیٹ بھر کر کھانے سے ذہن اندھا اور کند ہو جاتا ہے۔ اور دماغ پر بخارات اور دھواں چڑھ کر فکر کی جگہ گھیر لیتا ہے۔ سبحان اللہ کم کھانے اور بھوکے رہنے میں سب سے بڑھ کر فائدہ اور نفع یہ ہے۔ کہ شہوت اور گناہوں کے کاموں کا زور و شور ٹوٹ جاتا ہے۔ اور کم کھانے والا اپنے نفس امارہ پر غالب آجاتا ہے۔ کیونکہ نتیجہ تمام گناہوں کا اور جڑ تمام برائیوں کی شہوت اور خواہشات نفسی اور انسان کے اعضاء مثلاً ہاتھ پاؤں۔ آنکھ۔ ناک۔ دماغ۔ کان۔ دل۔ گردے۔ جگر وغیرہ ہیں۔ کہ جن کا مادہ غذا اور طعام ہے۔ جب اس غذا کو کم کیا جاوے گا۔ تو شہوت اور گناہ کی قوت خود بخود کم ہو جائے گی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ اول بدعت کہ جو بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہوئی۔ وہ یہ ہے۔ کہ لوگ پیٹ بھر کر کھانے لگے۔ اور یہ بات تو ظاہر ہے۔ کہ پیٹ بھر کر کھانے سے نفس دنیا کی طرف راغب ہوتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی توند دیکھ کر انگشت مبارک سے اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ اگر اتنا غیر کے پیٹ میں جاتا۔ تو تیرے لئے بہت ہی خوب ہوتا۔ یعنی اگر تو اپنی خوراک کم کر کے اوروں کو کھلاتا۔ تو آخرت کے لئے ذخیرہ ہوتا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ زمانہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور حضور کے زمانہ کے بعد ہر ہفتہ میں تین سیر جو کھاتے۔ اور بعض حضرات کا حال دیکھ کر کہتے۔ کہ تم نے سب ڈھنگ بدل ڈالے۔ کہ جو کو چھاننے لگے۔ اور پتلی پتلی روٹیاں یا چپاتیاں پکوانے لگے۔ اور دو دو سالن اور رنگ برنگ کے کھانے لگے۔ یہ تو بتاؤ۔ یہ باتیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں کہاں تھیں۔ سبحان اللہ۔ اور اس بات پر غور کیا جائے۔ کہ مباح چیزوں کی خواہشات اور پیروی میں بھی اپنے نفس کو نہیں ڈالنا چاہیئے۔ مبادا کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ اس دنیا میں خواہشیں اور آرزوئیں پوری ہو جائیں۔ تو قیامت کی نعمتوں کو کھا جائیں۔ ہاں میاں اس دنیا میں جتنا نفس پر مجاہدہ کر کے شہوات اور خواہشات کو چھوڑ دے گا۔ اتنا ہی آخرت میں انعام اور دلخواہ چیزیں ملیں گی۔ حاصل کلام یہ ہے۔ کہ اتنا کھائے۔ کہ نہ معدہ ثقیل ہو۔ اور نہ بھوک کی تکلیف معلوم ہو۔ اور اتنا بھی بھوکا نہ رہے۔ کہ ضعف سے ناک میں دم آجائے ؎

نہ چنداں بخور کز دہانت بر آید ۔۔۔ نہ چنداں کہ از ضعف جانت برآید

بلکہ کھانا اتنا کھائے۔ کہ اس کا اثر معلوم نہ ہو۔ کیونکہ غذا اور کھانے سے غرض یہ ہے۔ کہ زندگی باقی رہے۔ اور عبادت میں قوت پیدا ہو ؎

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است ۔۔۔ تو معتقد کہ زیستن برائے خوردن است

اور یہ بات تو ظاہر ہے۔ کہ بھرے ہوئے پیٹ سے عبادت نہیں ہو سکتی۔ اور بھوک کی تکلیف سے بھی دل عبادت

کیطرف متوجہ نہیں ہوتا۔ حاصل کلام یہ ہوا۔ کہ اتنا کھائے۔ کہ غذا اور کھانے کا اثر اور بوجھ معلوم نہ ہو۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ خیر الامور اوسا طہا۔ یعنی اوسط درجہ کا کام بہتر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ آدمی فرشتہ کے مشابہ ہو جائے۔ کیونکہ اُن کو بھی غذا کی گرانی اور بھوک کی تکلیف نہیں ہوتی۔ سبحان اللہ۔ انسان کا درجہ کمال یہی ہے۔ کہ فرشتوں کا مقتدا اور امام ہو۔ اور اگر ایسا نہ ہو۔ تو اتنا تو ہو۔ کہ ان کے برابر ہو جائے۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔ اگر کسی نے زیادہ معلوم کرنا ہو۔ تو کیمیائے سعادت اور بستان العارفین میں دیکھیے۔

(مؤلف) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سنت کی اتباع میں جو فرماتے ہیں۔ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

امام مجدد علیہ الرحمۃ اپنے ہر عمل ہر فعل بلکہ ہر سکون و حرکت میں سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملحوظ رکھتے۔ چنانچہ خواجہ ہاشم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت امام مجدد علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے۔ کہ کام اور عمل کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ہمیں عنایت فرمایا ہے۔ وہ اس کا محض فضل و کرم ہے۔ اگر کوئی کام اس کے فضل و کرم کے لئے بہانہ ہو سکتا ہے۔ تو وہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت ہے۔ جو کچھ ہمیں عطا ہوا ہے۔ وہ اسی اتباع کی بدولت ہوا ہے۔ یہ آپ کے قول سیرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے صفحہ تین پر مذکور ہیں۔

(نکتہ) بے ارادہ نظر کا اثر

ایک روز کا ذکر ہے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب کسی پر نظر بے ارادہ پڑتی ہے۔ تو اس پر فوراً اثر ہوتا ہے۔ جب ارادۃً نظر کرتے ہیں۔ تو اُس کا اثر نہیں پڑتا۔ بندہ نے عرض کی۔ یہ پہلی نظر حلال ہے ثانی حرام وہ نظر جو ارادہ کے بغیر پڑتی ہے۔ وہ نظر خدا کیطرف سے ہوتی ہے۔ آپ سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔ یہ مسئلہ تو نے کہاں سے نکالا ہے۔

تخت بلقیس کیونکر لایا گیا

ایک روز کا ذکر ہے۔ بندہ شرقپور شریف آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ذکر ہوا۔ کہ بلقیس کا تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک آدمی ایک شارہ آنکھ جھپکنے میں لے آیا۔ اور قرآن شریف میں اس شخص کا جانا ثابت نہیں ہوتا۔ جو تخت لایا تھا۔ وہ کس طرح لایا تھا۔

بندہ نے عرض کی۔ اس شخص نے وہاں پر تخت کی نفی کی۔ اور یہاں اس کا اثبات کیا۔ اس پر آپ کو عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ بعد میں فرمایا۔ کہ یہ کیفیت کئی سال کے بعد ہوئی۔ فرمایا۔ اس شخص کی ہمت دیکھو جو کہ تخت لایا تھا۔

پیر کا کیا کام ہے

ایک روز فرمایا۔ قرآن شریف میں تو سب کچھ ہے۔ ذکر اذکار کی آیات بھی ہیں پھر پیر کیا کرتے ہیں۔ بندہ نے عرض کی۔ کہ قرآن شریف میں جو آیات ذکر کے

متعلق ہیں۔ یا معیت کے متعلق ہیں۔ یا قربیت کے متعلق ہیں۔ یا نفس کے متعلق ہیں۔ پیر کامل ان کی کیفیت اور مشاہدہ طاری کر دیتا ہے۔ اور حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے بھی یہی جواب دیا ہے۔ آپ سن کر بہت خوش ہوئے

ایک روز آپ نے خداوند کریم کی معیت کا سوال کیا۔ بندہ نے اسپر بھی بہت تقریر عرض کی۔ آپ سنکر بہت خوش ہوئے۔ وہ تقریر یہاں لکھ نہیں سکتے۔

نکتوں کے اندر کچھ نہیں

ایک روز آپ نے سوال کیا۔ کلمہ شریف کی نفی کتنی ہیں؟ بندہ نے عرض کی۔ سات ہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ فرمایا کون کونسی؟ بندہ نے عرض کیا (۱) نہیں کوئی معبود مگر اللہ (۲) نہیں کوئی مقصود مگر اللہ تعالے (۳) نہیں کوئی محبوب مگر اللہ (۴) نہیں کوئی موجود مگر اللہ (۵) نہیں مَیں (۶) نہیں جہاں (۷) اور نہیں وہ خدا جو وہم و گمان میں آ سکے۔ یہ سنکر آپ بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا۔ ان نکتوں سے کوئی کام نہیں چلتا۔ کچھ کرنا چاہیئے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ خداوند کریم کی بارگاہ میں دو رکعت نماز کام آئی۔ اور نکتے کچھ کام نہ آئے بندہ نے عرض کی۔ اس میں بھی ایک نکتہ ہے۔ کہ تھوڑی عبادت کو بھی کم نہ سمجھا جائے۔ فرمایا ہاں درست۔ پھر اپنی چارپائی پر جا کر لیٹ گئے۔ اور بندہ بھی اپنی چارپائی پر سو گیا۔ آپ اکثر سوالات فرماتے تھے۔ مگر یہ امتحاناً ہوتا تھا۔

ایک خواب کی تعبیر

ایک روز خواب میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ جنگل میں جا کر شکار کھیل رہا ہوں۔ جب شست باندھتا ہوں۔ تو خیال کرتا ہوں۔ کہ مَیں درمیان میں نہیں ہوں۔ اور بندوق آواز دے کر شکار پر جا لگتی ہے۔ جب یہ خیال کرتا ہوں۔ کہ بندوق مَیں چلا رہا ہوں۔ تو بندوق خالی چل جاتی ہے۔ اور شکار بھی بھاگ جاتا ہے۔ دو روز خواب میں اسطرح دیکھتا رہا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ کی خدمت میں یہ دو نو رات کے خواب عرض کئے۔ تو فرمایا (دل سکھاندے نے) یعنی طریقہ سکھاتے ہیں۔

تشریح بعض ملفوظات

آپ اکثر تلقین کے وقت فرمایا کرتے۔ کہ تمہارا سینہ تمہارے پاس ہے۔ اکثر لوگوں کو اس فرمان کی سمجھ نہ آتی ہوگی۔ اس لئے بندہ اس کی کچھ شرح کر دیتا ہے۔ کہ طالبوں کو اس کی سمجھ آ جائے۔ خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں (آیت) وَفِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ یعنی تمہارے نفسوں میں ہے۔ تم دیکھ نہیں سکتے۔ اور دوسری جگہ فرمایا ہے آیت نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ یعنی میں تمہاری شاہ رگ کے قریب ہوں۔ حدیث قدسی میں آیا ہے۔ اَلۡاِنۡسَانُ سِرِّیۡ وَاَنَا سِرُّہٗ یعنی انسان بھید میرا ہے۔ اور میں بھید اس کا ہوں۔ اور یہ بھی حدیث شریف میں آیا ہے۔ قلوب المومنین عرش اللہ تعالیٰ۔ یعنی مومن کا دل عرش اللہ تعالے کا ہے۔ یہ بھی حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ میری وسعت کو

نہ زمین سما سکتی ہے۔ نہ آسمان مگر مومن کا دل۔ حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ جب مجھے عروج ہوا۔ میں عرش پر گیا۔ اور حاملانِ عرش سے دریافت کیا۔ کہ یہاں خدا تعالیٰ کا پتہ دیتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ زمین والوں کو آسمان کا پتہ دیتے ہیں۔ اور آسمان والوں کو زمین کا۔ پھر فرماتے ہیں۔ کہ میرے دل میں ندا آئی۔ کہ اے بایزید اپنے دل میں تلاش کر۔

نیز حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ آپ نے دریافت کیا۔ تم کہاں سے آئے ہو؟ اسنے عرض کی گیلان سے پھر دریافت کیا۔ کس کی اولاد ہو؟ تو اس نے کہا۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی اولاد میں سے۔ پھر پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا۔ کہ حج کو جا رہا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا۔ تمہارے بزرگوار جد حضرت علی رضی اللہ عنہٗ تو دو تلواریں مارتے تھے۔ ایک نفس پر دوسری کفار پر۔ آپ کونسی تلوار مارتے ہو؟ پھر فرمایا۔ میاں بیت اللہ تو تمہارا سینہ ہی ہے وہ اس شخص کے دل میں کچھ ایسا اثر ہوا۔ کہ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گیا۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ دل دنیا اور آخرت دونوں سے بہتر ہے۔ دنیا دار العمل ہے۔ اور آخرت دار الجزا ہے۔ دل خداوند کریم کی معرفت کا محل ہے۔

جناب حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو الہام ہوا کہ اے عبدالقادر! میری طرف آنے کا راستہ نہ زمین میں ہے۔ اور نہ آسمان میں ہے۔ میری طرف آنے کا راستہ تو دل میں ہے۔ آپ کو یہ بھی الہام ہوا۔ کہ اول ظہور کے تو میرا باطن بنکے میں تیرا باطن۔ (اس کی مختصر تشریح)

(مولف، علم محسوسات وہ علم ہے۔ جو حسوں کے راستے سے آتا ہے۔ یعنی کانوں سے آنکھوں سے۔ زبان سے اور ناک سے۔ اور لطائف کے چھونے سے یہ پانچوں راستے محسوسات کے ہیں۔ علم کیفیات دل یعنی روح کے راستے یا ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے۔ جس شخص کو علم محسوسات ہو۔ اور کیفیات نہ ہو۔ چونکہ وہ کیفیات نہیں سمجھ سکتا جب تک جب تک علم کیفیات اس پر نہ کھلے۔ اگر استدلال سے کسی نے مان بھی لیا۔ تو وہ علم ناقص ہوگا اس لئے ضرورت ہے کہ کسی شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر حاصل کرے۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

قال را بگذار مرد حال شو   پیش مردے کاملے پامال شو

یعنی باتوں کو چھوڑ۔ اور کسی مرد کامل کے پاؤں تلے روندا جا۔ علم محسوسات ظاہری ہے۔ اور علم کیفیات باطن سے علاقہ رکھتا ہے۔ علم کیفیات کو علم لدنی بھی کہتے ہیں۔ یہ علم استدلال سے نہیں حاصل ہوتا۔ استدلال کا حال یہ ہے کہ ایک دلیل دوسری دلیل کو توڑ دیتی ہے۔ مثلاً ایک دریا کا مینڈک کنوئیں میں گر جائے۔ اور اس سے کنوئیں کا مینڈک دریا کا حال دریافت کرے۔ کہ تم کہاں سے آتے ہو؟ وہ بیان کرے۔ کہ میں اتنے وسیع پانی سے آیا ہوں۔ جس کی انتہا اور شمار نہیں۔ اور اتنا آسمان دیکھا ہے۔ جس کی نہایت نہیں۔ کنوئیں کا مینڈک اس سے کہتا ہے۔ کہ جس پانی میں

میں رہتا ہوں۔ اس سے بھی زیادہ ہے؟ اس کنوئیں کے پانی سے زیادہ بڑھ کر ہو نہیں سکتا۔ نہ کبھی سنا ہے۔ اور نہ کبھی دیکھا ہے۔ دریا کا مینڈک حیران ہوگا۔ کہ اسے کس طرح سمجھایا جائے۔ اس بات کا سمجھنا نہایت دشوار ہوگا۔ نیز اگر بچہ کو ماں کے پیٹ میں کوئی یہ کہے۔ کہ زمین بڑی وسیع ہے۔ اس کے اوپر بہت بڑا آسمان ہے۔ اور اس میں ایک آفتاب نکلتا ہے۔ بھوبے حجم کا ہوتا ہے۔ تمام زمین کو روشن کرتا ہے۔ اور گرمی پہنچاتا ہے۔ اور وہ بچہ اس کے سمجھانے سے سمجھ جائے۔ کہ ہاں ایسا ہی ہوگا۔ ایک دوسرا شخص اس بچے کو دلیل سے ثابت کرے۔ کہ یہ بات غلط ہے۔ تو یہ پہلا سب کا یقین ٹوٹ جائے گا۔ یہ علم محسوسات کا حال ہے۔ جب وہ بچہ ماں کے پیٹ سے باہر آ جائے۔ تو پھر وہ اگر خود تمام کیفیات اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرے۔ تو پھر اگر اس کو تمام دنیا کے استدلال دیکر کہا جائے۔ کہ یہ بات غلط ہے۔ تو ہرگز نہیں مانے گا۔ مثلاً ایک شخص کو کہا جائے۔ کہ اس کے مشکیزے میں پانی ہے۔ تو وہ علم الیقین سے مان لیا جائے گا۔ مگر تسلی نہیں ہوگی۔ جب وہ مشکیزے کا ڈھکنا اٹھا کر دیکھ لیگا۔ تو اس کو عین الیقین ہو جائے گا۔ کہ اس کے اندر پانی ہے۔ اگر ابھی تک اس کا یہ شک باقی ہے۔ کہ پانی ہے یا کوئی اور چیز ہے۔ جب وہ پانی خود پی لیگا۔ تو اس کو حق الیقین ہو جائے گا کہ یہ پانی ہے۔

دریا کا مینڈک اگر اس کو استدلال سے سمجھا بھی دے۔ تو اس کا علم ناقص ہوگا۔ تاوقتیکہ اس کو کسی طرح کوئیں سے نکال کر کبھی مشاہدہ نہ کروا دیا جائے۔

(مؤلف) حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کشف المحجوب میں لکھتے ہیں۔ کہ صاحب مجاہدہ صاحب مشاہدہ کے سامنے اسی طرح ہے۔ جیسا دریا کے مقابلہ میں قطرہ۔ نیز ایک حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ جناب حضور علیہ السلام ایک دریا پر سے گذرے۔ آپنے اس دریا میں اپنی انگلی مبارک ڈالکر فرمایا۔ کہ عالم روحی کے مقابل میں یہ جہان ایسا ہے۔ جتنا کہ اس انگلی کو پانی لگا۔ بلکہ اس سے بھی کم۔ عالم روحی ایسا ہے جیسا یہ دریا بلکہ اس سے بھی بڑھکر۔ آپ نے سنا ہوگا۔ کہ العلم حجاب الاکبر۔ یعنی علم بڑا پردہ ہے۔ اس سے مراد علم محسوسات ہے۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

چشم بند و گوش بند و لب ببند گر نہ بینی سرِ حق بر من بخند

حضرت سید شاہ بھیک رحمۃ اللہ علیہ اس کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں ؎

آنکھ کن مکھ بند کر نام نرنجن لے اندر کے در تب کھلیں باہر کے مندر دے

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک حوض میں پانی پانچ رستوں سے آتا ہے۔ ان پانچوں راستوں کو بند کر دیا جائے۔ اور جو حوض میں پانی ہے۔ اسے اچھال کر باہر پھینک دیا جائے۔ اور حوض کو سطح سے کھودتے کھودتے حتیٰ کہ چشمہ نکل آئے۔ اس چشمے کو کبھی بس نہیں ہے

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کشف المحجوب میں لکھتے ہیں۔ جب طالب خدا راستہ خدا میں مجاہدہ کرتا ہے۔ تو نفس فنا ہو جاتا ہے۔ دل میں" اور دل فنا ہو جاتا ہے جان میں" اور جان فنا ہو جاتی ہے صبید میں" اس وقت طالب اپنے مقصود کو پہنچ جاتا ہے" حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ تین سو ساٹھ نظرات ٹھ پہر میں خدا تعالیٰ کی طرف سے انسان کے دل پر پڑتی ہے۔ مگر اُس کے اغراض درمیان میں مانع ہو جاتے ہیں۔ اور حجاب بن جاتے ہیں۔ اغراض کو اٹھانا ماسوی سے فارغ ہونا یہی مقصود کسی شیخ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ہے۔

حضرت سلطان باہو صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے دیوان میں لکھتے ہیں۔ کہ سے

یقیں دانم دریں عالم کہ لا معبود الا ہو ولا موجود فی الکونین لا مقصود الا ہو

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا۔ کہ حوض میں پانی پانچ راستوں سے آتا ہے۔ پانچ رستوں سے مراد یہی پانچ حسیں یعنی کان۔ آنکھ۔ ناک۔ زبان۔ چھونا۔ حوض سے مراد دل ہے۔ چونکہ آجکل اکثر لوگوں کے مذاق بگڑ گئے ہیں۔ اس لئے یہ باتیں اُن کی سمجھ میں نہیں آسکتیں۔ مثلاً ایک شخص کو شعر اشعار کا مذاق نہیں ہے۔ تو اس کے سامنے شاعری کی کچھ وقعت نہیں۔ ایک شخص کو راگ کا کچھ علم نہیں ہے۔ وہ راگ سے کچھ لذت نہیں اٹھا سکتا۔ جس کو شاعری اور موسیقی سے مس نہیں۔ وہ مجلس میں چپکا بیٹھا رہے گا۔ جس کو مس ہے۔ وہ مرحبا مکرر فرمایئے کر رہا ہے۔ کوئی مزے میں آکر سر ہلاتا ہے۔ گو ایک خاص کیفیت میں محو ہے۔ جس طرح ایک بیمار کے منہ کا ذائقہ بسبب صفرا بگڑ جاتا ہے اگر اُسے میٹھی چیز بھی کھلادی جائے۔ تو وہ کہے گا۔ کہ کڑوی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ جن کو ان کیفیات کی مس نہیں ہے اول تو انکار ورنہ تاویل کر دیتے ہیں۔ ہر ایک حس کی غذا علیحدہ ہے۔ کانوں کی غذا خوش الحانی ہے۔ لیکن جس کے کان میں قوت سماعت نہیں۔ اس کو خوش الحانی سے مطلق مزہ نہیں آئے گا۔ آنکھوں کی غذا خوبصورت اشیاء کا دیکھنا۔ جن کی آنکھوں میں بصارت نہیں۔ وہ محروم ہیں۔ ناک کی غذا خوشبو ہے۔ جس کے دماغ میں بیماری ہے۔ وہ خوشبو سونگھنے سے قاصر ہے۔ زبان کی غذا اچھی اچھی چیزوں کی لذت اٹھانا۔ جب زبان کی حس جاتی رہتی ہے۔ تو وہ مزا اٹھانے سے محروم ہے۔ اسی طرح دل کی غذا خداوند کریم کی معرفت ہے۔ جب دل ماسوی سے بھر گیا۔ اور غیر اللہ میں ڈوب جائے۔ گویا اس کی فطرت ہی خراب ہو گئی۔ تو ایسی صورت میں خدا کے ذکر کا ذوق پیدا نہیں ہوتا۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔ جب کوئی آدمی ایک گناہ کرتا ہے۔ تو اُس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے۔ جب دوسرا گناہ کرتا ہے۔ تو دوسرا نقطہ پڑ جاتا ہے۔ اسی طرح کثرت گناہ سے دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے۔ یہاں دل سے مراد وہ گوشت کا لوتھڑا نہیں ہے۔ بلکہ دل میں جو ایک نور ہوتا ہے۔ جو سیاہی سے بدل جاتا ہے۔ جیسے کہ آنکھ ایک اور چیز ہے۔ اور بصارت ایک جدا چیز ہے۔ اسی طرح دل جو گوشت کا لوتھڑا ہے۔ یہ اور چیز ہے۔ اور وہ لطیفہ جو دل میں مقیم ہے۔ دوسری چیز ہے۔ حدیث قدسی میں آیا ہے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ میں تمہاری صورتوں اور

ظاہری عملوں کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ تمہارے دل اور تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہوں۔ اور یہ بھی فرماتا ہے۔ کہ تمہارے عمل تمہاری نیتوں پر ہیں۔ بس اصل دل ہے۔ اور یہی بادشاہ ہے۔ باقی تمام اعضائے بدن اس کے تابع ہیں ایک بمنزلہ رعیت کے ہیں۔ جب دل کی حالت بگڑ جاتی ہے۔ تو تمام صورتیں بگڑ جاتی ہیں۔ اس لئے حضرات صوفیائے کرام اور بالخصوص نقشبندیہ زیادہ دل پر فکر کراتے ہیں۔ ذکر اور فکر اور تمام مراقبات دل سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ و لاصلوٰۃ الا بحضور القلب، یعنی نہیں ہوتی نماز مگر حضورِ دل سے۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اے برادر تو ہمیں اندیشۂ ماسوا ایں استخوان و ریشۂ

یعنی اے بھائی جو کچھ تو ہے۔ خیال ہی خیال ہے۔ سوا اس کے کہ ہڈیاں اور ریشہ اور گوشت ہے۔ جب تک کہ خیال درست نہ ہو جائے۔ کچھ نہیں درست ہو سکتا۔ بلکہ خیال سے بھی گذر جائے۔

میرے بھائیو! اگر آدمی کان کو بند کرنا چاہے۔ تو کر سکتا ہے۔ آنکھ کو بند کرنا چاہے۔ تو کر سکتا ہے۔ زبان کو بند کر سکتا ہے۔ ناک کو بھی بند کرے گا۔ مگر دل کو جب تک کچھ نہیں پہنچ سکتا۔ اسے کس طرح تخیلات سے بند کر سکتا ہے۔ دل کو خیالات سے بند کرنے کے لئے دل ہی چاہیئے۔ وہ دل جو ماسوا سے فارغ ہو چکا ہو۔ اس میں تو بہت ہوتا ہے۔ وہ اپنے تصرف سے دل کو قابو میں لاتا ہے۔ اور اپنی توجہ سے اس کے فاسد اور ردی خیالات نکالتا ہے۔ بارہا دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ شیخ کامل کی صحبت میں حاضر ہوتے ہی کایا پلٹ جاتی ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ کتاب بستان العارفین صفحہ تا تشریح مضمون میں زمانہ حال کے معلومات اور علوم و فنون جدیدہ دورِ حاضرہ کا مفصل حال درج ہے۔ تا انتہٰی ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

کرامت اور استدراج کا فرق

اکثر لوگ ایسے کاموں (خوارق عادات) کو دیکھ کر اُسے کرامات کہہ دیتے ہیں۔ جس شخص سے ایسا فعل سرزد ہوئے بزرگ خیال کرتے ہیں۔ وہ اس لئے کہ عوام کو کرامت اور استدراج میں فرق کرنے کی تمیز نہیں ہے۔ اسی وجہ سے گمراہی میں پڑ جاتے ہیں (تمیز کرامات و استدراج)

کرامات اولیاء اللہ سے صادر ہوتے ہیں۔ اور استدراج کافر یا فاسق سے سرزد ہوتے ہیں۔ ولی اللہ یا اولیاء وہ ہوتا ہے۔ جو مسلمان ہو۔ اور کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلعم پر عمل کرنے والا ہو۔ اور کافر وہ ہوتا ہے۔ جو مشرک ہو۔ فاسق وہ ہوتا ہے۔ جو دعویٰ اسلام کا کرے۔ مگر کتاب اللہ اور سنت کے برخلاف ہو۔ جو ولی اللہ ہوتا ہے۔ اس سے کتاب اللہ اور سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کچھ ظہور میں نہیں آتا۔ کیونکہ ولی اللہ جو کچھ لیتا ہے۔ وہ فیضانِ نبوت سے لیتا ہے۔ اس سے کوئی فعل خلافِ نبوت صادر ہونا امکان میں نہیں۔ کافر یا فاسق جو لیتا ہے۔ وہ شیطان سے لیتا ہے۔ اس سے خلاف شرع باتیں ظہور میں آتی ہیں۔ اور ان باتوں

میں شریعت کے برعکس شعبدے دکھانا ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ کی صحبت میں ایک اثر ہوتا ہے۔ جو طالب کو بیخود کر دیتا ہے۔ اور اس پر ایک کیفیت بھی طاری ہو جاتی ہے۔ اور صاحب استدراج کی صحبت میں بھی ایک اثر ہوتا ہے۔ جو طالب پر ایک قسم کا جذب کیفیت طاری کر دیتا ہے۔ اس میں جو فرق ہے۔ سلطان باہو صاحب رح یوں فرماتے ہیں عین الفقر میں لکھتے ہیں۔ جس پر جذب طاری ہو۔ اگر وہ شخص شریعت سے دُور ہو جاتا ہے۔ تو یہ جذب شیطانی ہے۔ اگر وہ شخص جس پر جذب طاری ہو۔ کتاب اللہ و سنت کا تابع ہو تا جائے تو یہ جذب رحمانی ہے۔

حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کی۔ کہ ایک نوجوان لڑکے کو بہت جذب ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جب تک میں اس لڑکے کو دیکھ نہ لوں۔ کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ پھر اُس لڑکے کو آپ کے روبرو پیش کیا گیا۔ تو آپ نے دیکھ کر فرمایا۔ یہ لڑکا میرے پاس آٹھ دن رہے۔ چنانچہ آٹھ دن وہ لڑکا آپ کی خدمت میں رہا۔ اور اس کا وہ جذب جاتا رہا۔ آپ سے دریافت کیا۔ تو فرمایا۔ اس میں شیطان داخل ہو جاتا تھا۔ یہ میرے پاس آٹھ دن رہا۔ اور جنگل سے لکڑیاں لاتا۔ اور بیچ کر کھاتا رہا۔ اس حلال کی روزی کھانے سے اس کے اندر نور پیدا ہو گیا۔ اور وہ نور شیطان کو اس کے اندر گھسنے نہیں دیتا"

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ درویش کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی رحمانی۔ دوسری شیطانی۔ اور یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ طریقت و حقیقت خادمانِ شریعت است" حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ تو شریعت کی حفاظت کر۔ خداوند کریم تیرے حال کی حفاظت کرے گا۔ بس اتنا لکھنا ہی کافی ہے۔ طالب کو فکر کرنے سے سمجھ آجائے گی۔

ہمت

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ "اَلْہِمَّۃُ الْاِسْمُ الْاَعْظَمُ" اس کی بھی بندہ (مؤلف) کچھ تشریح کرتا ہے" ہمت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ہمت تو عام ہے۔ دوسری ہمت خاص۔ ہمت عامہ تو یہ ہے۔ کہ جب تک کسی کام میں ہمت نہ کی جائے۔ وہ کام نہیں ہو سکتا۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ کہ جب خداوند تعالیٰ نے لفظ کن کہکر موجودات کو پیدا کیا۔ تو ہمت کو روبرو حاضر کیا۔ اور فرمایا۔ اے ہمت جس میں تو ہو گی۔ اس کے دو جہان کے کام اچھے ہو جائیں گے۔ جس میں تو نہ ہو گی۔ اس کے دونوں جہان کے کام بگڑ جائیں گے۔ باطنی ہمت حضرت سلطان العارفین بایزید علیہ الرحمت فرماتے ہیں۔ کہ اسم اعظم اسم ذات ہی ہے۔ جب اس کا کثرت سے ذکر کیا جائے۔ تو ذاکر کے دل میں ایک ہمت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی ہمت سے کشف اور تصرف و کرامات صادر ہوتے ہیں۔ اُس وقت یہی اسم صاحب تصرف جب کسی پر صرف کرتا ہے۔ تو خوارقِ عادات ہو جاتی ہیں" اس اسم اعظم کی بھی تھوڑی سی تشریح کرتا ہوں"

دہولف،، اسم اعظم یعنی اللہ یہ اسم ایسا ہے۔ کہ دنیا کے تمام مذاہب میں جتنے اسم ہیں۔ اس کے مقابلہ میں نہیں آسکتے۔ مثلاً یہی اسم اعظم ہے اگر پہلا حرف الف اٹھا لیا جائے۔ تو للہ رہ جاتا ہے۔ یہ بھی اسم ہے۔ اگر پہلا لام بھی اٹھا لیا جائے۔ تو لہٗ رہ جاتا ہے۔ یہ بھی اسم ہے۔ اور اگر دوسرا لام بھی اٹھا لیا جائے۔ تو ھو رہ جاتا ہے۔ یہ بھی اسم ہے بیا سم اشارہ ہے۔ یہ تمام اسم قرآن شریف میں آئے ہیں۔ اور ثابت ہوتا ہے۔ کہ اسم اعظم یہی ہے جس طرح خداوند تعالیٰ کی ذات اَلآنَ کَمَا کَانَ وَلَمْ یَلِقْ زَوَالاً ہے۔ جس طرح خداوند تعالیٰ کو زوال نہیں ہے۔ اسی طرح اسم اعظم کو بھی زوال نہیں ہے۔ کتاب صراط المستقیم میں لکھا ہے۔ اسم ذات اور نفی اثبات میں ایک تجلّی پوشیدہ ہے۔ جب کسی صاحب سلسلہ سے اس کو حاصل کر کے ذاکر اس کا ذکر کرتے ہیں۔ تو وہ تجلّی اس کے دل اور روح پر اثر کرتی ہے۔ کثرت ذکر سے اس کی روح متجلی ہو جاتی ہے۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں۔ کہ جس طرح لوہے کو آگ میں رکھ کر گرم اور سرخ کیا جائے۔ تو لوہا آگ کی صورت پکڑ لیتا ہے۔ پھر یہ حدیث قدسی پیش کرتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جب کوئی بندہ کثرت نوافل (یا ذکر) سے میرا مقرب ہو جاتا ہے۔ اور میں اس بندہ کو اپنا دوست بنا لیتا ہوں۔ اور جس وقت میں اسے دوست بنا لیتا ہوں۔ تو میں بندے کے کان بن جاتا ہوں۔ اور آنکھیں بن جاتا ہوں۔ ہاتھ بن جاتا ہوں۔ زبان بن جاتا ہوں۔ وہ میرے ہی کانوں سے سنتا ہے۔ میری ہی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اور میرے ہی ہاتھ سے پکڑتا ہے۔ اور میری ہی زبان سے بولتا ہے۔ ایک اور حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ خداوند کریم جس وقت کسی بندہ کو دوست بنا لیتا ہے۔ تو عرش پر فرشتوں کو حکم دیتا ہے۔ کہ عرش پر منادی کر دو۔ کہ فلاں نام والا بندہ فلاں شہر کا رہنے والا فلاں آدمی کا بیٹا اس کو خداوند کریم نے دوست پکڑا ہے اے عرش کے رہنے والو۔ تم بھی اس کو دوست پکڑو۔ اسی طرح ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں پر منادی ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ اس دوست کی محبت کو پانی میں بھی ڈالا جاتا ہے۔ جو چیز پانی پینے والی ہے اس سے محبت کرتی ہے۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمت اللہ علیہ فتوح الغیب میں لکھتے ہیں۔ جب سالک راہ خدا میں مجاہدہ کرتا ہے۔ تو اپنی ہستی سے گذر جاتا ہے۔ جیسے سانپ اپنی کینچلی سے نکل جاتا ہے۔ اور یہ بھی آپ نے لکھا ہے۔ کہ پہلی کتابوں میں کسی نبی پر وحی نازل ہوئی۔ کہ اے بندے میں وہ خدا ہوں۔ جو میں حکم کرتا ہوں۔ وہ ہو جاتا ہے۔ جو میرا پورا پورا بندہ ہوگا۔ وہ بھی جو کچھ کہے گا۔ وہ ہو جائے گا۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔ جنتی بہشت میں جس چیز کا ارادہ کرے گا۔ ویسا ہی ہو جایا کرے گا۔ خداوند کریم اپنے خواص کو حیات طیبہ دنیا میں ہی عطا کر دیتے ہیں۔

اولیاء اللہ کے فیوضات سے محرومی کا باعث

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ اکثر لوگ دُو وجہ سے اولیاء اللہ سے محروم رہتے ہیں۔ ایک جو اولیاء اللہ کو معصوم سمجھتے ہیں۔ دوسرے لوگوں کا یہ اعتقاد ہوتا ہے۔ کہ اولیاء اللہ کو ہر وقت علم غیب ہوتا ہے۔ اگر کبھی بتقاضائے بشریت اُن سے کچھ ایسی بات دیکھی گئی۔ تو فوراً بے اعتقاد ہو جاتے ہیں یا کوئی ایسی ہی بات اپنے دل میں سوچ کر اُن کے یعنی اولیاء اللہ کے پاس جاتے ہیں۔ کہ وہ ہماری دل کی بات بتا دینگے۔ تو ہم مان لیں گے۔ کہ وہ اولیا ہے۔ ایسے لوگ محروم رہتے ہیں۔

(مؤلف) بات اصل میں یہ ہے۔ کہ بعض وقت خداوند کریم اولیاء اللہ کو جتلا دیتا ہے۔ اور بعض وقت نہیں جتلاتا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فتوح الغیب میں لکھتے ہیں۔ کہ تیرا پیر نبی نہیں۔ فرشتہ نہیں۔ بلکہ بشر ہے۔ گناہوں سے معصوم نہیں۔ امکان میں ہے۔ کہ ان سے خطا بھی ہو جائے۔ اور اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو۔ کہ تیرے سے شیخ اچھا سمجھنے والا ہے۔ انہوں نے توبہ کر لی ہو گی۔ جس سے اُن کا رتبہ بڑھ گیا ہو گا۔ اگر تو نہیں رہ سکتا۔ تو کسی لطیف طریقہ سے عرض کر دے۔ اور یہ بھی آپ کو الہام ہوا۔ اے عبدالقادر جو آدمی عبادت کرتا ہے۔ اور اس پر تکبر کرتا ہے۔ ہماری بارگاہ سے وہ بہت دُور جا پڑتا ہے۔ اور یہ بھی آپ کو الہام ہوا ہے۔ کہ جو آدمی گناہ کرتا ہے۔ اور اس پر اپنے آپکو ندامت کرتا ہے۔ ہم اُس کے روح سے بھی قریب ہو جاتے ہیں۔ حضرت امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے آپکے آگے مسئلہ پیش کیا ساتھ ہی عرض کی۔ کہ عبادت موجب دُوری کی ہوئی۔ گناہ موجب قُرب بنا؟ آپ نے جواب دیا۔ اس طرح نہیں۔ جو اس نے عبادت میں تکبر کیا ہے۔ وہ سبب دوری کا ہے۔ اور جو اس نے گناہ کے بعد عبرت کی وہ سبب قرب کا بنا۔

حقیقت التحیات

ایک دفعہ بندہ (مولف) حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ التحیات کیا چیز ہے بندہ نے عرض کیا۔ ظاہر میں تو ایک عبارت ہے۔ مگر جو کچھ اس عبارت میں ہے "السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین" یہ ایک دعائیہ کلمے ہیں اور یہ کلمے ہیں خدا کی طرف سے"

"دعائیہ کلمے" دعائیہ کلمے تو وہ کہتا ہے۔ جو دے نہیں سکتا۔ خدا کی ذات تو دینے سے محتاج نہیں ہے اصل میں تو سلامتی اور رحمت اور برکتیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مل گئی ہیں۔ اور حضور نے اپنے واسطے اور صالحین کے واسطے یہ منظور کرالیں معراج شریف سے یہ برکت لے کر آپ آئے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ کہ حاجی عبدالرحمٰن

صاحب تشریف لے آئے۔ آپ نے حاجی صاحب کو فرمایا۔ دیکھو! انہوں نے کیسے معنی سمجھے ہیں۔ اور بہت خوش ہوئے۔ پھر بندہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا معنی تو تم نے اچھے سمجھے ہیں۔ مگر ابھی تک تمہارے حال پر وارد نہیں ہوئے "پھر فرمایا۔ قرآن شریف حدیث شریف یہ تو سب حال ہی حال ہیں۔ مگر اس کو سمجھے کون"

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ آپ نے بندہ سے فرمایا۔ کہ یہاں پر ایک خفیہ پولیس کا جاسوس ہمارے پاس دو ماہ ٹھہرا۔ ہم نے اس سے کہا۔ کہ تم یہاں سال بھر بھی ٹھہرے رہو۔ تمہیں کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ کلمہ طیبہ تو ہم نے چھوڑ نہیں دینا۔ پھر وہ جاسوس چلا گیا۔ اس کے بعد پھر ایک اور جاسوس آیا۔ اس وقت بندہ بھی حاضر خدمت تھا۔ آپ نے اس جاسوس سے دریافت فرمایا۔ کہ تم تھانیدار ہو۔ یا حوالدار۔ اس نے شرمندہ ہو کر عرض کی۔ کہ میں حوالدار ہوں۔ کیا کروں۔ ملازمت ہے۔ حکم ماننا پڑتا ہے۔ اکثر جاسوس آپ کے پاس جاسوسی کے لئے آتے اور آپ اُن کو تاڑ جاتے۔

طریقہ ذکر

ایک دفعہ بندہ نے عرض کی۔ کہ فلاں لڑکا ذکر بہت کرتا ہے "جواب میں فرمایا جس ذکر میں حضور یا معیت نہ ہو۔ کچھ فائدہ نہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ حضور دوام ہونا چاہیئے۔ یعنی ہمیشہ

مکتوب شریف

مندرجہ ذیل مکتوب شریف بندہ (مولف) کے نام آخری آپ نے بھیجا تھا۔ اس کے بعد آپ نے کوئی مکتوب نہیں بھیجا۔ کتاب ہذا میں اس لئے درج کیا گیا ہے۔ کہ طالبان اس سے فایدہ اٹھائیں۔ اور ثواب دارین حاصل کریں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ گواہی دی اللہ تعالیٰ نے نہیں کوئی معبود مگر وہ اور گواہی دی فرشتوں نے اور صاحب علم نے کہ اللہ تعالیٰ قائم ہے ساتھ انصاف کے "نہیں کوئی معبود مگر وہ کہ غالب ہے حکمت والا تحقیق دین نزدیک اللہ تعالیٰ کے اسلام ہے۔ اسلام کی بڑی شان ہے۔ آج کل مسلمان خود بخود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار کر بدحال ہو رہے ہیں۔ زبان سے کہتے ہیں۔ ہم سب لا الہ الا اللہ۔ مگر عمل ندارد کبھی معاذ اللہ۔ اسی سبب سے ہم پر خرابیاں ہوئیں۔ خدا کے قہر کی سب نشانیاں پیدا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا وہی ہے اللہ تعالیٰ جس نے اپنے رسول ؐ کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔ کہ سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی ہے گواہ۔ محمد رسول اللہ۔ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ ہدایت خلق اور احکام بیان کرنے کے ساتھ کہ اسلام ہے۔ تاکہ غالب کریں اس دین کو سب دینوں پر۔ یعنی جو حق دین بھی ہے۔ تو اس کے احکام بھی منسوخ

کر دے۔ باطل کو توڑ سے اکھاڑ دیں۔ ہمارا کیا حال۔

دین کس کو کہتے ہیں۔ سچا جاننا پیغمبر کا۔ اور پہچاننا حق کا۔ ایمان بھی کافی نہیں۔ جب تک تصدیق و تسلیم پوری نہ ہو۔ کیونکہ کافر بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق جانتے تھے۔ پھر از راہ عناد انکار کرتے تھے۔ دل میں تصدیق اور زبان کے اقرار سے۔ پھر ہر عضو سے تصدیق و اقرار عمل میں ظاہر ہو۔ افسوس ہمارا کیا حال ہے مگر فکر نہیں۔ اسلام نام باعتبار اعمال ظاہر کے ہے۔ ایمان نام باعتبار اعتقاد باطن کے ہے۔ بس دونو کا نام دین ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ بڑا رکن اسلام کا اتفاق۔ سووہ مذا رد۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہیں کوئی عبادت کے لائق سوائے خداوند کریم اور محمد بھیجے ہوئے ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اسی میں نجات لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اسی میں حیات لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ یہی ہمارا آخری حرف ہوگا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اسی کے سہارے ہم دنیا میں آئے۔ اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اسی کے بل پر ہم آج تک قائم ہیں۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اسی کے زور سے ہم از سر نو سب پر غالب آئیں گے۔

تحقیق بھیجا ہم نے تجھکو گواہی دینے والا۔ اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانیوالا۔ تاکہ ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور رسول کے۔ اور قوت دو اس کو۔ اور تعظیم اس کی اور تسبیح کرو۔ اللہ کی صبح و شام پس جب رسول کریم شاہد یعنی گواہ ہوئے۔ اور شاہد کو مشاہدہ درکار ہے۔ تو بہت مناسب ہوا۔ کہ امت کے تمام افعال اقوال اعمال و احوال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوں۔

طبرانی کی حدیث شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے دنیا اٹھائی۔ تو میں دیکھ رہا ہوں۔ اسے جو کچھ اس میں قیامت میں ہونیوالا ہے۔ جیسے اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔ اے رہنمائے گمراہاں۔ اے بہترین دوجہاں۔ اے خاتم پیغمبراں۔ اے مظہر نور خدا مدد دے یا شافع المذنبین مدد۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو اے حبیبؐ۔ مگر عالم سب گورے۔ کالے جن و انس کے لئے نہیں جانتے تمہارے فضائل و کمالات پس کا اہل خسارہ یہ ہے وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا۔ جس نے اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کی۔ وہ منزل مقصود کو پہنچا۔ بدوں اطاعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ اللہ کی محبت ثابت نہ رضا کی امید۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایمان ہے۔ اور محبت بغیر اتباع نہیں ہے

لن تنالو البر حتی تنفقو ہرچہ داری صرف کن درراہ او

فَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ۔

کلمہ طیبہ کا بیان

حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ اکثر عام و خاص یاروں کو کلمہ طیبہ اور نفی اثبات کی تلقین بھی فرمایا کرتے تھے۔ اس کے متعلق چند حدیثیں درج کی جاتی ہیں۔

دمولف، نسائی و ابن حبان وغیرہ حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب الٰہی میں عرض کی۔ جو عین مناجات کی حالت میں تھی۔ کہ اے پاک ذات مجھے کوئی ایسا کلمہ یا اسم اعظم بتایا جائے۔ کہ مجھے جب بھی تجھے پکارنا ہو۔ تب اسی کلمہ سے پکار لیا کروں۔ تب اس پاک ذات کی طرف سے ارشاد ہوا۔ کہ اے موسیٰ ؑ تم لا الٰہ الا اللہ کہا کرو۔ اور یہی کہہ کر ہمیں پکار لیا کرو۔ یہ سنکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ عرض کی۔ کہ اے پاک ذات لا الٰہ الا اللہ ایک ایسا عام کلمہ ہے۔ جس کو عام طور سے سب لوگ کہتے ہیں۔ بھلا اس میں میری خصوصیت کیا ہوئی۔ الٰہی میں تو کوئی خاص کلمہ لینا چاہتا ہوں۔ جو میرے سوا کوئی دوسرا شخص نہ جانے۔ اُس پاک ذات کی طرف سے جواب ملا۔ کہ تم نے اس مبارک کلمہ کو معمولی سمجھ کر اس کی قدر نہ کی۔ اے موسیٰ یہ تو وہ خاص الخاص کلمہ ہے۔ اگر ساتوں طبق آسمان کے اور ساتوں طبق زمین کے کسی ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے جائیں۔ اور صرف لا الٰہ الا اللہ دوسری طرف رکھا جائے۔ تو بھی کلمہ طیبہ بھاری اور وزنی رہے گا۔ اور ساتوں طبق آسمان اور زمینوں کے ہلکے ٹھہریں گے۔

نکتہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا چودہ طبق سے معہ اپنی ساری مخلوقات اور کائنات پر بھاری اور وزنی ہونے کا باعث یہ ہے۔ کہ چودہ طبقوں کا وجود ظلی یعنی سایہ کی مانند ہے۔ اور ذات باریتعالےٰ کا وجود حقیقی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ سایہ ہمیشہ ہلکا ہوتا ہے۔ وجود سے۔ لا الٰہ الا اللہ وجود حقیقی ہے۔ اور ساتوں طبقات زمین و آسمان کے معہ اپنی ساری مخلوقات و کائنات کے یہ سب سایہ ہیں۔ لہٰذا لا الٰہ الا اللہ کا وزن ساری مخلوقات سے بڑھ کر ہے۔

بزار اپنی مسند میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عرش الٰہی کے سامنے ایک عظیم الشان نور کا ستون ہے۔ جب کوئی دنیا میں لا الٰہ الا اللہ منہ سے نکالتا ہے تب وہ نورانی ستون خود بخود جنبش میں آتا ہے۔ اس وقت رب العزت فرماتا ہے۔ کہ اے ستون ٹھہر! حرکت نہ کر! تب ستون عرض کرتا ہے۔ کہ الٰہی جب تک لا الٰہ الا اللہ پڑھنے والے کی بخشش نہ ہوگی۔ تب تک اس کی سفارش اور شفاعت کے لئے حرکت ہی میں رہوں گا۔ تب اللہ پاک کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے۔ کہ اچھا ہم نے لا الٰہ الا اللہ پڑھنے والے کو بخش دیا۔ پھر ستون ٹھہر جاتا ہے۔ غور کرنے کا مقام ہے۔ کہ کہاں کلمہ طیبہ پڑھنے والا اور کہاں وہ ستون۔ یہ وہی مضمون ہے جس کو باری تعالیٰ پاک ذات اپنے کلام مبارک میں ارشاد فرماتا ہے

کہ مثال کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء یعنی کلمہ طیبہ کی مثال ایسی ہے جیسے کھجور کا مبارک درخت کہ جس کی جڑ زمین میں ہے۔ اور شاخیں آسمان کی طرف۔ اسی طرح یہ کلمہ لا الہ الا اللہ دنیا میں ہے۔ اور اُس کی شاخ یعنی نورانی ستون آسمان پر ہے۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ اس زمین پر لا الہ الا اللہ پڑھو۔ اور وہاں بخشش ہو جائے (مراۃ القلوب)

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی۔ کہ فلاں انصاری آپ کا صحابی اس وقت حالت نزع میں ہے۔ آپ یہ سنتے ہی بے قرار ہوئے۔ اور وہاں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ حقیقت میں حالت نزع طاری ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ کہ اے خدا کے بندے کہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ کیونکہ آخری وقت میں کلمہ طیبہ کا پڑھنا جنت میں جانیکی نشانی ہے۔ آپ کا یہ مبارک خطاب سن کر اس نے ہر چند چاہا کہ منہ سے کلمہ طیبہ نکالے مگر زبان نے کام نہ دیا۔ ناچار اس نے کلمہ کی انگلی آسمان کی جانب اٹھائی۔ اور کچھ اشارے سے آسمان کی طرف منہ اٹھا کے کہا۔ تب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔ صحابیوں نے عرض کی۔ کہ ہماری جانیں آپ پر قربان ہوں۔ حضورؐ کے تبسم فرمانے کی کیا وجہ ہے۔ تو فرمایا۔ کہ میں نے اس بیمار کو کلمہ شہادت کے لئے فرمایا۔ اور یہ اپنی زبان سے کلمہ نہ پڑھ سکا۔ اور اپنے پاس والوں کو گواہ نہ بنا سکا۔ تب اس نے آسمان کیطرف اشارہ کیا۔ اور جو سب سے بلند و بالا ہے۔ اُسکو اپنے کلمے کا گواہ بنایا۔ اور اس نے آسمان کیطرف اپنی انگلی اٹھائی۔ اُدھر ارحم الراحمین رب العالمین کی سرکار سے فرشتوں کو ندا ہوئی۔ کہ فرشتو دیکھو! میرے بندے کی زبان بند ہوئی۔ اور وہ اپنے کلمے کا کسی کو گواہ نہ بنا سکا۔ تب اس نے ہماری طرف رجوع کیا۔ کیونکہ ہم انسان کے سینہ کی باتوں سے واقف ہیں۔ اور ہمیں اس نے اپنے کلمے کا گواہ بنایا۔ اے فرشتو! ہم تمہیں گواہ بناتے ہیں۔ کہ ہم نے اس بندہ کو بخش دیا۔ وہ بندہ ہے۔ اور میں اس کا خدا اس کے کلمے کا بھی میں ہی گواہ ہوں۔

رحمت (مولف) ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے لوگو لا الہ الا اللہ کے کہنے والوں پر موت کے وقت کچھ بھی گھبراہٹ نہ ہوگی۔ اور نہ اُن کی قبر میں وحشت ہوگی۔ اور نہ حشر کے دن انہیں بے چینی ہوگی۔ مجھے اس وقت گویا یہ بات نظر آ رہی ہے۔ کہ لا الہ الا اللہ کہنے والے اپنی قبروں سے اٹھ رہے ہیں۔ اور اپنے سروں سے قبر کی خاک جھاڑتے اور یہ کہتے جاتے ہیں۔ کہ اُس پاک ذات کا شکر ہے۔ جس نے ساری تکلیفیں ہم سے دور کر دیں۔ اور کوئی رنج و غم ہمارے ساتھ نہ رکھا۔

نکتہ انسان کے سارے جسم میں گناہ کرنے والے بارہ[۱۲] اعضا ہیں۔ دو پاؤں۔ دو ہاتھ۔ دو کان۔ دو آنکھیں۔ زبان۔ دل۔ دماغ۔ شرمگاہ۔ اور یہ بارہ اعضا تمام گناہوں کی جڑ ہیں۔ اور ان

چیزوں کے باعث انسان رات دن گناہوں کے کالے سمندر میں غرق اور ڈوبا ہوا ہے۔ اور لاالہ الااللہ کے حروف بھی بارہ ہیں۔ تو جسنے صدق دل سے کہا۔ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ وہ سارے گناہوں سے پاک اور صاف ہو گیا۔

رونق المجالس میں مذکور ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسایہ میں ایک یہودی رہتا تھا۔ اور اس یہودی کا ایک نوجوان بیٹا تھا۔ اور اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک دفعہ یہودی کا لڑکا بیمار ہوا۔ اور نزع کی حالت ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی بیماری کی خبر سنکر عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نے اُس کی آخری حالت دیکھ کر کلمہ طیبہ تلقین کرنا چاہا۔ وہ لڑکا اپنے باپ کی طرف بغرض مشورہ دیکھتا تھا۔ اُس یہودی نے اپنے بیٹے کو کلمہ طیبہ پڑھنے کی اجازت دی۔ لڑکے نے رحمۃ للعالمینؐ کے فرمان کے مطابق لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیا۔ اور جان بحق تسلیم ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود اُسے غسل فرمایا۔ اور دست مبارک سے کفن پہنایا۔ اور اپنے مبارک ہاتھوں سے ہی دفن کیا۔ جب لوگ جنازہ لے کر چلے تھے۔ اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی جنازہ کے ساتھ تھے۔ تو آپ پورا قدم زمین پر نہیں رکھتے تھے۔ صرف پنجوں کے بل چلتے تھے۔ تو اصحاب نے عرض کی۔ کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس طرح کیوں چلتے ہیں؟ تب حضورؐ نے فرمایا۔ آسمان سے اسقدر فرشتے نازل ہوئے ہیں۔ کہ میرے پاؤں کو رکھنے کی جگہ نہیں پھر انہوں نے عرض کی۔ کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرشتے کس لیے نازل ہوئے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اس شخص کا جنازہ پڑھنے کے لیے۔ تب انہوں نے پھر عرض کی۔ کہ یا حضرت اس شخص کو یہ فضیلت کیونکر ملی؟ فرمایا۔ کہ جب آخری وقت میں اس نے ایک مرتبہ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ پڑھا۔ تو اس کے باعث یہ مرتبہ ملا۔

(مولف) اب قابل غور یہ بات ہے۔ کہ جب یہودی کے لڑکے نے اپنی آخری عمر میں ایک مرتبہ صدق دل سے کلمہ طیبہ پڑھا۔ اور یہ مرتبہ پایا۔ اب بھلا کوئی آدمی مسلمان ہو۔ اور پھر مسلمان کے گھر پیدا ہوا ہو۔ اور برسوں اپنے باپ کی پشت میں نمازیں پڑھی ہوں۔ اور معبود برحق کو سجدہ کیا ہو۔ پھر مسلمان عورت کے پیٹ میں ٹھہرا ہو۔ اور مسلمان ماں کا خون اس کی غذا رہا ہو۔ جو نو ماہ تک حمل میں اپنی ماں کے ساتھ ساتھ عبادت الٰہی کرتا رہا ہو۔ پھر پیدا ہوتے ہی ایک کان میں اذان اور دوسرے کان میں تکبیر اور زور سے توحید کی آواز سنکر ہوشیار ہوا ہو۔ اور سمجھ میں آنے کے بعد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا سبق پڑھا ہو۔ اور عمر بھر کلمہ طیبہ پر ثابت قدم رہا ہو۔ اور کلمہ طیبہ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کو اپنے جسم وجان سے بھی زیادہ محبوب سمجھ رہا ہو۔ اور کلمہ طیبہ کو پڑھتا رہا ہو۔ اور اس کلمہ کو پنج وقتہ نماز میں بھی پڑھتا رہا ہو۔ اور لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ پر ہی خاتمہ

ہُوا ہو۔ بھلا یہ بندہ کس طرح نہ بخشا جائیگا۔ اور کس طرح نہ ہزاروں کو جنت میں لے جائیگا۔ نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ ضرور بخشا جائیگا۔ اور اپنے ہمراہ ہزاروں کو جنت میں بھی لے جائیگا۔ اور جنت کو آباد کرے گا۔ سبحان اللہ یہ سب کچھ طفیل احمد مختار سید الابرار فخر رسل ہادی سبل احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اور ہم کہاں اور یہ مراتب کہاں۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ نبی ہو تو ایسا ہو۔ سرور ہو تو ایسا ہو اور شفیع ہو۔ تو ایسا ہو۔ اللھم ارزقنا بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

نور الحسن شاہ صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ سائیں اللہ داد کے ہمراہ ہم شرقپور شریف حاضر خدمت ہوئے۔ تو حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ ایک سایہ کے نیچے تشریف فرما تھے۔ سائیں صاحب آپ کو دیکھتے ہی وجد میں آگئے ہُو ہُو کا بے ساختہ آواز نکلنا شروع ہو گیا۔ آپ نے فرمایا۔ بلا ترکیب ذکر بھی مذموم ہے۔ حضرت غوث الاعظم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ اسم اعظم اللہ ہے۔ مگر اس کا اثر تب ہی ہوتا ہے۔ جبکہ پڑھنے والے کے قلب میں سوا اللہ کے اور کچھ بھی نہ ہو۔ عارف کا بسم اللہ کہنا ایسا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا کُن کہنا۔ یہ وہ کلمہ ہے۔ کہ جس کا نور عام ہے۔ اللہ ہر غالب پر غالب ہے۔ اللہ مظہر عجائب ہے۔ اللہ کی قدرت بلند ہے۔ اللہ کی بارگاہ محکم ہے۔ اللہ بندوں کے حال سے مطلع ہے۔ اللہ دل کا حافظ ہے۔ اللہ سرکشوں کو مغلوب کرنے والا ہے۔ اللہ تمام زبردستوں کو توڑنے والا ہے۔ اللہ عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ اللہ سے کوئی مخفی نہیں۔ جو اللہ کا ہے وہ اللہ کی حفاظت او نگہبانی میں ہے۔ جو اللہ سے محبت رکھتا ہے۔ وہ غیر اللہ کو نہیں دیکھتا۔ جو اللہ کی راہ میں قدم رکھتا ہے۔ وہ اللہ تک پہنچ جاتا ہے۔ وہ اللہ کی پناہ میں زندگی بسر کرتا ہے۔ جو اللہ کا مشتاق ہے وہ اللہ سے اُنسیت رکھتا ہے۔ جو غیر کو خیر باد کہہ دیتا ہے۔ اُس کے اوقات خدا تعالیٰ کے ساتھ گذرتے ہیں وہ اللہ ہی کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ وہ اُسی سے پناہ لیتا ہے۔ اور اسی پر بھروسہ کرتا ہے۔

(مؤلف) ایک روز آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ کسی کے دل کا حال معلوم کر لینا یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ اپنی طبیعت خدا کیطرف یکسُو ہو۔ تو اس وقت کوئی شخص آئے۔ تو اس کے آنے پر اپنے دل میں کوئی خیال اچانک آجائے۔ تو وہ خیال اس کے دل کا عکس ہوتا ہے۔ اور ایک روز فرمایا۔ اگر کسی کی طبیعت میں گرمی ہو۔ تو اس کیطرف گرمی کا خیال کر کے توجہ کی جائے۔ تو اس کی گرمی رفع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح آنے والے کی طبیعت میں سردی ہو۔ تو اس کی طرف گرمی کا خیال کر کے توجہ کی جائے۔ تو اس کی سردی رفع ہو جاتی ہے۔

پھر ایک روز فرمایا۔ کہ جسم با شریعت آراستہ ہو۔ اور دل با طریقت پیراستہ ہو۔ پھر فرمایا۔ کہ قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ۔ یعنی کہو اللہ۔ اور چھوڑ سب کو۔ پھر فرمایا مقصود اصل میں یہ ہے۔ تطہیر ماسوئی ہو۔ اور سب باتیں کھیل ہیں۔

ایک روز بندہ (مولف) کو آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ تو باغ میں جائے۔ تو پتہ پتہ تیری شہادت دے۔ کہ ہٰذا ولی اللہ" اور تیرے دل میں ذرا سا بھی عُجب آجاوے۔ تو سمجھ لے۔ کہ خدا سے ہم کو کوئی مناسبت نہیں ہے۔

ایک روز آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ ہم ایک فقیروں کے تکیہ میں گئے۔ وہاں دیکھا۔ کہ بھنگ گھوٹ رہے ہیں۔ اور ایک دوسرے کو کہہ رہا ہے۔ تم کو بھنگ گھوٹنے کا وقوف نہیں ہے۔ کوئی کہتا ہے۔ تمہیں بھنگ چھاننے کا وقوف نہیں ہے" پھر آپ نے بندہ کو فرمایا۔ یہ لوگ بھی تو ایک دوسرے کو کہتے ہی ہیں۔ پھر یہ کہتے ہیں۔ کہ شریعت سے آزاد ہیں" پھر آپنے فرمایا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی ایک رند ملامتی فقیر آیا۔ اور کچھ گفتگو کرتا رہا۔ اور نماز کا وقت آگیا۔ شاہ صاحب نے فرمایا۔ ہم تو نماز پڑھنے جاتے ہیں۔ اُس رند فقیر نے کہا۔ شاہ صاحب ہم تو آپ کو آزاد سمجھ کر آئے تھے۔ آپ بھی تو مقید نکلے۔ شاہ صاحب نے جواب دیا۔ ہم تو شریعت غرا کے مقید ہیں۔ اور رندیت کے آپ مقید ہیں۔ اگر نہیں ہو۔ تو ہمارے ساتھ چل کر نماز پڑھو۔ وہ ملامتی فقیر خاموش ہوگیا۔

معیت خداوند عالم

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ بندہ حاضر خدمت ہوا۔ خدا کی معیت کا ذکر ہوا۔ بندہ نے عرض کی۔ کہ ایک مولوی صاحب نے قرآن شریف کی کسی آیت کے معنی کئے تھے۔ جس طرح پھول میں خوشبو ہوتی ہے۔ اس طرح خدا تعالےٰ کی معیت اور قرب ہے۔ فرمایا وہ کونسی آیت ہے۔ بندہ نے عرض کی۔ یاد نہیں۔ پھر آپ ذرا خاموش ہوگئے۔ پھر فرمایا وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ یعنی تمہارے نفسوں میں ہے۔ کیا تم دیکھ نہیں سکتے؟ مولوی غلام قادر صاحب اس وقت حاضر خدمت تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ اگر بعینہٖ کسی آیت کے ایسے معنی نہ نکلیں۔ تو بھی خداوند کریم کی معیت اِسی طرح ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ مولوی غلام محمدؒ صاحب بگوی رحمۃ اللہ علیہ حاضر خدمت ہوئے۔ تو فرمایا خداوند کریم کی معیت بندہ سے ذاتی ہے۔ اور عرش مجید سے صفاتی ہے۔ خداوند کریم نے بندہ کی معیت میں اسم ذاتی فرمایا ہے اور عرش کی معیت میں صفاتی فرماتا ہے۔ چونکہ خداوند تعالےٰ کے قرب اور معیت کا ذکر آگیا ہے۔ اس لئے چند بزرگوں کے قول نقل کرتا ہوں۔

(مولف) حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ سیدنا امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اہل طریقت کو توحید کا ایسا سبق ملا ہے۔ کہ اگر کوئی اُس کی شرح کرے۔ تو ملحد ہو جائیگا۔ اگر خاموش رہے تو مواحد اور اہل عرفان ہو جائیگا۔ اور وہ بات یہ ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ اُس خداوند تعالیٰ نے اپنی معرفت سے مجھ کو شناسا اور واقف کیا ہے۔ کہ وہ ذات پاک بے شکل اور بے مانند ہے۔ اور کوئی اِس سے مشابہ نہیں ہوسکتی۔ اور کسی جنس یا چیز میں اُس پاک ذات کو پا نہیں سکتے۔ اور اُس پاک ذات کو کسی مخلوق پر قیاس نہیں کر سکتے۔ اور اُس پاک ذات کو کسی مخلوق پر قیاس نہیں کر سکتے۔ اور وہ پاک ذات نزدیک ہے۔ باوجود دُوری کے۔ اور وہ پاک ذات

دُور ہے۔ باوجود اپنی نزدیکی کے۔ اور وہ پاک ذات سب چیزوں پر برتری اور بلندی رکھتی ہے۔ اور اس ذات پاک کے لیے یہ نہیں کہ سکتے۔ کہ اس کے نیچے کوئی چیز ہے" اور وہ ذات پاک کسی چیز کے محل نہیں ہے۔ اور نہ کسی چیز سے ہے۔ اور نہ کسی چیز پر ہے۔ بلکہ وہ پاک وہ خداوہ ایسا اور ویسا اور کوئی چیز اس کے سوا نہیں ہے۔ اور وہ ان صفات سے متصف ہے فہم من فہم۔ اور فلاسفہ متکلمین نے عجیب لفظوں میں اس ذات پاک کی معرفت کا اظہار کیا۔ اور وہ کہتے ہیں۔ کہ وہ پاک ذات نہ جوہر ہے۔ اور وہ پاک ذات نہ کسی شکل میں ہے۔ اور وہ پاک ذات نہ محدود ہے اور وہ پاک ذات نہ شمار میں آسکتی ہے۔ اور وہ پاک ذات نہ تقسیم کیا گیا ہے۔ اور وہ پاک ذات نہ جزو اور نہ ترکیب دیا گیا ہے۔ اجزاء سے۔ اور وہ پاک ذات نہ ملتا اور نہ وصف کیا جاتا ہے ماہیت کے ساتھ اور نہ کیفیت و چگونگی کے ساتھ۔ اور نہ ٹھہرا ہوا ہے کسی جگہ میں اور نہ جاری ہوتا ہے اسپر زمانہ اور نہ مشابہ کسی شے کے اور وہ پاک ذات ایسا ہے۔ کہ اس کی قدرت اور علم سے کوئی چیز باہر نہیں نکلی ہے۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ!

صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے بڑے بڑے مراقبے اور مشاہدے سے وحدت اور جلوت اور خلوت کے لطف اٹھائے ہیں۔ اور ان کو ہر ذرہ میں ایک صحرا اور بیابان اور ہر قطرہ میں ایک دریا نظر آیا ہے۔ جو صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے آنکھیں بند کر کے دیکھا ہے۔ وہ دوسروں کو دُوربین سے نظر نہیں آیا ہے۔ سبحان اللہ۔ ہر درخت کے پتے پتے میں ان کو اس پاک ذات صانع حقیقی کی جھلک نظر آئی ہے۔ جو بیان سے باہر ہے ؎

برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار ہر ورق دفتریست از معرفت کردگار

قرآن شریف میں آیا ہے۔ لاتحزن ان اللہ معنا۔ یعنی نہ خوف کرو اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ قرآن شریف کا تیسرا حصہ تو توحید ذات باریتعالیٰ میں ہے۔ طالب صادق کو فکر کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

اور فرمایا۔ تصور تو اسم ذات کا ہونا چاہیئے۔ چلتے پھرتے۔ اٹھتے بیٹھتے۔ سوتے جاگتے۔ کھاتے پیتے اسی کا خیال ہے۔ حتیٰ کہ عورت سے صحبت کے وقت بھی وہی خیال ہو ؎

تو ہر دل میں رکھے یاد حق کا بہر وقت و بہر حال بہر جا۔

اور اللہ کے بندوں کو سرود و مزامیر وغیرہ کے مجلس کی ضرورت نہیں۔

حکیم نور حسین صاحب سکنہ ڈنگہ کا بیان ہے۔ کہ احقر بندہ دربار عالم شرقپور شریف میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمایا۔ کہ خاموشی عجب چیز ہے۔ اور یہ بغیر گوشہ نشینی کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ السکوت مفتاح العبادۃ" یعنی سکوت عبادت کی چابی ہے۔ السکوت من رحمۃ اللہ تعالےٰ" خاموشی رحمت الٰہی میں سے ہے۔ سبحان اللہ

منشی محمد حسن (مرحوم) قصوری کا بیان ہے۔ کہ میں حضرت میاںصاحب علیہ رحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا

اور عرض کی۔ بندہ کو اپنی فرزندی میں قبول فرمائیں۔ آپ نے سلسلہ میں داخل کیا۔ اور اسم ذات تلقین فرمایا۔ اسم ذات اس قدر اثر کر گیا۔ نسبت غیبت اکثر اوقات طاری ہو جاتی تھی۔ ایک روز محمد حسن بندہ کے پاس آیا۔ چہرے پر ایک حیرت کا عالم طاری تھا۔ اور کہا کہ میں میاں فضل الدین صاحب کا ملازم ہوں۔ بہی کھاتہ کا کام میرے سپرد ہے آج میں پاکٹ میں رقمیں درج کر رہا تھا۔ کہ ایک قسم کی مدہوشی طاری ہو گئی۔ اسی حالت میں پاکٹ پر رقمیں لکھتا رہا جب ہوش آیا۔ تو دیکھا تو پاکٹ کے دو تو صفحوں پر تمام اسم ذات (اللہ) ہی لکھا ہوا پایا۔ میں سخت حیران ہوں اگر بہی کھاتے پر اس طرح لکھا جاتا۔ تو مالک مجھے ملازمت سے جواب دے دیتے۔ بندہ نے اس کو بہت تسلی دی مگر اس کی طبیعت گھبرا گئی۔ پھر وہ کیفیت نہ رہی۔

مستری کرم الدین شرقپوری المشہور سکھری کا بیان ہے۔ کہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ دعا فرمائیے۔ کہ خداوند کریم مجھے لڑکا عطا فرمائے۔ آپ نے دعا فرمائی۔ خدا کے فضل و کرم سے لڑکا پیدا ہوا۔ جب دو تین سال کا ہوا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اس لڑکے کی آنکھوں میں بینائی نہیں ہے۔ اور کانوں سے بھی بہرہ ہے۔ اور زبان بھی نہیں چلتی۔ آپ کی خدمت میں عرض کی۔ لڑکا تو خدا نے دے دیا۔ مگر نہ سنتا ہے۔ نہ بولتا ہے۔ نہ دیکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔ پھر ایک روز آپ قبرستان ڈھوروالہ میں تشریف لے گئے ہوئے تھے جس جگہ اب آپ کا مزار ہے۔ اس جگہ ایک درخت کے تلے آپ تشریف فرما تھے۔ میں لڑکے کو لے کر حاضر ہوا۔ اور عرض کی۔ حضرت! یہ لڑکا تو خدا نے آپ کی دعا سے عطا کیا ہے۔ مگر ایک پتھر ہے۔ آپ نے لڑکے سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا! میاں تو کیوں ماں باپ کو ڈراتا ہے۔ دیکھا اور سنا کر اور بولا بھی کر۔ "اس دن سے لڑکا دیکھنے۔ سننے اور بولنے لگا۔ (مولف) مگر آنکھیں اب تک باوجود بڑی ہونے کے کمزور ہیں۔ اور وہ لڑکا اب تک شرقپور میں موجود ہے۔

ترغیب توجہ الی اللہ

ایک روز بندہ شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا۔ آپ سخت بیمار تھے۔ اور چارپائی پر لیٹے ہوئے ہاتھ میں تسبیح لئے آہستہ آہستہ کچھ پڑھ رہے تھے۔ بندہ کو خیال ہوا۔ کہ ایسی کمزوری میں نہ پڑھیں۔ تو کیا حرج ہے۔ آپ نے بندہ کے خیال سے واقف ہو کر فرمایا۔ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ جب ضعیف ہو گئے۔ تو کسی نے عرض کی۔ آپ اب اذکار چھوڑ دیں۔ آپ نے فرمایا۔ جو کچھ ہم نے حاصل کیا ہے۔ انہی اوراد سے ہی کیا ہے۔ اب کیسے چھوڑیں۔

ایک روز ایک شخص حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی "خیر ہے؟" آپ نے فرمایا۔ تن بدن میں کیڑے پڑے ہوں۔ اور پھر باخدا ہو۔ تو خیر ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص حاضر خدمت ہوا۔ اور عرض کی "خیر ہے؟" تو آپ نے فرمایا۔ اعمال نامہ اگر دائیں ہاتھ میں ملے۔ تو خیر ہے۔ ورنہ نہیں۔

ذیل میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ مکتوب درج کیا جاتا ہے۔ جو آپ نے قلعہ گوالیار سے جبکہ آپ وہاں نظر بند رہتے۔ علاقہ کابل کیطرف جہاں کہ آپ کے اہل خانہ ترک وطن کرکے چلے گئے تھے۔ علوم و اسرار کے جامع مخدوم زادہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم علیہما الرحمۃ کی طرف صادر فرمایا ہے۔ بغور ملاحظہ ہو۔ مکتوب ۱۲ جلد سوم صفحہ ۴۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَفِي الْيُسْرِ وَفِي الْعُسْرِ وَالنِّعْمَةِ وَفِي الرَّحْمَةِ وَالزَّحْمَةِ وَفِي الشِّدَّةِ وَالرَّخَاءِ وَفِي الْعَطِيَّةِ وَالْبَلَاءِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ مَا اُوْذِيَ نَبِيٌّ مِثْلَ اِيْذَائِهٖ وَمَا ابْتُلِيَ رَسُوْلٌ مِثْلَ ابْتِلَائِهٖ وَلِهٰذَا صَارَ رَحْمَةً لِلْعٰلَمِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ۔

(خوشی اور رنج اور تنگی و فراخی اور نعمت اور عذاب اور رحمت و زحمت اور دکھ و سکھ اور عطا و بلا میں اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور صلوٰۃ و سلام ہو اس رسول پر جس جیسی کسی اور رسول کو ایذا نہیں دی گئی۔ اور نہ ہی اس جیسا کوئی نبی بلا میں مبتلا ہوا ہے۔ اسی واسطے تمام اہل جہان کے لئے رحمت اور اولین و آخرین کے سردار بن گئے)

فرزندان عزیز! ابتلاء کا وقت اگرچہ تلخ و بے مزہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر فرصت دیں تو غنیمت ہے۔ تم کو اب فرصت مل گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد بجا لاکر اپنے کام میں لگے رہو۔ اور ایک دم بھی فراغت و آرام اپنے لئے پسند نہ کرو۔ اور تین چیزوں میں سے ایک میں ضرور مشغول رہو۔ قرآن مجید کی تلاوت کرو۔ یا لمبی قرأت کے ساتھ نماز کو ادا کرو۔ یا کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کا تکرار کرتے رہو۔ کلمہ لا الٰہ کے ساتھ حق تعالیٰ کے سوا تمام جھوٹے خداؤں اور اپنے نفس کی نفی کرنی چاہیئے۔ اور اپنی تمام مرادوں اور مقصودوں کو دفع کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اپنی مراد کا طلب کرنا اپنی الوہیت کا دعویٰ کرنا ہے۔ بلکہ سینہ میں کسی مراد کی گنجائش نہ رہے۔ اور متخیلہ میں کوئی ہوس باقی نہ رہے تاکہ بندگی کی حقیقت حاصل ہو۔ اپنی مراد کا طلب کرنا گویا اپنے مولا کو دفع کرنا اور اپنے مالک کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے اس امر میں اپنے مولا کی نفی اور اپنے مولا بننے کا اثبات ہے۔ اس امر کی برائی اچھی طرح معلوم کرکے اپنی الوہیت کے دعویٰ کی نفی کرو۔ تاکہ تمام ہوا و ہوس سے کامل طور پر پاک ہو جاؤ۔ اور طلب مولا کے سوا تمہاری کوئی مراد نہ رہے۔

یہ مطلب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے بلا و ابتلا کے زمانہ میں بڑی آسانی سے میسر ہو جاتا ہے۔ اور اس زمانہ کے سوا ہوا و ہوس سدِ سکندری ہے۔ گوشہ میں بیٹھ کر اس کام میں مشغول رہو۔ کہ اب فرصت غنیمت ہے فتنہ کے زمانے میں تھوڑے کام کو بہت اجر کے عوض قبول کر لیتے ہیں۔ اور فتنہ کے زمانہ کے سوا سخت ریاضتیں اور مجاہدے درکار ہیں۔ اطلاع دینا ضروری ہے۔ شاید ملاقات ہو یا نہ ہو۔ یہی نصیحت ہے۔ کہ کوئی مراد و ہوس نہ رہے۔ اپنی والدہ کو بھی اس امر پر اطلاع دے دو۔ اور اسے اس پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دو۔ سابقہ احوال چونکہ یہ جہان فانی اور گذرنے والا ہے۔ کیا لکھے جائیں۔ چھوٹوں پر شفقت رکھو۔ اور ان کو پڑھنے کی ترغیب دو۔

اور جہاں تک ہو سکے۔ تمام اہل حقوق کو ہماری طرف سے راضی کرو۔ اور ایمان کی سلامتی کی دعا سے مدد و معاون رہو۔ بار بار یہی لکھا جاتا ہے۔ کہ اس وقت کو بیہودہ امور میں ضائع نہ کرو۔ اور ذکر الٰہی کے سوا کسی کام میں مشغول نہ ہو۔ اب کتابوں کے مطالعہ اور طلباء کے تکرار کا وقت نہیں ہے۔ اب ذکر کا وقت ہے۔ تمام نفسانی خواہشوں کو جو جھوٹے خدا ہیں۔ لَا کے نیچے لا کر سب کی نفی کر دو۔ اور کوئی مراد و مقصود سینے میں نہ رہنے دو۔ حتیٰ کہ میری بھی بھی جو کہ تمہارے لئے نہایت ضروری ہے۔ تمہاری مراد و مطلوب نہ ہو۔ اور حقتعالیٰ کی تقدیر اور فعل اور ارادہ پر راضی ہو۔ اور کلمہ طیبہ کی اثبات کی جانب میں غیب ہویت کے سوا جو تمام معلومات و متخیلات کے وراء الوراء ہے۔ کچھ نہ رہے۔ حویلی و سرائے و چاہ و باغ اور کتابوں اور دوسرا تمام اشیاء کا غم سہل ہے۔ ان میں سے کوئی چیز تمہارے وقت کی مانع نہ ہو۔ اور حق تعالیٰ کی مرضیات کے سوا ہماری کوئی مراد و مرضی نہ رہے ہم اگر مر جاتے۔ تو یہ چیزیں بھی چلی جاتیں۔ بہتر ہے۔ کہ ہماری زندگی میں چلی جائیں۔ تاکہ کوئی فکر نہ رہے۔

اولیاء نے ان امور کو اپنے اختیار سے چھوڑا ہے۔ ہم حقتعالیٰ کے اختیار سے ان امور کو چھوڑیں اور شکر بجا لائیں۔ امید ہے۔ کہ مخلصین بفتح لام میں سے ہو جائیں گے۔ جہاں تم بیٹھے ہو۔ اسی کو اپنا وطن خیال کرو۔ چند روزہ زندگی جہاں گذرے۔ یاد حق میں گذر جائے۔ دنیا کا معاملہ آسان ہے۔ اس کو چھوڑ کر آخرت کیطرف متوجہ رہو۔ اور اپنی والدہ کو تسلی اور آخرت کی ترغیب دو۔ باقی رہی۔ ایک دوسرے کی ملاقات اگر خدا تعالےٰ کو منظور ہوا۔ تو ہو رہے گی۔ ورنہ اس کی تقدیر پر راضی رہو۔ اور دعا کرو۔ کہ دار السلام میں سب جمع ہوں۔ اور دنیاوی ملاقات کی تلافی کو اللہ تعالیٰ کے کرم سے آخرت کے حوالے کریں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ (ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہے)

خیال

ایک روز حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ جب کسی طالب صادق کی طرف خیال کیا جاتا ہے۔ خواہ وہ طالب کہیں ہو۔ ہوا میں سے گذرتا ہوا وہ خیال اُس تک پہنچ جاتا ہے اور فرمایا۔ توجہ یہ چیز ہے۔ کہ مرید صادق کا خیال پیر کی طرف ہو۔ اور شیخ کا خیال مرید کی طرف ہو۔ یہ ضروری نہیں۔ کہ سامنے بٹھا کر خیال کیا جاوے۔

اور ایک روز میاں فتح محمد سکنہ للیانی حاضر خدمت ہوا۔ اور آنکھیں بند کر کے سینہ کی طرف توجہ کر کے بیٹھ گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ سر اٹھاؤ۔ اور آنکھیں کھول کر صرف خیال ہی میں بیٹھو۔

ایک روز میاں محمد حسن سکنہ دفتیح حاضر خدمت ہوا۔ اور مراقب ہو کر بیٹھ گیا۔ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ اس کی جانب توجہ فرماتے رہے۔ پھر فرمایا۔ جو شخص متوجہ ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ خیال بھی اس کیطرف آجاتا ہے (مولف، یہ ذکر بالا ذکر کے متضاد معلوم ہوتا ہے۔ بات اصل یہ ہے۔ ہر ایک کی استعداد الگ الگ ہے۔

اور فرمایا۔ شیخ مبتدی رشید کو خیال سے ہی چلاتا ہے۔ اور فرمایا کوئی شخص اگر ہمارے پاس آتا ہے۔ اور اپنی تکلیف ظاہری و باطنی بیان کرتا ہے۔ تو ہمیں ایک خیال اور فکر دامنگیر ہو جاتا ہے۔ اور خدا کے فضل و کرم سے اس کا کام ہو جاتا ہے۔ ہمیں معلوم نہیں۔ کہ وہ کام کس طرح ہو جاتا ہے۔

اور ایک روز فرمایا۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ جو شیخ ارشاد فرمائے۔ وہ کسی کے آگے ظاہر نہیں کرنا چاہیئے اور فرمایا۔ شیخ کا جو خیال ہوتا ہے۔ وہ تو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اس ارشاد کا اثر کیونکر زائل ہو جائے گا۔

ایک روز حضرت خواجہ امیر الدین قدس سرہٗ نے فرمایا۔ کہ کونجیں پہاڑوں میں انڈے دے آتی ہیں۔ اور انڈوں کا صرف خیال ہی اپنے دل میں رکھتی ہیں۔ اور اس خیال کے اثر سے بچے پیدا ہو جاتے ہیں۔

اور فرمایا۔ شیخ اپنے مریدوں کا خیال اپنے دل میں رکھتا ہے۔ اس خیال کے اثر سے جو بیج مرید صادق الیقین کے دل میں بویا جاتا ہے۔ وہی بالآخر پودا بن کر نشو و نما پاتا اور بڑھتا ہے۔

اور ایک روز خواجہ امیر الدین علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ ہم نے سیال شریف جانے کا ارادہ کیا۔ اور حضرت خواجہ امام علی شاہ صاحبؒ کی خدمت میں عرض کی۔ سیال شریف جانے کی اجازت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا جاؤ، مگر اپنے خیال میں استقامت رکھنا۔

خیال اور وہم کی شرح امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب ۱۰۹ جلد سوم صفحہ ۴۸ پر لکھتے ہیں۔ چونکہ سالک کا وجود مرتبہ وہم و تخیل میں مخلوق ہوا ہے۔ اس لیے فنا و تجلی بھی اس کے لیے کافی ہے کیونکہ اس تخیل کا غلبہ اس کو یقین قلبی تک پہنچا دیتا ہے۔ اور ذوقی و وجدانی کر دیتا ہے۔ اور جو کچھ فناہ ونیستی سے مقصود ہے۔ ظاہر کر دیتا ہے۔ کیونکہ فناہ سے مقصود یہ ہے۔ کہ ظل کی گرفتاری دور ہو جائے۔ اور اصل کی گرفتاری حاصل ہو جائے۔ جب ظل کا اصل کی طرف رجوع کرنا یقینی اور ذوقی و وجدانی ہو جاتا ہے۔ تو ظل کی گرفتاری کے دور ہونے کی دولت میسر نہ ہوتی۔ بلکہ اس راہ کے سلوک کا مدار تو ہم و تخیل پر ہے۔ احوال و مواجید جو اس راہ کے جزئی امور ہیں۔ وہم ہی سے ادراک میں آتے ہیں۔ اور سالکوں کی تجلیات و تلونیات خیال کے آئینہ میں شہودی ہوتے ہیں خلولا الوهم القصر الفهم ولولا الخيال كسر الحال۔ اگر وہم نہ ہوتا۔ تو فہم قاصر رہتا۔ اور اگر خیال نہ ہوتا۔ تو حال پوشیدہ رہتا، اس راہ میں وہم و خیال سے زیادہ فائدہ مند کوئی چیز نہیں۔ ان کے ادراک وانکشاف اکثر واقع کے مطابق ہیں۔ وہم ہی ہے۔ جو پچاس ہزار سال کا راستہ جو بندہ اور رب کے درمیان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کرم سے تھوڑی مدت میں طے کر دیتا ہے۔ اور درجات وصول تک پہنچا دیتا ہے۔ اور خیال ہی ہے۔ جو غیب الغیب کے دقائق و اسرار کو اپنے آئینہ میں منکشف کرتا ہے۔ اور سالک مستعد کو ان پر اطلاع بخشتا ہے۔ یہ وہم کی شرافت کے باعث ہے کہ حق تعالیٰ نے عالم

کو اس مرتبہ میں پیدا کرنا اختیار فرمایا ہے۔ اور اس کو اپنے کمالات کے ظاہر ہونے کا محل بنایا ہے۔ اور یہ خیال ہی کی بزرگی کے سبب سے ہے۔ کہ حضرت واجب الوجود جل شانہ نے اس کو عالم مثال کا نمونہ بنایا ہے۔ جو تمام عالموں سے زیادہ وسیع ہے۔ حتیٰ کہ اس عالم میں مرتبہ وجوب جل شانہ کی صورت بھی بیان کی ہے۔ اور حکم کیا ہے۔ کہ حق تعالیٰ کی شکل نہیں۔ لیکن مثال ہے۔ وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی (مثال اعلےٰ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے)، یہ احکام وجوبیہ ہی کی صورتیں ہیں جن کو عارف اپنے خیال کے آئینہ میں محسوس کرتا ہے۔ اور ان کو دریافت کرنے کے ذوق پر ترقی فرماتا ہے۔

نسبت اویسی رح

ایک روز حضرت میاں صاحب علیہ رحمۃ نے فرمایا۔ کہ ہم تصور میں مزار حضرت شاہ عبدالرسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے گئے۔ کہ ایک شخص جو قصور کا باشندہ اور اچھا خاندانی پیرزادہ تھا۔ اُس نے گفتگو بے فائدہ شروع کر دی۔ ہم نے اس وقت دل میں خیال کیا۔ کاش یہ شخص نسبتِ روحی سے واقف ہوتا۔ تو ہرگز گفتگو شروع نہ کرتا۔ اس وقت آپ کے رُوح مبارک سے اِسقدر فیض آنے لگا۔ گویا مشک کا دہانہ کھول دیا گیا ہے۔

اور میراں بخش کھیم کرن والے کا بیان ہے۔ کہ میں آپکے ہمراہ ایک دفعہ حضرت شاہ عبدالرسول صاحب رح کے مزار مبارک پر گیا۔ اس وقت آپ پر طرح طرح کی کیفیات طاری ہوتی تھیں۔ اور آپ نے مزار کیطرف اشارہ کرکے فرمایا۔ کاش آپ زندگی میں خلقِ خدا کو تلقین فرماتے۔ تو عام مخلوق کو فائدہ پہنچتا۔

ایک روز بندہ آپ کے ہمراہ تھا۔ قصوری دروازہ سے باہر نکلے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ حافظ محمد اسحٰق ترکی رح کے رُوح سے فیض آنا شروع ہو گیا ہے۔ جب حضرت کے مزار پر پہنچے۔ تو آپ حیرت زدہ ہو کر کھڑے ہو گئے اور طرح طرح کی کیفیات چہرہ مبارک سے عیاں ہو رہی تھیں۔ اور اسوقت آپ نے حافظ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا تمام حلیہ بیان فرمایا۔ اور بندہ سے فرمایا۔ تمہارا کیا حال ہے؟ بندہ نے عرض کی۔ ایک لطیف نسبت آرہی ہے پھر فرمایا۔ تم ہمارے بھائی ہو تمہیں یہ کیفیت کیوں نہیں ہوئی۔ پھر فرمایا آپ کا چہرہ بھی مبارک ہے۔ اور آپ کی قبر بھی متبرک ہے۔ پھر وہاں سے رخصت کے وقت آپ نے فرمایا۔ کہ مزار کو ہاتھ لگانے کی کیا ضرورت ہے دل جو لگ گیا ہے،، اور فرمایا۔ ایک رات خواب میں ایک لوٹا اور مسواک کسی عورت کے ہاتھ سے دلوایا ہے،، پھر اس کے بعد آپ حافظ محمد اسحٰق ترکی رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ اعتکاف میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک لوٹا اور ایک مسواک پڑا تھا۔ آپ اٹھا لائے۔

اور ایک روز فرمایا۔ جب ہم لاہور میں حضرتِ علی ہجویری علیہ الرحمۃ کی مزار سے گذرتے ہیں۔ ایک لطیف نسبت ہماری طرف آتی ہے۔ جو وراثت نبوت سے تعلق رکھتی ہے،، عام شیخ اس نسبت کو محسوس نہیں کرسکتے۔

ایک روز آپ نے فرمایا۔ ایک میدان میں گئے۔ وہاں پر نسبت لطیف طاری ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ کسی نبی سے نسبت آرہی ہے۔

مستری کرم الدین شرقپوری المشہور سکھر یہ کا بیان ہے۔ ایک دفعہ مکان شریف عرس کے موقعہ پر آپ کے ہمراہ حاضر ہوا۔ آپ کے سامنے ایک شخص آرہا تھا۔ آپ نے اُس کی طرف دیکھ کر فرمایا ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے ارشاد ہوا ہے۔ کہ اس آنے والے شخص کو کلمہ تلقین کردو۔ معاً آپ نے اس کی جانب انگلی سے اشارہ کیا۔ وہ شخص لوٹنے لگا۔ جب وہ ہوش میں آیا۔ پھر آپ نے فرمایا ہمیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اس شخص کو کلمہ پڑھا دو اسی طرح آپ نے انگلی کا اشارہ کیا۔ جس سے وہ شخص پھر لوٹنے لگا۔ جب ہوش میں آیا۔ تو پھر آپ نے تیسری مرتبہ وہی فرمایا ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہوا ہے۔ اس کو کلمہ سکھا دو" اور ساتھ ہی اشارہ بھی کیا۔ جس سے وہ شخص پھر لوٹنے لگا۔ اس کے بعد اس کا حال اچھا ہو گیا۔ اور قلب جاری ہو گیا۔

(مؤلف) اس نسبت کو اویسی نسبت کہا جاتا ہے۔ اس میں شیخ ظاہر کا انکار معلوم ہوتا ہے لیکن دراصل یہ نسبت پیر ظاہر سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ اور اُس پر ہی یہ رنگ چڑھتا ہے۔

دیکھو مکتوب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوب ۱۲۱ جلد سوم صفحہ ۳۲۲ پر لکھتے ہیں میرے مخدوم! اویسی کہنے میں پیر ظاہر کا انکار نہیں۔ کیونکہ اویسی وہ شخص ہے۔ جس کی تربیت میں روحانیوں کا دخل ہو حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کو پیر ظاہر کے باوجود چونکہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کی روحانیت سے امداد پہنچی تھی۔ اس لئے اویسی کہتے تھے۔ اسی طرح حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے باوجود پیر ظاہر کے چونکہ حضرت عبدالخالق قدس سرہٗ کی روحانیت سے مدد پائی تھی۔ اس لئے وہ بھی اویسی تھے۔

خصوصاً وہ شخص جو اویسی ہونے کے باوجود پیر ظاہر کا اقرار رکھتا ہے۔ اس زبردستی پیر کا انکار اس کے ذمے لگانا عجب انصاف ہے"۔

حضرت خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کا کمال ولائت اس حدیث مبارک سے ظاہر ہے۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرن کی جانب منہ کر کے فرماتے ہیں۔ کہ قرن کی طرف سے ریح الرحمٰن آتی ہے۔ اور اپنے جلیل القدر صحابہ امیر المومنین حضرت عمر و امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو قرن میں آپ کی خدمت میں امت کے لئے دعائے شفاعت کرانے کو جانے کا ارشاد فرمایا۔ کہ اُس کی دعا سے قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر کی بکریوں کے بالوں کے برابر میری امت کی شفاعت ہو گی۔

نکتہ یہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ریح الرحمٰن آتی ہے۔ یہ کیا بات تھی؟ یہ وہی کیفیت اور روحی نسبت تھی۔ جو اولیاء اللہ کی جانب سے صاحب نسبت کو پہنچتی ہے۔ اس میں قرب و بعد کی

قید نہیں۔ بلکہ غائبانہ ہے۔

دوسرا۔ اتنے بڑے جلیل القدر صحابہ کو تابعی کی صحبت میں دعا و برکت حاصل کرنے کے لئے جانے کا ارشاد فرمانا بھی اِس امر کی واضح دلیل ہے۔ کہ ذی مرتبہ اولیاء اللہ کی صحبت سے اُس فیضان الٰہیہ کی خاص نورانی کیفیت کو عوام ہی نہیں بلکہ خواص بھی حاصل کرتے ہیں۔

تیسرا۔ اولیاء اللہ کی دعا اور شفاعت سے گنہگاروں کی بخشش ہوتی ہے۔ اور اُن سے ہر ادنیٰ و اعلیٰ نصیحت طلب کرتا ہے۔ سبحان اللہ یہ مرتبہ نسبت اویسیؒ کہلاتا ہے۔ اس میں غائبانہ اور ظاہرا دونو کیفیات کا ثبوت ملتا ہے۔

دیکھو حضرت علی ہجویری المشہور گنج بخش صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کشف المحجوب میں لکھتے ہیں۔ امت کے آفتاب اور دین کی شمع اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل تصوف کے بہت بڑے بزرگوں میں سے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہوئے ہیں۔ لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار (ظاہری) سے دو امروں کے سبب محروم رہے۔ ایک حال کے غلبہ اور دوسرے والدہ کا حق ادا کرنے سے۔ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابیوں کو فرمایا۔ کہ قبیلہ قرن میں ایک مرد ہے۔ اویسؓ نام قیامت کے دن قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مصر کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے برابر میری امت میں اس کی شفاعت ہوگی۔ اور پھر عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور علی کرم اللہ وجہہٗ کیطرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کہ تم اُس کو دیکھو گے۔ وہ چھوٹے قد کا آدمی ہے اور لمبے بال ہیں اور اُس کے بائیں پہلو پر درم کے برابر سفید داغ ہیں اور ویسا ہی اس کی ہاتھ کی ہتھیلی پر ہے۔ جب اس کو دیکھو۔ تو میرا اُسے سلام دو۔ اور کہو کہ میری امت کے لیے دعا کرے۔ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ مکہ میں آئے۔ اور امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہٗ بھی ان کے ساتھ تھے۔ خطبہ کے درمیان کہا۔ یا اَھل نجد قوموا۔ اے نجد کے لوگو کھڑے ہو جاؤ۔ نجد کے لوگ کھڑے ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ قبیلہ قرن میں تمہارے درمیان کوئی ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں ہے" اور ایک قوم کو عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجدیا۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے اویسؓ قرنی کی خبر پوچھی۔ انہوں نے کہا۔ اویس رضؓ نام ایک دیوانہ ہے۔ جو آبادی میں نہیں آتا۔ اور کسی سے مجالست نہیں رکھتا۔ اور آدمی جو کچھ کھاتے ہیں۔ وہ نہیں کھاتا۔ اور نہ غم جانتا ہے نہ خوشی۔ جب لوگ ہنستے ہیں۔ تو وہ روتا ہے۔ اور جب لوگ روتے ہیں۔ تو وہ ہنستا ہے۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ میں اُس کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ لوگوں نے کہا جنگل میں اونٹوں کے پاس رہتا ہے۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علی کرم اللہ وجہہٗ اٹھے۔ اور وہاں ان کے پاس پہنچے۔ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز میں پایا۔ بیٹھ گئے۔ یہاں تک وہ نماز سے فارغ ہوئے۔ اور انہیں سلام کہا۔ اور پہلو

اور ہتھیلی کا نشان دیکھا جس سے انہیں معلوم ہوگیا کہ یہی ہیں۔ انہوں نے اُن سے دعا چاہی۔ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام اور امت کے حق میں دعا کرنے کے واسطے وصیت کا پیغام پہنچایا۔ کچھ عرصہ اویس قرنی کے پاس رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے کہا تمہیں تکلیف ہوئی۔ اب لوٹ جاؤ۔ قیامت نزدیک ہے۔ اس جگہ ہمیں ایسا دیدار ہوگا جس کے لئے بازگشت نہیں ہے۔ میں اب قیامت کے راستہ کا سامان کرنے میں مشغول ہوں۔ جب قرن کے لوگ حضرت عمر و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ واپس آئے۔ تو اویس رضی کا بڑا مرتبہ اور عزت سمجھنے لگے۔"

(مؤلف) اس کے علاوہ دونو صحابہ نے اور بہت سی نصیحتیں بھی اخذ کیں۔ جو بسبب طوالت نہیں لکھ سکتے۔ عمل کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

باب ۹

حقائق

حقیقت اسلام

ایک دفعہ بندہ شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا۔ دیکھا کہ آپ ایک پندرہ سولہ سالہ لڑکے کو تلقین فرما رہے ہیں۔ اور بار بار آپ بڑی گہری توجہ سے ارشاد فرماتے "دین میں سعی اور کوشش کرو"۔ اس وقت بندہ کو خیال گذرا۔ یہ بچہ حقیقت اسلام کیا سمجھتا ہوگا۔ مگر آپ بار بار یہی تکرار فرماتے۔ ایک مولوی صاحب بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ عرفان اور معرفت کے مسائل بیان فرما رہے تھے۔ مولوی صاحب نے عرض کی۔ کہ آپ تو حال کے مسائل بیان فرما رہے ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ کہ قرآن شریف و حدیث مبارک حال نہیں ہے؟ مولوی صاحب خاموش ہو رہے۔

آپ کی عادت مبارک تھی۔ کہ ہر ایک یار کو اسلام میں کوشش کرنے کی توجہ دلاتے۔

ایک روز فرمایا "مسلمانوں کو کیا ہوگیا۔ یہ تو سب قوموں سے گر گئے ہیں" بندہ نے عرض کی حدیث شریف میں آیا ہے۔ ایک وقت آنے والا ہے۔ مسلمان یہودیوں کی طرح ذلیل ہو جائیں گے۔ اُس وقت حضور علیہ السلام کی خدمت میں صحابہ کرام رضی نے عرض کیا۔ آخر ایسا کیوں ہوگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ یہودیوں میں بہتر فرقے ہیں۔ اور ان میں تہتر ہو جائیں گے۔ یہ سنکر حضرت میاں صاحب رح نے بندہ سے فرمایا "نہ لالہ! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔ اُن کا حال ایسا نہیں ہونا چاہیئے تھا" بندہ نے عرض کی جو اب خدا کے کچھ نہیں

جتنا"، اب بندہ کچھ اس کی تشریح درج کرتا ہے۔

اور اس تشریح سے مراد یہ ہے۔ کہ ناظرین کو معلوم ہو۔ کہ آپ کا یہ فرمانا۔ کہ "دین میں سعی کرو" اور اسلام کی حقیقت کو سمجھو۔ اس کی تشریح ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز اس آیت ذیل کی شرح یوں فرماتے ہیں یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (یعنی اے ایمان والو۔ ایمان لاؤ اللہ پر اور رسول اُس کے پر) آپ فرماتے ہیں ایمان ثانی سے مراد یہ ہے۔ کہ مجازی ایمان سے گذر کر حقیقی ایمان حاصل کرو۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ فتوحات مکیہ میں جو حقیقت اسلام تحریر فرماتے ہیں درج کی جاتی ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔ کہ جب انسان بحالت سلوک الی اللہ ایسے مقام میں پہنچ جاتا ہے۔ کہ وہ جذبات ارضی اور خواہشات دنیہ سے پاک اور منزہ ہو جاتا ہے۔ اور اس پر ایک قسم کی محویت اور ربودگی طاری ہو جاتی ہے۔ اور ہر چیز میں اس کو نور الٰہی کا تجلی نظر آتا ہے ؎

جمالِ جاں فزائے روئے جاناں بزیرِ پردۂ ہر ذرہ پنہاں

سالک اس مقام میں عالم و مافیہا اور اپنی تمام حرکات و سکنات بلکہ اپنے وجود کے ہر ذرہ کو اس نور میں گم دیکھتا ہے اور حقیقت اسلام کا چہرہ دکھائی دینے لگتا ہے۔ جس کی تفصیل بحوالہ قرآن کریم ہم سطور بالا اور آئندہ رموز کے سمجھنے کے لئے ذیل میں لکھ دیتے ہیں۔ تاکہ فتوحات مکیہ میں جہاں جہاں حقیقت اسلام کو رموز میں بیان کیا گیا ہے۔ ناظرین ان کو بسہولیت سمجھ سکیں۔

واضح ہو۔ کہ اسلام عربی لفظ ہے۔ جس کے معنی ہماری اردو زبان میں بطور پیشگی ایک چیز کا مول دینا اور کسی کو اپنا کام سونپنا اور طالب صلح ہونا اور کسی امر یا خصومت کو چھوڑ دینا۔

اور اصطلاحی معنی وہ ہیں۔ جن کا قرآن کریم کی اس آیت ذیل میں اشارہ ہے۔

آیت۔ بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْھَہٗ لِلّٰہِ وَھُوَ مُحْسِنٌ فَلَہٗٓ اَجْرُہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

یعنی مسلمان وہ ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے تمام وجود کو سونپ دے۔ یعنی اپنے تمام وجود کو اللہ تعالیٰ کے لئے اور اُس کے ارادوں کی پیروی کے لئے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے وقف کرے۔ اور پھر نیک کاموں پر خدا تعالیٰ کے لئے قائم ہو جائے۔ اور اپنے وجود کی تمام عملی طاقتیں اُس کی راہ میں لگا دے مطلب یہ ہے۔ کہ اعتقادی اور عملی طور پر محض خدا تعالیٰ کا ہو جائے۔ اعتقادی طور پر اس طرح کہ اپنے تمام وجود کو درحقیقت ایک ایسی چیز سمجھ لے۔ جو خدا تعالیٰ کی شناخت اور اس کی اطاعت اور اس کے عشق اور محبت اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ اور عملی طور پر اس طرح کہ خالصاً للہ

حقیقی نیکیاں جو ہر ایک قوت کے متعلق اور ہر ایک خداداد توفیق سے وابستہ ہیں۔ بجالاوے۔ مگر ایسے ذوق و شوق وحضور سے کہ گویا وہ اپنی فرمانبرداری کے آئینہ میں اپنے معبودِ حقیقی کے چہرہ کو دیکھ رہا ہے۔ پھر بقیہ ترجمہ آیت مذکورہ بالا کا یہ ہے۔ کہ جس کی اعتقادی و عملی صفائی ایسی محبت ذاتی پر مبنی ہو۔ اور ایسے طبعی جوش سے اعمال حسنہ اُس سے صادر ہوں۔ وہ وہی ہے جو عند اللہ مستحق اجر ہے۔ اور ایسے لوگوں پر نہ کچھ خوف ہے۔ اور نہ وہ کچھ غم رکھتے ہیں۔ یعنی ایسے لوگوں کے لئے نجات نقد موجود ہے۔ کیونکہ جب انسان کو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات پر ایمان لاکر اُس سے موافقت تامہ ہوگئی اور ارادہ اس کا خدا تعالیٰ کے ارادہ کے ہم رنگ ہو گیا۔ اور تمام لذت اس کی تابع فرمانِ الٰہی میں ٹھہر گئی۔ اور جمیع اعمال صالح نہ مشقت کی راہ سے بلکہ تلذذ اور احتظاظ کی کشش سے صادر ہونے لگیں۔ تو یہی وہ کیفیت ہے جس کو فلاح اور رستگاری سے موسوم کرنا چاہیئے۔ اور عالم آخرت میں جو کچھ نجات کے متعلق مشہود و محسوس ہوگا۔ وہ درحقیقت اسی کیفیت راسخہ کے اظلال و آثار ہیں۔ جو اس جہان میں جسمانی طور پر ظاہر ہو جائیں گے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ بہشتی زندگی اسی جہان سے شروع ہو جاتی ہے۔ اور جہنمی عذاب کی جڑ بھی اسی جہان کی کورانہ زلیست اور ناپاک زندگی ہے۔ اب آیت ممدوحہ بالا پر ایک غائت نظر ڈالنے سے ہر ایک سلیم العقل سمجھ سکتا ہے۔ کہ اسلام کی حقیقت تب کسی شخص میں مستحق ہو سکتی ہے۔ کہ جب اس کا وجود معہ اپنے تمام باطنی و ظاہری قویٰ کے محض خدا تعالیٰ کے لئے اس کی راہ میں وقف ہو جاوے اور جو امانتیں اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی ہیں پھر اُس معطی حقیقی کو واپس دی جاویں۔ اور نہ صرف اعتقادی طور پر بلکہ عمل کے آئینہ میں بھی اپنے اسلام اور اس کی حقیقت کاملہ کی ساری شکل دکھلائی جاوے یعنی شخص مدعی اسلام یہ بات ثابت کر دیوے۔ کہ اُس کے ہاتھ۔ پاؤں۔ دل اور دماغ اور اُس کی عقل اور اس کا فہم اور اس کا غضب اور رحم اور اس کا علم و حلم اور اس کی تمام روحانی اور جسمانی قوتیں اور اس کی عزت اور اس کا مال اور اس کا آرام اور سُرور جو کچھ اس کے سر کے بالوں سے پاؤں کے ناخنوں تک باعتبار ظاہر و باطن کے ہے۔ یہاں تک کہ اس کی نیات اور اس کے دل کے خطرات اور اس کے نفس کے جذبات سب خدا تعالیٰ کے ایسے تابع ہو گئے ہیں۔ کہ جس طرح ایک شخص کے اعضاء اس کے تابع ہوتے ہیں۔ غرض یہ ثابت ہو جائے۔ کہ قدم صدق اس درجہ تک پہنچ گیا ہے۔ کہ جو کچھ اس کا ہے۔ وہ اس کا نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کا ہو گیا۔ اور تمام اعضاء اور قویٰ الٰہی خدمت میں ایسے لگ گئے ہیں۔ گویا وہ جوارح الحق ہیں ؎

اسلام چیز کیا ہے۔ خدا کے لئے فنا ترک رضائے خویش پئے مرضی خدا
جو مر گئے اُنہی کے نصیبوں میں ہے حیات اس راہ میں زندگی نہیں ملتی بجز ممات

اس مرتبہ پر خدا تعالیٰ اپنی ذاتی محبت کا ایک افروختہ شعلہ جس کو دوسرے لفظوں میں رُوح کہتے ہیں۔ مومن کے دل پر نازل کرتا ہے۔ اور اس سے تمام تاریکیوں اور آلائشوں اور کمزوریوں کو دور کر دیتا ہے۔ اور اس کی روح کے پھونکنے کے ساتھ ہی وہ حسن جو ادنیٰ مرتبہ پر تھا۔ کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ اور ایک روحانی آب و تاب پیدا ہو جاتی ہے۔ اور کثیف زندگی کی کبودگی بکلی دور ہو جاتی ہے۔ اور مومن اپنے اندر محسوس کر لیتا ہے کہ ایک نئی روح اس کے اندر داخل ہو گئی ہے۔ جو پہلے نہیں تھی۔ اُس روح کے ملنے سے ایک عجیب سکینت اور اطمینان مومن کو حاصل ہو جاتا ہے۔ اور محبت ذاتیہ الٰہیہ ایک فوارہ کی طرح جوش مارتی اور عبودیت کے پودہ کی آبپاشی کرتی ہے۔ اور وہ آگ جو پہلے ایک معمولی گرمی کی حد تک تھی۔ اس درجہ تک وہ تمام و کمال افروختہ ہو جاتی ہے۔ اور انسانی وجود کے تمام خس و خاشاک کو جلا کر الوہیت کا قبضہ اُس پر کر دیتی ہے۔ اور وہ آگ تمام اعضاء پر احاطہ کر لیتی ہے۔ تب اس لوہے کی مانند جو نہایت درجہ آگ میں تپایا جائے۔ یہاں تک کہ سُرخ ہو جائے۔ اور آگ کے رنگ پر ہو جائے۔ اُس مومن سے الوہیت کے آثار اور افعال ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ لوہا بھی اس درجہ پر آگ کے آثار اور افعال ظاہر کرتا ہے۔ مگر یہ نہیں۔ کہ وہ مومن خدا ہو گیا ہے۔ بلکہ محبت الٰہیہ کا کچھ ایسا ہی خاصہ ہے۔ جو ظاہر وجود کو اپنے رنگ میں لے آتی ہے۔ اور باطن میں عبودیت اور اس کا ضعف موجود ہوتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے۔ جس کے متعلق حدیث قدسی میں استعارہ کے رنگ میں آیا ہے۔ کہ بی یسمع وبی یبصر وبی یمشی وبی یبطش یعنی وہ اپنے روح سے نہیں۔ بلکہ خدا کے روح سے دیکھتا ہے۔ اور خدا کی روح سے سنتا اور خدا کی روح سے بولتا اور خدا کی روح سے چلتا۔ اور خدا کی روح سے دشمنوں پر حملہ کرتا ہے۔ کیونکہ وہ اس مرتبہ پرستی اور استہلاک کے مقام میں ہوتا ہے ؎

بی یسمع وبی یبصر بی یبطش وبی یمشی سر لیست بسے غامض تدبر یہ وکا تفشی

یہی وہ مقام ہے۔ جس کے متعلق خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا ہے مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔ یعنی تو نے نہیں چلایا۔ بلکہ خدا نے چلایا۔ جبکہ تو نے چلایا ؎

ما رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ احمد است دیدنِ او دیدنِ خالق شدہ است

یہی وہ مقام ہے جس کے متعلق حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے استعارۃً لکھا ہے۔ کہ گویا خدا خود عابد و خود معبود ہے۔

یہی وہ مقام ہے۔ جس کے متعلق وہ لکھتے ہیں ؎

اَلرَّبُّ حَقٌّ وَالْعَبْدُ حَقٌّ یَا لَیْتَ شِعْرِیْ مَنِ الْمُکَلَّفُ
اِنْ قُلْتَ عَبْدٌ فَذَاکَ مَیِّتٌ اِنْ قُلْتَ رَبٌّ فَاَنّٰی یُکَلَّفُ

یعنی ایسی حالت میں معبود خود عابد سے عبادت کراتا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ جب بندہ اس مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ اس کا اپنا کوئی طبعی ارادہ نہ رہے۔ بلکہ اس کا ہر ایک قول وفعل خدا کے حکم کے مطابق بلا تکلف وتصنع اس سے صادر ہونے لگے۔ تو پھر مکلف بالشرائع کون رہتا ہے۔ اگر تم کہو۔ کہ بندہ مکلف ہے تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ وہ تو فنا اور نیستی واستہلاک کے مقام میں ہے۔ اور کالمیت فی ید الغسال ہو چکا ہے یعنی وہ تو بمنزلہ مردہ کے ہو چکا ہے۔ لیکن اگر دوسری شق اختیار کرو۔ اور رب کو مکلف کہو۔ تو یہ سراسر باطل اور محال ہے۔ یہی وہ پاک مرتبہ ہے۔ جس کے متعلق حضرت شیخ اکبرؒ فرماتے ہیں۔ خدائے پاک اپنے ارادہ کے مطابق جب چاہتا ہے۔ بذریعہ اپنے ایسے بندہ کے جو اس مرتبہ کو پہنچا ہو۔ اپنی اطاعت آپ ہی کرتا ہے۔ اور خود اپنے فرائض اور واجبات بجالاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ چونکہ اس قسم کے عابد کو جس کا ذکر حقیقت اسلام میں ہو چکا ہے۔ اپنے معبود سے ایک تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے اطاعت اور فرماں برداری اس کے سر پر کوئی ایذا رساں بوجھ نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ فرمانبرداری اس کے ایک امر طبعی کے حکم میں ہو جاتی ہے۔ جو بالطبع مرغوب اور بلا تصنع وتکلف اس سے صادر ہوتی رہتی ہے۔ اور جیسے اللہ جل شانہ کو اپنی خوبی اور عظمت محبوب بالطبع ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا جلال ظاہر کرنا اس کے لئے محبوب بالطبع ہو جاتا ہے۔ اور اپنے محبوب حقیقی کی ہر ایک بات اس کی نظر میں ایسی پیاری ہو جاتی ہے جیسے کہ خود اس کو پیاری ہے۔ سو یہ مقام ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جن کے سینے محبت غیر سے بالکل منزہ وصاف ہو جاتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کی رضامندی کو ڈھونڈنے کے لئے ہر وقت جان قربان کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ یہ وہ مقام ہے۔ کہ بندہ اپنے خلوص اور صدق وصفا میں ترقی کرتا کرتا اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ کہ اپنے وجود سے بکلی محو وفنا ہو کر اپنے مولیٰ کریم کے رنگ میں مل جاتا ہے ؎

آنجا کہ مجلسے نمک مے ریزد ہر پردہ کہ بود از میاں برخیزد

ایں نفس دنی کہ صد ہزارش دہن است خاموش شود چو عشق شور انگیزد

چوں رنگِ خودی رود کسے راز عشق یارش ز کرم برنگِ خویش آمیزد

یہ مت سمجھو۔ کہ درحقیقت عابد ومعبود ایک ہی ہے۔ بلکہ یہ عبارت ایک استعارہ اور رمز وکنایہ کے پیرایہ میں لکھی گئی ہے۔

اور حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مدعا ہے۔ کہ خالق ومخلوق اور عابد ومعبود ایک ہی ہیں۔ جیسا کہ بعض اشخاص نے حضرت شیخ اکبر رحؒ کی ایسی رمز آمیز عبارات کو دیکھ کر ان پر کفر کا فتویٰ دے دیا۔ اور بعض نے خوش اعتقادی سے یہ کہ دیا کہ ؎

خود کوزہ و خود گِل کوزہ ! خود بر سر آں خریدار بر آمد
ہر لحظہ بشکل بُتِ عیار بر آمد ہر دم بلباسِ دگر آں یار بر آمد
القصہ ہموں بود کہ مے آمد و رفت تا عاقبت آں شکل عرب وار بر آمد

اس جگہ مکفر و مشبہ ہر دو فریق سوء فہمی سے افراط و تفریط پر ہیں۔
اگر حضرت شیخ اکبرؒ کی مراد اَلرَّبُّ حَقٌّ و اَلْعَبْدُ حَقٌّ سے یہ ہوتی۔ کہ عابد و معبود اور خالق و مخلوق ایک ہی ہیں۔ تو سطور بالا میں یوں نہ فرماتے لانّہٗ سُبْحَانَہٗ وتعالیٰ فی ذٰلک المقام الالوہ یلحقہ التشبیہ یعنی ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کہ حالت سفلیہ میں جس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں (معاذ اللہ) خدائے پاک میں مخلوق کی صفتیں پیدا ہو کر اس کی ذات مخلوق سے مشابہ ہو جائے۔ اگر شیخ اکبرؒ کا ایسا عقیدہ ہوتا جو مکفر و مشبہ نے سمجھا ہے۔ تو وہ فتوحات مکیہ کے صفحہ ۳۵ پر دیباچہ میں یوں نہ فرماتے۔ فاذا کان الشخص مومنا بالقرآن انہ کلام اللہ قاطعًا بہ فلیاخذ عقیدتہ منہ من غیر تاویل ولا میل فنزہ سبحانہ نفسہ ان یشبھہ شیٔ من المخلوقات او یشبہ شیٔا بقولہ تعالیٰ لیس کمثلہ شیٔ وھو السمیع البصیر۔
ترجمہ یعنی جب کسی شخص کو قرآن کریم پر قطعی ایمان حاصل ہو جاوے۔ اور سمجھ لے۔ کہ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے تو اس کو لازم ہے۔ کہ اپنا عقیدہ بغیر تاویل و میل کے بطور سند و قرآن کریم سے ماخوذ کرے۔ خدا تعالیٰ کی ذات پاک اس امر سے منزہ سمجھو۔ کہ مخلوقات میں سے کوئی شے اس کی مانند و مثل ہو۔ یا کہ وہ کسی شئے کے مشابہ ہو۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ خدا کی مثل کوئی چیز نہیں ہے وہ سننے والا اور بینا ہے۔
(مولف) حضرت میاں صاحب علیہ الرحمتہ کا جو بار بار فرمانا۔ کہ دین میں کوشش کرو۔ اور اسلام کی حقیقت سمجھو۔ آپ کی مراد یہی تھی یعنی کمال حاصل کرو۔ خدا ناظرین کو توفیق عمل عطا فرماوے۔

ماسوائے اعراض

ایک[1] دفعہ آپ براستہ رائے ونڈ قصور تشریف لائے۔ بندہ سے ملے تو ذکر فرمایا۔ کہ راستہ میں مجھے ایک بزرگ ملے تھے۔ بندہ نے خیال کیا۔

---

[1] اگرچہ اسلام کے بغیر نجات نہیں۔ لیکن جو عمل بھی نیک متواتر کیا جائے۔ وہ اپنا اثر رکھے بغیر نہیں رہتا جیسا کہ ایک برتن میں گھی متواتر رکھا جائے۔ تو وہ برتن گھی کے وجود اور اس کے اثر سے دنیا میں شہادت دیگا۔ یہ بات الگ ہے کہ برتن کی نجاست کی وجہ سے وہ گھی بھی قابل استعمال نہ رہا ہو لیکن گھی کے وجود سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ گو کہ شریعت حقہ کے ذریعہ وہ قابل استعمال نہ رہا ہو بعینہٖ ایسے لوگوں کی یہ ہی مثال ہے۔ کہ واقعہ میں بیان ہوا۔ حضرت میاں صاحبؒ نے توحیدی نور کی شہادت دی لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ توحیدی رنگ اور نور اس سے حاصل کیا جائے اور یہ بھی نہیں۔ کہ سرے سے اس توحیدی نور سے انکار کر دیا جائے۔

کہ شاید کوئی بزرگ ملے ہوں گے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ انہوں نے مجھے چھڑیوں سے مارا ہے۔ اور جو کچھ پاس تھا چھین لیا۔ تب میں نے خیال کیا۔ کوئی رہزن ملا ہو گا۔ پھر فرمایا۔ کہ مجھے اپنے آپ پر کوئی امید نہیں رہی "بندہ "سوا خدا کے اپنی ہستی پر نظر نہیں رہی۔ بندہ نے عرض کی ہستی سے گذرنا کس طرح ہوتا ہے آپ نے فرمایا در کر خیال کرے ہستی نہیں ہے" پھر عرض کی۔ آپنے پھر یہی جواب دیا۔

ہر چیز کا ایک باطن ہے

مولوی چراغ الدین صاحب سکنہ اٹاری آپ کے پیر بھائی صاحب کا بیان ہے۔ کہ ایک روز آپنے ارشاد فرمایا کہ ایک دن میں کوٹلہ شریف جا رہا تھا۔ جب ماموں گجر کے چٹیل میدان میں پہنچے تو "لبیک لبیک" کی صدائیں آنے لگیں۔ میں حیران ہو کر ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ کہ کیا اسرار ہے۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ دور ایک شخص کوکا سکھ بھیڑ بکریاں چرا رہا ہے۔ جب میں اس کے پاس گیا۔ دیکھا تو وہ کوکا سکھ تھا۔ اس کے سر پر جو لوہے کا چکر تھا۔ اس میں سے سفید سفید دھواں آسمان کیطرف جا رہا تھا۔ جب میں اس کے پاس پہنچا۔ تو وہ دستگیر ہوا۔ اور کچھ مدت تک اپنے پاس بٹھائے رکھا۔ اور جو دھواں اُس کے چکر سے نکل کر آسمان کو جا رہا تھا۔ معلوم ہوا۔ اس کی یہ تاثیر تھی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ بندہ آپ کے ہمراہ شاہی مسجد لاہور میں جمعہ پڑھنے کے لئے گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ ایک دفعہ میں اس مسجد میں آیا۔ تو شوق میں آ کر زبان سے یا اللہ نکلا" جس کے جواب میں کئی دفعہ آواز سنی لبیک یا عبدی لبیک یا عبدی" خداوند کریم چاہتا ہے۔ تو یہاں بھی بیت اللہ شریف جیسی کیفیت ہو جاتی ہے۔ پھر آپ گوٹھ مار کر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا کبھی اس طرح بیٹھنے سے بھی تمہیں کیفیت ہوتی ہے۔ یا نہیں۔ بندہ نے عرض کی۔ نہیں۔

ایک دفعہ آپ قصور تشریف لائے۔ اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب کشمیری ایک اور آدمی کو ہمراہ لے کر قصور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اپنے ہمراہی کے لئے مولوی صاحب نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ یہ شخص تنگدست ہے۔ اسے کوئی وظیفہ عطا فرمائیے۔ آپنے جواب فرمایا۔ کہ وظیفہ تو میں کوئی جانتا نہیں۔ ہاں ایسا کریں۔ کہ خداوندکریم سے ظن نیک رکھیں۔ اور یہ خیال کریں۔ کہ تنگدستی گئی۔ اور فراخی آئی۔ لیکن مولوی صاحب پھر بار بار وظیفہ کے لئے اصرار کرتے۔ اور آپ ہر بار یہی جواب فرماتے۔ مولوی صاحب باوجود عالم ہونے کے نہ سمجھے۔ کہ حدیث قدسی میں آیا ہے۔ اَنَا عِندَ ظَنِّ عَبدِی بِی یعنی میں اپنے بندہ کے ظن کے ساتھ ہوں۔

---

[1] اولیاء اللہ کا دل بشری خاص سے پاک ہوتا ہے۔ اور غیر پر نظر نہیں رہتی۔

مشربِ عالی کی تبدیلی

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ بندہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے ہمراہ مکان شریف عرس کے موقعہ پر گیا۔ سردی کا موسم تھا۔ بعد نمازِ عشاء آپ ایک مکان پر تشریف فرما ہوئے۔ اور تمام یار مراقبہ اور ذکر میں مشغول تھے۔ لاہور کا ایک نعت خواں آیا۔ اُس نے نعت پڑھنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے نیم رضا ہو کر اجازت دی۔ جب اُس نے نعت پڑھی۔ تو بعد میں آپ نے بندہ سے فرمایا۔ کہ میں کیا کروں۔ کہ اس کے پڑھنے سے میری طبیعت بدل گئی پھر آپ نے اپنی مسجد میں نعت خوانی اور غزل خوانی بند کر دی۔ اس سے پہلے آپکی مسجد میں نعت خوانی غزل خوانی ہوا کرتی تھی۔ اور آپ سنا کرتے تھے۔ اور خود بھی بہت شعر پڑھا کرتے تھے۔ آپ نعت خوانوں کو نعت کی کاپیاں لکھ کر دیا کرتے تھے۔ جب آپ کا مشرب عالی ہو گیا۔ تو آپ کی مجلس شعر اشعار سے خالی ہو گئی۔ اور آپ ہر وقت قال اللہ اور قال الرسولؐ ہی فرمایا کرتے تھے۔ اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف نظموں اور لفظوں میں نہیں ہے۔ بلکہ حال میں ہے۔ تم ایسے بن جاؤ۔ تمہارا ہر فعل ہر قول ہر حرکت ہر عمل سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہو۔ بعض بے سمجھ کر دیتے کہ یہ مسجد وہابیوں کی ہے۔

آپ فرماتے۔ کہ کفار دل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے ہیں۔ کہ سچا نبی اور محمدؐ امین ہے۔ مگر زبان سے انکار کرتے ہیں۔ اور منافق زبان سے اقرار کرتے ہیں۔ اور دل سے انکار کرتے ہیں اب یہ مسلمان کس گروہ میں شامل ہیں۔ جو اپنے اعمال سے اسلام کو بالکل جھٹلا رہے ہیں۔ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ کی انہیں ہوا بھی لگی ہے۔

سلف اور خلف کا مقابلہ

اور ایک دفعہ آپ نے فرمایا۔ کہ میں بچپن میں قصور رہا کرتا تھا۔ تو قصور کے بازاروں اور گلیوں میں ایک برکت دیکھتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ صبح کا وقت ہے۔ اب میں یہاں بیٹھا دیکھتا ہوں۔ کہ قصور کی گلیوں اور بازاروں میں گھٹنے گھٹنے تک نحوست ہو گئی ہے۔ مگر تین آدمی اس نحوست سے بچے ہوئے ہیں۔ ایک تو عبدالحق شاہ صاحب کوٹ مردان خان والے۔ دوسرے حافظ دولت خاں صاحب نواں قلعہ والے تیسرے ایک اور آدمی کا بھی نام فرمایا کرتے تھے۔

ایک روز فرمایا۔ ہم جنگل میں قضاءِ حاجت کے لئے گئے۔ تو ہم نے فراغت کے بعد نجاست پر نظر کی تو مجھ پر ایک قسم کی کیفیت طاری ہو گئی۔ ایسی باتوں کو ہم کسی سے کیا ذکر کریں۔ پلیدی پر ایسی کیفیتوں کا ہونا کون سا محل ہے۔ اس پر بندہ کو ایک نقل یاد آئی۔

حضرت ابو سعید خوری رحمۃ اللہ علیہ کا چند یاروں کے ہمراہ ایک رستہ پر گذر ہوا۔ وہاں ایک گڑھا نجاست کا تھا۔ سب یار ناک دبا کر بھاگ گئے۔ اور آپ وہاں کھڑے رہے۔ ناک پر رعمال رکھ کر چند منٹ کے بعد آپ نے یاروں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ یہ نجاست مجھے زبان حال سے کہتی ہے۔ کہ میں کل ہی حلوائیوں کی دوکان میں خوانچوں میں پڑی تھی۔ اور لوگوں نے مجھے زر دیکر خریدا۔ اور ایک رات انکی صحبت میں رہی۔ تو میرا یہ حال ہو گیا۔ اب بھاگنا تو مجھے اُن سے چاہیئے۔ اور الٹا نفرت یہ کر رہے ہیں یہ سنکر سب یار شرمندہ ہوئے

آپ فرمایا کرتے۔ توکل بڑی مشکل چیز ہے۔ کوئی ہم سے پوچھے۔ کہ توکل کے رستہ میں کون کونسے امتحان ہوتے ہیں

ایک[1] روز بندہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ عصر کی نماز سے فارغ ہو کر حیرت میں ڈوب گئے۔ بعد میں فرمایا۔ کہ مجھے نماز کے بعد ایسی عبرت ہوئی ہے۔ گویا کہ زنا کر کے بیٹھا ہوں۔ حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ خبردار آسان سمجھ کر یہ نہ کہہ دینا۔ کہ میں مرد ہوں جب تک کہ اپنا معاملہ ایسا نہ دیکھو۔ کہ تکبیر اولیٰ تو خراسان میں کہیں۔ اور سلام کعبہ میں پھیریں

نماز کی حقیقت

ایک دفعہ بندہ شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا۔ اثنائے گفتگو میں فرمایا۔ نماز کے واسطے جب کھڑا ہوتا ہوں۔ تو میرے دل میں آتا ہے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر کی بجائے "انت اکبر کہوں"، مگر شریعت اس طرح اجازت نہیں دیتی۔ اس واسطے اللہ اکبر کہتا ہوں۔

بندہ کچھ اس کی شرح کرتا ہے۔ یہ مقام مشاہدہ ہے۔ اللہ اکبر کے معنی خدا بڑا ہے "انت اکبر" کے معنی تو بڑا ہے۔ یہ کلمہ خطاب کا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انسانی شکل میں تشریف لائے۔ دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ اور حضورؐ کی خدمت میں عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ احسان کیا ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ کہ جس وقت بندہ عبادت کرنے لگے گویا خدا کو دیکھ رہا ہو۔ اگر ایسا نہ ہو۔ تو ایسا خیال رکھے خاوند تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ اگر یہ بھی نہ ہو۔ تو وہ عبادت میں نہیں ہے۔

[1] حضرت قبلہ عالم رحمت اللہ علیہ کی عبرت کی وجہ یہ تھی۔ کہ آپ جس درجہ کا حضور اپنی نماز میں دیکھنا چاہتے تھے۔ اُس وقت اُس درجہ کا حاصل نہ ہوا تھا۔ اور اپنی نماز کی حقیقت سے اِس قدر متاثر ہوئے۔ کہ آپ سراسر انفعال ہو گئے۔ یہ ایک کامل وصف آپ کی ذات میں اِس درجہ کا تھا۔ کہ اگر تمام دیگر اوصاف اور کمالات کو بھی مدنظر نہ رکھا جائے۔ تو بھی آپ چوٹی کے اولیا میں اوّل درجہ پر شمار ہو سکتے ہیں۔

ایک اور حدیث شریف میں آیا ہے۔ "الصلوٰۃ معراج المومنین" اور یہ بھی حدیث شریف میں آیا ہے "لا صلوٰۃ الا بحضور القلب" یعنی نہیں نماز ہوتی۔ مگر ساتھ حضور دل کے۔ پہلا حکم جو معراج کا ہے۔ یہ خاصوں کے واسطے ہے۔ اگر معراج نہ ہو۔ تو نماز ہو جاتی ہے۔ دوسری حدیث میں حضور دل شرط ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو نماز نہیں ہوتی۔ بوراثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مومنین کو نماز میں معراج ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے "العلماء ورثۃ الانبیاء"

"حکایت" حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ جب مجھے نماز میں معراج ہوئی۔ میری روح مخلوق سے غائب ہوئی۔ اور میں واصل بحق ہوا۔ جب مقام ربوبیت میں پہنچا۔ تو اس جگہ سے ایسا پیالہ پیا۔ کہ ہمیشہ تک اُس کی چاشنی میرے دل سے نہ جائے گی۔ اور ہمیشہ تک دوسرے پیالے کے لئے تمنا میرے دل میں رہے گی۔ اور اُس پیالے کی یاد کی پیاس میرے دل سے کبھی نہ بجھے گی۔ سبحان اللہ اس پیالے کو پی کر وہاں وحدانیت کے ہرے بھرے میدان میں تیس ہزار سال تک اڑا۔ اور تیس ہزار سال فردانیت کے میدان میں اڑتا۔ اور تیس ہزار سال تک احدیت کے میدان میں اڑا۔ جب پورے نوے ہزار سال ہوئے۔ تو میں نے بایزید کو دیکھا۔ اور یہ بھی راز کھل گیا۔ کہ جو کچھ میں نے دیکھا۔ وہ سب کچھ بایزید ہی تھا۔

درود شریف کے فضائل

ایک روز بندہ حاضر خدمت ہوا۔ دوران گفتگو میں آپ نے فرمایا۔ کہ ہم درود شریف اس طرح پڑھتے ہیں۔ گویا خداوند کریم سے مخاطب ہیں پورے حضور سے اور درود شریف کے فضائل یہ ہیں" اور آپ درود شریف خضری پڑھا کرتے تھے۔ یاروں کو بھی اس ہی درود شریف کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ قرآن شریف میں حق سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ آیت اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا "تحقیق اللہ تعالیٰ اور فرشتے درود بھیجتے ہیں اوپر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اے ایمان والو تم بھی درود بھیجو اور سلام ادب سے۔"

نکتہ ایک طرف اللہ تعالیٰ اور فرشتے ہیں۔ دوسری طرف ایمان والے۔ درمیان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پس ثابت ہوا۔ بندوں کے اور خدا کے درمیان نبی صلی اللہ علیہ وسلم واسطہ ہیں اور وسیلہ ہیں۔ رسول کے معنی بھی وسیلہ کے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جو شخص ایک بار ہم پر درود بھیجتا ہے خدا تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمتیں بھیجتا ہے۔ اور دس اس کے گناہ دور کرتا ہے۔ اور دس مرتبے اس کے بہشت میں بلند کرتا ہے۔

دوسری حدیث میں آیا ہے۔ جتنا کوئی زیادہ ہم پر درود شریف بھیجتا ہے۔ اتنا ہی زیادہ ہمارے قریب

ہوتا ہے۔ یعنی معیت اور قرب فیضانِ نبوت سے اس کو نصیب ہوتا ہے وہ یہاں قرب کے معنی جسم کے نہیں ہیں،،

نورالحسن شاہ صاحب کا بیان ہے۔ کہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے ایک دفعہ جبکہ دریائے معرفت عین طغیانی میں لہریں مار رہا تھا۔ ارشاد فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر چار مردان خدا کو جو راستہ دیا گیا ہے۔ وہ کسی دوسرے صاحب کو نہیں دیا گیا۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ۔ حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ۔ تیسرے حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ۔ چوتھی بار چپ،، چونکہ آپ کبھی کسی کو اپنی طرف کوئی اشارہ کرتے ہوئے پاتے۔ تو سخت برہم ہو جاتے۔ چہ جائیکہ خود فرماتے۔ چونکہ اس وقت تلاطم بحر توحید نے یہ چند جواہر کسی خاص وجہ کیلئے کنارہ اظہار پر الٹ دیئے۔ جن کا نکلنا نہایت دشوار اور ناممکن تھا۔

اور پھر فرمایا۔ قل اللہ ثم ذرہم۔ یعنی کہو اللہ اور چھوڑ سب کو۔ پھر فرمایا مقصود اصل میں یہ ہے تطہیر ماسوی ہو۔ اور سب باتیں کھیل ہیں۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لوگوں نے عرض کی۔ کہ حضور آپ بڑے صاحب کرامت ہیں۔ کہ پانی کی سطح پر چلتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ کرامت نہیں ہے۔ لکڑی کے ذرا ذرا سے ٹکڑے پانی پر تیرتے پھرتے ہیں۔ اس وقت لوگوں نے کہا۔ یہ تو کرامت ہے۔ کہ آپ ہوا میں اڑتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ بھی کچھ کرامت نہیں۔ ذرا ذرا سے مچھر بھی ہوا میں اڑا کرتے ہیں۔ لوگوں نے کہا۔ یہ تو ضرور بڑی کرامت ہے کہ آپ ایک رات میں مکہ معظمہ پہنچ جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ بھی کچھ نہیں۔ کیونکہ جادوگر ایک رات میں کوہ دماوند سے ہندوستان تک پہنچ جاتے ہیں۔ پھر لوگوں نے کہا۔ کہ حضور اچھا۔ اب آپ ہی فرمائیں۔ مردوں کا کیا کام ہے آپنے فرمایا۔ کہ دل کو سوائے خدا پاک کے کسی سے نہ لگائے۔

اور ایک دفعہ فرمایا۔ جو پیر جبراً مریدوں کے گھر میں جا بیٹھتے ہیں۔ یہ ظالم تھانہ داروں سے کم نہیں ہیں۔ اور فرمایا۔ کہ کسی شیخ نے کسی مرید کو وظیفہ فرمایا ہو۔ عام لوگ کہتے ہیں۔ کہ اس کو ظاہر نہیں کرنا چاہیئے۔ ہمارے خیال میں ظاہر کرنے سے کوئی حرج نہیں ہے۔ جو پیر کیطرف سے نسبت القا ہوئی ہو۔ وہ تو کبھی زائل نہیں ہو سکتی۔ اور فرمایا۔ اکثر مشائخ کہتے ہیں۔ کہ جو اپنے طریقہ میں داخل ہو۔ اس کو ذکر تلقین کرنا چاہیئے۔ ہم تو چاہتے ہیں۔ یہ سنگریزے بھی اللہ اللہ کرنے لگ پڑیں۔ فرمایا حضرت صاحب للّٰہوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے والے۔ اور حضرت صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے والے کیسے اچھے ڈھانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں یعنی ان کی طبیعتیں بہت ہی سلیم واقع ہوئی ہیں۔

ایک روز حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا۔ کہ دیوار کی ایک ایک اینٹ بھی صاحب فکر کے واسطے بڑا وعظ ہے۔ مگر غفلت میں انسان غرق ہے۔ اور فرمایا کرتے۔ غور سے دیکھو۔ یہ کپڑا جو تم نے پہنا ہوا ہے۔ یوں ہی نہیں بن گیا ہے۔ پہلے کپاس بوئی۔ اور پھر وہ اُگی۔ اور پھول پھل لگا۔ جب کپاس چنی۔ تو اس کو دھوپ میں سکھا کر خوب لکڑی سے ستیاناس کیا۔ اس پر بس نہیں۔ پھر اس کو بیلنے میں سے بیل کر نکالا۔ پھر جب روئی اور بنولے ایک ایک علیحدہ ہو گئے۔ تو اب اس کی شامت آگئی۔ اب دھنکنے میں اس کا بند بند جدا کیا گیا۔ پھر اس کی پونیاں بناتے ہیں۔ پھر چرخے میں سوت نکالا جاتا ہے۔ پھر کپڑا کس مشکل سے بنتا ہے۔ اس کے بعد پھر جب ذرا سا میلا ہو جائے۔ تو دھوبی اس کو گرم پانی میں ہو کر پٹڑے پر گھاٹ پر مارتے ہیں۔ یہ حال تو کپڑے کا ہے۔ جس کو پہن کر خوش ہوتے ہیں۔ تو کیا انسان بغیر تکلیف ہی کے انسان بن جاتا ہے۔ جو جو کسب والا حاضر خدمت ہوتا۔ اُسے اس کے کسب یا پیشہ کے مطابق تعلیم ہوتی تھی۔

ایک روز فرمایا۔ کہ اپنے نفس کی خواہش کے لئے اچھا سمجھ کر کام کرنا۔ اس سے بہتر ہے۔ کہ کسی کے کہنے سے کنوئیں میں گر پڑنا۔ اور فرماتے "دو کھسرے نال کھسرا سویا نہ کچھ لیا نہ کچھ دیا"۔ یعنی ناقص ناقص سے ملا۔ تو اس سے کچھ فائدہ مرتب نہیں ہوتا۔ اور فرمایا کرتے تھے "آپ نہ جوگی گوانڈھ ولائے"۔ یعنی جو خود نسبت ہی نہیں رکھتا۔ وہ کسی کو کیا فائدہ پہنچا دے گا۔

ایک روز بندہ نے عرض کی۔ کہ آپ بہت خرچ کرتے ہیں۔ جواب میں فرمایا۔ میں کیا خرچ کرتا ہوں۔ مفت میں روٹی کھا لیتا ہوں۔

ایک روز ایک شخص حاضر خدمت ہوا۔ اور عرض کی۔ مجھے کچھ پڑھنے کے لئے ارشاد فرماویں۔ آپ نے جواب دیا۔ تم کس طریقہ میں داخل ہو۔ اس نے کہا۔ چشتی طریق میں داخل ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ وہ طریق تو بہت اچھا ہے۔ اُس نے کہا۔ مجھے فائدہ تو کچھ نہیں ہوا۔ اور میرے پیر فوت بھی ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ وہ نہیں فوت ہوئے۔ تو فوت ہو گیا ہے۔ اس واسطے کہ تیرا اعتقاد جاتا رہا۔ اور اُس کے ساتھ آپ ناراض ہو گئے۔

ایک روز ایک شخص حاضر خدمت ہوا۔ اس نے عرض کی۔ جب میں نماز شروع کرتا ہوں۔ تو جب اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ پر پہنچتا ہوں۔ تو گر پڑتا ہوں۔ اور بے ہوش ہو جاتا ہوں۔ اور پھر ہوش میں آتا ہوں۔ تو پھر کھڑا ہوتا ہوں اور پھر اُسی طرح گر جاتا ہوں۔ علماء کہتے ہیں۔ تیرا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اور تیری نماز بھی نہیں ہوتی میں حیران ہوں کہ کیا کروں۔ آپ نے اس کو گلے سے لگایا۔ اور فرمایا۔ اصل نماز تو تیری ہی ہے۔ اور فرمایا کرتے تھے "استقامت بہ از کرامت"۔ اس کی شرح بہت ہے۔ خداوند کریم فرماتے ہیں۔ فَاسْتَقِمْ کَمَآ اُمِرْتَ" یعنی کھڑا رہو۔ جس طرح امر کیا گیا۔ دوسری جگہ فرمایا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا۔

استقامت سے کرامات پیدا ہوتی ہیں۔ اس واسطے استقامت سے کرامات افضل نہیں ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ کہ بزرگوں کی مجلس میں خاموشی اور ادب سے بیٹھنے سے طرح طرح کے فیض حاصل ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ہمارے حضرت خواجہ سید امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بعض عورتیں جاتی تھیں۔ تو اُن کا قلب ذکر سے جاری ہو جاتا تھا۔ اور وہ ذاکر ہو جاتی تھیں۔ جو آج مردوں میں سے بھی کوئی خاص ہی نظر آتا ہے۔ پہلے ایام میں عام لوگ اور طلباء مسجدوں میں درس تدریس کرتے تھے۔ اور گداگری کر کے اپنا پیٹ بھر کے تعلیم کے شوق کو پورا کرتے تھے۔ تو ان کے علم و عمل میں برکت اور اثر تھا۔ مگر آج کل ہر ایک شخص انگریزی طریقہ کا مشتاق ہے۔ مولوی لوگ بھی سرکاری تعلیم گاہوں میں علم حاصل کرتے ہیں۔ کوئی مولوی عالم کی ڈگری حاصل کرتا ہے۔ اور کوئی مولوی فاضل بنتا ہے۔ مگر دراصل پہلا شوق اور اثر نظر نہیں آتا۔

آپ نے فرمایا۔ عدالتوں (یعنی غیر شرعی عدالتوں) میں جانا حرام ہے۔ یہ کل پیر اور سجادہ نشین لوگ بھی عدالتوں میں جا کر ایمان فروشی کرتے ہیں۔ قرآن شریف کے فیصلہ پر کوئی عمل نہیں کرتا۔ جا بجا بنک (زمیندارہ بنک) کھلے ہوئے ہیں۔ چونکہ ان کا لین دین سود پر ہے۔ لہٰذا یہ اصل میں ناجائز ہیں۔ اس سے بچنا ضروری ہے۔ ہم لوگ حرام خور۔ حرام مال کھا کھا کر کچھ فکر اور ڈر نہیں رکھتے۔ کہ کل کو خدا کے سامنے کیا جواب دینگے۔

ایک شخص بوتل میں پانی دم کرانے کے لئے آیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ دم دوا اور دعا تو زندگی کے حیلے ہیں۔ موت کا کوئی علاج نہیں۔ آخر مرجانا ہے۔ آخر مرجانا ہے" بار بار دم کرانے کی کیا ضرورت ہے۔ جب موت آجائیگی۔ کچھ بن نہ سکے گا۔ ہر وقت خداوند کریم کی یاد ضروری ہے۔ یہ وقت غنیمت ہے اس میں جو کچھ کرنا ہے۔ کر لو یہ وقت پھر نہیں ملے گا۔

در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری است — وقت پیری گرگ ظالم میشود پرہیزگار

حکیم نور حسین صاحب کا بیان ہے۔ بتاریخ ۱۱ اپریل ۱۹۲۷ء کو خادم معہ حافظ محمد صاحب امام مسجد کشمیریاں و میاں رکن الدین سکنہ ڈنگہ حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے رکن الدین سے پوچھا۔ کہ آپ کس خاندان میں بیعت ہیں۔ اُس نے کہا۔ کہ مَیں خاندان چشتیہ میں حضرت پیر سید مہر علیشاہ صاحب گولڑوی کے خاندان میں بیعت ہوں" پھر آپ نے فرمایا۔ آپ مجھ سے عمر میں بڑے ہوں گے۔ جو بات آج سے بیس پہلے تھی۔ وہ اب نظر آتی ہے؟ خواجہ شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیالوی کے جانشین اپنے دادا صاحب کے طریقہ پر عامل ہیں۔ اور ان کی پیروی کر رہے ہیں؟ اس نے کہا۔ کہ واقعی وہ بات نظر نہیں آتی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہاں آنے کی تکلیف کیسے کی ہے۔ اُس نے عرض کی۔ کہ دعا کریں۔ کہ خاتمہ بالخیر ہو۔ اور کچھ مختصر وظیفہ پڑھنے کی اجازت

فرمائی جائے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ آپ کے پاس کافی وظیفہ لسانی کا مجموعہ ہے۔ جو کہ پیر صاحب نے آپکو بتلادیا ہے ان پر عمل کرو۔ کافی ہے۔ قرآن شریف اور درود شریف سے بڑھکر اور کیا وظیفہ ہے۔ غائب کا علم کسی کو نہیں۔ وقت خاتمہ خداوندکریم کے اختیار میں ہے۔ یہ کس کو معلوم ہے۔ کہ خاتمہ اچھا ہوگا۔ یا برا ہوگا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔ اپنی طرف سے کچھ کہنا ہی بہتر ہے۔ اگر روزازل سے آپ کی قسمت میں برا لکھا ہے۔ تو میں اس کو اچھا نہیں کر سکتا۔ آپ کچھ کیا کریں۔ موت ضروری ہے۔ پھر حافظ محمد صاحب سے مخاطب ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ قرآن شریف کا ترجمہ دیکھا کرو۔ ذکر اسم ذات میں کوشش کیا کرو۔ حافظ صاحب نے عرض کی۔ کہ میرا باپ دادا اور میں خود حافظ ہوں۔ مگر میرا لڑکا پڑھنے کیطرف خیال اور توجہ نہیں کرتا۔ دعا کریں۔ کہ خداوندکریم اسے ذوق وشوق نصیب کرے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ خداوندکریم رحم کرے اور توجہ باطنی سے پھر حافظ صاحب کو سیراب کیا۔ اور تلقین بھی فرمائی۔ پھر اس غلام بے دام کیطرف رجوع کیا۔ اور ہدایت فرمائی۔ کہ تم کو دیگر لوگوں کو ہمراہ لانے کی کیا ضرورت ہوتی ہے۔ عوام کو ہمراہ لیکر آجاتے ہو۔ تم اپنی حالت درست کرو۔ دوسروں کی تم کو کیا فکر ہے۔ یہ اچھا نہیں۔ اگر کبھی آنا ہو۔ تو اکیلے آیا کرو۔ ہمراہ کسی کو لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تمہارے پاس کتاب مرآۃ المحققین ہے۔ اس کا مطالعہ کیا کرو۔ بندہ نے عرض کی۔ یہ کتاب میرے پاس نہیں ہے۔ تو آپ نے اپنے پاس سے ایک جلد مذکور مرحمت فرمائی۔ اور اجازت ملنے پر واپس گھر آگئے۔

قاضی ضیاء الدین لاہوری بیان فرماتے۔ کہ ایک دفعہ میں حاضر خدمت ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کہ عام لوگ تعجب کرتے ہیں۔ کہ مسجد کسطرح اتنی جلدی تیار ہوگئی۔ پھر فرمایا۔ کہ ہم کو تو یقین ہے۔ کہ مسجد کی عمارت میں ایک اینٹ معمار لگاتے ہوں گے۔ اور دو اینٹیں فرشتے لگاتے ہوں گے۔

تیمم کی حقیقت

ایک روز بندہ آپ کے ہمراہ لاہور میں بر مکان خلیفہ غلام علی قانونگو گیا۔ یہ شخص آغا سکندر شاہ صاحب کا مرید تھا۔ وہاں دس پندرہ جنٹل مین بھی جمع تھے۔ انہوں نے تیمم کے مسئلہ پر مخول اڑایا۔ اور حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کو مخاطب کیا۔ آپ خاموش ہو گئے۔ اور بندہ کیطرف توجہ فرمائی۔ بندہ ان جنٹل مینوں کی طرف مخاطب ہوا۔ بندہ نے اس وقت سوچا۔ کہ یہ مسئلہ کی بات تو نہیں سمجھیں گے۔ ان لوگوں کو کسی اور طریقہ سے ہی سمجھایا جائے۔ بندہ نے ان جنٹل مینوں پر سوال کیا۔ کہ تم لوگ مسمریزم کے قائل ہو۔ انہوں نے کہا۔ ہم نے مسمریزم کا اثر دیکھا ہوا ہے ایک بولا۔ کہ ایک دفعہ تو یہ دیکھا۔ کہ ایک چھڑی کو ہاتھ میں پکڑا۔ اور مسمریزم کے عامل نے اس پر توجہ کی۔ پھر

۱؎ فهم من فهم ومن لم يفهم وقع في الحيص والبيص۔ مرتب

چھڑی سے ہاتھ علیحدہ کر لیا۔ اور وہ چھڑی ہوا میں برابر کھڑی رہی۔ دوسرا یوں کہ میں نے یہ دیکھا۔ کہ ایک بندر درخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس درخت کے نیچے پانی تھا۔ اس پانی میں بندر کا عکس پڑ رہا تھا۔ اس عکس پر مسمریزم والے نے خیال سے بندوق چلائی۔ اور اُسی وقت اصلی بندر درخت سے نیچے آگرا۔ پھر بندہ نے اُن پر سوال کیا۔ کہ مسمریزم کیا چیز ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ کہ خیال کا یکسو کرنا ہے۔ پھر بندہ نے کہا۔ کہ آپ تیمم کو جانتے ہیں۔ کہ کیا چیز ہے۔ اس میں بھی نیت کا کرنا فرض ہے۔ نیت ایک خیال ہے۔ جب چھڑی ہوا میں کھڑی ہو سکتی ہے۔ اور بندر نیچے گر سکتا ہے۔ اور آدمی پاک نہیں ہو سکتا؟ تو خیال سے نجاست دور نہیں ہو سکتی۔ یہ سُنکر وہ جنٹل مین لاجواب ہو گیا۔

ذکر خفی اور جہر

ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی۔ کہ ذکر خفی ایسا ہے جیسا کہ سُوئی سے زمین کا کھودنا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر ذکر جہر ایسا ہے۔ تو ذکر خفی اس طرح ہے۔ کہ جس طرح کنوئیں میں کھدائی کے وقت رستہ (یعنی حجام) کا لگا دینا ہے۔ حضرت میانصاحب رح ہمیشہ ذکر خفی کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ ذکر جہر کے بھی برخلاف نہ تھے۔

تصور اور رابطہ

حضرت میانصاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ یاروں کو تصور کا حکم نہیں فرماتے تھے۔ مگر کسی کو نسبت رابطہ پیدا ہو جاتی۔ تو خوشی کا اظہار فرماتے۔ بندہ نے آپ کے ابتدائی حالات میں دیکھا ہے۔ کہ بعض وقت آپ بڑے زور سے اٹھ کر گھومنے لگتے۔ بندہ اس وقت خیال کرتا۔ کہ آپ نے یہ کیا حرکت کی ہے۔ تو آپ فرماتے دو حضرت خواجہ قدس سرہٗ ہر سُو نظر آتے ہیں۔

میراں بخش مخی کھیم کرنوی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بیعت کی درخواست کی۔ آپ نے اُسے فرزندی میں قبول فرمالیا۔ ایک دن بندہ نے دیکھا۔ کہ میراں بخش ایک طرف یکسو ہو کر ٹکٹکی باندھے کھڑا ہے بندہ نے پوچھا کیوں کیا ہے؟ اُس نے جواب دیا۔ حضرۃ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ روبرو کھڑے ہیں حالانکہ میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت موجود نہ تھے۔

(مولف) تصور اور رابطہ میں فرق ہے۔ تصور تکلف سے کرنا پڑتا ہے۔ اور رابطہ خود بخود ہو جاتا ہے۔ جو نسبت شیخ اپنے مرید کے دل میں القار کرتا ہے۔ وہی نسبت متشکل بہ شیخ ہو کر طالب صادق کو نظر آتی ہے۔ اگر طالب چاہے بھی کہ یہ صورت نظر نہ آئے۔ لیکن بسبب رابطہ اور نسبت یہ برابر خواب اور بیداری میں اُسے نظر آتی رہتی ہے۔

جیسا کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات جلد اول صفحہ ۷، مکتوب ۳۰ میں ایک طالب کو جواب میں تحریر فرماتے ہیں

اللہ تعالیٰ کی حمد

ہے۔ اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔
صحیفہ شریف جو دو عزیز بھائیوں نے ارسال کیا تھا۔ پہنچا۔ اور کیفیات احوال جو اس میں درج تھیں واضح ہوئے۔ خواجہ محمد اشرف نے لکھا تھا۔ کہ نسبت رابطہ کی ورزش یہاں تک غالب آگئی ہے۔ کہ نمازوں میں اس کو اپنا مسجود جانتا اور دیکھتا ہوں۔ اگر بالفرض اس کو دور بھی کرنا چاہتا ہوں۔ تو نہیں ہو سکتا۔ اے محبت کے نشان والے۔ طالب اسی دولت کی تمنا کرتے ہیں۔ اور یہ ہزاروں میں سے ایک کو ملتی ہے۔ ایسے حال والا شخص کامل مناسبت کی استعداد رکھتا ہے۔ اور شیخ مقتدا کی تھوڑی صحبت سے تمام کمالات کو جذب کر لیتا ہے۔ رابطہ کی نفی کیوں کرتے ہیں۔ رابطہ مسجود الیہ ہے۔ نہ مسجود لہ۔ محرابوں اور مسجدوں کی نفی کیوں نہیں کرتے۔ اس قسم کی دولت سعادت مندوں کو میسر ہوتی ہے۔ تاکہ تمام احوال میں صاحب رابطہ کو اپنا وسیلہ جانیں۔ اور تمام اوقات اسی کی طرف متوجہ رہے۔ نہ ان بدبخت لوگوں کی طرح جو اپنے آپ کو مستغنی جانتے ہیں۔ اور اپنی توجہ کے قبلہ کو اپنے شیخ کی طرف سے پھیر لیتے ہیں۔ اور اپنے معاملہ کو درہم برہم کرتے ہیں۔ دیگر یہ آپ نے اپنے فرزند کی والدہ کے فوت ہونے کی خبر لکھی تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر فاتحہ پڑھا گیا۔ پڑھنے کے وقت قبولیت کا اثر مفہوم ہوا۔ مولانا حاجی محمد طاہری نے کہا تھا۔ کہ قریباً دو ماہ گذرے ہونگے۔ کہ مشغولی میں فتور پڑا ہوا ہے۔ اور وہ ذوق اور حلاوت جو پہلے حاصل تھی۔ اب نہیں رہی اے میرے دوست اگر دو چیزوں میں فتور نہیں آیا۔ تو کچھ غم نہیں۔ ان میں سے ایک شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت ہے۔ دوسرے اپنے شیخ کی محبت و اخلاص۔ ان دو چیزوں کے ہوتے اگر ہزار ظلمات طاری ہو جائیں۔ تو کچھ غم نہیں۔ آخر اس کو ضائع نہ چھوڑیں گے۔ اگر نعوذ باللہ ان دو چیزوں میں سے ایک میں نقصان پیدا ہو جائے۔ تو پھر خرابی ہی خرابی ہے۔ اگرچہ حضور و جمعیت ہی سے رہے۔ کیونکہ استدراج ہی ہے۔ جس کا انجام خراب ہے۔ بڑی عاجزی اور زاری کے ساتھ حق تعالیٰ سے دعا مانگتے رہیں۔ کہ ان دو امروں پر استقامت عطا فرمائیں۔ کیونکہ یہی اصل مقصود اور نجات کا مدار ہے۔ آپ کو اور تمام دوستوں کو خاص کر ہمارے پرانے دوست مولانا عبدالغفور سمرقندی کو السلام علیکم پہنچے۔

(مولف) تصور کے بارے میں شرعی و عقلی دلائل غور سے پڑھیں وہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ تَفَکَّرُوْا فِیْ صِفَاتِہٖ وَلَا تَتَفَکَّرُوْا فِیْ ذَاتِہٖ۔ یعنی فکر کرو (سوچو) اس کی صفات میں اور نہ سوچو اس کی ذات میں" اور قرآن پاک میں خدا تعالےٰ اپنے پیارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب ارشاد فرماتا ہے۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ یعنی اے محمد۔ کہدے اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو۔ تو میری تابعداری کرو۔ اللہ تم کو دوست رکھے گا۔ پھر پارہ عا میں زمین و آسمان کی پیدائش کے فکر کرنے میں ارشاد باری تعالےٰ

ہے۔ کہ اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بیشک آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے میں اور رات دن کے اختلاف میں البتہ داناؤں کے لئے نشانی ہے۔ جو لوگ اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر اور اپنے پہلوؤں پر، اور فکر کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں" ان ہر دو آیات سے ثابت ہے کہ خداوند تعالےٰ کا دیکھنا اس کی ذات کا دیکھنا ہے۔ کیونکہ وہ ذات ہر حدوث سے منزہ و پاک ہے۔ بیچون و بے چگوں ہے۔ یہ آنکھیں ہماری عارضی اور ظاہر بین اس نُور پاک کو نہیں دیکھ سکتیں۔ سو اس کے عرفان کا یہی طریقہ ہے۔ کہ جس طرح گم شدہ مال سراغ سے مل جاتا ہے۔ ویسے ہی اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے دیکھنے سے خالق کا پتہ مل جاتا ہے۔ مولٰنا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

سرمد مغ عشق درد منداں دانند — نہ خود منشا و خود پسنداں دانند

از نقش تواں بسوئے نقاش شدن — ایں نقش غریب نقشبنداں دانند

چونکہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اور باریتعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق میں سے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْۤ اٰدَمَ کا اعزاز اور خلافت کا تاج اسی انسان کو بخشا ہے۔ پس اس کا دیکھنا اور اس کی محبت خدا کا دیکھنا اور خدا کی محبت ہے۔ بلکہ ذکر کے ساتھ خاص بندۂ خدا کا دیکھنا شرط ہے۔ اور شرط بغیر مشروط کے فوت ہو جاتی ہے اور مشروط سوائے شرط کے کالعدم سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے بندگانِ خدا جو ہر وقت ذکر شغل میں رہتے ہیں۔ اُن کے چہرۂ زیبا کی جانب خیال رکھنا بھی شرط ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ ۔ یعنی ضبط کر اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ کہ رب اپنے کو رات اور دن یاد کرتے ہیں۔ اور مت پھیر اپنی آنکھوں کو اُن سے۔ اس آیت سے صاف ثابت ہوا۔ کہ بندگانِ خدا کی محبت اور ان کا دیکھنا فرض ہے۔ اسی خیال رکھنے کا نام فکر ہے۔ اور اسی کو تصوّر کہتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود بندگانِ خدا کے دیکھنے کی تعریف فرماتے ہیں۔ حدیث۔ اَلنَّظَرُ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ عِبَادَةٌ" تحقیق دیکھنا اُن کے چہرہ پر بڑی عبادت ہے۔ پھر دوسری حدیث شریف میں فرمایا۔ هُمُ الَّذِیْنَ اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ۔ یعنی وہ لوگ ہیں۔ کہ جب دیکھے جاویں۔ تو اللہ یاد آوے"۔ ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی نسبت ارشاد فرماتے ہیں۔ مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ۔ یعنی جس نے مجکو دیکھا۔ پس اُس نے حق کو دیکھا۔

اسی طرح قرآن پاک میں اللہ جل جلالہٗ بار بار تاکید فرماتے ہیں۔ کہ میری پیدائش میں فکر کرو! اور مخلوق کو دیکھو۔ تو تم کو میرا خالق ہونے کا پتہ مل جائے گا۔ چنانچہ رب کائنات اللہ کا نشان ہے۔ مگر افضل تر

اِنسان ہے۔ پس فضل کا دیکھنا سب سے اولیٰ و برتر ہے۔ جس کی شان میں حدیث قدسی وارد ہے۔ اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ۔ یعنی آدمی میرا بھید ہے۔ اور میں اُس کا بھید ہوں" پس خوب یاد رکھو! صوفیائے کرام جو ہمیشہ عشق الٰہی میں محو رہتے ہیں۔ یہ لوگ جب مراقبہ کرتے ہیں۔ اس وقت ذکر کے ساتھ فکر کو جو ایک لازمی اور ضروری شرط ہے۔ اور تنظیماً محبت کا خیال بباعث صحبت دوامی کے ہمیشہ دل میں جمائے رکھتے ہیں یعنی اپنے مرشد کی صورت کا خیال یا تصور اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ تاکہ تخیلاتِ فاسدہ سے بچتے رہیں۔ کیونکہ بڑے بڑے زاہد و عالم اور بندگان خدا کا نفس جب سرکش اور غالب ہو جاتا ہے۔ تو سنبھالا نہیں جاتا۔ جب کہ ایک مومن۔ موَاحد۔ بندۂ خدا جو اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر بھی جانتا ہو۔ اور یہ بھی سمجھتا ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ میرے اس فعل یا ارادۂ فاسد کو دیکھ رہا ہے۔ پھر بھی اُس پر نفس سرکش قابو پالیتا ہے۔ ہاں اگر ایسے وقت میں ان کے پاس کوئی نابالغ لڑکا آٹھ۔ نو ۹ سال کا بھی موجود ہو۔ تو ان کو حیا اور شرم آجاتی ہے۔ افسوس جب ایک بچے سے نفس کی سرکشی کے وقت بوجہ شرم و حیا کے اُس فعل یا ارادہ سے باز رہتا ہے۔ پھر چہ جائیکہ صورتِ بادی و مرشد پیش نظر ہو۔ اور مرتکب معاصی ہو۔ ہرگز ہرگز نہیں۔ اسی واسطے حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں خداوند تعالیٰ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ (یعنی) اور اُس عورت نے ارادہ بد کیا۔ یوسف ؑ سے۔ اور یوسف ؑ بھی ارادہ کر ہی چکا تھا اگر نہ ہوتا۔ کہ اُس نے دیکھ لی دلیل اپنے پروردگار کی۔ وہ نشانی یا دلیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا چہرہ مبارک تھا۔ جو عین وقت پر حضرت یوسف علیہ السلام کو نظر آیا

(مؤلف) سمجھنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ ورنہ دلائل تو اور بھی بے شمار موجود ہیں۔ زیادہ دیکھنا ہو تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رح کی کتاب قول الجمیل میں اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات میں اور مولانا عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ کی کتاب نفحات الانس میں اور رشحات میں اور حضرت محمد اسحٰق محدث دہلوی رح کی کتاب مائۃ المسائل میں اور حضرت اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ارشاد الطالبین میں اور حضرت یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں اور امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب احیاء العلوم میں اور شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب عوارف المعارف میں اور دیگر کتب تصوف میں دیکھو۔ بخوبی ثابت ہے۔ (توضیح العقائد)

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بعد نماز مغرب وظائف سے فارغ ہو کر یہ اسم بڑے ذوق شوق سے پڑھا کرتے تھے "یا حضرت سلطان شیخ سید عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ"

ایک دن دو شخص حاضر خدمت ہوئے۔ جو لاہور سے آتے ہوئے رستہ میں اسی وظیفہ کے متعلق بحث

کرتے آئے تھے "ایک کہتا تھا کہ آپ یہ اسم نہیں پڑھا کرتے دوسرا کہتا کہ آپ پڑھا کرتے ہیں حتیٰ کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے دیکھ کر فرمایا "کون کہتا ہے۔ کہ میں نہیں پڑھا کرتا" پھر آپ نے یہی اسم کئی بار اُن کے سامنے بھی پڑھا۔

(مؤلف) اس اسم کے متعلق تھوڑی سی شرح کی جاتی ہے۔ بعض حضرات اس وظیفہ کا پڑھنا شرک قرار دیتے ہیں۔ ایک دفعہ بندہ قصور میں چند علمائے اہلحدیث کی مجلس میں بیٹھا تھا جن میں حکیم سردار علی صاحب اہل حدیث ساکن رکھانوالہ بھی موجود تھے۔ انھوں نے بندہ نے سوال کیا۔ کہ یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کہنا کیسا ہے؟ بندہ نے کہا کیوں کیا ہے! انھوں نے کہا شرک ہے۔ بندہ نے کہا شرک کی تعریف کیجئے۔ تعریف میں تمام خاموش رہے۔ پھر بندہ نے اُن سے کہا۔ کہ آپ شرک کی تعریف نہیں کر سکتے۔ تو اس عبارت کے ہی معنی کرو۔ جسے تم شرک کہتے ہو۔ حکیم سردار علی نے جب ترجمہ کیا۔ اور جس وقت "عبد القادر" کے ترجمہ پر پہنچا یعنی "بندہ قادر کا" تو بندہ نے کہا بس! یہاں شرک تو نہ رہا۔ سنئیے شرک کی تعریف یہ ہے۔ کہ خدا کی ذات میں صفات میں اور افعال میں کسی کو شریک ٹھہرانا یعنی کسی کو خداوند تعالیٰ کا مددگار بنانا۔ جب بشر کسی کو اپنا مددگار بنائے تو اس میں کونسا شرک ہے۔ جیسا کہ مشرک لوگ کہا کرتے تھے۔ کہ جب تک خدا کے ساتھ کوئی دیوتے مدد نہ کریں خدا اپنی صفات سے کوئی فعل نہیں کر سکتا۔ یہ عقیدہ شرکیہ ہے۔

خدا کی ذات صاحب "کن فیکون" ہے۔ اس ذات کو کسی مددگار کی حاجت نہیں۔ وہ جو کچھ کرنا چاہتا ہے اپنے افعال سے کرتا ہے۔ بندہ چونکہ محتاج ہے اسباب کا۔ اس عالم اسباب میں جو کام کرتا ہے۔ اسباب کی مدد سے کرتا ہے۔ آدمی کو ایک مکان بنانے میں کتنے مددگاروں کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ خداوند کریم نے اس دنیا میں اپنی حکمتوں اور مصلحتوں کو اسباب کے سرپوش کے نیچے چھپایا ہوا ہے۔ ہر انسان کے فعل کے ساتھ خداوند تعالیٰ کی خلق ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ اپنی پاک کلام میں ارشاد فرماتا ہے۔ یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تجھ کو اللہ تعالیٰ اور تیرے تابعدار مومن کافی ہیں اور سوال کرتے ہیں۔ کہ جن سے تم مدد طلب کرتے ہو۔ وہ تو مر کر مٹی ہو چکے ہیں۔

(جواب) ہم افسوس کرتے ہیں۔ کہ ان کی نظر مٹی پر ہی رہی کاش ان کو کچھ روحانیت سے مناسبت ہوتی تو حدیث معراج شریف کو غور سے دیکھتے "حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء نے میری اقتدا کی" تو سمجھ جاتے کہ روح ہاقی رہنے والی چیز ہے۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عروج کے وقت یعنی معراج کے موقعہ پر آواز دی "السلام علیکم یا اوّل یا آخر" تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے دریافت فرمایا "یہ کس کی آواز ہے؟ حضرت جبرائیل نے عرض کیا۔

کہ آپ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ کو سلام کہہ رہے ہیں۔
غور کرو۔ اور فکر سے کام لو ——— افسوس تو اس بات کا ہے۔ کہ باوجود دعویٰ علم رکھنے کے بھی اِن لوگوں کی نظر مٹی تک محدود ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب ۱۶ صفحہ ۸۰ جلد دوم میں لکھتے ہیں: "غور سے پڑھو۔ برزخ صغریٰ چونکہ ایک جہت سے دنیاوی وطنوں میں سے ہے۔ اس لئے ترقی کی گنجائش رکھتا ہے اس مقام کے احوال مختلف اشخاص کے حالات پر نظر کرنے کے باعث باہم بہت فرق رکھتے ہیں۔ اَلْاَنْبِیَآءُ یُصَلُّوْنَ فِی الْقُبُوْرِ (انبیاء قبر میں نماز پڑھتے ہیں) آپنے سنا ہوگا۔ اور ہمارے حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہٖ الصلوٰۃ والسلام معراج کی رات جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی قبر پر گذرے۔ تو دیکھا کہ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور جب اُسی وقت آسمان پر پہنچے۔ تو حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کو وہاں پایا۔

اس مقام کے معاملات نہایت عجیب وغریب ہیں۔ آج کل فرزند اعظم مرحوم کی تقریب پر اس مقام کیطرف بہت نظر کی جاتی ہے۔ اِس لئے نہایت ہی عجیب وغریب اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر ان کا تھوڑا سا حال بھی بیان کیا جائے۔ تو بڑے فتنے پیدا ہو جائیں: اگرچہ جنت کا چھت عرش مجید ہے۔ لیکن قبر بھی جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے۔ عقل کوتاہ اندیش ان باتوں کے تصور سے عاجز ہے۔ وہ اور ہی آنکھ ہے۔ جو اس قسم کی عجوبہ باتوں کو دیکھتی ہے ۔

(مؤلف) اور پھر آگے مکتوب ۵۸ جلد دوم صفحہ ۱۹۰ میں لکھتے ہیں:-

جن جو مختلف شکلیں بن جاتے ہیں۔ اور مختلف جسدوں میں متجسد ہو جاتے ہیں۔ اُس وقت ان سے اعمال عجیبہ جو ان شکلوں اور جسدوں کے مناسب ہیں۔ ظہور میں آتے ہیں۔ ان میں کوئی تناسخ اور حلول نہیں۔ جب جنوں کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اس قسم کی طاقت حاصل ہے۔ کہ مختلف شکلوں میں ظاہر ہو کر عجیب وغریب کام کریں۔ تو اگر کاملین کی ارواح کو یہ طاقت بخش دیں۔ تو کونسی تعجب کی بات ہے۔ اور دوسرے بدن کی ان کو کیا حاجت ہے۔ اس قسم کی ہیں وہ بعض حکائیتیں جو بعض اولیاء اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک ساعت میں مختلف مکانوں میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور مختلف کام اِن سے وقوع میں آتے ہیں۔ یہاں بھی اِن کے لطائف مختلف جسدوں میں متجسد ہو کر اور مختلف شکلوں میں متشکل ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اس عزیز[1] کا حال ہے۔ جو ہندوستان میں وطن رکھتا ہے۔ اور کبھی اپنے ملک سے باہر نہیں نکلا۔ بعض حضرات مکہ معظمہ سے آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہم نے اس عزیز کو حرم کعبہ میں دیکھا ہے۔ اور ہمارے اور اس عزیز کے درمیان ایسی ویسی باتیں ہوئی ہیں۔ بعض نقل کرتے ہیں۔ کہ ہم نے اس کو روم میں دیکھا ہے۔ اور

[1] عزیز سے مراد خاکسار کے خیال میں عجب نہیں کہ حضرت مجدد صاحبؒ کی اپنی ذات ہو دراصل، یا آپکے والد بزرگوار مراد ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب

بعض بغداد میں دیکھ کر آئے ہیں۔ یہ سب اس عزیز کے لطائف ہیں۔ جو مختلف شکلوں میں ظاہر ہوئے ہیں۔ اور اس عزیز کو ان شکلوں کی نسبت اطلاع نہیں ہوتی۔ اسی واسطے لوگوں کے جواب میں کہتا ہے۔ کہ یہ سب مجھ پر تہمت ہے میں اپنے گھر سے باہر نہیں گیا۔ نہ میں نے حرم کعبہ کو دیکھا ہے۔ اور میں روم و بغداد کو نہیں جانتا اور نہیں پہچانتا کہ تم کون ہو۔

اسی طرح حاجتمند لوگ زندہ اور مردہ بزرگوں سے خوف و ہلاکت کے وقت مدد طلب کرتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں۔ کہ ان بزرگوں کی صورتوں نے حاضر ہو کر ان کی بلا کو دفع کیا ہے۔ اور ان بزرگوں کو اس بلیہ کے دفع کرنے کی اطلاع کبھی ہوتی ہے۔ اور کبھی نہیں ہوتی۔ ع

از ما و شما بہانہ ساختہ اند (ترجمہ) ہمارا اور تمہارا ہے بہانہ

یہ بھی ان بزرگوں کے لطائف کی شکلیں ہیں۔ یہ شکلیں کبھی عالم شہادت میں ہوتی ہیں۔ کبھی عالم مثال میں۔ جس طرح ایک رات میں ہزارہا آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو خواب میں مختلف صورتوں میں دیکھتے ہیں۔ اور استفادہ حاصل کرتے ہیں۔ یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات و لطائف کی مثالی صورتیں ہیں۔ اسی طرح مرید اپنے پیروں کی مثالی صورت سے استفادہ حاصل کرتے ہیں۔ اور مشکلات کو حل کرتے ہیں۔

(مؤلف) اس کے متعلق قرآن مجید سے دلیل، حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں خداوند تعالے اپنے کلام میں پاک ارشاد فرماتا ہے وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَّأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ

ترجمہ (اور البتہ اُس عورت نے ارادہ بد کیا یوسفؑ سے اور یوسفؑ بھی ارادہ کرتے اگر نہ ہوتا کہ اس نے دیکھ لی ہوتی دلیل اپنے پروردگار کی)۔ اس کے متعلق تفاسیر میں موجود ہے۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اس مشکل اور ابتلا کے وقت اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کی شکل نظر آئی تھی۔ جو عین وقت پر امداد کو پہنچی۔ جس سے حضرت یوسف علیہ السلام اُس کے قابو اور ارادہ بد سے بچکر نکل گئے۔ یہ اسی برہان یا دلیل و نشان کی طرف حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا اشارہ ہے۔

اور سوال کرتے ہیں۔ کہ غیر اللہ سے مدد طلب کرنا شرک ہے۔

(جواب)، اگر اُن کے نزدیک آدمی کا آدمی سے مدد مانگنا شرک ہے۔ تو پھر حکیم اور ڈاکٹر سے علاج مرض کے لئے مدد لینا حرام اور شرک ہوگا۔ مظلوم کو بروقت حق طلبی یا سزا دہی واسطے ظالم کے حکام سے چارہ جوئی کرنا بھی ناجائز قرار پائیگا۔ قرآن پڑھنا عبادت ہے۔ جاہل کسی ذی علم سے قرآن پڑھے گا۔ تو یہ بھی امداد ہے۔ غیر اللہ سے پھر وہ بھی عبادت میں۔ ایک شخص وضو کے لئے کسی دوسرے کی امداد سے پانی حاصل کرے۔ تو اس نے بھی عبادت میں غیر اللہ کو معاون بنایا۔ یہ سب شرک ہوگا؟ حالانکہ ایسا نہیں۔ بلکہ یہ سب استعانت

جائز اور مستحسن ہے۔ خوب غور سے سمجھ لو کہ معین حقیقی تو اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کی ذات کو سمجھے کیونکہ عون حقیقی تو اسی کو ثابت ہے۔ اور ایسی امداد اسی کے ساتھ مختص ہے۔ باقی دوسروں سے استعانت مجازی ہے۔ جو مظاہر عون سے ہیں

پس استعانت غیر اللہ سے اس طرح پر کہ اعتقاد معلق اس غیر پر ہو اور اسکو مظہر عون الٰہی سے نہ سمجھے بلاشبہ حرام بلکہ شرک ہے اگر التفات محض جانب حق ہے اور اُس کو مظہر عون سے جانکر اس سے امداد طلب کرے۔ تو ایسی استعانت مشروع اور جائز ہے۔ تمام اولیا اور انبیا اس قسم کی استعانت کرتے رہے ہیں یہ استمداد اور استعانت درحقیقت غیر سے نہیں۔ حاصل یہ ہے۔ کہ مستقل حاجت روا کسیکو سمجھکر مدد طلب کریگا۔ تو ناجائز اور حرام ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ ایسا گمان کسی طرح درست نہیں۔ ورنہ جائز ہونے میں کسی طرح کا کلام نہیں ہے۔ کیونکہ خود نبی کریمؐ نے مدد مانگنے کی تعلیم فرمائی ہے۔ طبرانی میں عتبہ بن غزوانؓ سے مروی ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلعم نے اِذَا اَضَلَّ اَحَدُکُمْ شَیْئًا اَوْ اَرَادَ عَوْنًا وَھُوَ بِاَرْضٍ لَیْسَ بِھَا اَنِیْسٌ فَلْیَقُلْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَغِیْثُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَغِیْثُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَغِیْثُوْنِیْ فَاِنَّ لِلّٰہِ عِبَادًا لَا یَرَاھُمْ یعنی تم میں جب کوئی چیز گم ہو جائے۔ اور مدد مانگنی چاہو۔ اور ایسی جگہ ہو کہ جہاں کوئی ہمدم نہیں تو اُسے چاہیئے۔ کہ یوں پکارے۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ پس تحقیق اللہ کے کچھ بندے ہیں۔ جنہیں وہ نہیں دیکھتا۔ پس خوب یاد رکھو۔ کہ حقیقت سے آگاہ ہو کر کسی اولیاء اللہ کے بارے میں بدگمانی کو اپنے دل میں جگہ نہ دو۔ اور ایسے لوگوں کی صحبت سے بچو۔ جو تمہارے دلکو اہل اللہ کی طرف سے بدگمان کریں۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ سُوْءِ الظَّنِّ بِھِمْ۔

باب ۱۰

مکاشفات

کشف ایک نامعلوم چیز کے معلوم ہو جانے والی کیفیت کا نام ہے۔ جبکہ ظاہری حس سے کام نہ لیکر باطنی حس سے احساس پیدا ہو گیا ہو۔

اس میں کئی صورتیں ہیں۔ خواب کے ذریعے قلبی کیفیت کے واسطے سے۔ فراست صادقہ سے پھر کبھی عینی نمونہ دکھائی دیتا ہے۔ اور کبھی حقیقی نمونہ کے سوا ایک دوسرا نمونہ پیش آجاتا ہے لیکن حقیقت اصلیہ پر کامل انطباق رکھتا ہے۔ اور پھر بعض وقت منطبق کرنے میں تامل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور بعض وقت بلاتامل پتہ نہیں چلتا چنانچہ بعض غلط نتیجہ نکالنے کیوجہ ایسے مغالطے پڑتے ہیں۔ کہ بعید از عقل و نقل ہوتے ہیں۔

عام طور پر جو کشف قلبی کیفیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کشف کہلاتا ہے۔ اور اکثر صوفیائے کرام ہی آئینہ جہاں نما سے کام لیتے ہیں۔ اور دنیا کی باریک سے باریک چیز اس میں اپنے اصلی رنگ و روپ میں دکھائی دیتی ہے

کشف صدور، کشف قبور، کشف حقائق و معارف تمام اسی کے حصے بخرے ہیں اور عام سالکین ہی حصے میں ہوتے ہیں لیکن فراست صادقہ وہ قلبی کیفیت سے تعلق نہیں رکھتی۔ بلکہ حس ہائے ظاہرہ میں اتنی قوت آجاتی ہے کہ ظاہری آنکھوں کے ذریعہ دُور کی چیز قریب اندر کی چیز باہر۔ بلکہ روح جیسی لطیف چیز اپنی پوری صورت میں سامنے آکر کھڑی ہو جاتی ہے۔ اور شدہ و خال حقیقت تک کا شائبہ نہیں رہتا۔ عارف کامل کے سوا یہ درجہ کسی دوسرے کو بمشکل حاصل ہوتا ہے۔

حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ جہاں اپنے اندر لاکھوں کمال ذاتیہ اور وہبیہ رکھتے تھے۔ ان کشف کے اعلیٰ ترین مراتب سے بھی ممتاز تھے۔ اور فراست صادقہ کے نور سے آپکی آنکھیں وہ کچھ دیکھ پاتی تھیں۔ جو سینکڑوں کوسوں دور یا جنہیں صدیوں کا زمانہ گذرے ہوتا۔ آپ کو کسی کے سینے کی تلاش کے لئے اپنے سینہ بے کینہ کی کیفیت دیکھنے کی نوبت بہت کم آتی۔ بلکہ ہر سوالے را جوابے کے مطابق تمام خیالات گذشتہ و آئندہ کا جواب دہرا دہرا فرماتے جاتے۔ خواہ سننے والا جانے یا پہچانے یا نہ مگر آپ سرپٹ گھوڑے کی طرح وہاں جادم لیتے۔ جہاں تخیل کا میدان ختم ہو جاتا۔ یا جس کے ظہور کے لئے کارکنانِ قضا کی مصلحت نہ دیکھتے۔

متاخرین میں سے کسی کو اس درجہ مکاشفہ نہیں ملا۔ البتہ متقدمین میں ایسے بزرگ ہو گذرے ہیں۔ جو اس دولت سے ممتاز تھے۔ جو سلوک کے تمام منازل کو سالک کے بیان کرنے کے سوا حرف بحرف دیکھ پاتے۔ اور باریک سے باریک لغزش کو دیکھکر تنبیہ فرماتے۔

جو دوست حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کا شرف رکھتے ہیں۔ اُن کو اپنی حاضری میں ایک سے زیادہ ایسے واقعات معلوم ہوئے ہونگے۔ جو اس باب مکاشفہ کی جان ہیں۔ لیکن نموناً حضرت مولف سلمٗ نے چند لکھ دیئے۔ ورنہ آپ کا کوئی ذکر کوئی حال کوئی واقعہ ایسا نہیں۔ جس میں سے مکاشفہ کی تیز خوشبو نہ اٹھتی ہو اور تسلیم کے بغیر کوئی چارہ ہو۔

گذشتہ زمانہ میں کشف کو کوئی اہمیت نہ تھی۔ بلکہ ہر سالک کے لئے کچھ نہ کچھ اس کا حصہ تسلیم کیا جاتا تھا لیکن موجودہ دَور میں جبکہ زمانہ نے تصوف اور روحانیت سے بالکل پیٹھ پھیر لی۔ یہ کشفی کیفیت بھی ایک نہایت بلند اہمیت رکھتی ہے۔ بلکہ موجودہ دَور کے فرنگی تعلیم یافتہ تو بالکلیہ اس کے منکر ہو بیٹھے۔ لیکن حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ کے وجود باجود نے یہ شکوک تمام رفع کر دیئے۔ اور بہت سے انگریزی تربیت یافتہ، سائنس دانوں دہریوں اور نفسیات کے ماہروں نے بچشم خود دیکھ کر اپنا ایمان تازہ کیا۔ دلائل لاکھوں ہیں۔ لیکن مشاہدہ دیکھنے کے بعد دلائل بے کار ہو جاتے ہیں ؎

آفتاب آمد دلیل آفتاب

شرعی و عقلی دلائل برائے منکرین وجودِ مکاشفات

کشف کے اثبات میں دلائل

قرآن۔ حدیث اقوال صحابہ و صوفیائے عظام

(مؤلف) حضور علیہ السلام سے کسی نے اس آیۃ شریف کے معنے پوچھے تھے۔ کہ وہ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ اس آیت میں شرح کیا شے ہے؟ حضور ؐ نے فرمایا۔ یہ کشادگی نور ہے۔ جب کہ دل میں ڈالا جاتا ہے۔ تو سینہ کشادہ ہو جاتا ہے۔ اور فرمایا اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ یعنی مومن کی فراست سے ڈرتے رہو۔ وہ عزوجل کے نور سے دیکھتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ یعنی جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ تو اللہ پاک اس کو شکوک اور شبہات سے نکالکر ایسا علم عنایت کرتا ہے جس کو اسنے نہیں سیکھا ہے۔ اور ایسی عظمت بخشتا ہے۔ کہ جس کا اسکو وہم وگمان بھی نہ تھا۔ وقال اللہ تعالیٰ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا یہاں مراد فرقان سے ایک نور ہے۔ جو حق اور باطل کو الگ کردکھاتا ہے۔ اور شکوک و شبہات سے نکال دیتا ہے۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں نور کے حاصل ہونے کا بہت سوال بارگاہ الٰہی میں کیا کرتے تھے۔ اور فرماتے اللھم اعطنی نوراً و زدنی نوراً واجعل فی قلبی نوراً وفی قبری نوراً وفی سمعی نوراً وفی بصری نوراً و فی شعری نوراً وفی بشری نوراً وفی لحمی ودمی وعظامی نوراً۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من عمل بما علم ورثہ اللہ علم ما لم یعلم یعنی علم پر عمل کرنے سے بے سیکھا ہوا علم حاصل ہوتا ہے۔

اقوال

ابو الدردا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ مومن ایک پردہ باریک کے پیچھے سے اللہ رب العزت کے نور سے دیکھتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے موت کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا تھا وانما ہما اخواک واختاک، چونکہ اُن کی بی بی حاملہ تھیں۔ اور ولادت سے پہلے ہی آپکو معلوم ہوگیا۔ کہ بیٹی پیدا ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا۔

حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے اثنائے خطبہ میں کہا تھا۔ یا ساریۃ الجبل الجبل بارہ سو میل کا معاملہ آپ پر منکشف ہوگیا۔ اور جس کی آپ نے آگاہی فرماکر حضرت ساریہ ؓ کو خبردار کیا۔

ایک صحابی رضؓ کہتے ہیں۔ کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ اور اتفاق ایسا ہوا۔ کہ راہ

میں ایک عورت پر میری نظر پڑی تھی۔ میں نے قدرے اس کے حُسن میں تامل کیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مجھے دیکھ کر فرمانے لگے۔ کہ تم میں سے کوئی شخص میرے پاس آتا ہے۔ اُس کے آنکھوں پر اثر زنا کا ظاہر ہوتا ہے۔ کیا نہیں جانتے۔ کہ آنکھوں کا زنا نظر کرنا ہے۔ اُسے چاہیئے کہ توبہ کرے۔ ورنہ میں اس کو تعزیر دونگا۔ تب میں نے آپ سے عرض کی۔ کہ کیا بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھر وحی آنے لگی ہے آپ نے فرمایا۔ نہیں بلکہ یہ تو بصیرت اور برہان اور فراست صادقہ ہے" اگر کسی نے زیادہ دیکھنا ہو۔ تو بستان العارفین میں دیکھ لے"

حضرت میاں صاحبؒ کے کشفی حالات

دو شخصوں نے بندہ سے بیان کیا۔ کہ ہم جب شرقپور شریف روانہ ہوئے تو جب لاہور میں اڈا موٹر متصل ہیرا منڈی پہنچے۔ اُس وقت کوئی موٹر تیار نہ تھا۔ ہم بھی بازار کی طرف چلے گئے۔ اور وہاں بازاری عورتوں کی طرف دیکھتے رہے۔ اور آپس میں کچھ مذاق اڑاتے رہے۔ اتنے میں موٹر تیار ہو گیا۔ سوار ہو کر شرقپور شریف حاضر خدمت ہوئے۔ وہاں آپ کی بیٹھک میں پہنچ کر دو زانو مودّب سر کو جھکا کر بیٹھ گئے۔ آپ تشریف لائے اور ہمارے سروں کو اٹھا کر آنکھوں کی پلکیں الٹ کر دیکھا۔ اور غصہ سے فرمایا وہاں کیا دیکھتے آئے ہیں۔ اور یہاں مکر بنا کر کس طرح بیٹھے ہیں۔ یہ آپ کا فرمانا ہی تھا۔ کہ ہم دونو کے بدن میں لرزہ ہو گیا۔ اور چھکے چھوٹ گئے۔ اور سینہ بھی ہلنے لگا۔

دیگر مستری دین محمدؒ کا بیان ہے۔ کہ ہم ایک دفعہ اپنے امام مسجد کے ہمراہ شرقپور شریف روانہ ہوئے۔ امام مسجد نے کہا۔ کہ ہم بر رستہ لاہور جائیں۔ کیونکہ خرچ ہمارے پاس کم ہے۔ غیر جب جائیں گے۔ تو حضرت میاں صاحب رحمۃ خرچ دینگے۔ اور ایک رات وہاں ٹھہریں گے۔ جب ہم شرقپور شریف پہنچے۔ اور آپ کا نیاز حاصل کیا۔ تو آپ نے فرمایا کتنے روز ٹھہرو گے۔ عرض کی جتنے دن آپ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا ایسا نہیں ہو سکتا۔ تمہارا ارادہ تو ایک رات رہنے کا ہے۔ پھر ایسا کہنے کی کیا ضرورت۔ تم چلے جاؤ۔ پھر آپ نے گھر سے پوچھا۔ کہ روٹی تیار ہے۔ جواب ملا۔ روٹی تیار ہے۔ مگر سالن نہیں تیار۔ پھر آپ نے فرمایا۔ خیر لاہور جا کر کھانا۔ اس کے بعد آپ ہمارے ہمراہ شہر کے دروازے تک تشریف لائے۔ اور جیب سے دو چونیاں نکالیں۔ اور اصرار کر کے آپ نے ہم کو دے دیں۔ اور واپس تشریف لے گئے۔ ہم موٹر پر پہنچے۔ تو بعدہٗ روشن دین آیا۔ جو آپ نے ہی بھیجا تھا۔ اُس نے آکر دو روپے میرے ہاتھ میں دیدئے۔ ہم نے پوچھا۔ کچھ منگوانا ہے۔ اس نے کہا۔ نہیں۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تم کو لاہور تک کرایہ بھیجا ہے۔ سبحان اللہ

قاضی ضیاء الدین صاحب سلمہ اللہ لاہور سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میں معہ چند ہمراہیوں کے شرقپور

شریف آپ کی خدمت میں روانہ ہوا۔ راستہ میں سخت بخار ہو گیا۔ شام کے وقت مسجد میں بعد جماعت پہنچا۔ نماز کے بعد حسب معمول کھانا کھایا۔ اور نماز عشا سے فارغ ہو کر ارادہ قدمبوسی کا تھا۔ مگر بوجہ شدت بخار کے حاضر خدمت ہونے میں دیر ہو گئی۔ اتنے میں کسی صاحب نے آکر فرمایا۔ کہ حضور اقدس تمہارا انتظار فرما رہے ہیں۔ اس ارشاد پر ہم حاضر خدمت ہو کر زیارت سے فیضیاب ہوئے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہی بخار کا نام و نشان نہ رہا۔ انہیں ایام میں آپ کی والدہ صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کا وصال ہوا تھا۔ ہمارا خیال تھا۔ کہ فاتحہ حسب رواج حضور سے عرض کر کے پڑھیں۔ مگر آپ نے پہلے ہی فرما دیا۔ کہ جب ہم کہتے ہیں۔ کہ ہمارا کوئی فوت ہی نہیں ہوا۔ تو آپ فاتحہ کس کا پڑھیں گے۔ اور آپ بڑی خوشی اور تبسم سے گفتگو فرما رہے تھے۔ اور ظاہرداری اور رسمی باتوں کو بہت معیوب جانتے تھے۔

قاضی ضیاء الدین صاحب مذکور ایک روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دل میں کچھ قرضہ کی تشویش تھی۔ مگر عرض نہ کر سکے۔ رخصت کے وقت آپ نے فرمایا۔ کہ تمہارے ذمے کچھ قرضہ تو نہیں ہے۔ انہوں نے عرض کی۔ کہ حضرت تین صد روپیہ قرضہ ہے۔ فرمایا خداوند کریم اپنے فضل سے ادا کر دیگا۔ فکر نہ کرو۔ بفضل تعالیٰ چند ماہ میں قرضہ ادا ہو گیا۔ اور پتہ نہ لگا۔ خداوند تعالیٰ نے ان حضرات کو کیا شان بخشی ہے۔

نیز قاضی ضیاء الدین صاحب مذکور کا بیان ہے۔ کہ عزیز محمد سردار خان جو میرا برادر زادہ عزیز ہے۔ وہ بھی کئی بار میرے ساتھ حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا رہا۔ حضور والا اس کو وعظ نصیحت نماز اور داڑھی وغیرہ کا فرماتے رہے۔ اور ایک دفعہ اسے سینہ نوری خزینہ سے بھی لگایا۔ باوجود اس کے وہ نماز میں کم توجہ کرتا۔ اور خود کہا کرتا۔ کہ مجھے کچھ نہیں ہوا۔ اور اپنے آپ کو ملامت کرتا۔ تھوڑے ہی دنوں کا ذکر ہے۔ اس نے کہا۔ کہ میں نے خواب میں ایک بڑا جلسہ بزرگان دین کا دیکھا ہے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ مجھے فرما رہے تھے۔ کہ بزرگو کہاں سے آئے ہو؟ میں نے عرض کی۔ حضور نے مجھے شناخت نہیں کیا۔ میں قاضی ضیاء الدین صاحب کے بھائی کا بیٹا ہوں۔ آپ نے مجھے سینہ انور سے لگایا اور وعظ نصیحت حسب عادت شریف فرمائی۔ اس کے بعد وہ باقاعدہ نماز پڑھتا ہے۔ اور داڑھی رکھنے کا خیال اسے ہے۔ اس پر بڑا ہی اثر طاری ہوا ہے۔

ایک روز بندہ آپ کے ہمراہ جنگل میں گیا۔ چلتے چلتے فرمایا "پیچھے نہ دیکھنا"۔ بندہ نے پیچھے کی طرف دیکھا تو فرمایا۔ یہ دل صاف صاف نہیں بتاتا۔ کہ فلاں شخص اس طرف سے آرہا ہے۔

بندہ ایک روز شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے ایک کشف کا اظہار فرمایا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ میری چارپائی کو آسمان کی طرف کھینچ رہے ہیں۔ میں نے ہوشیار ہو کر دیکھا۔ کہ میرے یار بھی میرے ہمراہ ہیں۔

یا نہیں۔ دیکھا تو کسی نے چارپائی کا پایہ پکڑا ہوا ہے۔ کسی نے پائینتی پکڑی ہوئی ہے۔ کسی نے باہی کو پکڑا ہوا ہے۔ بندہ نے عرض کی۔ کہ میں بھی آپ کے ہمراہ تھا یا نہیں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔

تعلقات روحانی

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آپ اپنی مسجد شریف قصور شریف میں تشریف فرما تھے مسجد بھی ابھی نئی بنی تھی۔ آپ نے حاجی عبدالرحمٰن صاحب سے فرمایا کچھ دیکھا ہے؟" انہوں نے عرض کی۔ کہ نہیں۔" فرمایا دیکھ لوگے" چنانچہ چند منٹ کے بعد حاجی صاحب نے عرض کی۔ کہ دیکھ لیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا دیکھا ہے۔ انہوں نے جواباً عرض کی۔ کہ حضرت امام علی شاہ صاحب رح تشریف لائے ہیں۔ بندہ بھی اس وقت حاضر خدمت تھا۔

حکیم احمد علی صاحب کا بیان ہے۔ کہ خاکسار ایک دفعہ شریف قصور شریف میں حضور کی خدمت میں مراقب بیٹھا ہوا تھا۔ اسی نیم خوابی کی حالت میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ میری بیوی زینہ میں سے بہت بری طرح گری ہے۔ اس واقعہ کو دیکھ کر میں سخت گھبراہٹ کی حالت میں اٹھا۔ تو آپ نے فوراً فرمایا۔ حکیم صاحب گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں خدا کا فضل ہے۔ کوئی چوٹ نہیں آئی۔ مگر آپ کا دل شاید نہ ٹھہرے۔ اجازت ہے قصور چلے جاؤ۔ مجھے تعجب بھی ہوا اور خوشی بھی ہوئی۔ کہ الحمد للہ چوٹ تو نہیں آئی۔ جب میں قصور آیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ٹھیک اسی وقت زینہ پر سے اترتے ہوئے درمیان سے پاؤں اکھڑا اور گرتے ہوئے آٹھویں سیڑھی سے نیچے آ گری تھی۔ مگر انہوں نے بیان کیا۔ کہ میں گرنے کی حالت میں سخت بے ہوش ہو گئی۔ اور جب میں نیچے کے زینہ پر آ کر پڑی۔ تو ایسا معلوم ہوا۔ کہ جس طرح کسی نے اوپر سے اٹھا کر نیچے لا رکھا ہے۔

میاں محمد جعفر علی صاحب ولد میاں ولی محمد صاحب سکنہ اچھے لدھیکے علاقہ قصور ہیڈ ماسٹر مڈل سکول لدھیکے کا بیان ہے۔ کہ ایک دفعہ میں حسب عادت گاؤں سے شریف قصور شریف تیار ہوا۔ اور دل میں مصمم ارادہ کر لیا کہ جا کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ سے جمعہ کے مسائل مفصل دریافت کروں گا۔ جب وہاں حاضر خدمت ہوا۔ تو باوجود دو روز حاضر خدمت رہنے کے بھی وہ خیال بالکل بھول گیا۔ رخصت کرنے کے وقت حضرت صاحب رح نے بندہ کو جتلایا۔ وہ کیا بات تھی۔ جو تم گاؤں سے چلتے وقت کہتے تھے۔ کہ دریافت کرونگا۔ آپ کے جتلانے پر بھی مجھکو یاد نہ آئی۔ آپ نے فرمایا اچھا پھر سہی" جب دوسری دفعہ بندہ حاضر خدمت ہوا۔ تو بندہ کو وہ خیال یاد تھا۔ لیکن بندہ کے بیٹھک میں پہنچتے ہی حضرت صاحب رح نے ایک دوسرے کے ساتھ مخاطب ہو کر جمعہ کے متعلق تمام مسائل فرما دیئے۔ بندہ کے دل کو پوری پوری تسلی ہو گئی۔

دیگر عرض اینکہ۔ ایک دفعہ ہم دس بارہ آدمی گاؤں سے تیار ہو کر شریف قصور شریف جا رہے تھے۔ جب موضع چھانگاں پر پہنچے۔ تو سورج غروب ہو چکا تھا۔ ہمارا خیال ہوا۔ کہ یہاں ہی ٹھہر جائیں۔ کیونکہ یہاں ہر ایک آدمی کے بہت

رشتہ دار رہتے تھے۔ آپس میں بطور مذاق یہ خیال کرنے لگے۔ کہ آج اُس گھر میں مہمان رہنا چاہیئے۔ جو سب سے اچھی طرح خاطر و مدارات کرے۔ چنانچہ اسی خیال کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک رشتہ دار کے گھر چلے گئے۔ اور رات گذاری صبح اٹھ کر شرقپور شریف پہنچ گئے۔ حضرت صاحب قبلہ رح نے بندہ کو علیحدہ بلا کر سخت تنبیہ کی۔ کہ آئندہ ایسا کھانے اور پینے کا خیال راستے میں مت کیا کرو۔ سیدھا گاؤں سے چلکر یہاں پہنچ جایا کرو۔ اور یہاں سے واپس گاؤں کو چلے جایا کرو۔ راستہ میں ٹھہر کر ایسے خیال مت کیا کرو۔

میاں عبداللہ سکنہ ہرچوکی کا بیان ہے۔ کہ ایک دفعہ میں ایک طالب علم کے ہمراہ شرقپور شریف جا رہا تھا۔ طالب علم کا دل مکئی کا کھیت دیکھ کر چھلیوں اور سٹوں کو للچایا۔ میں نے کہا یہاں کھیت کا مالک نہیں ہے۔ ورنہ لے لیتے۔ خیر جب حاضر خدمت ہوئے اور بیٹھک پر پہنچے۔ تو آپ نے ایک برتن مکی کی چھلیوں کا بھرا ہوا جو پکائی ہوئی تھیں۔ لے آئے۔ اور فرمایا اس کو کھالو۔ طالب علم دیکھکر بہت خوش ہوا۔ اُس کے دل کی مُراد پوری ہوئی۔ کھانے کے دوران میں پاس گلی میں ایک جامن فروش نے آواز دی۔ طالب علم نے کہا۔ کیا ہی اچھا ہوتا۔ کہ اگر جامن بھی اس وقت موجود ہوتے۔ اُس کا یہ کہنا تھا۔ کہ آپ نے ایک تھالی جامنوں کی بھری ہوئی گھر کی کھڑکی سے نکال دے دی۔ اور کھانے کا بھی حکم کیا۔ بعد میں حضرت صاحبؒ نے فرمایا۔ کہ آدمی کو ہر وقت کھانے کا خیال ہی نہیں کرنا چاہیئے۔ کچھ اللہ اللہ کی طرف خیال کرنا چاہیئے۔

خلق عظیم

حکیم محمد علی صاحب سکنہ بلو کی کا بیان ہے۔ ایک دفعہ ایک مریض مخبوط الحواس کو اس کے وارث حضرت میانصاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹھک پر چھوڑ کر چلے گئے جب آپ حسب دستور تشریف لائے۔ اور موافق معمول ایک ایک کرکے سب کی احوال پرسی کی۔ تو مریض نے سوائے سکوت کے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ نے اُس کے وارثوں کو تلاش کیا۔ وہ نہ ملے۔ آخر آپ نے اُس پر چند یوم توجہ فرمائی۔ اور اپنے ہاتھوں کھانا کھلا دیتے۔ چنانچہ وہ چند یوم میں بھلا چنگا ہو گیا۔

طے ارض کا نمونہ

اور بیان کیا۔ کہ ایک شخص نے ذکر کیا۔ کہ میں نے حضرت میانصاحبؒ کی زیارت سے مشرف ہو کر گھر واپس جانے کا ارادہ کیا۔ اُس وقت آفتاب غروب ہونے کو تھا۔ اور سفر بھی دور کا تھا۔ آپنے ارشاد فرمایا۔ کہ وقت تو تنگ ہے۔ اگر جانا ہی ہے۔ تو فلاں اسم پڑھتے جانا۔ خداوند تعالیٰ کے دست قدرت میں سب کچھ ہے۔ وہ پہنچا دیگا۔ اُس شخص کا بیان ہے۔ کہ میں نے اس سُرعت سے وہ سفر طے کیا۔ کہ تیز رو سواری بھی اتنی جلدی نہیں کر سکتی۔

اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ تمام دوست پہلے چل بسے اب تو میں بھی تیار ہوں۔ کوئی دیر نہیں۔ یوں تو آپ سے جب بھی ملاقات ہوتی۔ یہ فقرہ آپکی زبان فیض ترجمان سے نکلتا۔ مگر آپ کی عمر کے آخری سال میں تو

آپ متعدد مثالوں سے واضح کرتے تھے۔ کہ میں اب جانے والا ہوں۔ مگر یہ دنیا کا حجاب ایسا ہے۔ کہ پتہ نہیں لگنے دیتا۔
اور اسی شخص کا بیان ہے۔ کہ میرے اخوان صاحب حکیم ولی محمدؐ آپ کا شرف زیارت حاصل کرنے کی غرض سے دجوکہ اپنے والد کی زبانی حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے شرف اندوز ہوئے تھے) حاضر ہوئے۔ تو فقط السلام علیکم کرکے بیٹھ گئے۔ تو حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ اپنی زبان گوہر فشاں سے یوں گویا ہوئے کہ ہمارے دادا صاحب کے پاس ایک شخص پیر بخش نامی پڑھا کرتا تھا جس سے مجکو از حد محبت تھی۔ میرا دل اُس کے ملنے کو ہمیشہ چاہتا تھا۔ مگر پتہ نہیں خدا جانے وہ زندہ ہے یا فوت ہوگیا ہے۔ آپ کے اس معجز نما کلام سے اخوان صاحب بہت ہی محظوظ ہوئے اور عرض کی۔ کہ یا حضرت یہ خادم اُسی پیربخش کا ہی لڑکا ہے"۔ آپ نے اُسے پکڑ کر سینے سے لگا لیا۔ اور بہت شفقت اور محبت کی۔ اور ارشاد و تلقین سے مشرف فرمایا۔

میاں امام الدین صاحب سکنہ موہلن وال کا بیان ہے۔ کہ آپ ایکدفعہ قصبہ موہلنوال تشریف لائے اور بیٹھے بیٹھے تبر قبور شریف جاگ کر چلے گئے۔ بعد میں معلوم ہوا۔ کہ آپ کی دادی صاحبہؒ کا انتقال ہوگیا تھا۔
اور انہی کا بیان ہے۔ کہ ایک دفعہ جو پھر آپ موہلن وال تشریف لائے۔ اور بیٹھے ہی تھے۔ کہ بے قرار ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ دریافت کیا تو فرمایا۔ کہ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے یاد فرمایا ہے۔ اور یہ کہکر تشریف لے گئے۔

باب ۱۱
کرامات

حضرت قبلہ مرشدم رحمتہ اللہ علیہ کی استغراق انا اس درجہ پر پہنچ گئی تھی۔ کہ بشری خواص بالکلیہ زائل ہو چکے تھے۔ محبت کی انگیٹھی نے ایک ذرہ بھی خودی کا آپ کی ذات میں نہ چھوڑا تھا۔ بلکہ سراسر عجز و نیاز آپ کی ذات بابرکات ہو چکی تھی۔

کرامات کا ظہور دو وجہ سے ہوا کرتا ہے۔ اوّل اضطراری۔ کہ ظاہری وجود سے کوئی امر عارف کی ذات پاک کے لئے باعث اضطرار ہو جاتا ہے۔ اور اس اضطرار میں کرامت کا ظہور محض من جانب اللہ ہو جاتا ہے جس میں عارف کی ذات کو دخل تک نہیں ہوتا۔ دوئم اختیاری۔ کہ عارف کی ذات خود بخود ایک امر ناممکن الوجود کی خواہش پر اتر آتی ہے۔ اور اس کی حقیقت جامعہ اس امر ناممکن الوقوع کے وقوع میں منہمک ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ذات باری عز اسمہٗ اس کو وقوع اور وجود کا جامہ پہنا دیتی ہے۔ اور

خلق اللہ پر اپنے اولیاء کی ایک حجت قائم فرماتی ہے۔

حضرت قبلہ عالم میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی تمامہ کرامات تھی۔ ہر واقعہ میں کوئی نہ کوئی کرامتی صورت موجود ہے۔ لیکن اس میں خودی یا خودنمائی کا دخل نہ تھا۔ بلکہ بعض وقت محبت کا جذبہ عادۃً آپکو کسی خاص امر میں منہمک کر دیتا تھا۔ اور بعض وقت کسی کی بیکسی پر اضطرار پیدا ہو جاتا تھا جس کی وجہ سے کرامات ظہور میں آجاتی تھیں۔ مگر دل کو ذاتی طور پر اس سے کمال نفرت تھی بلکہ کرامت کا نام سننا بھی گوارہ نہ فرماتے تھے کبھی کسی مجلس میں عام طور کسی کی کرامت کا ذکر نہ فرماتے۔ بلکہ بعض وقت بے ساختہ وعظ میں یہ الفاظ نکل جاتے۔ کہ "ہم تو فقر و فقر جانتے نہیں" (یعنی پسند نہیں کرتے) بلکہ ہم تو مسلمان ہیں۔ اور اسلام رکھنا پسند کرتے ہیں" اور معلوم نہیں لوگوں کو کیا ہو گیا۔ کہ مسلمان نہیں بنتے۔ اور خواہ مخواہ فقیر بنتے پھرتے ہیں۔ اس میں رکھا کیا ہے۔ کہ اس کے پیچھے بھاگے پھرتے ہیں"

یہی وجہ ہے۔ کہ کسی کی التجا پر بھی دعا کے لئے ہاتھ نہ اٹھاتے۔ ہاں جب قلبی جذبات سے متاثر ہو جاتے۔ تو بے اختیار ہاتھ اٹھا کر بارگاہ الوہیت کی طرف متوجہ ہو بیٹھتے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہی ہوتا۔ کہ کبھی بارگاہ ربوبیت سے تہیدست نہ لوٹتے۔ لبا اوقات بے ساختہ جو کچھ منہ سے نکلجاتا وہی ہو کر رہتا

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

جن کرامات کو حضرت مؤلف سلمہ اللہ نے دکھایا ہے۔ اس سے بڑھ کر دیگر اذکار کے اندر صاحب نظر کو ملیں گی۔ بلکہ یہ تو عام مذاق کے لئے چند ایک کا ذکر کیا گیا۔

دلائل شرعیہ
کتاب اللہ سے ثبوت

قرآن شریف کی بہت سی آیات سے کرامات اولیاء اللہ رحمہم اللہ علیہم کے برحق ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ ان میں سے چند ایک اجمالاً درج ذیل کئے جاتے ہیں سورۂ آل عمران میں باریتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ یعنی جب کبھی حضرت ذکریا علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے پاس عمدہ مکان میں تشریف لاتے۔ تو ان کے پاس کھانے پینے کی چیزیں موجود پاتے۔ اور یوں فرماتے ہیں کہ اے مریم یہ چیزیں تمہارے واسطے کہاں سے آئیں؟ وہ کہتیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے۔ اہل تفسیر لکھتے ہیں کہ حضرت مریم کے پاس گرمیوں میں جاڑے کے اور جاڑے میں گرمیوں کے میوے دیکھے جاتے تھے۔ اور حضرت مریم نبی نہیں تھیں۔ لہذا یہ آیت کرامات اولیاء اللہ کے منکرین پر قوی حجت ہے۔

دوسری دلیل سورہ النمل میں حق سبحانہ و تعالیٰ نے آصف کی کرامت کی خبر دی ہے۔ وہ اسطرح کہ سلیمان علیہ السلام کو جب اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی۔ کہ بلقیس کے تخت کو اس کے آدمیوں کے آنے سے قبل لا حاضر کیا جائے

اور مشیت ایزدی اس امر کی مقتضی ہوئی۔ کہ آصف کی عظمت اور بزرگی اور شرافت و کرامت لوگوں پر ظاہر کرے۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اہل دربار کو مخاطب کر کے کہا اَیُّکُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ تم میں کوئی ایسا ہے۔ جو اس بلقیس کا تخت قبل اس کے کہ وہ لوگ میرے پاس مطیع ہو کر آویں۔ حاضر کر دے۔ تو ایک قوی ہیکل جن نے جواباً عرض کی۔ کہ اَنَا اٰتِیْکَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ یعنی میں اس کو آپ کی خدمت میں قبل اس کے کہ آپ اپنے اجلاس سے اٹھیں۔ حاضر کر دوں گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا۔ کہ میں اس سے بھی جلدی چاہتا ہوں۔ اس پر آصف نے کہا۔ کہ اَنَا اٰتِیْکَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ میں اس کو آپ کے پاس آپ کے چشم زدن سے قبل لا سکتا ہوں۔ اس بات سے نہ تو حضرت سلیمان علیہ السلام اور نہ آصف نے اس کو محال سمجھا۔ لہٰذا یہ آصف کی کرامت تھی۔ معجزہ تو ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ آصف پیغمبر نہ تھا۔ یہ بھی منکرین کرامت پر حجت ہے۔

تیسری جگہ سورہ الکہف میں اصحاب کہف کا قصہ گتے کا ان سے باتیں کرنا۔ ان کا تین سو نو برس تک غار میں سوتے رہنا اور دائیں بائیں کروٹیں بدلنا وغیرہ بڑے زور سے مذکور ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَیْهِ بِالْوَصِیْدِ اور ہم ان کو کبھی داہنی طرف اور کبھی بائیں طرف کروٹ دیتے تھے۔ اور ان کا کتا دہلیز پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا۔ اس کے اگلے رکوع میں ہے" وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا اور وہ لوگ غار میں تین سو نو برس تک رہے۔ یہ سب باتیں کرامات ہی ہیں۔ اور منکرین پر زبردست حجت ہے۔

کرامات کا احادیث سے ثبوت

احادیث کی کتابوں میں تو بہت کثرت کے ساتھ ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ ان میں سے چند ایک درج ذیل کی جاتی ہیں۔ حدیث شریف میں آیا۔ کہ ایک روز صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے لوگوں کے عجائبات میں سے کچھ بیان فرمایئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ایک دفعہ تین آدمی جا رہے تھے۔ کہ اثنائے راہ میں انہیں بارش نے آگھیرا۔ بارش سے بچنے کی غرض سے وہ پہاڑ کے اندر ایک غار میں جا چھپے۔ اتنے میں ایک بڑا بھاری پتھر پہاڑ سے غار کے آگے گرا جس سے غار کا منہ بالکل بند ہو گیا۔ انہوں نے پریشان ہو کر ایک دوسرے کو کہا۔ کہ بھائی اپنے اپنے ان اعمال کا جو ریا سے بالکل پاک اور مبرا ہوں وسیلہ پکڑ کر خدا تعالیٰ سے التجا کرو۔ کہ وہ اس پتھر کو غار کے منہ سے ہٹا دیوے۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا۔ کہ اے اللہ میرے ماں اور باپ دونو بہت بوڑھے اور ضعیف تھے۔ اور میرے ننھے ننھے بچے بھی تھے۔ میں بکریاں چرایا کرتا تھا۔ کہ ان کا دودھ بچوں اور والدین کو پلایا کروں۔ دن بھر بکریاں چرانے کے بعد میں شام کو ان کے پاس

جاتا۔ دودھ نکال کر پہلے اپنے ماں باپ کو پلاتا۔ پھر اپنے بچوں کو دیتا۔ اتفاقاً ایک دن میں اپنی بکریوں کو چرانے کے لئے دور لے گیا۔ جب گھر واپس آیا۔ تو شام ہو چکی تھی۔ میرے والدین سو رہے تھے۔ مَیں حسب معمول دودھ نکال کر ایک برتن میں اُن کے پاس لایا۔ اور چارپائی کے پاس کھڑا رہا۔ مَیں نے اِن کو بیدار کرنا پسند نہ کیا۔ باوجود اس امر کے کہ بچے میرے پاس کھڑے بھوک کے مارے روتے اور چلاتے تھے۔ لیکن مَیں نے اس بات کو بھی برا جانا کہ ان سے پہلے اپنی اولاد کو دودھ پلاؤں۔ مَیں اسی حالت میں کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ پس اے مولا اگر تو جانتا ہے۔ کہ یہ کام میں نے صرف تیری رضا کا طالب ہو کر کیا تھا۔ تو اس غار کے منہ سے پتھر کو اس قدر ہٹا دے کہ ہم آسمان کو دیکھ لیں۔" اللہ تعالےٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی۔ اور پتھر کو اس قدر ہٹا دیا۔ کہ آسمان انھیں دکھائی دینے لگا۔

اس کے بعد دوسرے شخص نے کہا۔ اے میرے مولا کریم میرے چچا کی ایک بیٹی تھی۔ میں اس کی محبت میں از حد مبتلا تھا۔ مَیں نے اس کے ساتھ صحبت کرنے کی خواہش کی۔ اور کسی شخص کو اسے بلانے کی غرض سے بھیجا۔ لڑکی نے اس امر سے انکار کیا۔ اور کہلا بھیجا۔ کہ پہلے سَو دینار لائے۔ چنانچہ مَیں نے کسب و کار کرکے سَو دینار جمع کئے۔ اور وہ اس کے پاس لے گیا۔ پس جب مَیں نیت فاسدہ سے اس کے دونوں پاؤں کے درمیان بیٹھا۔ تو اس نے کہا اے خدا کے بندے اللہ سے ڈر۔ اور میری امانت کو نہ کھول۔ چنانچہ مَیں ان الفاظ سے متاثر ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اے رب العالمین اگر تو جانتا ہے۔ کہ یہ کام مَیں نے صرف تیری رضامندی کے حاصل کرنے کے لئے کیا تھا۔ تو اس غار کے منہ کو اور کشادہ فرما دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا۔

اس کے بعد تیسرے صاحب نے کہا۔ کہ یا الٰہی مَیں نے ایک مزدور کو چاولوں کی ایک معین مقدار دینے کا وعدہ کرکے مزدوری پر لگایا تھا۔ جب وہ مزدور اپنا کام ختم کر چکا۔ تو اس نے کہا۔ کہ اب مجھے میرا حق دے دو۔ مَیں نے اس کا حق اُسے پیش کیا۔ مگر وہ چھوڑ کر چلا گیا۔ مَیں ہمیشہ ان چاولوں سے زراعت کرتا رہا۔ چنانچہ مَیں نے ان چاولوں کی آمدنی سے بیل خریدے۔ بعد میں اُن کے چرانے کے لئے آدمی بھی حاصل کئے۔ ایک مدت بعد وہ شخص میرے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ خدا سے ڈر۔ اور مجھ پر ظلم نہ کر۔ مجھے میرا حق دے دے۔ مَیں نے کہا۔ جا وہ بیل اور ان کے چرانے والے تیرے ہیں۔ انہیں لے جا۔ یہ سب تیرا حق ہے۔ مزدور نے کہا۔ خدا سے خوف کر۔ اور مجھ سے ہنسی نہ کر۔ مَیں نے جواب دیا۔ کہ مَیں ہرگز تمسخر نہیں کرتا۔ یہ سب بیل اور اُن کے چرانے والے تیرے ہی ہیں۔ چنانچہ وہ انہیں لے کر چلا گیا۔ پس اے خدا۔ اگر تیرے علم میں مَیں نے یہ کام تیری خوشنودی کا طالب ہو کر خالص تیرے ہی لئے کیا تھا۔ تو تو غار کے منہ کا باقی حصہ بھی کھول دے۔ چنانچہ اس کی التجا کو بارگاہ خداوندی نے شرف قبولیت بخشا۔ اور غار کا منہ کھل گیا۔ اور انہوں نے اس ناگہانی مصیبت سے نجات پائی۔ یہ واقعہ بھی خرق عادت

اور کرامت تھا۔ کیونکہ وہ تینوں آدمی نبی نہ تھے۔

دلیل دیگر۔ دوسری حدیث شریف۔ جُریج راہب کی ہے۔ جس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ بنی اسرائیل میں ایک راہب درویش تھا جس کا نام جریج تھا۔ یہ شخص نہایت ہی متقی اور پرہیزگار اور عابد تھا۔ اس کی ماں پردہ نشین تھی۔ وہ ایک دن اپنے بیٹے کے دیکھنے کو آئی چونکہ اُس وقت وہ نماز میں مشغول تھا۔ اس لئے اپنے حجرے کا دروازہ نہ کھولا۔ وہ لوٹ گئی۔ دوسرے اور تیسرے دن بھی آئی۔ اور بے نیل ومرام واپس گئی۔ آخر ماں نے تنگ دل ہوکر کہا۔ خدایا میرے بیٹے کو رسوا کرنا اور میرے حق کے سبب اس کو پکڑ۔ اُس زمانہ میں ایک اور بھی بدکار عورت تھی۔ اُس نے کہا۔ کہ میں جریج کو گمراہ کروں گی چنانچہ اسی غرض سے اس کے حجرہ میں گئی۔ جریج نے ادھر توجہ نہ کی (پھر راستہ میں اس نے ایک چرواہے کے ساتھ صحبت کی۔ اور حاملہ ہوگئی) جب شہر میں آئی۔ اور کچھ عرصہ کے بعد کہنے لگی۔ یہ بچہ جریج کا حمل ہے۔ جب اُس نے بچہ جنا۔ لوگوں نے جریج کے عبادت خانہ کا قصد کیا اور اس کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لائے۔ جریج نے کہا بچے تیرا باپ کون ہے۔ بچے نے کہا میری ماں نے تم پر افترا کیا ہے۔ میرا باپ تو چرواہا ہے۔ یہ حدیث بھی منکرین کرامت پر قوی حجت ہے۔ اسی طرح کئی واقعات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جو پچھلے کشف کے مضمون پر آ چکے ہیں۔

حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی کرامات

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نیم شب کے وقت بازار میں تشریف لے جارہے تھے۔ کہ تھانیدار نے جو گشت پر تھا۔ آپکو آواز دی۔ اور آپ نے جواب نہ دیا۔ سپاہیوں کو تھانہ دار نے حکم دیا۔ کہ اس شخص کو پکڑ لاؤ۔ سپاہی آپ کو لے گئے۔ سپاہیوں نے تھانیدار کو کہا۔ کہ یہ تو میاں صاحب سائیں لوگ ہیں۔ اُس نے کہا۔ تم نہیں جانتے۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو چوروں اور ڈاکوؤں کے جالو سنبھالنے والے ہیں۔ وہ تھانیدار مذہباً سکھ تھا۔ آپ کو کچھ نہ کہا۔ اور اپنے مکان پر چلے گئے۔ دوسرے روز آپ آغا سکندر شاہ صاحبؒ کے ملنے کیلئے پشاور تشریف لے گئے۔ دوسری رات شرقپور میں چوروں نے تھانیدار کا ہی گھر لوٹ لیا۔ پھر وہ تھانیدار آپ کا معتقد ہوگیا۔ اور جب تک شرقپور شریف رہا۔ حاضر خدمت ہوتا رہا۔

اولیاء اللہ اور کرامات

میرا بلکہ کافۃ المسلمین کا یہ اعتقاد ہے۔ اور ہونا بھی چاہیئے۔ کہ اولیاء اللہ سے کرامات کا ظہور برحق ہے۔ آج کل اس کے برخلاف رہ رہکر غل مچایا جاتا ہے۔ کہ موجودہ سائنس معجزات وکرامات کی بیخ کنی کئے ڈالتی ہے۔ لیکن میرا تو اعتقاد ہے۔ کہ موجودہ حالت میں سائنس کرامت کے ابطال کے عوض انکی تصدیق وتائید کر رہی ہے۔

گذشتہ زمانہ میں فلسفی اپنی سمجھ سے بالا اور عقل سے مستبعد باتوں کو محال کر دیا کرتے تھے۔ لیکن اب تو انسانی دقیقہ رسی نے ایسے ایسے کرشمے کر دکھلائے ہیں۔ اور ان کی بدولت ایسے ایسے عجیب و غریب خاصیتوں کا پتہ لگ جاتا ہے۔ کہ موجودہ علمائے سائنس نے ان کو ممکن تسلیم کر لیا ہے۔

اب سب سے قابل غور طلب امر یہ ہے۔ کہ کرامت کس شے کا نام ہے؟ ہم کرامت ممتنع عقلی چیز کے ظہور پذیر ہونے کو نہیں کہتے۔ چونکہ یہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ دو اور دو ملکر چار ہی ہوں گے۔ پانچ نہیں ہو سکتے۔ شریک باری نہیں ہو سکتا۔ ہمارے ہاں جتنی کرامتیں مانی جاتی ہیں۔ جن کا ظہور اکثر اولیاء اللہ سے ہوتا رہتا ہے۔ وہ صرف دو قسم کی ہیں" وہ جن کو مکاشفہ اور دل کے حالات معلوم کر لینے سے تعلق ہے۔

دوسرا وہ جن کو روحانی تصرف اور باطنی قوت کا اثر ڈالنے سے علاقہ ہے۔ بزرگوں کے حالات میں اب غور کرنے سے صرف ہر دو قسم کی کرامتیں نظر آتی ہیں۔ مطالعہ سے یہ حقیقت خوب اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ کبھی انہوں نے کسی کے دل کا حال بیان کر دیا۔ یا کسی غیر مقام یا کسی غیر شہر کے بعض واقعات بتا دیئے۔ یا زیادہ سے زیادہ کسی ہونے والے واقعہ کی خبر دیدی۔ اور یہ بھی دیکھیں گے۔ کہ انہوں نے کسی کا دل کسی کام یا کسی شخص کیطرف سے پھیر دیا۔ یا کسی کو کسی کام میں کامیاب یا کسی شخص یا کسی جماعت پر غالب کر دیا۔ کسی مریض کو اچھا کیا یا کسی روح سے ملاقات کرا دی۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان میں سے کوئی چیز غیر ممکن نہیں ہے۔ اور نہ ہی ان کو کوئی صاحب عقل محال اور ممتنع کہہ سکتا ہے۔ رہی اتنی بات کہ ان کاموں کے ظاہری اسباب نظر نہیں آتے۔ اور علت و معلول کا سلسلہ قائم نہیں کیا جا سکتا۔

بخوبی ظاہر ہے۔ کہ بزرگان دین اور اولیاء اللہ ایسے کاموں کو ظاہری تدابیر سے کرتے بھی نہیں۔ وہ صرف اپنی روحانی قوت اور باطنی تصرف سے ان کاموں کو کرتے ہیں۔ لہٰذا تعجب نہ کرنا چاہیئے۔ اگر ان کے اسباب و عمل تمہاری نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ جس کسی نے علم النفس پر تھوڑا سا بھی غور کیا ہے۔ اور انسان میں جیسے جیسے عجیب و غریب قوٰی ودیعت کیئے اور رکھے گئے ہیں۔ ان کا مطالعہ کیا ہے۔ اس کو اس بات کے تسلیم کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہو سکتا۔ کہ قوائی باطنی کے ذریعہ سے مذکورہ بالا کمالات انسان میں پیدا ہو سکتے ہیں۔

کرامات و معجزات کے منکرین تجربہ تجربہ کی بہت کچھ پکار کیا کرتے ہیں۔ ان کو اتنا علم نہیں۔ کہ حقیقت میں تجربہ ایک ایسی چیز ہے۔ جس کو ہر دنیاوی معاملہ میں اچھی طرح سمجھنا نہایت دشوار ہے۔ کسی معاملے کو چند روز یا فرض کیجئے۔ چند سو برس تک ایک حالت پر دیکھنے سے یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ وہ اس کی دائمی وضع ہے۔ اور اس کی فطرت ہی وہی ہے۔ دنیا میں بہت سے ایسے واقعات ہیں۔ جو ہزار ہا سال کے بعد بدل جایا کرتے ہیں ایک پہاڑ ہزار ہا برس تک کھڑا رہتا ہے۔ اور کبھی اتفاق سے پھٹ بھی جایا کرتا ہے۔ ایک زلزلہ کبھی ایک

چشم زدن میں بڑے بڑے شہروں کو اُلٹ کر کسی اَور طرف پھینک دیتا ہے۔ آسمان پر بعض کواکب یعنی ستارے ہزارہا سال کے بعد نمودار ہوتے ہیں۔ ایک طبیب ہزارہا مریضوں میں ایک دوا کے کسی خاص اثر کا تجربہ کرتا ہے۔ اور پھر کوئی نہ کوئی ایسی صورت پیش آجاتی ہے۔ کہ ویسا ہی مرض ہے۔ اور ویسی ہی تمام باتیں ہیں۔ مگر اس کا اثر الٹا نمودار ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں اب یہ کہ دینا کہ جس شے کو ہم نے طویل مدت تک ایک حالت پر دیکھا۔ وہ ہمیشہ اسی حالت پر ہے۔ اُس کی فطرت ہی وہی ہے۔ یہ کہنا گویا کسی قدر ناتجربہ کاری اور کم فہمی کی دلیل ہے۔

چاند کو ہمیشہ آپ ایک سلسلے اور ترتیب کے ساتھ بڑھتے گھٹتے اور غائب ہو جاتے دیکھتے ہیں۔ لیکن اس کو یہ سمجھ لینا کہ اس کی اصل فطرت ہی یہ ہے۔ بالکل کم عقلی ہے۔ ممکن ہے کہ دو چار ہزار برس کے بعد یا فرض کیجئے کہ عالم کی زندگی میں ایک ہی بار کوئی ایسا دورہ آئے۔ کہ چاند بیچ سے کٹا اور شفقوں میں بٹا ہوا نظر آئے۔ ممکن ہے۔ کہ ایک سنگلاخ زمین جو صدیوں سے خشک چلی آتی ہے۔ کسی کے عصا کی ہلکی سی چوٹ سے پھٹ جائے۔ اور اس سے آبِ شیریں کا ایک چشمہ جاری ہو جائے۔ یہ تمام باتیں بتا رہی ہیں۔ کہ کارخانۂ قدرت کسی وضع کا پابند نہیں۔ نہ اُس نے اپنا کوئی دستور العمل اور قانون بنا کے ہمارے ہاتھ میں دیا ہے۔ اور نہ ہم اس کے قوانین کا صحیح طور پر پتہ لگا سکتے ہیں۔ ہم کو جو کچھ معلوم ہوتا ہے۔ اور جو کچھ ہم دریافت کر سکتے ہیں۔ وہ ایک محدود زمانہ کا تجربہ ہے۔ اور اس کا بھی دارومدار محض ظنیات پر ہے۔

بہر حال اولیاء اللہ کی جملہ کرامات کو یا تو صفائی باطن سے علاقہ ہے۔ یا باطنی تصرف سے۔ اولیاء اللہ ریاضت کی مشقت صرف اس لئے برداشت کرتے ہیں۔ کہ خدا کی طرف سچی توجہ پیدا ہو۔ نورِ وحدت کا اپنے اوپر انعکاس ہو۔

خلاصہ یہ کہ ان کا مقصود بالذات یہ ہوتا ہے۔ کہ خدا پرستی و خداشناسی کے جذبات بڑھانے کے لئے دل و دماغ اور تمام قوی نفسانیہ کو اپنا تابع فرمان بنالیں۔ ان کی کوشش جب اس جانب متوجہ ہو جاتی ہے۔ تو محض تزکیہ نفس و قوت نظر پر حکومت حاصل ہونے کے ضمن میں طبعاً ان میں تصرفات کی قوت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کا اصلی مقصود ہرگز یہ نہیں ہوتا۔

لھذا ہمارے عارفان بابصیرت اور صاحب دلان پاک باطن سے اگر ضمنی اور اتفاقی طور پر ایسی کرامات ظاہر ہو جائیں۔ تو کوئی تعجب اور حیرت کی بات نہیں ہے۔ اور ان کو خلاف نیچر نہیں کہا جا سکتا۔

ہاں آخر میں اس غلطی کا بھی ازالہ کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ کسی شخص کی ولائت کو ثابت کرنے کے لئے یہ لازمی نہیں۔ کہ اس سے خوارق کا ظہور ہو۔

شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ جو بہت بڑے بزرگ صوفی اور تین لاکھ حدیث کے حافظ تھے۔ فرماتے ہیں۔ کہ اگر تو دریا پر بغیر کشتی کے چل سکتا ہے۔ تو تیری وقعت ایک خس کے تنکے سے بڑھ کر نہیں۔ اگر تو ہوا میں بھی پرواز کر سکتا ہے۔ تو تو ایک مکھی سے زیادہ عزت حاصل نہیں کر سکا۔ دل کو قابو میں لا۔ تاکہ تو آدمی بن جائے۔

خود امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات شریف میں تصریح فرمائی ہے۔ کہ خارق عادت کا معرض ظہور میں آنا کرامت اور ولائت کی دلیل نہیں۔ چنانچہ ایک موقعہ پر لکھتے ہیں۔ کہ حضرت صدیق اکبر رضؓ جو بالاجماع انبیاء کے بعد سب لوگوں سے افضل ہیں۔ اور اولیائے امت سے کہیں بڑھ کر رتبہ رکھتے ہیں۔ ان سے بہت کم خارق عادت کا سرزد ہونا منقول ہے۔ وہ حضرت صدیق اکبر رضؓ سے افضل ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ خارق عادت کا ظہور ثبوت ولائت یا افضلیت کا معیار نہیں۔

اسی طرح حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ بھی مذکورہ بالا حقیقت کی بڑے زور سے تائید و تصدیق کرتے ہیں۔

میاں غلام اللہ صاحب آپ کے سجادہ نشین روائت کرتے ہیں۔ کہ ایک روز حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپور شریف سے مشرق کیطرف جو چوبچہ والا کنواں مشہور ہے۔ تشریف لے گئے۔ اتفاق سے میاں اللہ بخش زمیندار وہاں موجود تھا۔ اس نے عرض کی۔ کہ میرے اس آم کے درخت کو پھل نہیں لگتا۔ آپ نے فرمایا۔ خداوند کریم کی رحمت سے بعید نہیں۔ انشاء اللہ العزیز پھل دیگا۔ اسی ہی سال آم بہت پھلا پھولا۔ اور میاں اللہ بخش زمیندار بطور شکریہ کچھ آم لے کر حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے گھر آیا۔

(مولف) دیکھیئے۔ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی مناسبت متقدمین بزرگوں سے بسبب انکی پیروی کے کس قدر ہو گئی تھی۔

شیخ ابو المظفر اسمعیل کا بیان ہے۔ کہ شیخ علی ابن ابی حریری جب کبھی علیل ہو جاتے۔ تو اکثر میرے باغ میں آ جاتے۔ جہاں اُن کی تیمارداری کئی روز تک کی جاتی۔ ایک دفعہ آپ بیمار ہو کر میرے باغ میں تشریف لائے۔ حضور غوثیت مآب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی عیادت کے لئے وہاں تشریف لائے۔ اس باغ میں کھجوروں کے دو درخت تھے۔ جو بالکل خشک ہو گئے تھے۔ اور چار سال ہو گئے۔ کہ پھل نہ دیتے تھے۔ میں نے انکے کاٹنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ حضور غوث الاعظم رضؓ اٹھے۔ اور ان کھجوروں میں سے ایک کے نیچے آپ نے وضو کیا۔ اور دوسری کے نیچے دو رکعت نماز ادا کی۔ وہ دو نو درخت ایک ہفتہ کے اندر بار آور اور مثمر ہو گئے۔ حالانکہ وہ کھجوروں کے پھل لانے کا وقت نہ تھا۔ جب کھجوریں تیار ہو گئیں۔ تو یہ شخص کھجوریں لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کے

حق میں برکت کی دعا کی۔ سُبحان اللہ

ایک روز بندہ شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا۔ آپ کے چچا میاں محمد عاشق صاحب کے مکان پر قیام کیا آپ نے بیٹھے بیٹھے حالت جذب میں فرمایا۔ کہ مجھے تمام نبیوں کے حلیئے دکھائے گئے ہیں بعض نبی ایسے دیکھے کہ ان کا بدن بھینس کے چمڑے کی طرح تھا۔ اور بال بھی ان کے بھینس کی بالوں کی طرح تھے۔ بندہ نے عرض کی۔ کہ اگر حبش میں نبی ہوئے ہوں۔ تو ان کے حلیئے اس طرح کے ہوں گے۔

آپ کے خادم میاں دین محمد صاحب کا بیان ہے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ایک دفعہ سید نور الحسن شاہ صاحب مکان شریف گئے۔ وہاں ایک شخص کو زنجیروں سے جکڑا ہوا چارپائی پر کچھ آدمی لے کر حاضر ہوئے۔ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ ایک مسجد (یا مکان) کے اندر تشریف فرما تھے۔ کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ کہ آپ کی خدمت میں عرض کرے۔ انہوں نے اس شخص کی چارپائی جس کو دیوانہ کتا کاٹا تھا۔ اور وحشت کی حالت میں جکڑ کر چارپائی سے بندھا ہوا تھا۔ وہ چارپائی حضور کے باہر آنے سے پہلے ہی مسجد کی دیوار کے ساتھ لا رکھی تھی۔ جب آپ باہر تشریف لائے۔ تو اُسے دیکھ کر فرمایا۔ اس کو چارپائی پر کیوں جکڑا ہے۔ آپ کا یہ فرمانا ہی تھا کہ اُس شخص کی وحشت جاتی رہی۔ اور تندرست ہو کر کہنے لگا۔ مجھے کیوں باندھا ہوا ہے۔ مجھے کھول دو۔ جب اُسے کھولا گیا۔ تو وہ اپنی چارپائی اور حقہ خود اٹھا کر چلا گیا۔

دیگر۔ میاں احمد دین شاہ پوری آپ کے خادم کا بیان ہے۔ ایک دفعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شاہ پور میں تشریف لائے۔ ان دنوں میں اس جگہ کھیتوں کو چوہے بہت خراب کرتے تھے۔ ہم نے آپکی خدمت میں عرض کی۔ کہ فصل کو چوہے بہت خراب کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تمہاری فصل کہاں ہے۔ میں آپ کو اپنے کھیت میں لے گیا۔ آپ میرے کھیت میں ایکطرف داخل ہوئے۔ اور دوسری طرف سے نکل گئے۔ اس دن کے بعد ہماری کھیتی کو چوہے کچھ نہ کہتے تھے۔ ہمارے ساتھ کی دوسرے کھیتوں کا نقصان اسی طرح چوہے کرتے رہے۔

حافظ غلام یٰسین قصوری کا بیان ہے۔ جب میری شادی ہوئی۔ تو میں نے دوسرے روز عشا کی نماز نہ پڑھی۔ اور ویسے ہی سو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ تشریف لائے ہیں۔ اور غصے ہو کر فرمایا۔ کہ شادی کراتے ہی نماز چھوڑ دی۔ اور ایک دو ہتڑ بھی مارا۔ اور میں الٹ کر چارپائی کے نیچے جا پڑا۔ اور ہمارے گھر کے سارے لوگ حیران ہو گئے۔ کہ یہ کیا ہوا۔ میں اٹھ کر مسجد کیطرف دوڑ گیا۔ نماز پڑھ کر پھر آ کر گھر والوں سے واقعہ خواب کا سنایا۔

دیگر حافظ غلام یٰسین کا بیان ہے۔ میں رمضان مبارک میں رات کو قرآن شریف سناتا تھا۔ بسبب شدت گرمی کے عذر سے ایک دن روزہ نہ رکھا۔ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے امام مسجد کے نام خط بھیجا۔ کہ

غلام لٰسین کو کہدو۔ رات کو قرآن شریف سنا تا ہے۔ اور دن کو روزہ نہیں رکھتا۔

میاں عبدالحق صاحب کمپونڈر حال وارد چونیاں کا بیان ہے۔ ایک دفعہ میرے دانت میں شدت کا درد پیدا ہو گیا۔ اور کئی دن تنگ رہا۔ تمام مجرب ادویات جو ہسپتال میں تھیں۔ استعمال کیں۔ اور دوسرے یونانی علاج بھی سینکڑوں کیئے۔ مگر فائدہ نہ ہوا۔ تمام چہرہ متورم ہو گیا۔ سخت تکلیف ہوئی۔ دم بھی کئی کرائے کچھ فائدہ نہوا میری بیمار پرسی کے لئے میاں چراغ الدین صاحب ماسٹر سکول مزنگ اور مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم مدرس گورنمنٹ ہائی سکول مزنگ میاں الہ دین و محمد اسحٰق صاحب جملہ اصحاب بھی آئے۔ آخر مولوی صاحب مرحوم نے یہ فرمایا۔ کہ آپ میاں صاحب علیہ الرحمتہ کی طرف خیال کر کے سو جاویں۔ مگر نیند کہاں۔ اللہ کریم کی مہربانی سے چند منٹوں کے لئے آنکھ لگ گئی۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ آپ دو زانو تشریف فرما ہیں۔ اور مجھے گود مبارک میں لیا ہوا ہے۔ آپ نے دائیں ہاتھ سے میرے منہ کو پکڑا ہوا ہے۔ جہاں کہ درد تھا۔ اس کے بعد آنکھ کھلی۔ اور میں بیدار ہو گیا۔ نہ وہ درد تھا اور نہ ہی ورم رہا۔ بالکل آرام ہو گیا۔ پھر خوب نیند آگئی۔ کئی رات سے جاگ رہا تھا۔ خوب سویا۔ پھر میں آپ کی خدمت میں شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے خود ہی فرمایا۔ ذرا سا درد دانت میں ہو جائے۔ ہزاروں دوائیں ہی کیوں نہ کی جائیں مگر جب تک خداوند کریم کا فضل شامل حال نہ ہو۔ آرام نہیں ہو سکتا۔ انسان کس بات پر غرور کرتا ہے۔ یہ سنکر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ سبحان اللہ

تبرّکِ نسبت گم نا دکھانے کیلئے حضرت مجدّد صاحب کے کرامات

حضرت مجدّد علیہ الرحمتہ کے خلیفہ اعظم خواجہ ہاشم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضرت امام ربّانی مجدّد علیہ الرحمتہ کے کسی مخلص نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ میں ایک کام کے لئے لاہور سے برہان پور جا رہا تھا۔ راستہ میں سرہند شریف حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہاں پہنچکر مجھے اسقدر ضعف لاحق ہوا۔ کہ برہان پور جانے کے لئے تردّد کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا۔ کام چونکہ ضروری ہے۔ اس لئے جلدی چلے جاؤ۔ انشاء اللہ خیریت رہے گی۔ میں حسب الامر روانہ ہوا۔ دو تین منزل جانے کے بعد پھر ضعف نے بہت غلبہ کیا۔ میں نے دل میں خیال کیا۔ کہ آپ نے فرمایا تھا۔ کہ خیریت رہے گی۔ چلے جاؤ۔ لیکن حالت تو اس کے برعکس ہے۔ میں اسی اضطراب اور پریشانی میں تھا۔ کہ آپ مجھے نظر آئے۔ اور فرمایا۔ خاطر جمع رکھو۔ تمہارا ضعف رفع ہو گیا ہے۔ چنانچہ صبح میں نے دیکھا۔ تو کوئی ضعف کے آثار باقی نہ تھے۔ لیکن جب میں دہلی پہنچا۔ تو مجھ پر پھر وہی ضعف طاری ہو گیا جس نے مجھے صاحب فراش کر دیا۔ ابھی دو روز بھی نہ گذرے تھے۔ کہ میرے پاس ایک شخص آیا۔ اور اس نے کہا۔ کہ حضرت مجدّد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے یہ مصری تمہارے ضعف کے رفع کرنے کے لئے بھیجی ہے۔ مجھے اس وقت تپ کا بہت غلبہ تھا۔ طبیب نے ٹھنڈا شربت پینے سے منع کیا تھا۔ میں نے خیال کیا

کہ طبیبوں کو رہنے دو۔ یہ دوا میرے لئے طبیب الہٰی نے بھیجی ہے۔ میں نے اس مصری کا شربت کراکر پی لیا۔ تپ اور ضعف کا بالکل نام و نشان نہ رہا۔ جن لوگوں نے یہ مشاہدہ کیا۔ وہ سب آپ کے بہت ہی معتقد ہو گئے۔

دیگر۔ قاضی ضیاء الدین صاحب لاہوری کا بیان ہے۔ کہ مولوی یار محمد صاحب مرحوم نے ذکر کیا۔ کہ ایک دفعہ میں زیارت کیواسطے شرقپور شریف جا رہا تھا۔ رستہ میں قریب شہر کے ایک کھیت فصل جوار کا تھا۔ جس میں اگر آدمی چھپ جائے۔ تو نظر نہ آئے۔ میں نے دیکھا۔ کہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ وہاں داخل ہوئے ہیں۔ میں نے خیال کیا۔ کہ برائے حاجت ضروری تشریف لائے ہونگے۔ میں انتظار میں کھڑا رہا۔ کہ آپ باہر تشریف لاویں۔ تو آپ کے ہمراہ چلوں گا۔ بہت دیر کھڑا رہا۔ مگر آپ نہ آئے۔ مجبوراً میں وہاں سے در اقدس پر پہنچ گیا۔ جب زیارت سے باریاب ہوا۔ تو فرمایا۔ رستہ میں ٹھہرنے کا کیا مطلب۔ سیدھا گھر آنا چاہیئے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ اس وقت میں حیران رہ گیا۔

ایک شخص حاضر خدمت ہوا۔ نام اس کا محمد عثمان تھا۔ اس نے عرض کی۔ میری ناف کے نیچے شدت کا درد ہے۔ آپ نے غصہ میں آکر بلند آواز سے فرمایا۔ ایسا درد مجھے کبھی نہیں ہوا۔ تجھے کیوں ہوا۔ بندہ کے دل میں خیال گذرا۔ کہ یہ جھڑکنے کا کیا موقعہ ہے۔ اگر آپ کو کبھی درد نہیں ہوا۔ تو دوسرے کو بھی نہ ہو۔ اتنے میں وہ شخص بول اٹھا۔ جی میرا درد جاتا رہا۔ سبحان اللہ۔ یہ آپ کا تصرف اور کرامت تھی۔[۱]

میاں نور حسن عطار قصوری کا بیان ہے۔ ایک دفعہ شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا۔ اور ہمراہ اس کے ایک عزیز تھا۔ میاں نور حسن نے آپکی خدمت میں عرض کی۔ کہ ہم کو بیوپار میں سولہ ۱۶۰۰۰ ہزار روپیہ کا نقصان ہو گیا ہے۔ آپ سن کر ہنس پڑے۔ جب زیادہ التجا کی۔ تو آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ میں کب چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کا نقصان ہو۔ پھر فرمایا۔ جاؤ تمہیں کوئی نہیں بلائے گا۔ بندہ سے کبھی کبھی آپ دریافت فرماتے۔ کہ قرض خواہوں نے کبھی تقاضا تو نہیں کیا؟ عرض کی۔ دس سال کا عرصہ گذر گیا ہے۔ ہم سے کسی نے تقاضا نہیں کیا۔

دست مسیحائی

میاں عبد اللہ ولد مولوی عبد الغفور ساکنہ ہرچو کی علاقہ چونیاں کا بیان ہے۔ کہ ایک دفعہ میرے بائیں ہاتھ کی انگلی ضرب کی وجہ سے ٹوٹ گئی۔ اور میں نے چھ سات ماہ علاج کروایا۔ کچھ فائدہ نہ ہوا۔ بلکہ انگلی ٹیڑھی ہو کر خشک ہو گئی۔ ایک دفعہ حسب عادت آپ کی خدمت میں شرقپور شریف حاضر ہوا۔ آپنے جب انگلی کو دیکھا۔ تو اس کی وجہ دریافت فرمائی۔ میں نے تمام قصہ دہرایا۔ آپ نے میرے ہاتھ پر

[۱] جب عارف پر جوش غالب ہو کر فنا فی التوحید ہو کر تمام آلائش سے پاک ہو بیٹھتا ہے۔ تو اس وقت جس نقصان کو خیال میں لائے گا۔ وہ ہی نقص دور ہو جائیگا۔ اور جو علت ہو گی۔ وہ کافور ہو جائے گی۔ سائل کی التجا کا اثر آں قبلہ کی ذات پر متجلی ہوا۔ تو آپ نے توحیدی جلوہ میں آکر اُسے مٹا دیا۔ جب ذات عارف سے نفی ہو چکا۔ تو ذات سائل میں کیوں کر اثر رہتا۔

اپنا دست مبارک رکھ کر انگلی کو سیدھا کر دیا۔ اس دن سے بدستور سابق میری انگلی تندرست اور صحیح ہو گئی۔

اور انہی کا بیان ہے۔ کہ ایک دن میں جناب کی بیٹھک میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ ایک سکھ تھانیدار جو کہ عرصہ تین یوم ہوئے شہر قصور شریف میں متعین ہو کر آیا تھا۔ حاضر ہوا۔ اور بیان کیا۔ کہ میں آج رات شہر کی گشت کر رہا تھا جس دروازے اور چوک پر جاتا۔ حضرت میاں صاحب کو وہاں پاتا۔ میرے دل میں خیال آیا۔ کہ جب تک یہاں حضرت میاں صاحب موجود ہیں۔ پولیس کے پہرے کی چنداں ضرورت نہیں۔

توکل کا سچا خاکہ

ایک دفعہ بندہ (مولف) جناب حضرت میاں صاحب رح کے ہمراہ کہیں باہر کی طرف گیا۔ تو آپ نالے کی طرف چلے گئے۔ وہاں اتفاقاً خانگی معاملات کی باتیں شروع ہو گئیں۔ اثنائے گفتگو میں فرمایا۔ کہ کنوئیں کے حصہ میں قریباً بیس من پختہ گندم ہمارے گھر آجاتی ہے۔ ہم بھڑولے میں ڈال رکھتے ہیں۔ اور اس میں سے کھانے کھلانے کے لئے بھی نکال لیتے ہیں۔ ایک دن والدہ صاحبہ نے فرمایا۔ کہ میں جب دیکھتی ہوں۔ گندم ویسی کی ویسی ہی موجود ہوتی ہے۔ میں نے کہا کہ آپ یہ خیال بالکل نہ کریں بلکہ اس کو دیکھا بھی نہ کریں۔ خدا چاہے۔ تو ایسا ہو سکتا ہے۔

طعام برکت کثیر

ایک دفعہ کا اور ذکر ہے۔ کہ تقریباً بیس مہمان آئے ہوئے تھے۔ انہی کے لئے کھانا تیار کروایا تھا۔ مگر کھانا کھلانے کے وقت بیس کے قریب آدمی اور آ گئے۔ آپ نے درویشوں کو فرمایا۔ کہ گھر سے اور روٹیاں لے آؤ۔ درویشوں نے عرض کی۔ کہ گھر تو اور روٹی کوئی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا بازار سے ہی لے آؤ۔ درویش چلا گیا۔ جب تھوڑی دور گیا۔ تو آپ نے بلا لیا۔ کہ اچھا آجاؤ۔ اتنا ہی کافی ہے۔ اور آپ نے کھانا کھلانا شروع کیا۔ سب یار کھانا کھا چلے۔ اور باقی بچ بھی کافی رہا۔ کھانا بچنے پر آپ بہت متعجب ہوئے۔

سب سے بڑی کرامت

(بندہ) اللہ تعالےٰ نے ایک ایسے آدمی سے یہ کتاب لکھوائی۔ جو ایک سطر تو بجائے خود ایک حرف بھی نہیں لکھ سکتا۔ یہ کام اللہ تعالیٰ کے فضل اور مہربانی سے اور آپ کی روحانی مدد سے سر انجام ہوا۔ الحمد للہ

ایک دفعہ آپ نے بندہ (مولف) کو فرمایا۔ دیپالپور چلو گے۔ بندہ نے عرض کی بسر و چشم۔ اور آپ کے ہمراہ ہو لیا۔ تین روپے گھر سے لئے۔ مولوی فضل حق صاحب تحصیلدار کے مکان پر پہنچے۔ بندہ کی عادت تھی۔ کہ جس مکان میں حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ آرام فرماتے۔ بندہ بجائے ان کے دوسرے حصہ مکان میں رہا کرتا تھا پوہ کا مہینہ تھا۔ جب میں صبح کو اٹھا۔ تو اتفاقاً جیب میں روپے دیکھے۔ جب گنے۔ تو چار تھے۔ خیال کیا شاید تین نہیں ڈالے۔ چار ہوں گے۔ دوسرے روز پھر دیکھا۔ تو روپے پانچ تھے۔ میرے پاس میاں شیخ محمد صاحب

سویا کرتے تھے۔ اُن سے دریافت کیا۔ کہ رات کو کوئی ہمارے مکان میں آتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ نہیں تیسرے روز صبح دیکھا۔ تو چھ روپے تھے۔ پھر حضرت میاںصاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ بندہ گھر سے تین روپے لیکر چلا تھا۔ جیب میں پڑے ہوئے چھ ہو گئے۔ آپ نے سنکر تبسم فرمایا اور فرمایا۔ ایسا ہو جایا کرتا ہے پھر بعد میں روپے نہیں بڑھے۔

میاں اللہ دتا ولد میاں محمود باشندہ سکنہ قصور کا بیان ہے۔ کہ ایکدفعہ حضرت میاںصاحب علیہ الرحمۃ کے ہمراہ قبرستان میں جا رہا تھا۔ میں نے عرض کی۔ ایک لڑکی ہوئی ہے۔ جس کو عرصہ دراز ہو گیا۔ بعد اس کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ آپ جب قبرستان سے شہر قصور میں آئے۔ تو مجھے ایک چھوٹا سا ٹکڑا کاغذ کا لپیٹ کر دیا۔ فرمایا جا کر اپنی بیوی کے گلے میں باندھ دو۔ اس کے بعد خداوند کریم نے دو لڑکے اور دو لڑکیاں عنایت فرمائیں۔ آپ کے تصرفات اور کشف بیشمار ہیں۔ جیسا کہ ہم سفروں یا ابتدائی حالات میں لکھ آئے ہیں۔ صاحب بصیرت کے لئے کافی ہے۔

باب ۱۲
تصرفات

تصرف لغت میں پھیر کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاح صوفیائے کرام رح میں کائنات کی چیزوں میں کوئی ایسی تبدیلی کرنا جس کے لئے اُس وقت وہ چیز فطرتاً و عادتاً تیار نہ تھی۔

تصرف درحقیقت کرامت کا سرچشمہ ہے۔ یا کرامت کا تخم جس کا ثمرہ کرامت سے تعبیر کیا جائے گا۔ تصرف کے کئی ایک اقسام ہیں۔ نفسی۔ حالی۔ وجدانی۔ صحبتی۔ القائی وغیرہ۔

درحقیقت اس کے بڑے اقسام یہ ہیں۔ نفسی جس سے فطرتی حالت بدل جائے۔ حالی جس سے حال بدل جائے۔ اور القائی جس کی وجہ سے اپنے کیفیات سے دوسرے کو بہرہ ور کر لیا جائے۔ یا اپنے خیال کو دوسرے پر ظاہر کیا جائے۔

حضرت میاںصاحب رحمۃ اللہ علیہ اس باب کے شاہ با اختیار تھے۔ ہر طرح کے تصرفات آپکی طبیعت مبارکہ کر سکتی تھی۔ بدکاروں کو نیکوکار بنایا۔ مفلسوں کو غنی کیا۔ اور غنیوں کو محتاج دکھایا۔ توجہ بھی اسی تصرف کا ایک نمونہ ہے۔ جس سے دل کی کیفیت بالکلیہ بدل کر ایک تازہ کیفیت پیدا کی جاتی ہے۔ اور دل کی ظلمت نفسانی مٹا کر ایک نورانی مشعل کا چشمہ بنا دیا جاتا ہے۔ یا اس کے برعکس جس طرح فطرت انسانی مختلف ہے۔ اسی طرح فطرت ولائت بھی مختلف۔ اور ہر ایک ولی کی فطرت ولائت کسی تصرف میں زیادہ مشتاق ہوتی ہے۔ کیونکہ فطرتی

میلان اسی جانب ہوتا ہے۔ اور دوسری جانب کم۔ بعض وقت فطرتی میلان کے علاوہ جذباتِ فطرتی کے مشتعل ہونے سے بھی تصرف کے عجائبات ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ لیکن یہ اُسی وقت جذباتی تصرف پیدا ہوتے ہیں۔ جب کہ سالک کی ذات سلوک کے درجہ سے گذر کر عرفان کے مسند پر جا قدم ٹکائے۔ اِسی قسم کے تصرف عارف کی ذات سے بے اختیار ہوتے ہیں۔ اور ایسے تصرفات بے اختیاری پر کوئی گرفت نہیں۔

البتہ وہ تصرفات جنہیں قلبی تصرفات سے موسوم کر سکتے ہیں۔ اور جن کے تصرف کے لئے سالک کی قوتِ قلبی کام کرتی۔ اور دیدہ دانستہ اُس میں متصرف ہوتا ہے۔ اگر وہ دائرہ شریعت سے باہر ہونگے۔ تو گرفت لازمی ہے لیکن اس گرفت کی ہیئت بھی الگ ہے۔ خود ذات سالک کے بغیر کسی کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔ لیکن سالک خود جانتا ہے۔ کہ مَیں گرفت میں مبتلا ہوں لیکن اس گرفت کا تعلق اِسی دنیا میں ہے۔ آخرت میں اُس پر گرفت نہ ہوگی۔ کیونکہ شرعی سزا صوری جرائم پر جو قائم ہوتی ہے۔ یہاں صورت نہیں۔ لیکن اس کے برخلاف اسقدر بھی اور سحری سزا آخرت میں دیجائے گی۔ کیونکہ بدکرداری کی سزا آخرت میں ثمر آور ہوگی۔ ولائت کی سزا تنبیہ کے طور پر دیجاتی۔ اور اسقدر بھی سزا مجرمانہ حیثیت رکھتی ہے۔

تصرفات کا ظہور قوت ارادی پر منحصر ہے۔ جتنی قوت ارادی کسی کے اندر زیادہ ہوگی۔ اُتنے ہی تصرفات کثیرہ اور تصرفات عظیمہ کا مالک ہوگا۔ القا بھی ایک قسم کا تصرف ہے۔ لیکن بعض القا کا تعلق عارف کی ذات سے وابستہ نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ منجانب اللہ عارف کی ذات کے احترام کے لئے خلائق کے قلوب پر ڈالے جاتے ہیں۔

حضرت قبلہ مرشدم میانصاحب رحمتہ اللہ علیہ کی ذات بابرکات میں قوۃ ارادی اپنے انتہائی درجہ پر تھی اور ہر درجہ کے تصرف کے مالک تھے۔ انہیں کسی تصرف کے پیدا کرنے کے لئے زیادہ توجہ درکار نہ تھی۔ بلکہ ایک جانب خیال نے قدم رکھا۔ دوسری طرف اجابت نے ہاتھ بڑھائے۔ اور اکثر ...... سالکین اپنے یاران طریقت کی مدد کے لئے تصرفات فرمایا کرتے ہیں۔ چونکہ شہرت سے آپکو جبلی نفرت تھی۔ اس لئے کسی کی التجا پر نہ ہاتھ اٹھاتے۔ نہ توجہ قلبی کو تحریک فرماتے تھے۔ مگر جب کبھی غائبانہ حالت میں کسی کی بابت کچھ سن پاتے۔ تو فوراً متوجہ ہو جاتے۔ اور اس وقت آرام لیتے۔ جب توجہ کی اجابت بارگاہ لم یزلیہ میں ہو چکتی۔ بلکہ توجہ خود اسی وقت ہٹتی۔ جب انجام پر عمل پہنچ جاتا۔ خواہ ایں جانب خواہ آنجانب۔

زیادہ تر میلان آپ کا تصرف نفسی کی جانب تھا۔ اور ہر وقت خلق اللہ کی رہبری منظور تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ہر وقت مجلس شریف گرم رہتی تھی۔ اور ہر گھڑی دریائے ندامت سے آنسو گرتے ہوئے آپ کے دربار میں نظر آتے تھے۔ اور کوئی متنفس ایسا نہ ہوتا۔ کہ اس آبحیات کی لذت سے لطف نہ اٹھاتا۔ بلکہ جو بھی آیا۔ آپ کے قلبی

تصرف نے اسے حیوان لایعقل کے درجہ سے نکال کر انسانیت کے منصب سرفراز فرمایا بلکہ عبودیت کی شان دکھا دی۔ اور اپنی آنکھوں اور کانوں سے وہ سنا اور دیکھا جس کی کیفیت تحریر میں نہیں آسکتی۔

تاہم جذباتی تصرف بھی آپ کے بے انتہا تھے۔ کیونکہ آپ کی فطرت سلیمہ میں تمام جذبات عالیہ تھے۔ محبت تھی تو انتہا کی۔ غیرت تھی تو بلا کی۔ جلال و جمال سے آپ آراستہ تھے۔ ایک بار آپ کے بھائی صاحب کے گھر سے کسی عورت نے زیورات چرا لئے۔ پولیس کو خبر ہوئی۔ تو خود بخود اسے آکر گرفتار کر لیا۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو خبر لگی۔ تو آپ نے پولیس کو چھوڑ دینے کا ارشاد فرمایا۔ پولیس چلی گئی۔ لیکن دوسرے یا تیسرے دن اُس عورت نے کسی خانگی ناراضگی کیوجہ سے اپنے بچے کو مکان کی چھت سے نیچے دے مارا۔ بچہ بیچارہ مر گیا۔ اور عورت کا چالان ہو گیا لیکن پھر جو حضرت کو خبر ہوئی تو پھر سفارش کر کے اُسے چھڑوا دیا۔ اس واقعہ میں صاف عیاں ہے۔ کہ محبت کے اندر ایک جذبۂ غیرت انتقامیہ کام بھی کر گیا۔ لیکن بے اختیار۔

اس باب کے اندر بہت سے اذکار میری تحریر کے ثبوت کے لئے موجود ہیں۔ اور ہر قسم کے تصرفات اور کرامات کا ذخیرہ کتاب ہٰذا میں موجود ہے۔ ناظرین خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کس درجہ کے صاحب تصرف تھے۔

مع ہٰذا عارف ربی کی ذات بعض وقت بے اختیار منہ سے کچھ نکال دیتی ہے۔ جس میں عارف کی توجہ کو دخل تک نہیں ہوتا۔ بلکہ کارکنانِ قضا و قدر کے فیصلے کے عکسی انوار کی جلوہ ریزی سے بے اختیار عارف وہ کہدیتا ہے۔ جو ہونے والا ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کو صاحب اللفظ کہا جاتا ہے۔ کہ جو کچھ منہ سے بے اختیار نکل گیا وہی ہو کر رہا۔ لیکن اسے تصرف سے کوئی تعلق نہیں۔ اور صاحب تصرف سے کوئی نسبت نہیں۔ کیونکہ بعض صورتوں میں ایک سالک کی بھی ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس میں عکس ریزی کے جلوے کے قبول کرنے سے آئینہ صاف ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے اندر تصرف کی قوت نہیں ہوتی۔ کیونکہ تصرف کا تعلق قوت ارادی سے۔ اور عکس پذیری کا تعلق قوت انفعالی سے۔ یہ دونو قوتیں یکساں بجز عارف کامل کے کسی دوسرے سالک میں نہیں ہوتیں۔

عارف کامل دونو قوتوں کا مالک ہوتا ہے۔ جہاں بعض وقت وہ صاحب تصرف نظر آتا ہے۔ وہاں بعض وقت وہ صاحب لفظ بھی ہو سکتا ہے۔

حضرت قبلہ مرشدم میاں صاحب علیہ الرحمۃ ان ہر دو کمالات ولایت کے مالک تھے۔ جہاں آپ تصرف میں ید طولےٰ رکھتے تھے۔ وہاں صاحب لفظ کے سند یافتہ بھی تھے۔ بسا اوقات آپ کی زبان سے وہ کچھ نکل جاتا تھا۔ جس کو آپ کی ذات ہرگز ہرگز پسند نہ کرتی۔ لیکن وہی ہو کر رہتا۔

شرقپور شریف میں ایک مولوی صاحب نے مجھ سے ذکر کیا۔ کہ میں نے حضور کی خدمت میں زمانہ کی گردش کا ذکر کیا۔ تو جھٹ آپ نے فرمایا۔ کہ میں تو کہتا ہوں "دور از مصائب آئیں" اور "مصائب آئیں"۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ پے در پے مصائب نے رخ کیا۔ اور ابھی تک اُسی حالت میں گرفتار ہوں۔ اب ایک ایسا مقدمہ درپیش ہے جس میں مجھے اپنے ایمان کے اندر بھی شبہ ہو جائیگا۔ چونکہ وہ مولوی صاحب قبلہ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین سے تھے۔ انہوں نے خاندانی تعلقات سے مجھے فرمایا۔ کہ حضور قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں میری سفارش کریں۔ لیکن میری کیا مجال میں نے حاجی صاحب سے تمام ماجرا بیان کیا۔ اور حاجی صاحب نے خلوت میں آپ سے ذکر کیا۔ صبح مولوی صاحب کو طلب فرما کر دریافت فرمایا۔ کہ میں نے کیا کچھ کہا تھا۔ انہوں نے لفظ دوہرائے۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے تو کچھ علم نہیں میرا دل تو یہ نہیں چاہتا۔ لیکن بعض وقت ایسا ہو جاتا ہے۔ اچھا اللہ تعالیٰ فضل کرے۔

سو اس واقعہ میں صاف عیاں ہے۔ کہ یہ الفاظ بے اختیاری کے تھے۔۔ دعا کا خیال نہ تھا۔ لیکن ہو کر وہی رہا۔ جو زبان مبارک پر آگیا تھا۔

خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ قیوم ثانی ایک بار گھر میں تشریف لے گئے۔ اور حرم سے فرمانے لگے۔ کہ جی چاہتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ایک اور لڑکا بخشے۔ مائی صاحبہ نے عرض کی۔ کہ اب کونسا وقت ہے۔ یہ خواہش نہ فرمایئے۔ آپ نے پھر فرمایا۔ کہ جی ایسے ہی چاہتا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد آپ کے چھوٹے صاحبزادہ صاحب آخیر عمر میں پیدا ہوئے اب یہ خواہش قلبی نہیں۔ بلکہ مالکان تصرف کی عکس ریزی کا نتیجہ ہے۔

خود حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے صاحبزادے کو گود میں لے کر فرمانا۔ کہ تم اچھے نہ ہو تو تمہارا مر جانا ہی اچھا ہے۔ میرے نزدیک یہ بھی فرمانا بشری تعلق سے پاک ہے۔ بلکہ قلبی عکس پذیری کا نتیجہ ہے۔

حضرت عمر رضؓ کا عین خطبہ میں "یا ساریۃ الجبل الجبل" (اے ساریہ پہاڑ سے لگ جا) بھی اسی قسم کا تصرف اور کشف ہے۔ جس میں بشری تعلق بالکلیہ نہیں ہے۔ حضرت عمر رضؓ خطبہ میں کیونکر توجہ قلبی میدان کارزار کیطرف کر سکتے تھے۔ لیکن کارکنان قضا نے کارزار کا نقشہ سامنے کر دیا۔ اور بے اختیار لشکر کی بجا گرد دیکھ کر آپ کی زبان سے "یا ساریۃ الجبل الجبل" نکل گیا۔ لیکن لطف یہ ہے۔ کہ جہاں کشف عیانی بے توجہ عمل پذیر ہوا تھا۔ وہیں یہ آواز بھی بلا ارادہ دنیا کے اُس سرے پر جا پہنچی۔ سبحان اللہ!

اس سے بڑھکر صاف وہ واقعہ ہے۔ جو عہد فاروقی میں بمقام تہرہ شہر ملک فارس میں عمل پذیر ہوا۔ کہ مسلمانوں کے محاصرہ کے وقت والئے شہر نے پیغام بھیجا۔ کہ جو ممالک آپ لوگوں کے قبضہ میں آ چکے ہیں۔ اُن پر قناعت کیجئے۔ اور جو باقی رہ گئے ہیں۔ اُن کو ہمارے لئے چھوڑ دیجئے۔ سردار لشکر حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ ابھی اس کا جواب بھی دینے نہ پائے تھے۔ کہ ایک مسلمان کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے "کہ ہم ہرگز صلح نہ کرینگے"

جب تک آفریدوں کے شہد کو کوٹی کے لیموں کے ساتھ نہ کھالیں" جس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تھے۔ اُس سے حضرت سعدؓ نے پوچھا۔ کہ یہ تم نے کیا کہا۔ تو وہ شخص بولا۔ کہ میں خود نہیں جانتا۔ کہ میں نے کیا کہا۔ اور کیوں کہا۔ مگر ان الفاظ کو سُنکر حاکم شہر نے خود بخود شہر خالی کر دیا۔ اور بغیر لڑائی کے شہر بہرہ شیر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

ناظرین خود سوچیں۔ کہ صاحب نفظ خود کہہ رہا ہے۔ کہ "میں خود نہیں جانتا۔ کہ میں نے کیا کہا۔ اور کیوں کہا" میں نے اس باب کو کچھ زیادہ اس لئے لکھ دیا۔ کہ بعض تو سرا سر تصرفات کے منکر ہیں۔ اور بعض منکر تو نہیں لیکن وہ خاصہ ولایت اسے قرار نہیں دیتے۔ اور بعض خاصہ ولائت بھی قرار دینے کے باوجود اس کی حقیقت سے بالکلیہ ناآشنا ہیں۔ اور ولی اللہ کو بالذات مبدا کائنات خیال کرتے ہیں۔ اور تمام تغیرات نظامی کو اس کے دائرہ وقبضہ کے اندر لانے کی کوشش بے سود کرتے ہیں۔

غرض جو کچھ ہے۔ وہ ذات بابرکات اللہ جلشانہ کی ہے۔ لیکن ولی کی ذات اُس کا مظہر ہوتی ہے۔ اور اگر اسے مظہر بھی قرار نہ دیا جائے۔ تو پھر ولی کہنا بے سود۔ بعض وقت ولی کی ذات بارگاہ ربوبیت سے نیاز مندانہ عرض گذار ہو کر فیصلہ دلواتی ہے۔ اور بعض وقت اللہ جل شانہٗ کی ذات بابرکات اپنی عنایت خاصہ سے ولی کی ذات کو اپنے ارادہ لم یزلیہ سے بلواتی ہے۔ اسپر غور کیا جائے۔ تو دو صورتیں نظر آتی ہیں۔ اوّل یہ کہ ولی سب کچھ کرسکتا ہے۔ دوسرا یہ کہ ولی کچھ نہیں کرسکتا۔ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ کسی پر اعتراض کی گنجائش نہیں۔

بعض ناظرین کتاب ایسے بھی ہوں گے۔ جن کو آنقدوۃ الواصلین کی زیارت بھی نصیب نہیں ہوئی ہوگی یا جنہیں آپ سے واسطہ نہیں پڑا۔ تو شائد میری گفتگو کو مبالغہ خیال فرمادیں۔ تو اُن کے لئے اس پر غور فرمانا چاہئیے۔

ہر کہ واصل شد بجاناں بایزید دیگر است ؎ تو مگو اندر جہاں یک بایزید و بود و بس

اس باب کی پوری روشنی کمالات کے بعض اذکار میں نظر آئے گی۔ جہاں کمالات ولائت کے اذکار ہیں۔ اور خاص کر وہ واقعہ جس میں آپ نے ایک قصوری کو ایک ولی اللہ کی مزار پر مراقب ہو کر دیکھنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ یا تصرف کا وہ واقعہ جس میں پانی کی زیادتی کی وجہ عملین کی واپسی پر کسی کا بلانا۔ اور پانی سے پایاب کر کے حاضری پر صاف فرمانا۔ کہ "وہم لائے کہ نہ لائے" تاہم یہ باب بھی خالی از لطف نہیں۔

تصرفات کے وجود پر عقلی دلائل

(مولف) اب ہم زمانہ حال کے مطابق سائنس کے رو سے تصرف اور کشف کا ثبوت دیتے ہیں۔ کیوں کہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں کثرت سے انگریزی خواں حاضر ہوتے تھے۔ یا ان کے لئے جو کشف وکرامات کے وجود سے انکار کرتے ہیں۔ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

جو کتاب بستان العارفین سے اخذ کیا گیا ہے۔ تاکہ عام و خاص کو فائدہ حاصل ہو۔ زمانہ حال کے معلومات نے جس طرح علوم اور فنون کو نئی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اسی طرح سائنس کے ترقی دانوں نے برقی طاقت کے رازوں کو کھولکر دنیا کو محو حیرت بنا دیا ہے۔ خیال کیجئے۔ کہ ہزاروں کوس کے فاصلہ پر اپنے دل کا حال ظاہر کر دینا۔ اور اندھیری رات میں دن کی طرح اجالا کرنا۔ اور ناقص دھاتوں کو گلٹ اور ملمع کاری سے اصل بنا دکھانا اور کلینٹھو فون کے ذریعہ سے بے دیکھی ہوئی چیز کا نظارہ کرانا۔ اسکے یعنی سائنس کے ادنی کرشمے ہیں۔

خیال کیجئے۔ کہ برقی طاقت تیزآب اور پانی اور کوئلہ اور جست سے پیدا ہوتی ہے۔ جب ان چاروں چیزوں کو مناسب طریقہ سے ایک برتن میں رکھا جائے۔ تب ان میں ان کے ملنے اور اس میں گھلنے کے بعد ایک ہی وقت میں دو قوتیں ایسی پیدا ہوتی ہیں۔ کہ ایک قوت دوسری قوت کے مخالف ہے۔ ان کے مجموعہ کا نام اصطلاح میں بیٹری اور جو دوسری قوت پیدا ہوتی ہے۔ اس کو برقی رَو کہتے ہیں۔

اب اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ثابت رہنے والی اور دوسری غیر ثابت۔ اگر یہ دونو قوتیں ایک جا جمع رہیں تو کچھ فائدہ نہیں نکلتا۔ جب غیر ثابت طاقت کو بذریعہ دہاتی تار کے علیحدہ کر کے زمین میں داخل کر کے فنا کر دیا جائے۔ تو ثابت رہنے والی طاقت باقی رہجاتی ہے۔ اور یہی طاقت کار آمد اور مفید ہے۔ اور اسی سے کام لیا جاتا ہے۔ اب خبر پہنچانے کے واسطے اِس ثابت رہنے والی طاقت سے دو طرح پر کام لیا جاتا ہے۔ ایک بذریعہ تار کے دوسرا بغیر تار کے۔ بذریعہ تار کے خبر پہنچانے کا طریقہ جاری ہو کر اسقدر عام ہو گیا ہے۔ کہ ہر ایک تار گھر میں دیکھا جا سکتا ہے۔ بیٹری سے جو برقی رو پیدا ہوتی ہے۔ وہ بذریعہ تار کے ریسور میں پہنچتی ہے۔ اور جب اس کے بٹن کو دبایا جاتا ہے۔ تو ٹک کی آواز کے ساتھ ہی برقی طاقت نکلکر ہزاروں کوس کے فاصلہ پر پہنچ جاتی ہے۔ اور وہاں پہنچکر تار سے جو بٹن ملا اور لگا ہوا ہے۔ اس میں اثر کر کے حرکت دیتی ہے۔ اس طرح کئی حرکتوں سے مقررہ اشارات پیدا ہو کر بھیجنے والے کے منشا اور ارادہ کو سمجھا دیتی ہے۔

دوسرا طریقہ تار کے بغیر خبر پہنچانے کا اس طور پر ہے۔ کہ متعدد اور بہت سی بیٹریوں کے سلسلہ سے بڑی طاقت اور بڑی قوت پیدا کر کے اس قوت کو بذریعہ تار کے ایک شفاف گولہ میں پہنچایا جاتا ہے اور وہ گولہ ایک اونچے ستون پر معلق ہوتا ہے۔ اور چونکہ اُس گولہ سے تار یا کسی اور چیز کے معلق نہ ہونے کے باعث برقی طاقت ہوا میں پھیلتی ہے اور اپنی برابر کی مقابل ہوا کے ذرات کو حرکت دیتی ہوئی دور تک چلی جاتی ہے۔ اور جہاں پر اسی قسم کے مقابل کولے ہوں۔ اُن میں جذب ہو کر بذریعہ تار کے بٹن کو حرکت دیتی ہے۔ اور اسی طرح مقررہ اشارات سے پیغام پہنچا دیتی ہے۔

سبحان اللہ اربعہ عناصر یعنی مٹی۔ ہوا۔ پانی اور آگ ان چاروں چیزوں سے انسان کا جسم بھی ترکیب

دیا گیا ہے۔ اور یہ بھی ایک بیٹری ہے۔ جس میں اعتدال مزاج کی حالت میں دو قسم کی قوت پیدا ہوتی ہے۔ ایک ثابت رہنے والی دوسری ثابت نہ رہنے والی جو ثابت رہنے والی ہے۔ اس کو روحانی اور جو غیر ثابت ہے اُسے نفسانی کہتے ہیں۔

اب جو شخص اپنے نفس شریر کو بری باتوں سے پاک کرے اور ریاضت اور مجاہدہ اور ذکر اللہ اور عبادت سے اپنے نفسانی جذبات کو فنا کر کے نیست و نابود کر دے۔ تو اُس وقت اس کی باقی رہنے والی قوت جس کو روحانی کہتے ہیں۔ وہ باقی رہ جاتی ہے۔

طریقہ توجہ اور اس کے اقسام

توجہ اور کشف۔ یہ ایک قسم کی روحانی خبر پہنچانے کے طریقے کا نام ہے۔ جس کی کئی قسمیں ہیں۔

اوّل یہ کہ جب روحانی قوت کو مرشد اپنے دل میں جمع کرے اور مرید کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اس کو دباتا ہے۔ تو اس وقت روحانی طاقت اعصابی تاروں کے ذریعہ مرید کے دل پر پہنچ جاتی ہے۔ جس کے باعث اُس مرید اور طالب کے دل کو حرکت ہوتی ہے۔ اور اس کو گرمی اور حرارت میں لا کر نفسانی جذبات کو جلا دیتی ہے۔ سبحان اللہ اسی کا نام بزرگوں نے بیعت رکھا ہے۔

دوسرا طریقہ توجہ کا یہ ہے۔ کہ طالب کو اپنے روبرو بٹھایا جاوے۔ اور روحانی قوت کو دل میں جمع کر کے آنکھوں کو درخشاں گویا میں لاوے۔ پھر ہوا میں سے گذر کر طالب کی آنکھوں پر اسکا اثر ڈالے۔ کہ جو بذریعہ اعصاب طالب اور مرید کے دل میں پہنچے۔ اور جو چیز اپنے دل میں ہے۔ اس کو ظاہر کر دے۔ اس کا نام بزرگوں نے توجہ بالمواجہ رکھا ہے۔ اور یہ بمنزلہ بے تار برقی خبر پہنچانے کے ہے۔ مگر سبحان اللہ جس بزرگ کی روحانی قوت زبردست اور مضبوط ہوتی ہے۔ وہ اپنے دل کی روشنی سے ہزاروں کوس کے فاصلہ پر اپنے طالب اور مرید کی شکل کو تصور میں لا کر اور اپنے روبرو حاضر کر کے اپنے مبارک دل کی اس پر حرارت ڈالتا ہے۔ اور اپنی مبارک اور نورانی طاقت اس پر منکشف کر دیتا ہے۔ اس کا نام توجہ بالغیب (غائبانہ توجہ) ہے۔

سبحان اللہ توجہ کا ایک اور طریقہ حلقہ میں بٹھانا ہے۔ جس طرح برق کش سے برقی طاقت ایک ایسے بلوری گلاس میں جس کے منہ پر پیتل کا گویا ڈاٹ لگا ہوا ہوتا ہے۔ آلہ برق کش کو حرکت دیکر اور اس بلوری گلاس کے سرے کی گولی کو اس کے قریب کر کے جس قدر برقی طاقت پیدا ہوتی ہے۔ وہ اس میں جمع کر لی جاتی۔ اس کو آلہ برق کش اور اُس گلاس کو لیڈن جار کہتے ہیں۔ پھر اگر دس بیس آدمیوں کو ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر اور حلقہ باندھ کر کھڑا کیا جاوے۔ اور پہلا آدمی اپنی انگلی لیڈن جار کے سرے کے پاس لے جاوے۔ تو برقی شرارہ کی طرح گلاس سے نکل کر انگلی میں جذب ہو جاوے گی۔ اور اعصاب میں سے اترتی ہوئی تمام آدمیوں کے جسموں میں سلسلہ وار داخل ہو کر

اپنی طاقت سے سب کو ایک دم خفیف سا صدمہ پہنچا دیگی۔ اور لیڈن جار برقی طاقت سے خالی ہو جاویگا۔
سبحان اللہ اسی طرح مرشد کامل کا خلیفہ اپنے مرشد کی صحبت میں اُس کے روحانی جذبات اپنے دل میں جمع کرتا ہے۔ پھر باقی مریدوں کو حلقہ میں بٹھا کر ان پر توجہ کا اثر ڈالتا ہے جس سے وہ متاثر ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ اسوقت تک ہوتا ہے۔ جبتک کہ توجہ دینے والے کے دل میں روحانی جذبات موجود ہوں۔ اور جب یہ خالی ہو گیا۔ تو توجہ بھی بے اثر ہو گئی۔
اس کے سوا جس طرح انسان کی قوت سے زیادہ برقی طاقت انسان کو ہلاک یا مدہوش کر دیتی ہے۔ اسی طرح بڑی زبردست روحانی طاقت والے شخص کی توجہ کا کمزور اور کم ظرف انسان متحمل نہیں ہو سکتا۔ اکثر دفعہ اس کمزور اور کم ظرف کے دل میں توجہ کے اثر سے رگیں پھٹ جاتی ہیں۔ اور مست یا مجذوب ہو جاتا ہے۔
نیز جسطرح کہ اکثر جسمانی اور اعصابی امراض کا علاج بجلی کے ذریعہ سے کیا جاتا ہے۔ اسی طرح مرشد کامل اکثر بدنی اور روحانی امراض کا دفعیہ صرف توجہ سے کر سکتے ہیں۔ جس کا نام دم جھاڑ پھونک رکھا ہے۔ مسمریزم میں محض تکم صرف تصور کی مضبوطی و یکسوئی خیال کا اثر معمول اور سامنے والے پر ہوتا ہے۔ اس مسمریزم کے ساتھ دلی توجہ اور روحانی جذبہ شامل نہیں ہوتا۔ اس لئے یہ طریقہ ناقص ہے۔
برقی طاقت کا دوسرا کرشمہ روشنی ہے۔ اس میں بیٹریوں کے بڑے جاری سلسلہ سے برقی طاقت حاصل کرکے تاروں کے ذریعہ سے برقی گولیوں میں پہنچائی جاتی ہے۔ جس کے اردگرد شیشہ کا غلاف ہوتا ہے۔ برقی رو کا شرارہ اس گولی کے سرے پر سے چمکتا ہے۔ اور شراروں کے متواتر سلسلہ سے اندھیری میں روشنی نمایاں ہو کر آنکھ کو خیرہ کر دیتی ہے۔ اسی طرح کامل بزرگ اپنے دل کی روشنی اور نور کو روحانی قوت کے ذریعہ سے دوسرے کے دل یا اندھیری کوٹھریوں یا قبروں میں پہنچا کر وہاں کے حالات سے واقف ہو جاتا ہے۔ اس کا نام بزرگوں نے کشف القلوب یا کشف القبور رکھا ہے۔
بندہ، مؤلف ایکروز عبد الستار کو مسمریزم کا عامل تھا۔ اور لوگوں پر مسمریزم سے طرح طرح کے اثر ڈالتا تھا کے پاس پہنچا۔ اور کہا مجھ پر کچھ تصرف کیجئے۔ اُس نے جواب دیا۔ تم پر اثر نہیں ہو سکتا۔ آپ خود تصرف کرتے ہیں۔ ہمارا اثر سادہ طبعوں پر ہوتا ہے۔ بندہ نے اسے پھر کہا۔ تمہارا اثر جب کسی پر پڑتا ہے۔ تو وہ دائمی ہوتا ہے یا فقط اسیوقت تک؟ اُس نے جواب دیا۔ جس وقت ہم تصرف کرتے ہیں۔ تو اس وقت اثر پیدا ہو جاتا ہے۔ بعد میں نہیں رہتا۔ اور لذت بھی کچھ نہیں پیدا ہوتی ہے۔ میں نے کہا۔ یہ اثر ناقص ہے۔
برقی طاقت کا ایک تیسرا کام۔ گلٹ سازی۔ تانبا۔ سونے اور پیتل۔ چاندی کو قدرتی رنگ کیطرف پر کھینچ لینا اور اخذ کر لینا ہے۔ پھر دوسری دھاتوں پر گلٹ کرنے کے واسطے اول ان پر تانبے کی ملمع کاری کیجاتی

ہے۔اس کا طریقہ اس طرح پر ہے۔کہ جس دہات کو گلٹ کرنا منظور ہوتا ہے۔تو اول اُسے گرم کرکے اس کی چکنائی دور کی جاتی ہے۔پھر تیزآب میں ڈال کر اُسے صاف کیا جاتا ہے۔اور سونے کو اسپر چڑھانے کے لئے پہلے اسپر تانبا چڑھایا جاتا ہے۔بعد ازاں بیٹری میں اُس کو لٹکایا جاتا ہے۔اور ایک دوسرے تار میں سونا باندھ کر اس کو بجلی سی رسی میں لٹکایا جاتا ہے۔اب برقی تار کے زور سے سونا خودبخود تحلیل ہو ہو کر دہات کو چمٹ جاتا ہے پھر اُسی دہات کو مصیقلہ سے صیقل کیا جاتا ہے۔جس سے چمک ومک پیدا ہوکر اصل سونے کا رنگ دکھاتی ہے۔

سبحان اللہ! اسی طرح مرشد کامل مبتدی کو اول مختلف قسم کے اذکار اور شغل مراقبہ کی ہدایت کرتا ہے پھر ہلکی سی توجہ سے اس کے دل کو نفسانی جذبات کے زنگ اور میل سے صاف کرتا ہے۔جب اس کا دل توجہ کی تاثیر اخذ کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔تب روحانی جذبہ سے اس پر گلٹ سازی کر دیتا ہے جس کے باعث طالب کو روشنی اور صفائی حاصل ہو جاتی ہے۔اب اگر مرید مرشد کامل کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔تب تو توجہ اور تعلیم کی تجدید ہوتی رہیگی۔اور سبحان اللہ اچھی گذریگی۔ورنہ دنیاوی تاثیر کی رگڑ سے گلٹ دور ہو کر پہلی سی تاریکی اور ظلمت دور ہو جائیگی۔ اللھم احفظنا

برقی طاقت کا ایک کرشمہ کلیمنٹوفون ہے جس سے پردہ کے اوپر لڑائی اور جشن کے گذشتہ حالات بعینہ نظر کے سامنے آجاتے ہیں۔مثلاً پردہ کے اوپر میدان جنگ کے وقت سپاہیوں کی متحرک شکلیں اور ہاتھوں میں تلواریں لئے ہوئے ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں۔اور سنگینوں کے لگنے۔اور بندوقوں کے چلنے چقاچق اور ٹھائیں ٹھائیں کی آواز کے ساتھ خون کے فوارے اور دھواں اڑتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔اور مرنے والوں کے تڑپنے اور نزع میں کراہنے اور ہیبت ناک آواز اور افسروں کے حکم کے الفاظ سنائی دیتے ہیں۔اُس وقت میدان جنگ کا اصلی نظارہ آنکھوں کے سامنے دکھائی دیتا ہے۔مگر یہ سب کچھ برقی طاقت کا طلسم ہے۔

سبحان اللہ۔اسی طرح مرشد کامل اپنی روحانی طاقت وتصرفات سے طالب کے روح کو آسمانوں کی سیر کرا سکتا ہے۔اور تمام گذشتہ اور موجودہ واقعات اور بزرگوں کے حالات آئینہ کی طرح دکھا سکتا ہے۔جن کے نظارہ سے طالب مقام حیرت اور استغراق میں محو ہو جاتا ہے۔کہ اس کو دنیا اور مافیہا کی مطلق خبر نہیں رہتی سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری اور صدہا گذرے ہوئے بزرگوں سے ملا سکتا ہے اللھم ارزقنا بجاہ النبی الکریم" اگرچہ برقی علم کو جاری ہوئے کچھ زیادہ مدت نہیں گذری تاہم اسکی روز بروز ترقی ہوتی جارہی ہے۔جس طرح اسوقت دریاؤں اور آبشاروں سے برقی طاقت حاصل کرکے بڑے بڑے کام لئے جارہے ہیں۔اور ممکن ہے۔کہ کوئی ایسا دماغ دنیا میں پیدا ہو جاوے۔کہ جو بادلوں کی روانی اور ہوا کی سرسراہٹ

اور کرۂ زمین کی حرارت سے برقی طاقت حاصل کر کے اس کو انتہائی طریقہ پر پہنچا دے۔ اور اس کے جانشین آئندہ زمانہ میں اس کی تعلیم اور تصنیف سے کامیاب ہو کر تمام دنیاوی کاروبار اُسی طاقت سے سرانجام کر کے دنیا میں برق کی بادشاہی قایم کر دیں۔

سبحان اللہ اسی طرح روحانی قوت کا راز سب سے پہلے اللہ پاک کیطرف سے حضرت آدم علیہ السلام کو بتلایا گیا۔ جن کے بعد دیگر پیغمبروں نے سلسلہ وار اس کو لوگوں میں پھیلایا ضروریات زمانہ کے موافق اللہ رب العزۃ کیطرف سے صحائف اور کتب کی شکل میں ان کو ہدایات ملتی رہیں۔ اور آخری دور میں حضرت خاتم المرسلین محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اس روحانی تعلیم کو کامل طور پر لوگوں کے ذہن نشین کر دیا جنکی بشارت حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو ان الفاظ میں دی تھی وہ کہ میری تعلیم ناقص ہے۔ کیونکہ ہنوز لوگوں کو کامل تعلیم کی برداشت نہیں۔ مگر وہ روح راستی والی جو نقصان سے خالی ہے وہ کامل تعلیم لائے گا۔ اور لوگوں کو نئی باتوں کی خبر دیگا۔"

سبحان اللہ اس تعلیم کو آپنے قول اور فعل سے اس طرح امت کے ذہن نشین کر کے دنیا میں روحانی سلطنت اور بادشاہت قایم کر دی ہے۔ کہ جس کا اثر قیامت تک باقی رہے گا۔ اور امت کو نور اور ہدایت کا مکمل مجموعہ جو قرآن شریف سے عنایت فرمایا۔ اور اپنے جانشین علماء اور صوفیاء کرام اور اولیاء اللہ کو توحید اور تعلیم روحانی سپرد کی۔ سبحان اللہ۔ ان حضرات نے اپنے اپنے وقت میں اُس نورِ توحید اور روحانی تعلیم کو جاری رکھا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ جاری رہے گا۔

عارف کا فعل خالی از حکمت نہیں ہوتا اور عارف کی توجہ فطرت کو بدلا دیتی ہے

ایک دفعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہوشیارپور تشریف لے گئے۔ بندہ بھی ہمراہ تھا۔ پیدل تھے۔ راستہ میں ایک جنٹل مین ہمراہ ہو لیا۔ آپ نے اس کا نام دریافت فرمایا۔ پھر اس کے نام کو بار بار دوہراتے۔ اور اُس شخص کو اپنے نام کی عزت دلاتے۔ بندہ دیکھ رہا تھا۔ جوں جوں آپ اُس کے نام کا تکرار کرتے۔ اس شخص کی حالت بدلتی جاتی۔ حتیٰ کہ وہ معتقد ہو گیا۔

عارف کا دل آئینہ ہوتا ہے

ایک دفعہ بندہ کیطرف آپ نے خط بھیجا۔ لکھا۔ کہ کبھی امرتسر جاؤ۔ تو موضع تنگاں علاقہ امرتسر حافظ خیرالدین صاحب کے پاس جا رہنا بندہ چار ماہ کے بعد امرتسر گیا۔ تو حسب ارشاد آپ کے تنگاں میں جا رہا۔ صبح واپس آ رہا تھا۔ کہ راستہ میں ایک شخص ملا۔ جب مَیں نے اس کیطرف دیکھا۔ تو معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ شخص حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کا ملنے

والا ہے۔ اُس نے میری طرف دیکھا۔ السلام علیکم کے بعد اس نے دریافت کیا۔ کہ کدھر جا رہے ہیں؟ وہ بولے۔ کہ منگلیں جا رہا ہوں۔ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ امرتسر آئے ہوئے ہیں۔ اور آپ نے فرمایا تھا۔ کہ شاید ابراہیم وہاں آیا ہوا ہے۔ اس کو بلا لاؤ۔ میں نے کہا۔ کہ جس کے لئے جا رہے ہو۔ وہ میں ہی ہوں۔ اور وہ شخص میرا پہلے واقف نہ تھا۔ پھر میرے ہمراہ واپس امرتسر آ گیا۔

خواب میں ملاقات کی صورت

عرصہ تیس سال کا ہوا ہے۔ چند دوستوں نے بندہ کو مجبور کیا۔ کہ شالامار باغ کے میلہ پر لاہور چلیں۔ بندہ نے جواب دیا۔ میں نہیں جاتا کئی بعذ پہلے یہی تذکرہ اور بحث رہی۔ میلہ سے اٹھارہ روز پہلے بندہ نے خواب میں دیکھا۔ کہ لاہور شوہا بازار میں جا رہا ہوں۔ اور حکیم نور احمد صاحب بازار میں ملے۔ اُن سے دریافت کیا۔ کہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ تشریف لائے ہوئے ہیں؟ حکیم صاحب نے کہا۔ آپ نے آنا تو تھا۔ بندہ نے کہا۔ کچھ شک پڑتا ہے۔ حکیم صاحب نے کہا۔ کہ اب تم کہاں جاتے ہو۔ جواب دیا۔ باغ میں جاتا ہوں۔ حکیم صاحب نے کہا۔ ٹھہر جاؤ۔ میں کپڑے لے آؤں۔ ساتھ چلتا ہوں۔ جب باغ میں پہلے تختہ پر گئے۔ تو میاں محمد الدین آپ کا پھوپھی زاد بھائی ملا۔ اس سے دریافت کیا۔ کہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ تشریف لائے ہوئے ہیں؟ انہوں نے کہا آئے ہوئے ہیں۔ مگر پتہ نہیں کہاں ہیں پھر عصر کے بعد آپ کا دوسرا پھوپھی زاد بھائی ملا۔ اس سے دریافت کیا۔ تو اس نے جواب دیا۔ میاں تیرے آنے کی آپ کو خبر ہو گئی ہے۔ اور فرماتے ہیں۔ ہم باغ میں نہیں آئیں گے۔ اور تم باغبانپورہ میں اونچی مسجد میں آ کر ملو۔ پھر بندہ اس خواب سے بیدار ہو گیا۔ صبح دوستوں سے اس خواب کا تذکرہ کیا۔ تو دوستوں کی جرأت بڑھ گئی۔ اور انہوں نے لاہور جانے پر بندہ کو مجبور کیا۔ اور بندہ کو بھی اس خواب کی وجہ سے امید ہو گئی۔ کہ شاید آپ تشریف لے آویں۔ میلہ سے ایک دن پہلے بندہ یاروں کے ہمراہ لاہور پہنچا۔ جب شوہا بازار میں گئے۔ تو حکیم نور احمد صاحب ملے۔ ان سے دریافت کیا کہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اس نے جواب دیا۔ کہ آپ نے آنا تھا۔ بندہ نے کہا۔ کچھ امید پڑتی ہے؟ حکیم صاحب نے کہا۔ تم کہاں جاتے ہو۔ بندہ نے کہا باغ میں جاتے ہیں۔ اس نے کہا۔ ٹھہر جاؤ۔ میں کوئی چیز لے آؤں۔ پھر ہم سب حکیم صاحب کو ہمراہ لے کر باغ کے پہلے تختہ پر پہنچے۔ تو میاں محمد الدین صاحب ملے۔ دریافت کیا۔ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ تشریف لائے ہوئے ہیں انہوں نے جواب دیا۔ آئے ہوئے ہیں لیکن پتہ نہیں۔ کہ کہاں ہیں۔ پھر عصر کے بعد آپ کے پھوپھی زاد میاں علم الدین صاحب ملے۔ اُن سے دریافت کیا۔ کہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ تشریف لائے ہوئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا۔ کہ تیرے آنے کی آپکو خبر مل گئی ہے۔ اور آپ نے فرمایا ہے۔ میں نے باغ میں نہیں آنا۔ تم باغبانپورہ میں اونچی مسجد میں چلے جاؤ۔ یہ خبر سنکر سب یاروں میں ایک جذب واقع ہو گیا۔ پھر ہم نے شام کی نماز

باغبان پورہ میں جا پڑھی۔ اور آپ کو وہاں موجود پایا۔ عشا کی نماز کے بعد ایک کوٹھی میں قیام کیا۔ سب یار رات کو سو گئے۔ اور آپ تمام رات کرسی پر بیٹھے رہے۔ صبح فرمایا۔ کہ اگر کوئی رات بیدار رہتا۔ تو رات کی کیفیات کچھ حاصل کر لیتا۔ صبح کی نماز کے بعد باغ میں تشریف لے گئے۔ بندہ اور ہمراہی سب ساتھ تھے۔ دونوں جیبیں آپ کی روپیہ سے بھری ہوئی تھیں۔ جو سوالی ملتا۔ کچھ نہ کچھ اسے دیتے۔ جب دونوں جیبیں خالی ہو گئیں۔ تو بندہ سے ارشاد فرمایا۔ کہ ان یاروں کو باغ میں چھوڑ آؤ۔ اور تم ہمارے ہمراہ چلے آؤ۔ بندہ نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ بندہ اور حکیم نور احمد آپ کے ہمراہ ہو لئے۔ آپ پہلے حضرت ایشاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ پر چلے گئے۔ وہاں پہنچکر آپ تو مسجد کیطرف چلے گئے۔ بندہ گھڑے سے پانی آبخورے میں ڈالکر پینے لگا۔ جب آبخورہ منہ سے علیحدہ کیا۔ تو بے اختیار آنکھیں بند ہو گئیں۔ اور کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ایک وادی یعنی بڑے کنوئیں میں ہوں۔ اور جب اپنی طرف نگاہ کرتا ہوں۔ تو ایک خچر کی صورت میں اپنے آپکو پاتا ہوں۔ اور دوسری طرف دیکھتا ہوں تو میرے پاس ایک کتا کھڑا ہے۔ پھر اُس وادی کی سیڑھیوں سے دوڑا دوڑا ایک میدان میں نکل آیا۔ وہاں ایک بزرگ سفید ریش جسم کے بھارے اور داڑھی بہت بھری ہوئی۔ مجھ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں۔ دیکھ میاں جب تک خچر اور کتے سے اپنے آپکو برا نہ سمجھے گا۔ کچھ بھی حاصل نہ کرے گا۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔ اس کے بعد روضہ حضرت ایشاں رح کیطرف سے اسطرح فیض آنے لگا۔ گویا کہ ایک چشمے کا منہ کھل گیا ہے۔ اور ہر مسجد سے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لے آئے۔ اور بندہ کو اپنے ہمراہ روضہ کے اندر لے گئے۔ اور پانچ منٹ تک اندر ٹھہرنے دیا۔ اس عرصہ میں جو فیض شروع ہوا تھا۔ وہ اسی طرح رہا۔ اور باہر آنے کے بعد طبیعت بدل گئی۔

ایک دفعہ آپ عرس مبارک کے موقعہ پر مکان شریف تشریف لے گئے۔ اکثر ختم کے وقت یاران طریقت کو وجد و جوش و خروش بہت ہوا کرتا تھا۔ حلقۂ ختم میں آپ تشریف لے گئے۔ اور بندہ ختم میں کھڑا رہا۔ جب ختم تمام ہوا۔ تو آپ تشریف لائے۔ اور بندہ سے دریافت کیا۔ کہ آج کسی کو وجد تو نہیں ہوا ہے۔ بندہ نے عرض کی وجد کیسے ہوتا۔ آپ تو روک گئے تھے۔ یہ سنکر آپ ہنس پڑے۔ اور اس ختم میں کسی کو وجد نہ ہوا۔

خواب میں لقا

بندہ کو ایک روز کسی نے خواب میں کہا۔ کہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ اتوار کو قصور تشریف لائیں گے۔ بندہ نے اس سے دریافت کیا۔ کس گاڑی پر؟ جواب ملا رات کے نو بجے کی گاڑی پر۔ سردی کا موسم تھا۔ اتوار کی شام کو پھر سات آدمیوں کی روٹی تیار کرائی۔ اور ایک سموار چائے کا۔ اور چھ سات یاروں کو ہمراہ لے کر اسٹیشن پر گیا۔ جب آپ گاڑی سے اترے۔ بندہ کیطرف دیکھ کر فرمایا۔ تم کو کس نے خبر دی۔ بندہ نے عرض کی۔ تار آگئی تھی۔ آپ ہنسکر بندہ کے ہمراہ تشریف لے آئے۔

باطنی ٹیلیفون سے خبر

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ حضرت میاںصاحب علیہ الرحمتہ جو لاہور تشریف لے گئے۔ اور مستری بدرالدین خرادی کے مکان پر قیام فرمایا۔ آپ کا کھانپور جانے کا ارادہ تھا۔ مگر لاہور میں آکر کچھ طبیعت ناساز ہوگئی۔ اُدہر کھانپور میں میاں عمرالدین سے وعدہ کیا ہُوا تھا آپ دیوار سے کمر لگا کر مراقب ہو کر بیٹھ گئے۔ قریباً ایک گھنٹہ اسی طرح بیٹھے رہے۔ بعد ازاں فرمایا شریف قصور چلیں'' بندہ نے عرض کی۔ کہ میاں عمرالدین سے وعدہ تھا۔ آپ نے جواب دیا۔ اس کو پتہ لگ جائیگا۔ آپ شریف قصور شریف تشریف لے گئے۔ بندہ قصور چلا آیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد میاں عمرالدین کھانپوری قصور آیا۔ اس نے ذکر کیا جسدن حضرت میاںصاحب علیہ الرحمتہ کا وعدہ موضع کھانپور آنے کا تھا۔ اسی رات مَیں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ایک مکان میں تشریف فرما ہیں۔ اور دیوار کے ساتھ کمر لگائے ہوئے ہے۔ اور مجھے فرمارہے ہیں میں بیمار ہو گیا ہوں۔ اس وجہ سے نہیں آسکتا۔ اور مکان بھی میاں عمرالدین نے وہی بتایا۔ جس میں کہ آپ لاہور میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ سُبحان اللہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ آپ موضع برج اٹاری تشریف لے گئے۔ وہاں میاں چراغدین صاحب مدرس کو مدرسے میں جا کر ملے۔ اسوقت میاں چراغدین صاحب کی عمر اکیس[۲۱] برس کی تھی۔ رات کو مسجد میں بہت یار جمع ہوئے۔ آپنے توجہ فرمائی۔ تو بہت یاروں کو جوش و خروش ہُوا۔ وہاں کا نمبردار میاں اللہ بخش بھی آپ کا ارادتمند ہوگیا۔ پھر صبح آپ شریف قصور شریف تشریف لے گئے۔ حضرت میاںصاحب رحمتہ اللہ علیہ اکثر اٹاری آیا جایا کرتے تھے۔ اور اٹاری کے بہت سے آدمی آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے۔ جن میں ابھی تک چند آدمی موجود ہیں۔ باقی بہت سے فوت بھی ہوگئے ہیں۔

میاں قادر بخش صاحب سکنہ للیانی علاقہ قصور بیان کرتے ہیں۔ ایکدفعہ حضرت میاںصاحب علیہ الرحمتہ قصور تشریف لائے۔ اور مولوی فضل حق صاحب نائب تحصیلدار کے مکان پر قیام فرمایا۔ ایک دو دوستوں سے معلوم ہُوا۔ کہ انہوں نے حضرت میاںصاحب علیہ الرحمتہ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ قادر بخش للیانی والے کو خبر کردیں۔ کہ حضرت صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کوئی ضرورت نہیں۔ وہ خود ہی آ جائیگا۔ قادر بخش کا بیان ہے۔ اس وقت میرے دل میں خیال آیا۔ کہ حضرت صاحب کی خدمت میں جاؤں

ف اگرچہ اس آخری دَور میں اس واقعہ کی مثال ایک ذرہ شمس کے برابر بھی نہیں۔ جو آنحضرت قبلہ رحمتہ اللہ علیہ کے وجود پاک سے ظاہر ہوئے۔ لیکن ابتدائے مسند خلافت کے لیئے یہ ایک بلند اور شاندار مثال ہے۔ مسند خلافت کا آخری دَور کچھ اور قسم کا ہوتا ہے۔ لیکن ابتدائی زمانہ کا ایک ذرہ آخری دَور کے سورج سے زیادہ قیمت رکھتا ہے۔ کیونکہ اس وقت صرف ذات عارف کا ہی ابتدائی اثر ملاحظہ ہوتا ہے اور بعد میں مرکب ہو کر ایک کوہ آتش فشاں ہوجاتا ہے۔

جس وقت قدم شرقپور شریف کی جانب اٹھاؤں تو نہ اٹھے۔ پھر خیال آیا۔ کہ قصور ہی ہو جاؤں۔ اور قصور کیطرف رخ کیا۔ تو قدم خوب چلنے لگے۔ آگے آتے ہی وہی دوست ملے جنہوں نے جناب کی خدمت میں عرض کی تھی میں آپکی خدمت میں حاضر ہوا۔ پھر حاضر ہوتے ہی آپ فرمانے لگے۔ میرا پہلوان آگیا۔ ان دنوں للیانی اور قصور میں طاعون کا بڑا زور تھا۔ آپ فرمانے لگے۔ اگر تو دعا کرے۔ تو کیا یہ طاعون رہ سکتی ہے۔ ابھی دور ہو جائے گی میں نے عرض کی۔ میں کہاں کا ایسا ولی ہوں؟ آپ نے فرمایا۔ میرے دل سے پوچھنا چاہیئے۔ شیر کو اپنی طاقت کی خبر نہیں ہوتی، میں نے للیانی آتے ہی دعا مانگنی شروع کی۔ آپ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی دعا قبول ہوئی اور دو دن کے اندر بیماری دور ہو گئی۔ یہ آپ کی ہی کرامت[۱] تھی۔

بیان قادر بخش۔ ایک دفعہ جو آپ قصور تشریف لائے۔ تو جناب میاں ابراہیم صاحب نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ قادر بخش کو رقعہ لکھ دیں۔ کہ وہ آجائے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ وہ خود ہی آجائے گا۔ چنانچہ میں اس وقت قصبہ کھیم کرن چوہدری محمد حیات صاحب کے گھر اپنے ناطے کے واسطے گیا ہوا تھا۔ جب میں واپس قصور آیا۔ تو دروازہ شہر کے اندر آتے ہی میرا دل کہنے لگا۔ کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو آج بھی قصور میں ہی تشریف فرما ہیں۔ چلو۔ آپ کی خدمت میں چلیں۔ میں نے آتے ہی میاں محمد ابراہیم صاحب سے دریافت کیا۔ کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہاں ہیں؟ انہوں نے ہنس کر فرمایا شرقپور میں۔ پھر میں نے عرض کی۔ نہیں۔ نہیں۔ آپ اس جگہ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ تو صوفی صاحب نے فرمایا۔ کہ پکا قلعہ کے کوٹ چلے جاؤ۔ آپ وہاں ہیں وہاں میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کسی جگہ ناطے کا سبب بنا ہے یا نہیں۔ میں نے عرض کی۔ کھیم کرن سے آرہا ہوں۔ امید ہے۔ وہاں کام بن جائے گا۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں یہاں ہی بن جائیگا۔ میں نے عرض کی۔ کہ اس جگہ میری ماں بیٹھی ہوئی ہے۔ جو بنا دیگی۔ آپ نے جلدی سے فرمایا۔ کیا تجھکو مجھ پر اعتبار نہیں۔ میں نے

---

[۱] اکثر اولیاء اللہ کی عادت مبارک ہوتی ہے۔ کہ جب کوئی خود دعا کریں۔ اور درجہ اجابت پر پہنچ جائے۔ تو اپنے آپ کو چھپانے کے لئے کسی دوسرے با اخلاص کا نام پیش کر دیتے ہیں۔ سنا ہے۔ کہ خواجہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ نے بھی یہی طریقہ رکھا ہوا تھا۔ جب کسی کے لئے دعا فرمانے کا ارادہ ہوا۔ تو دعا گو کو بلواتے۔ اور فرماتے، کہ فلاں کے لئے دعا کرو۔ وہ عرض کرتا تھا۔ کہ اچھا کرتا ہوں لیکن آپ بھی ہاتھ اٹھائیں۔ چنانچہ آپ بھی ہاتھ اٹھاتے۔ اور وہ دعا کر کے دعا کرانے والے کو کہتا تھا۔ کہ تمہارا کام تو ہو گیا۔ اب تیرینی تیار کرو۔ چنانچہ کام فوراً ہو جاتا تھا۔

بارش کے لئے جب آپ اُسے کہتے۔ وہ عرض کرتا۔ کب حضور بارش ہو۔ آپ فرماتے۔ فلاں دن کو ہو۔ تو وہ عرض کرتا۔ کہ ایسا ہی ہوگا۔ اسی دن بارش ہوتی۔ غرض جو کچھ کرانا ہوتا تھا۔ وہ آپ کی زبان سے پہلے ہی نکلوا لیتا تھا۔ اور پھر دعا کر کے عام اعلان کر دیتا تھا۔ سبحان اللہ پاک لوگوں کے کیا پاک طریقے ہیں

عرض کی۔ بیشک ہے۔ پھر فرمایا جاؤ شہر کیطرف۔ جب مَیں بازار میں گیا۔ تو میاں حبیب اللہ ملے۔ اُس نے کہا۔ کہ میرے گھر چلو۔ مَیں اُن کے گھر گیا۔ پس اُسی دن میرا کام بن گیا۔

خواب میں بیعت

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آپ قصور تشریف فرما تھے۔ بندہ کے مکان پر آپ کا قیام تھا۔ میاں نور الحسن صاحب عطار قصوری نے بیعت کی درخواست کی۔ آپ نے چند منٹ کے بعد فرمایا۔ کہ گھر جا کر سو رہو۔ چنانچہ میاں نور الحسن صاحب اسی وقت اٹھے اور گھر جا کر سو رہے۔ میاں نور الحسن صاحب کا بیان ہے۔ کہ جب مَیں سو گیا۔ تو خواب میں آپ نے مجھے بیعت کیا۔ اور اپنی زبان مبارک میرے دہن میں دیدی۔ اور مجھ سے بغلگیر ہوئے۔ آپ جب بغلگیر ہوئے۔ تو آپ کے ہر عضو سے ذکر کی آواز آرہی تھی۔ اور مَیں زبان مبارک حضور کی اس طرح چوس رہا تھا جیسے بچہ ماں کا دودھ پیتا ہے۔ الحمد للہ۔

مولوی محمد عبد اللہ صاحب ولد مولوی عبد الغفور صاحب سکنہ موضع ہرچوکی علاقہ چونیاں کا بیان ہے۔ کہ ایکدفعہ کا ذکر ہے۔ مولوی یار محمد صاحب رح چونیاں والے میرے پاس چھانگا مانگا میں تشریف لائے اور فرمایا۔ آج میرے دل کو سخت بیقراری ہے۔ چلو آج دونو ملکر مولوی فضل حق صاحب نائب تحصیلدار کے پاس منٹگمری چلیں۔ جب ہم اسٹیشن چھانگا مانگا پر پہنچے۔ تو گاڑی بالکل چلنے کو تیار کھڑی تھی ہم دونو بغیر ٹکٹ کے گاڑی پر سوار ہو گئے۔ جب اسٹیشن اوکاڑہ پر پہنچے۔ تو مولوی یار محمد صاحب نے فرمایا۔ میرے دل کو بے حد بیقراری ہے دل چاہتا ہے۔ کہ بجائے منٹگمری کے دیپالپور چلیں۔ گاڑی سے اتر کر دیپالپور پہنچے۔ جب شہر کے دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ حضرت میاں صاحب رح و مولوی فضل حق صاحب مذکور دروازہ پر کھڑے ہیں۔ اور ہمارے آنیکا انتظار فرما رہے ہیں۔ میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ کہ برخوردار تم نے آنے میں بڑی دیر کی ہے۔ ہم بہت دیر سے تمہارے انتظار میں کھڑے ہیں۔ مولوی فضل حق صاحب نے فرمایا۔ کہ آپ تین دفعہ دروازے پر تشریف لائے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ موضع اچھرا ضلع لاہور میں حافظ فتح محمد صاحب سے جا کر ملے۔ حافظ صاحب کو غائبانہ نسبت حضرت شاہ عبد الرسول قصوری علیہ الرحمۃ سے تھی۔ حافظ صاحب نے کسی سے کچھ پڑھا نہ تھا۔ آنکھوں سے آپ نابینا تھے۔ ظاہری بیعت تو مولوی نور عالم صاحب سے تھے۔ جو خلیفہ سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی کے تھے۔ حافظ صاحب عربی کی بڑی بڑی کتابیں پڑھاتے تھے۔ اور حکمت میں بھی بڑی مہارت رکھتے تھے۔ اور نسبت بھی نہایت اچھی تھی۔ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ اُن سے ملکر بڑے ہی محظوظ ہوئے۔ اور حافظ صاحب بھی آپ سے ملکر بڑے خوش ہوئے۔ اکثر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اچھرہ میں حافظ صاحب سے ملنے جایا کرتے تھے۔ ایکدفعہ حافظ صاحب کو آپنے فرمایا۔ قصور میں ایک میرا دوست ہے۔ حافظ صاحب نے فرمایا۔ جو آپ کا دوست ہے۔ وہ میرا بھی ہے۔ ایک مرتبہ حافظ صاحب قصور تشریف لائے۔ بندہ حاضر خدمت ہوا۔ حافظ صاحب کی نسبت نے بندہ پر سیلاب کا سا اثر کیا۔ خاص کیفیت طاری ہوگئی پھر فرمایا شرقپور شریف بہت جایا کرو۔ تمہاری طبیعت سرد ہے۔ اور حضرت میاں صاحب علیہ الرحمتہ کی نسبت میں حرارت ہے۔ تمہیں بہت فائدہ ہوگا۔ بندہ نے حافظ صاحب کی خدمت میں عرض کی۔ کہ آپ پڑھے بھی کسی سے نہیں۔ اور نابینا بھی ہیں۔ پھر آپ حکمت بھی کرتے ہیں۔ آپ کو دوائیوں کی کس طرح سمجھ آتی ہے؟ فرمایا کہ میرے دل میں دوائیوں کی صورت اور سمجھ آجاتی ہے۔ پھر بندہ نے چند نسخے حافظ صاحب سے حاصل کئے۔ اور آپ نے چند نسخے بندہ سے سیکھے۔ نسخوں کے سمجھنے کے وقت تمام مریدوں اور درویشوں کو اٹھا دیتے۔ اس کے بعد پھر بھی نسخوں کے متعلق گفتگو فرمایا کرتے۔ اور ایک طریقہ ذکر کرنے کا بھی بندہ کو فرمایا۔ بندہ نے عرض کی۔ کہ خاص توجہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ ظہر کے بعد میرے پاس آنا۔ جب بندہ ظہر کے بعد حاضر ہوا تو کوئی کیفیت نہ ہوئی۔ اس رستہ میں ارادہ کو جرمانہ لگ جاتا ہے۔

آپکا تصرف اخلاص و استقامت اور تبلیغ کی محبت

میاں اللہ دتا صاحب باشندہ قصوری کا بیان ہے۔ کہ آج سے تیس سال پہلے میں شرقپور شریف میں تحصیلدار کا ملازم تھا۔ اور کبھی کبھی حضرت میاں صاحب کی خدمت میں بھی جایا کرتا تھا۔ اس وقت آپ فرماتے تھے۔ کہ تمہارا نام اللہ دتا ہے۔ تم نماز بلاناغہ پڑھا کرو۔ میں نے آپ کی بات پر کبھی غور نہیں کیا تھا۔ پانچ سال شرقپور شریف میں ملازم رہا ایک دن میاں محمد عثمان صاحب جو میرے ہموطن اور ہمسایہ تھے۔ شرقپور شریف آگئے میں نے ان کو کھانے کے لئے کہا۔ مگر انہوں نے انکار کیا۔ بہت اصرار کیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کھانا تیار کراکے یہاں گھر سے آنا۔ میں روٹی تیار کرا کے ان کے پاس لے گیا۔ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمتہ بھی میاں محمد عثمان صاحب کے ساتھ کھانے کے لئے بیٹھ گئے۔ کھاتے ہوئے آپنے فرمایا۔ کہ حرام میں بہت مزہ ہے۔ یہی لفظ آپ نے تین چار مرتبہ فرمائے۔ مگر مجھے اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ چلتے وقت آپ نے فرمایا۔ کہ نماز بلاناغہ پڑھا کرو۔ پھر میں کبھی کبھی نماز پڑھ لیا کرتا تھا۔ انہیں دنوں میں حضرت میاں صاحب علیہ الرحمتہ محمد عثمان صاحب کے ہمراہ قصور تشریف لائے۔ جب آپ میرے مکان کے سامنے سے گذرے۔ تو میرے نام کے پھٹے ہوئے کارڈ کہیں باہر گرے پڑے تھے۔ آپ نے انہیں اٹھا کر ایک اونچی جگہ رکھ دیا۔ جب آپ شرقپور شریف واپس تشریف لائے۔ تو ایک آدمی کے ذریعہ پیغام بھیجا۔ کہ اللہ دتا کو میرے پاس بھیج دینا۔ جب مجھے آپ کا پیغام ملا۔ تو آپ کی خدمت میں گیا تو آپ نے فرمایا۔ تمہارے گھر کے سامنے جا بجا ہم دیکھتے تھے۔ اللہ ہی اللہ تھا۔ آپ کا اتنا بڑا نام ہو۔

اور پاؤں کے نیچے آئے۔ مگر میں اس بات کو بھی نہ سمجھا۔ لیکن چلتے وقت آپ نے فرمایا۔ اب وقت ہے۔ کچھ کر لو۔ مگر میں نے پھر بھی غور نہ کیا۔ جب میں قصور آیا۔ تو گھر سے ان کارڈوں کی بابت دریافت کیا۔ مگر کوئی جواب نہ ملا۔ پھر میں شہر قصور گیا۔ تو مجھے پتہ چلا۔ کہ آپ نے مجھے فرمایا تھا۔ کہ تمہارے گھر کے سامنے اللہ ہی اللہ تھا۔ اور آپ نے اٹھا کر کہیں رکھ دیا تب تو میں نے نماز بھی پڑھنی شروع کر دی۔ مگر بلا ناغہ نہیں پڑھتا تھا۔ اور کچھ دنوں کے بعد حقہ بھی چھوڑ دیا۔ پھر دو تین ماہ کے بعد خیال آیا۔ کہ نوکری بھی چھوڑ دینی چاہیئے۔ پھر میں نے اپنی تبدیلی لاہور کرا لی۔ لاہور آ کر ایک ماہ تک نوکری کی۔ اس کے بعد میں نے اپنے بھائی کو وہی جگہ دیدی۔ اور خود نوکری چھوڑ کر گھر چلا گیا۔ گھر آ کر اپنا بافندگی کا کام شروع کر دیا۔ بعد پانچ ماہ کے ربیع الاول کے مہینے میں رات کو مجھے خواب میں آپ نے فرمایا۔ کہ میں علی احمد صابرؒ چلا ہوں۔ آنا ہے تو آ جاؤ"! صبح اٹھا۔ تو دل میں کئی طرح کے خیال آئے۔ کہ جانا چاہیئے یا نہ جانا چاہیئے۔ آخر کار جب تین چار آدمی تیار ہوئے۔ تو میں بھی ان کے ساتھ کلیر شریف گیا۔ چونکہ اس پانچ چھ ماہ کے عرصہ میں نہ ہی میں شہر قصور شریف گیا تھا۔ اور نہ ہی کبھی نماز پڑھی تھی۔ خیر جب میں یاروں کے ہمراہ وہاں عرس پر کلیر شریف پہنچا۔ تو میں نے ایک آدمی سے پتہ پوچھا۔ اس نے ایک لڑکا ساتھ کر دیا۔ کہ مجھے آغا سکندر شاہ صاحبؒ کے ڈیرے میں جہاں آپ ٹھہرے ہوئے تھے۔ چھوڑ آئے۔ جب میں وہاں پہنچا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ آپ کہیں باہر تشریف لے گئے ہیں۔ تھوڑے عرصہ کے بعد آپ تشریف لے آئے۔ اور مسکرا کر فرمایا۔ کہ اب تو کس طرح آ گیا ہے۔ شاید عرس پر آیا ہو گا۔ میں نے عرض کی۔ کہ اس عرس پر تو نہیں۔ بلکہ آپ کو ملنے آیا ہوں۔ پھر آپ مجھے ایک مسجد میں جو کہ روضہ مبارک کے نزدیک ہے۔ لے گئے۔ اور وہاں بیٹھ کر آپ نے ایک ورد مجھے بتایا۔ قریباً چار دن وہاں ٹھہرے۔ جب آپ واپس تشریف لائے۔ تو قصور کے سٹیشن پر آپ نے فرمایا۔ کہ تم کبھی کبھی شہر قصور آیا کرو۔ تب سے میں آپ کے پاس دو تین ماہ کے بعد حاضر ہوتا رہتا۔

توجہ کا اثر

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ حافظ خیر الدین صاحب سکنہ ننگاں (علاقہ امرتسر) کو کیمیاگری کا بہت شوق تھا۔ بندہ نے کئی دفعہ اس کو بہت سمجھایا۔ مگر وہ نہ سمجھا۔ بندہ شہر قصور شریف آپ کی خدمت میں پہنچا۔ تو عرض کی۔ کہ خیر الدین کو کیمیا کا سودا ہو گیا ہے۔ آپ نے خیال فرمایا۔ چھ ماہ کے بعد مکان شریف کے راستہ میں حافظ خیر الدین مل گئے۔ اور بندہ سے کہا۔ تم نے نہ چھ ماہ سے کوئی خط بھیجا ہے، نہ خود ملے۔ بندہ نے جواب دیا۔ آپ کے ہی علاج میں رہا ہوں۔ اس سے پھر پوچھا۔ اب کیمیاگری کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا۔ اب تو میرے دل سے بالکل خیال اٹھ گیا ہے۔ اور نسخہ بھی کوئی یاد نہیں رہا۔

دہریت سے توبہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ مولوی اصغر علی صاحب روحی پروفیسر عربی اسلامیہ کالج لاہور کا ایک شاگرد جو کہ تعلیم عربی میں فاضل اور انگریزی میں ایم۔ اے تھا جس کے

خیال بدل کر دہریہ ہو گئے تھے۔ اور خداوند کریم کی ہستی سے بھی انکار کرنے لگا تھا۔ تقریر اور گفتگو میں ایسا کہ بڑے بڑے مولوی صاحبان بھی جواب میں عاجز آ گئے۔ ایک دن مولوی صاحب مذکور نے اپنے اس شاگرد کو کہا کہ تم ایک دو دفعہ شرقپور شریف جاؤ۔ مولوی صاحب کے ارشاد کے مطابق وہ شرقپور شریف گیا۔ مولوی صاحب بھی ہمراہ گئے تھے۔ اور اس کا تذکرہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں کیا۔ آپ نے ایسا تصرف فرمایا۔ اور اس کے دل پر ایسی تجلی روحانی گری۔ کہ اُسے سب کچھ بھول گیا۔ اور ایمان لے آیا۔ داڑھی منڈوانی چھوڑ دی۔ اور اس پر جذب بھی طاری ہوا کرتا تھا۔ بندہ (مولف) نے بھی اسے مولوی کی صورت میں دیکھا۔ غالباً اب اس کا انتقال بھی ہو چکا ہے۔

دہریت کے رد پر کچھ دلائل

(مولف) بندہ کے پاس مسمی مہرالدین سکنہ امرتسر آیا۔ وہ بہت سے علماء کے پاس جا چکا تھا۔ چونکہ وہ خدا کی ہستی کا منکر تھا۔ ہر کسی کو یہی کہتا۔ کہ خدا کے ہونے کا ثبوت دو۔ لوگ اُس کو بجائے جواب دینے کے مار پیٹ نکال دیتے۔ جب اس نے بندہ سے بھی یہی سوال کیا۔ تو اس وقت ہمارے پاس ایک اور آدمی بیٹھا تھا۔ وہ اس سے الجھنے لگا" بندہ نے کہا۔ کیا ہوا۔ اُس نے کہا دیکھو یہ کیا کچھ کہہ رہا ہے۔ بندہ نے اُسے کہا۔ چونکہ یہ طالب مولا ہے۔ اس کی تسلی کرنی چاہیئے۔ الغرض مہرالدین بندہ سے چار روز تک گفتگو کرتا رہا۔ مگر خدا کی ہستی کا قائل نہ ہوتا تھا۔ چوتھے روز آخر میں بندہ نے اُسے کہا۔ کہ تمہیں ساری عمر میں کوئی سچی خواب بھی آئی ہے۔ یا نہیں بولا جی ایک دفعہ سچی خواب آئی ہے۔ جو مطابق خواب بیس دن کے بعد اسی طرح ظہور میں آئی" بندہ نے اُس سے سوال کیا۔ کہ تمہیں بیس دن پہلے آنے والے واقعات کی خبر کس نے دی۔ اس پر وہ خاموش ہو کر لاجواب ہو گیا۔ اور خدا کی ہستی پر ایمان لے آیا۔

دیگر نوجوان مسمی محمد امین متعلم ایف۔ اے کلاس جو فیروزپور شہر دیو سماج دہریہ کالج میں پڑھتا تھا۔ چونکہ اس کے دل میں دہریوں کی صحبت سے وسوسے پڑ گئے تھے۔ اور خدا کی ہستی میں بھی شکوک پیدا ہو گئے تھے۔ ایک روز بندہ کے پاس آیا۔ اور سوال کیا۔ کہ وہاں کالج میں ہم پر ایسے ایسے سوال ہوتے ہیں۔ مثلاً خدا کی ہستی نہیں ہے۔ ہم نے جواب دیا۔ کہ اپنے استادوں کو کہہ دو۔ کہ تمام عالم کے ووٹ لئے جائیں۔ جو نبی یا رشی یا گورو گذرے ہیں۔ تمام خدا کی ہستی کے قائل تھے۔ تو یہ چند نفوس کس طرح قابل اعتبار ہو سکتے ہیں۔

(مولف) کتاب شرح فتوحات مکیہ جلد اول صفحہ ۱۳۴ حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی رحمتہ اللہ علیہ نے خداوند عز سبحانہ کے وجود پر بہت اچھا لکھا ہے" (جبکہ اس وقت یورپ کی ہوا نے اکثر نوجوانوں کے دلوں سے اس کی پاک ذات کے نقش کو مٹا دیا ہے۔ اور کالجوں کے سینکڑوں طالب علم اور بیرسٹر وغیرہ وجود

باری کے منکر ہو رہے ہیں۔ اور ان کی تعداد روز افزوں ہے۔ اور ہزاروں آدمی ایسے پائے جاتے ہیں۔ جو بخیال قوم ملک کے خوف سے اظہار تو نہیں کرتے۔ مگر فی الحقیقت اپنے دلوں میں وہ خدا پر کچھ یقین نہیں رکھتے تو ایسے لوگوں کے لئے دلائل نظریہ وعقلیہ بالضرور پیش کرنے چاہئیں اسلئے ذیل میں شرح فتوحات مکیہ کی عبارت بعینہ لکھی جاتی ہے۔

سوال۔ دہریہ کہتے ہیں۔ کہ کسی نے خدا تعالے کو دیکھا نہیں۔ اگر خدا کا وجود ہوتا۔ تو اس کو کوئی دیکھتا اگر ہم خدا کو دیکھ لیں۔ تو اس کو مان لیں گے۔

جواب۔ واضح ہو۔ کہ انسان مختلف چیزوں کو مختلف حواس سے پہچانتا ہے۔ کسی چیز کو دیکھ کر کسی کو چھو کر اور کسی کو سونگھ کر کسی کو چکھ کر کسی کو سنکر۔ سو معلوم ہوا۔ کہ رنگ کا علم دیکھنے سے ہو سکتا ہے سونگھنے یا چھونے یا چکھنے سے نہیں ہوتا۔ پھر اگر کوئی شخص کہے۔ کہ میں تو رنگ کو تب مانوں گا۔ کہ اگر مجھے اس کی آواز سناؤ۔ تو کیا وہ شخص بیوقوف ہے یا نہیں۔ اسی طرح آواز کا علم سننے سے ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص کہے۔ مجھے فلاں شخص کی آواز دکھاؤ۔ پھر میں دیکھ کر مانوں گا۔ کہ وہ بولتا ہے" تو کیا ایسا شخص جاہل ہوگا۔ یا نہیں۔ ایسا ہی خوشبو سونگھ کر معلوم ہوتی ہے۔ لیکن کوئی شخص طلب کرے۔ کہ اگر تم مجھے گلاب کی خوشبو چکھا دو۔ تب میں مانوں گا۔ تو کیا ایسے شخص کو دانا مانیں گے۔

اس کے خلاف چکھ کر معلوم کرنے والی چیزوں یعنی ترشی شیرینی۔ کڑواہٹ نمکینی کو اگر کوئی سونگھ کر معلوم کرنا چاہے۔ تو کبھی نہیں کر سکتا۔

پس یہ کچھ ضروری نہیں۔ کہ جو چیز سامنے نظر آئے۔ اسے تو ہم مان لیں۔ اور جو چیز سامنے نظر نہ آئے اُسے نہ مانیں۔ ورنہ اسی طرح تو گلاب کی خوشبو۔ لیمو کی ترشی۔ شہد کی مٹھاس۔ مصبر کی کڑواہٹ۔ لوہے کی سختی۔ آواز کی خوبی۔ ان سب کا انکار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ یہ چیزیں تو نظر نہیں آتیں۔ بلکہ سونگھنے چکھنے اور سننے سے معلوم ہوتی ہیں۔ پس یہ اعتراض کیسا غلط ہے۔ کہ اگر ہم خدا کو دیکھ لیں۔ تب مانیں گے۔ کہ خدا ہے کیا یہ معترض گلاب کی خوشبو اور شہد کی مٹھاس کو دیکھ کر مانتے ہیں؟ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق یہ شرط پیش کی جاتی ہے۔ کہ خدا کو دکھا دو۔ تب مانیں گے۔ علاوہ ازیں انسان کے وجود میں خود ایسی چیزیں موجود ہیں۔ کہ جن کو بغیر دیکھنے کے یہ مانتا ہے۔ اور اسے ماننا پڑتا ہے۔ کیا سب انسان اپنے دل جگر اور دماغ و انتڑیاں پھیپھڑے اور تلی کو دیکھ کر مانتے ہیں یا بغیر دیکھنے کے۔

اگر ان چیزوں کو اسے دکھانے کے لئے نکالا جائے۔ تو انسان اسی وقت مر جائے۔ اور دیکھنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ یہ مثالیں تو اس لئے دی گئی ہیں۔ کہ سب چیزیں صرف دیکھنے سے ہی معلوم نہیں ہوتیں۔ بلکہ پانچ

مختلف حواس سے ان کا علم ہوتا ہے" اب میں بتاتا ہوں۔ کہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں۔ کہ جن کا علم بلاواسطہ ان پانچوں حواس سے بھی نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کے معلوم کرنے کا ذریعہ ہی اور ہے۔ مثلاً عقل یا حافظہ یاد ہن ایسی چیزیں ہیں۔ کہ جن کا انکار دنیا میں کوئی بھی نہیں کرتا لیکن کیا کسی نے عقل کو دیکھا ہے یا سنا یا چکھا، سونگھا، یا چھوا ہے۔ پھر کیونکر معلوم ہوا۔ کہ قوت بھی کوئی چیز ہے؟ اس بات کو ایک جاہل سے جاہل انسان بھی سمجھ سکتا ہے۔ کہ ان چیزوں کو ہم نے اپنے حواس سے معلوم نہیں کیا۔ بلکہ ان کے اثرات کو معلوم کر کے ان کا پتہ لگایا ہے۔ مثلاً جب ہم نے دیکھا۔ کہ انسان مختلف مشکلات میں گھر کر کچھ دیر غور کرتا ہے۔ اور کوئی ایسی تدبیر نکالتا ہے جس سے وہ اپنی مشکلات کو حل کر لیتا ہے۔ جب اسی طرح مشکلات کو حل ہوتے ہوئے ہم نے دیکھا۔ تو یقین کر لیا۔ کہ کوئی ایسی چیز انسان میں موجود ہے۔ جو ان موقعوں پر اس کے کام آتی ہے۔ اور اس چیز کا نام ہم نے عقل رکھا ہے پس عقل کو بلاواسطہ ہم نے پانچوں حواسوں میں سے کسی کے ذریعہ سے بھی دریافت نہیں کیا۔ بلکہ اس کے کرشموں کو دیکھ کر اس کا علم حاصل کیا۔ اسی طرح جب ہم نے انسان ان بڑے بڑے بوجھ اٹھاتے دیکھا۔ تو معلوم کر لیا۔ کہ اس میں کچھ ایسا مادہ ہے۔ کہ جس کی وجہ سے یہ بوجھ اٹھا سکتا ہے۔ اور خصوصاً انسانوں کی طاقتوں میں فرق دیکھ کر ہمیں اور بھی یقین ہو گیا۔ اور ہم نے معلوم کیا۔ کہ یہ مادہ کسی میں کم ہوتا ہے اور کسی میں زیادہ" پس قوت اور طاقت کو ہم نے نہیں دیکھا۔ بلکہ قوت اور طاقت کے کاموں کو ہم نے دیکھا ہے۔ اور معلوم کیا۔ کہ انسان میں کوئی ایسی چیز ہے۔ کہ جس کی وجہ سے یہ بوجھ اٹھا سکتا ہے اپنے سے طاقتور چیزوں کو قابو میں کر لیتا ہے۔ اور اس کا نام قوت یا طاقت رکھ دیا ہے۔ اسی طرح جس قدر لطیف سے لطیف اشیاء کو لیتے جاؤ گے۔ ان کے وجود کا پتہ ان کے اثرات سے معلوم ہوگا۔ نہ کہ خود انہیں دیکھ کر یا سونگھ کر یا چکھ کر اور چھو کر پس اللہ تعالیٰ کی ذات الطف سے الطف ہے۔ اس کے علم حاصل کرنے کے لئے ایسی قید کیا لگانی کس طرح جائز ہو سکتی ہے۔ کہ آنکھوں کے دیکھے بغیر اسے نہیں مانیں گے۔ کیا بجلی کو کبھی کسی نے دیکھا۔ پھر کیا الیکٹرسٹی کی مدد سے جو تار خبریں پہنچتی ہیں۔ یا مشینیں چلتی ہیں۔ یا روشنی کی جاتی ہے۔ اس کا انکار کیا جا سکتا ہے؟

ایتھر کی تحقیقات نے فزیکل علوم کی دنیا میں ایک عظیم الشان تہلکہ پیدا کر دیا۔ لیکن کیا اب تک سائنس کے ماہرین اس کے دیکھنے سونگھنے چھونے یا چکھنے کا کوئی ذریعہ نکال سکے؟

لیکن اس کا وجود نہ مانیں۔ تو پھر یہ بات حل ہی نہیں ہو سکتی۔ کہ سورج کی روشنی دنیا تک پہنچتی کیونکر ہے پس کیسا ظلم ہے۔ کہ ان شواہد کے ہوتے ہوئے کہا جاتا ہے۔ "دہ خدا کو دکھاؤ۔ تو ہم مانیں گے"

اللہ تعالیٰ نظر تو آتا ہے۔ لیکن انہی آنکھوں سے جو اس کے دیکھنے کے قابل ہیں۔ ہاں اگر کوئی اس کے

دیکھنے کا خواہشمند ہو۔ تو وہ اپنی قدرتوں اور طاقتوں سے دنیا کے سامنے ہے۔ اور باوجود پوشیدہ ہونے کے سب سے زیادہ ظاہر ہے۔ قرآن شریف میں اس مضمون کو نہایت مختصر لیکن بے نظیر پیرایہ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ایسی ہے۔ نظریں اس تک نہیں پہنچ سکتیں۔ بلکہ وہ نظروں تک پہنچتا ہے۔ اور وہ تو لطیف اور خبردار ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس طرف متوجہ کیا ہے۔ کہ تیری نظر اس قابل نہیں۔ کہ خدا کی ذات کو دیکھ سکے۔ کیونکہ وہ تو لطیف ذات ہے۔ اور لطیف اشیاء تو نظر نہیں آتیں۔ جیسا کہ قوت ہے عقل ہے روح ہے۔ بجلی ہے۔ ایتھر ہے۔ یہ چیزیں کبھی کسی کو نظر نہیں آتیں۔ پھر خدا کی لطیف ذات تک انسانوں کی نظریں کب پہنچ سکتی ہیں۔ برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم ہے"

(مولف) یہ دلائل اس لئے دیئے گئے ہیں۔ جب کوئی بدعتی میدان مجادلہ میں نکلا۔ تو اشعری یا اصحاب علم کلام میں سے کوئی نہ کوئی اس کے مقابلہ میں کھڑا ہو گیا۔ اور اس نے تلوار سے مدد نہ لی۔ اور بدیں امید کہ اہل بدعت میں سے کسی کو دلیل و برہان کے ساتھ ایمان کیطرف لوٹا دیں۔ اور امت محمدیہ کی راہ پر متمسک کریں کیونکہ اس وقت جو شخص امر معجز کو اپنے دعویٰ کی سچائی پر پیش کرتا تھا۔ وہ اب مفقود ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے۔ اور اولیاء اللہ بھی اس وقت میں خال خال نظر آتے ہیں۔ سو علمائے علم کلام کی دلیل قائم مقام معجزہ اور کرامات اس شخص کے حق میں ہے۔ جو دلیل عقلی کا معترف ہو۔ پس دلیل کیطرف رجوع کرنے والے کا اسلام۔ تلوار کی طرف رجوع کرنے والے سے صحیح و انسب ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ ممکن ہے جس شخص پر تلوار اور جبراً اسلام میں داخل کرنے کے لئے اٹھائی جائے وہ خوف سیف سے منافقانہ رنگ میں مسلمان ہوگا۔ اور دل سے کافر ہی رہے گا۔ اور صاحب دلیل کا حال ایسا نہیں ہوتا۔ منصف مزاج شخص کے لئے اتنا کافی ہے۔

غیبی ندا عرصہ قریباً ۴۰ سال کا ہوا۔ بندہ حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ ہم غسل خانہ میں غسل کر رہے تھے غسلخانہ کی نالی سے تین دفعہ آواز آئی "نظام دین فعل۔ نظام دین فعل۔ نظام دین فعل" ادھر سے خبر آگئی نظام دین فعل ہو گیا ہے۔ اور نظام دین حاضر ہوا۔ تو آپ سے ناراض ہونے لگا۔ بندہ سے آپ نے فرمایا۔ اس میں میرا کیا ذمہ ہے۔" چونکہ نظام دین آپکا ناز پروردہ تھا سو وہ کہتا تھا۔ آپنے ہی مجھے فعل کرایا ہے۔

دیگر میراں بخش حکیم کرنی کا بیان ہے۔ ایکدفعہ شرقپور حاضر ہوا۔ آپنے فرمایا "ہم استرہ سے پاکی صاف کر رہے تھے۔ خیال آیا شرمگاہ پر نظر نہ کروں۔ ساتھ ہی آنکھیں بند کرلیں۔ تو غسلخانہ کی اینٹوں سے آواز آئی "کیا تو اندھا ہے۔ ہم نے آنکھیں کھول دیں"

ایک شخص مسمی مردان علی آزاد خیال کا آدمی تھا۔ کچھ نیچری خیال بھی رکھتا تھا۔ اور قادیاں بھی جانے لگا تھا۔ کسی نے اس سے کہا۔ تم شرقپور بھی جاؤ۔ مردان علی کا اپنا بیان ہے۔ کہ مَیں جب شرقپور شریف پہنچا۔ تو جناب میاں صاحب علیہ الرحمتہ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ مجھے بیعت کر لیا جائے آپ نے انکار کیا۔ مَیں نے کہا مَیں تو قادیاں جانے لگا تھا کسی نے کہا کہ شرقپور سے ہو آؤ۔ اگر آپ قبول نہیں فرماتے۔ تو مَیں قادیان چلا جاتا ہوں۔ بس میرا یہ کہنا ہی تھا۔ کہ آپ نے چپکے سے کچھ تصرف فرمایا۔ کہ میرے ہوش و حواس جاتے رہے کچھ عرصہ کے بعد ہوش میں آیا۔ تو میرے وہ آزاد خیال سب جاتے رہے۔ بندہ بھی ایک دفعہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمتہ کے ہمراہ اُس کے گاؤں میں گیا تھا۔ اسے اچھی حالت میں دیکھا۔

جنات پر تصرف

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ فیروزدین میدان قصور سے اپنی ہمشیرہ کو ہمراہ لے کر شرقپور شریف گیا۔ اور حاضر خدمت ہو کر عرض کی۔ کہ اس کو آسیب وغیرہ کا اثر ہے۔ اس لڑکی کو آپ نے اپنے گھر ٹھہرایا۔ اور تشریف لے جا کر آپ نے لڑکی سے دریافت کیا۔ اُس نے کہا ایک عورت ہے۔ جو میرے روبرو آتی ہے۔ اور مجھے طرح طرح کی تکلیف دیتی ہے۔ یہ کہتے ہی لڑکی بول اٹھی۔ کہ وہ آگئی وہ آگئی، حضرت میاں صاحب علیہ الرحمتہ نے فرمایا۔ آئی ہے۔ تو اس کے سر کے بال پکڑ کر نوچ دے۔ اس لڑکی کو آپ کے فرمانے سے جرأت ہو گئی۔ اسپر کود پڑی۔ اور اُس کے سر پر زور سے ہاتھ مارا۔ اور ایک چوٹی یا مینڈھی اُس کے سر سے اکھاڑ لی۔ جو مولی کے دھاگے سے گندھی ہوئی تھی۔ اور گلے یا بھورے رنگ کے بال تھے آپ اس بالوں کی چوٹی کو پکڑ کر مردانے مکان میں لے آئے۔ اس وقت مردانہ بیٹھک میں بہت سے آدمی موجود اور بندہ نے بھی وہ بالوں کا گچھا ہاتھ میں لے کر دیکھا۔ جب وہ لڑکی قصور آگئی۔ تو پھر آسیب نے خلل کیا۔ لڑکی مذکورہ کا بیان ہے وہ کہ اس شیطانی عورت کے ہمراہ اور بھی بہت سے ساتھی آگئے۔ اور یہ بھی اس کا بیان ہے کہ اسی حالت میں ادھر سے میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ بھی تشریف لائے۔ اور آپ نے آکر ایک تندور لوہے کا لگایا۔ اور اس میں آگ جلائی۔ اور مَیں دیکھ رہی ہوں۔ کہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمتہ ان آسیبی عورتوں کو پکڑ پکڑ کر تنور میں پھینک رہے ہیں۔ جتنا واقعہ بندہ کو یاد ہے لکھ دیا۔

ہمزاد یا روح پر تصرف

میاں قادر بخش صاحب تلیانی والے کا بیان ہے۔ کہ ایکدفعہ مَیں نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ میری صبح آنکھ نہیں کھلتی۔ آپ نے فرمایا۔ رات کو سوتے وقت کہہ دیا کرو۔ کہ قادر بخش مجھے صبح جگا دینا۔ مَیں نے اس پر عمل کیا۔ تو جس وقت میرے اٹھنے کا وقت ہوتا تھا۔ کبھی کوئی شخص میرے پاؤں کو پکڑ کر اور کبھی بازو کو کبھی سر کو ہلا کر جگا دیتا تھا۔ اگر کسی دن میں زیادہ غافل ہو جاتا۔ تو توپ کے گولے چلنے کی سخت آواز آتی جس سے گھبرا کر اٹھ بیٹھتا۔

(فادر بخش کا بیان)۔ ایکدفعہ کا ذکر ہے۔ کہ خواب میں ایک شخص نے مجھے کہا۔ کہ تم اور بھی وظیفہ کرتے ہو۔ اور اس وظیفہ کو بھی پڑھا کرو۔ جس کی لکھی ہوئی تختی میرے سامنے کی۔ مَیں نے خوب غور سے دیکھا۔ اور پڑھا۔ جس وقت مَیں بیدار ہوا۔ کچھ یاد نہ رہا۔ مگر اخیر کے لفظ "وصانی بکمالی" یاد رہ گئے۔ مَیں نے اپنے گاؤں کے امام مسجد مولوی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم کو کہا۔ کہ کوئی ایسا وظیفہ بھی ہے۔ جس کے اخیر یہ لفظ آتے ہوں۔ انہوں نے کہا۔ یاد نہیں دیکھ کر بتاؤں گا۔ بندہ دو تین دن بعد شرقپور شریف خدمت میں شام کے وقت پہنچا۔ رات آپ کے پاس رہا۔ صبح کی نماز کے بعد آپ کی خدمت میں ملکانوالی مسجد میں جا بیٹھا۔ آپ وظیفہ سے فارغ ہو کر میرے ساتھ پیار کرنے لگے۔ اور فرمایا۔ یہ وظیفہ پڑھا کرو۔ جس کا تمام مطلب میرا خواب ہی تھا۔ قصیدہ غوثیہ کا شعر ہے۔ میں نے عرض کی۔ یہ تو مجھے خواب آیا تھا۔ اور میں خواب ہی عرض کرنے آیا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ میاں میں نے بھی اسی واسطے ہی کہا ہے۔

لقاء (مؤلف)۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ حکیم احمد علی صاحب ساکن قصور بندہ کے مکان پر نصف شب کے وقت تشریف لائے۔ اور باہر دروازہ پر دستک دی۔ بندہ باہر آیا۔ پوچھا خیر ہے۔ آپ اس وقت کیسے آئے ہیں۔ حکیم صاحب نے کہا۔ مَیں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ وہ یہ کہ میرے سامنے تم ایک خط لائے ہو۔ اس خط کے شروع میں تین مرتبہ ہائے۔ ہائے۔ لکھا ہوا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے۔ کہ ہم سخت بیمار ہیں۔ اور خط حضرت میاں صاحب علیہ الرحمتہ کا معلوم ہوتا ہے۔ حکیم صاحب نے کہا۔ مَیں صبح کی گاڑی شرقپور شریف جاؤں گا۔ صبح کی گاڑی پر بندہ بھی حکیم صاحب کے ہمراہ ہو لیا۔ جب ہم شرقپور شریف پہنچے۔ تو صبح شہر کے دروازہ پر ایک شخص ملا۔ اس نے کہا۔ آپ کیسے آگئے۔ خط تو آپ کو آج ملنا تھا۔ جب حضرت میاں صاحب علیہ الرحمتہ کی خدمت میں پہنچے۔ تو آپ واقعی سخت بیمار تھے۔ آپ ہمیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ جب واپس قصور آئے۔ تو بعینہٖ وہی لفظ خط پر تھے۔ جو خواب میں دیکھے گئے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ ایک ڈاکٹر سرکوار نامی شرقپور میں بدل کر آیا۔ اُس نے بندہ سے ذکر کیا۔ کہ ہمارا ایک بیمار شاہدرہ میں تھا۔ اسے میعادی بخار تھا۔ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمتہ کی خدمت میں عرض کی۔ آپ نے خیال فرمایا۔ بخار جاتا رہا۔ ڈاکٹر کا یہ حال تھا۔ کہ دورہ سے واپس آتا۔ تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ رات کو یا دن کو جس وقت بھی شرقپور شریف آتا۔ تو ضرور حاضر ہوتا۔ یہ ڈاکٹر حیوانات کا ڈاکٹر تھا۔ وہ یہ بھی کہتا تھا۔ کہ آپ نے ہمارے اصولوں کو بھی توڑ دکھایا ہے۔ پھر شرقپور سے اس کی تبدیلی ہو گئی۔

بندہ (مؤلف)، کو کاربنکل یعنی گدھو دہانہ ہو گیا۔ قصور سے محمد سردار سیر نے حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا۔ کہ ابراہیم کو پشت پر پھوڑا دائیں طرف عین دل کے محاذ پر ہو گیا ہے۔ یہ پھوڑا

ایک بالشت لمبا اور تین گرہ چوڑا ہے۔ آپ نے خط پڑھتے ہی جواب لکھا۔ کہ جس وقت سے مَیں نے خط پڑھا ہے اسی وقت سے دست بدعا ہوں۔ مگر کام وہی ہوگا۔ جو خداوند کریم کے ارادہ میں ہے۔ پھر کرم الدین کو بندہ کے پاس بھیجا۔ اور گیارہ روپیہ بھی ہمراہ بھیجے۔ پھر خادم حسین سجادے شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا۔ آپنے فرمایا۔ کوئی ابراہیم کا مفصل حال بیان نہیں کرتا۔ غلام حسین نے سب عرض کی۔ کہ بہت تکلیف بیان کرتے تھے۔ آپنے فرمایا کہ ابراہیم کو کہہ دینا۔ کہ اپنے بزرگوں کیطرف خیال کرے۔ جب خادم حسین قصور واپس آیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں" کہ (بندہ) مجھکو کسی بزرگ نے دونو ہاتھوں میں اٹھایا ہوا ہے۔ جس طرح بچے کو بازو دراز کرکے اٹھالیتے ہیں۔ اور دونو بازوؤں کو حرکت دیکاتی ہے۔ میں خوب سویا رہتا تھا۔ کبھی یہ دیکھتا کہ قبر کی مانند ایک گڑھا ہے۔ اور مَیں لوگوں سے دریافت کرتا۔ یہ کیا ہے۔ شہ جواب دیتے۔ یہ باجہ ہے۔ میں تعجب کرتا۔ یہ باجہ کس طرح کا ہے۔ الغرض اس باجے سے ایک کیفیت ایسی طاری ہوتی۔ جو مجھے بیہوش کر دیتی۔ تمام رات سویا رہتا۔ کبھی پیشاب کے لئے اٹھتا بھی۔ تو پھر اسی کیفیت میں سو جاتا۔ آپ نے پھر حاجی عبدالرحمٰن صاحب کو قصور بھیجا۔ وہ حال دریافت کرکے شرقپور شریف چلے گئے۔ مگر حاجی صاحب وہاں جاکر پوری کیفیت بیان نہ کر سکے۔ پھر آپ نے نور الحسن شاہ صاحب کو بھیجا شاہ صاحب ماشاء اللہ بڑے ذہین ہیں۔ انہوں نے تمام حال سمجھ کر حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کر دیا۔ آپ کو سن کر تسلی ہوئی۔ اسوقت قریباً تین مہینے گذر گئے تھے۔ اور کبھی کبھی مسجد میں بھی آنے لگا تھا۔ جس وقت ذرا طاقت بحال ہوئی۔ تو بندہ شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا۔ آپنے پشت پر سے کرتہ اٹھا کر پھوڑے کے داغ کو دیکھا۔

امرتسر میں ایک شخص نے ذکر کیا۔ کہ ہمارا ایک قریبی شرقپور شریف بہت جایا کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ بار بار آنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ جب ملنے کو دل چاہے۔ گوشہ میں خیال کرکے بیٹھ جانا۔ اس شخص کا بیان ہے۔ کہ جب میں گوشہ میں بیٹھتا۔ تو آپ کی زیارت سے مشرف ہو جاتا۔

کایا پلٹ دی گئی

ایک دن بندہ سے مولوی محمد صدیق سکنہ باہڑی ضلع گوجرانوالہ نے بیان کیا۔ کہ ہمارا بھائی نہ نماز پڑھتا ہے جو نہ روزہ رکھتا۔ داڑھی منڈواتا اور لمبیں دراز رکھتا ہے۔ ہم اس کو کہتے ہیں۔ کہ تو علماء کے گھر میں کیا بلا پیدا ہو گئی ہے۔ ہم اس سے لڑتے بھڑتے تھے مگر وہ باز نہ آتا۔ میں کہیں سفر کو گیا ہوا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد گھر آیا۔ تو دیکھا۔ کہ بھائی نے داڑھی رکھی ہوئی ہے مونچھیں بھی تراشی ہوئی ہیں۔ اور پابند نماز بھی ہے۔ میں نے دیکھ کر کہا۔ کہ اس کی کایا کس نے پلٹ دی ہے بھائی نے خود جواب دیا۔ کہ میں شرقپور شریف حضرت میاں صاحب علیہ الرحمتہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ آپ نے مجھے دیکھ کر کہا۔ کہ تو نے کیا شکل بنائی ہوئی ہے۔ میرے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر اٹھا دیا۔ اور میرے اوپر ہو بیٹھے۔ اور

میرے دل پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ خدا کو رستہ اس طرف سے جاتا ہے۔ بس اس کے بعد مجھے ہدایت ہوگئی۔ مولوی محمد صدیق صاحب نے بیان کیا۔ کہ میں اثنائے بیماری میں حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی۔ مجھے توجہ فرمایئے۔ آپنے جواب میں فرمایا میں بیمار ہوں۔ اچھا آپ خیال کر کے بیٹھ جائیں۔ میں خیال کر کے بیٹھ گیا۔ آپ چارپائی پر بیٹھ گئے۔ اور آپ نے توجہ فرمائی مجھے رقت طاری ہوگئی۔ پھر فرمایا۔ کہ تم مسجد میں چلے جاؤ۔ میں جب مسجد میں آیا۔ تو اس قدر زیادہ رقت ہوئی۔ کہ اپنے آپکو سنبھال نہ سکا۔ اور بلند آواز سے رونے لگا۔

بیمار پر نسبت القا کا اثر

میاں رحیم اللہ آپ کا چچازاد بھائی تھا۔ طبیعت کا بالکل آزاد نئی روشنی کی طرز پر تھا۔ وہ تپدق سے بیمار ہوگیا۔ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ اس کی عیادت کے لیئے جاتے۔ بندہ بھی آپ کے ہمراہ دو تین دفعہ گیا۔ ایک روز میاں رحیم اللہ نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ بھائی جی مجھے کسی سلسلہ میں داخل کرلو۔ آپنے فی الفور داخل طریق فرمالیا۔ چند روز بعد آپنے بندہ سے فرمایا۔ ہم خواب میں دیکھتے ہیں۔ کہ ایک بچہ تسبیحیں پڑھتا ہوا ایک چھوٹے سے حوض میں جا داخل ہوا۔ اور اس کی تعبیر یہ فرمائی کہ رحیم اللہ فوت ہو جائے گا۔ تھوڑے دن بعد میاں رحیم اللہ صاحب کلمہ طیبہ کا تکرار کرتے کرتے داخل بحق ہوئے۔ آپ نے بندہ کو فرمایا۔ کوئی قدر کرے یا نہ کرے۔ ہم تو اس بات کی بہت قدر کرتے ہیں۔ کہ آخر وقت میں کلمہ طیبہ زبان پر جاری ہو۔

حاجی عبدالرحمن صاحب کی پہلی ملاقات اور آپکا تصرف

حاجی عبدالرحمن صاحب سید عبدالحق شاہ صاحب قصوری کے شاگرد ہیں۔ ایک دفعہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ قصور تشریف لائے بڑی مسجد میں قیام فرمایا۔ جب حاجی صاحب کو آپکے آنے کا علم ہوا۔ تو اللہ دین آہنگر کو ہمراہ لے کر بڑی مسجد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور درخواست داخل طریق ہونے کی کی تا ہیدپے بندہ (مؤلف) کو علیحدہ ہو کر فرمایا۔ کہ تم غلام اللہ کی شادی پر آؤگے۔ تو عبدالرحمن کو ہمراہ لے آنا۔ بندہ جب میاں غلام اللہ صاحب کی برات پر لاہور گیا۔ اور حاجی صاحب مذکو بھی آپ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ آپنے حاجی صاحب کو قبول فرمایا۔ ذکر قلبی اور درود شریف کی اجازت فرمائی حاجی عبدالرحمن صاحب کو جذب طاری ہوگیا۔ پھر تو حاجی عبدالرحمن صاحب میاں کریم بخش کلال کو ہمراہ لے کر بہت جلدی جلدی تشریف لے جانے لگے۔

جب حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ مکان شریف لیجاتے۔ تو اکثر لاہور میں حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ پر ٹھہرتے۔ آغا سکندر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید گیارہویں شریف کرتے اور حلقہ باندھ کر ذکر جہر معزد کرتے۔ جس سے بہت عرصہ کے بعد ان کی طبیعت میں کچھ گرمی پیدا ہو جاتی۔ اور وجد میں آجاتے حضرت

فیا نصاحب علیہ الرحمتہ نے فرمایا۔ یہ بیچارے ذکر کے کچھ عرصہ بعد ذوق میں آجاتے ہیں۔ ہم تو کچھ بھی نہیں کرتے۔ یہ فرمانا ہی تھا۔ کہ آغا صاحب رہ کے مریدوں میں سے آپکے یاروں کو بیخودی اور جذب طاری ہو گیا۔

تصرف فی العقاید

آپ فرمایا کرتے۔ کہ ہمارے علمائ انکو جو لوگ اہلسنت والجماعتہ کے مذہب سے اعراض کر کے شیعہ مرزائی وہابی وغیرہ بن جاتے ہیں کے واپس لانے کا وقوف نہیں۔ حکیم فتح محمد صاحب قصوری بندہ (مؤلف) کا چچازاد بھائی تھے۔ اور بیعت حضرت صاحب خواجہ غلام نبی صاحب للّٰہی رحمتہ اللہ علیہ سے تھے۔ کچھ آپ کی نسبت حکیم صاحب کو وسوسے پڑ گئے۔ اس لئے ذکر مراقبہ بھی چھوڑ دیا۔ ایک ڈپٹی صاحب جو مذہباً شیعہ تھے۔ حکیم صاحب سے ان کی محبت ہو گئی۔ ان کی صحبت سے طبیعت پر شیعہ مذہب کا اثر ہو گیا۔ اور بالکل ہی شیعہ مذہب اختیار کر لیا۔ حکیم نور حسن صاحب قصوری جو حکیم صاحب کے پھوپھی زاد بھائی ہیں انہوں نے حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ حکیم فتح محمد صاحب نے شیعہ مذہب اختیار کر لیا۔ آپ نے سن کر فکر فرمایا۔ اور نور حسن کے ذریعہ حکیم صاحب کو سلام بھی کہلا بھیجا۔ اور اکثر آنے جانیوالے کے ہاتھ حکیم صاحب کو السلام علیکم کہلا بھیجتے۔ ہر سلام کے بعد حکیم صاحب کی طبیعت عود کرتی جتی اکہ کتابیں تصوف کی منگوانے لگے۔ اور رجوع کر آئے۔ گیارہ مہینے بیمار رہے۔ بندہ عیادت کے لئے ہر روز حکیم صاحب کے گھر جاتا اور حکیم صاحب نے شیعہ مذہب سے توبہ کی۔ اور جان بحق تسلیم ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

بندہ کو علم ہے۔ کہ بہت سے وہابی اور شیعہ اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپکے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ اگر یہاں سب کا ذکر کیا جائے۔ تو کتاب کے طول ہونے کا اندیشہ ہے۔

دعا آسان نہیں

ایک ڈاکو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپنے دیکھ کر فرمایا۔ جاؤ تم یہاں کیوں آئے ہو۔ تم ڈاکے مارو۔ اور خلق خدا پر ظلم کرو تمہیں یہاں آنے سے کیا فائدہ ہے اس ڈاکو کے دل پر آپ کے فرمان کا ایسا اثر ہوا۔ کہ اسی وقت توبہ نصوح کر لی۔ نماز پنجگانہ اور تہجد اور ذکر مراقبہ میں مشغول ہو گیا۔ نہیں معلوم زندہ ہے یا مر گیا۔ عرصہ ہوا ہے۔ اس کو دیکھا تھا۔

اور کوئی آپ کی خدمت میں آکر دعا کی درخواست کرتا۔ تو فرماتے۔ میاں کوشش کرو۔ اور فرماتے۔ کہ لوگ دعا کو آسان سمجھ کر کہہ دیتے ہیں۔ دعا میں ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔ یعنی اسوقت فکر بہت آتا ہے۔ مگر پھر بھی آنجناب نے اپنے تصرف کو پوشیدہ رکھا ہوا تھا۔

حافظ عباس علی صاحب امام مسجد قصوری ولد میاں ولی محمد صاحب کا بیان ہے۔ ایکروز خواب میں حضرت میاں صاحب علیہ الرحمتہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی۔ ایک لڑکا میرے گھر پیدا ہوا ہے۔ اس کے بعد آٹھ نو سال ہو گئے ہیں۔ پھر کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ پھر میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ میرے دونو ہاتھوں میں ایک انڈا مرغی کا ہے

اس کے بعد پیدا رہو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد میرے گھر دو لڑکے ایک ساتھ جوڑے پیدا ہوئے۔ اور بفضل خدا دونو حافظ قرآن شریف بھی ہیں۔

(دیگر) ایک عرب مسمی عبد العزیز اتفاقاً شرقپور شریف آیا۔ جب آپکی مسجد میں پہنچا۔ تو حضرت میاں صاحب علیہ الرحمت جذب کی حالت میں کھڑے ہوئے تھے۔ جب اس عرب نے آپکو دیکھا۔ اس نے کہا "ہذا مجنون" میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی نظر اس پر پڑی۔ فوراً نظر پڑتے ہی وہ تڑپنے اور لوٹنے لگا۔ اچھل اچھل کر چھت کے قریب چلا جاتا تھا۔ اسی حالت میں اچھل کر مسجد کی چھتی پر جا پڑا۔ جب ہوش میں آیا۔ تو بیعت کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا تم مدینہ شریف چھوڑ کر ہند میں کیوں آئے۔ تمہاری بیعت یہی ہے۔ کہ واپس چلے جاؤ۔ اس نے بہت اصرار کیا۔ مگر آپ نے قبول نہ فرمایا۔ پھر وہ عرب حضرت صاحب کوٹلہ شریف والوں کی خدمت میں گیا۔ اور وہاں سے حضرت صاحب رح کو ہمراہ لے کر شرقپور شریف آیا۔ حضرت صاحبؒ کے فرمان سے آپنے اُسے بیعت سے مشرف فرمایا۔

روحانی اثرات کے کرشمے

ایک مولوی صاحب آپ کے ملنے کیواسطے شرقپور شریف میں آئے۔ آپنے انہیں دیکھ کر ایک آیت پڑھی۔ مولوی صاحب سن کر وجد میں آگئے۔ جب ہوش میں آتے تو روتے اور ساتھ یہ کہتے۔ کہ میں تو ان فقیروں کو مانتا نہیں تھا۔ اور اسی حالت میں اپنے وطن کو چلے گئے۔ پھر دوبارہ شرقپور شریف آئے۔ تو وہی حال تھا۔ آپ نے دیکھکر فرمایا۔ ہمیں تو یہ حال اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ پھر مولوی صاحب مستانہ وار واپس چلے گئے۔ جب کسی بے نماز کو دیکھتے مار پیٹ کر مسجد میں لے آتے۔ ایک روز ایک تھانیدار کو لے آئے۔ خود نماز نہ پڑھتے۔ حالت جنون اس قدر غالب تھا۔ کہ گاؤں کے لوگ بھی اُن سے تنگ آگئے۔ اور مشورہ کرتے۔ کہ ان کو ماریں پیٹیں۔ جب کوئی اُن کے روبرو آتا۔ تو ایسا رعب پڑتا۔ کہ کچھ نہ کر سکتے۔ اور حالت جنون میں ایک ہنڈری بھی رکھ لی۔ اور اس کو کندھے پر اٹھائے پھرتے۔ نہر کا کیچڑ اٹھا اٹھا کر اپنی داڑھی پر ملتے۔ کسی نے اُن سے پوچھا۔ کیا کرتے ہو؟ جواب دیا۔ کہ وسمہ لگاتا ہوں۔ ایکروز ایک فقیر ملا۔ اس نے کہا۔ کہ ہمیں شراب پلاؤ۔ جواب دیا۔ کہ ٹھہرو پلاتا ہوں۔ لوگوں نے کہا۔ مولویصاحب اگر تم کو ماریں گے دوڑ جاؤ۔ یہ سن کر فقیر تو چلا گیا۔ مگر مولوی صاحب بوتل میں دودھ ڈالکر لے آئے۔ لیکن فقیر کو وہاں نہ پایا۔ اس کے بعد پھر حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آئے (قصہ لمبا ہے مختصر کرتا ہوں) آپ توجہ سے۔ اِسے اصلی حالت پر لے آئے۔

مولٰنا مولوی عبد الرحمٰن صاحب مولوی فاضل سکنہ نواں کوٹ حالوارد قصور۔ جو حضرت میاں صاحب رح کے مخلص یاروں میں سے ہیں۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ ہمارے ایک قریبی رشتہ دار پر ایک جعلی مقدمہ اغوا کا مخالفوں نے بنا دیا۔ اور یہ کہتے۔ کہ ہمارے رشتہ دار ملزم نے ایک راجپوت عورت کے ساتھ نکاح کیا۔ اس کا خاوند پہلا مر چکا تھا۔ چند سال بیوہ رہی۔ اس عورت کے رشتہ داروں نے نکاح پر نکاح کا دعویٰ کر دیا۔ ایک اور اس کا مصنوعی

خاوند فرض کر لیا۔ عدالت میں نکاح خواں نے شہادت دی۔ کہ مَیں نے اِس کا نکاح اس آدمی کے ساتھ پڑھا ہے اور گواہوں نے شہادت دی۔ ہمارے روبرو نکاح پڑھا گیا ہے۔ نمبردار نے بھی شہادت دی۔ کہ میں بھی اس نکاح میں شامل تھا۔ اور کمیّوں نے بھی شہادت دی۔ ہم نے اِس نکاح پر اپنا حق لیا ہے۔ اور بھی گاؤں کے باشندوں نے شہادت دی۔ کہ ہم اس نکاح میں شامل ہیں۔ عدالت کو پورا پورا ثبوت پہنچ گیا۔ کوئی صورت باقی بریّت کی نہ رہ گئی۔ مولوی صاحب نے ذکر کیا۔ کہ ہمارے رشتہ دار نے مجکو مجبور کیا۔ کہ حضرت میاں صاحب کی خدمت میں میرے ہمراہ چلیں۔ اُس کے مجبور کرنے پر مولوی صاحب آپ کی خدمت میں شرقپور شریف حاضر ہوئے۔ اور تمام حال اس کا عرض کیا۔ آپ سُن کر بدست دعا ہوئے۔ قریباً پندرہ منٹ دعا فرماتے رہے۔ جب تاریخ مقدمہ کی آئی۔ تو جج نے یہ فیصلہ سنایا کہ گو تمہارے دعویٰ کا ثبوت پورا پورا پہنچ چکا ہے۔ لیکن ہم کو فکر کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ مقدمہ تم نے جعلی بنایا ہوا ہے۔ اس واسطے میں تمہارے دعویٰ کو خارج کرتا ہوں۔ اور ملزم کو بری کرتا ہوں۔ سبحان اللہ

ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ بندہ کے ہمراہ چند یار شرقپور شریف گئے ہوئے تھے۔ پہلے جناب میاں صاحب علیہ الرحمتہ کی عادت مبارک تھی۔ کہ جب بندہ واپس آتا۔ تو آپ رخصت کرنے آتے۔ لیکن اس دن یہ فرمایا۔ کہ مَیں ساتھ نہیں جاتا۔ ہم نے برستہ رائیونڈ آنا تھا۔ آپ اٹھکر کھڑے ہو گئے۔ اور رائیونڈ کیطرف منہ کر لیا۔ اور کچھ ارشاد بھی فرمایا ہم جب وہاں سے روانہ ہوئے۔ تین گھنٹوں میں رائیونڈ پہنچ گئے۔ ہر ایک آدمی اپنے اپنے پاؤں اور پنڈلیوں کو ہاتھ لگا کر دیکھتا۔ غرضیکہ تکان کا کوئی احساس وجود میں معلوم نہ ہوتا تھا۔ گویا ہم نے اتنی منزل طے ہی نہیں کی۔

میاں نظام الدین چٹھی رساں آپ کی خدمت میں خط لے کر آیا۔ آپنے فرمایا۔ نماز پڑھا کرو۔ اسنے جواب دیا نماز کیا پڑھیں۔ نماز میں دل کہیں اور جسم کہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا تیسرا کلمہ کی ایک تسبیح پڑھ لیا کرو۔ نظام الدین کا بیان ہے۔ کہ مَیں عشا کی نماز پڑھنے کو کھڑا ہوا۔ اور پہلی رکعت میں ایسا استغراق ہوا۔ کہ صبح ہو گئی۔ بندہ نے خود نظام الدین کو دیکھا ہے۔ حالت جذب میں دیوانوں کیطرح پھر رہا ہے۔ آخر اس کے افسر نے آگے شکایت لکھی۔ کہ نظام الدین چٹھی رساں دیوانہ ہو گیا ہے۔ اور اُسے نوکری سے علیحدہ کر دیا جائے۔ حکم آیا۔ کہ اُسے نوکری سے علیحدہ کیا جائے۔ اِن دنوں میں بندہ بھی شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا۔ اور آپکی خدمت میں عرض کی۔ کہ یہ بیچارہ نظام الدین کام سے علیحدہ کیا گیا ہے۔ آپ نے پوسٹ ماسٹر کو بلا کر کچھ فرمایا۔ چنانچہ اس نے اسے پھر کام پر بحال کر دیا ہے چٹھی بانٹنے کے وقت کسی قسم کی غلطی نہ ہوتی تھی۔ باقی ہر وقت مجذوبانہ حالت میں رہتا۔ اُس کے تمام قبیلے کے لوگ بے نماز تھے۔ اس کی یہ حالت دیکھکر تمام نمازی ہو گئے۔ پھر اس کی تبدیلی باغبانپورہ میں ہو گئی۔ تو بندہ ایک دفعہ میاں صاحب کے ہمراہ باغبانپورہ میں گیا۔ نظام دین کے گھر کھانا کھایا۔ میاں صاحب علیہ الرحمتہ نے ایک سیب نظام الدین کو دیا۔ اور فرمایا یہ سیب کسی کو نہ دینا۔ اور تم دونو میاں بیوی اس کو کھا لینا۔ چونکہ نظام الدین کے

گھر اولاد کوئی نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے گھر لڑکا عطا کیا۔ تو نظام الدین نے بندہ سے کہا۔ آپ بھی مجھے کوئی وظیفہ بتلائیں۔ چونکہ اس کے کپڑے میلے اور نہائے کو کئی ہفتے گذر جاتے تھے۔ اس لئے بندہ نے کہا۔ کہ میری طرف سے یہ وظیفہ ہے۔ کہ ہر روز نہایا کرو۔ ساتھویں روز کپڑے دھو کر لباس بدلا کرو۔ نظام الدین ایک بیمار پر حضرت میاں صاحب علیہ الرحمتہ کو لے گیا۔ بیمار نے عرض کی۔ کہ مجھے کوئی وظیفہ بتلایئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا کر۔ چند یوم کے بعد وہ مریض فوت ہو گیا۔

دیگر: محمد سردار بیر قصوری کا بیان ہے۔ کہ مکان شریف عرس پر حاضر ہوئے۔ بعد ختم شریف حضرت میاں صاحب علیہ الرحمتہ نے اجازت جانے کی سب کو فرما کر آپ خود نیچے بھورے شریف مزار مبارک پر تشریف لے گئے۔ میں کچھ وقفہ کے بعد نیچے آپ کے پاس گیا۔ آپ مراقبے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں پاس کھڑا ہو گیا۔ جوں ہی آپ نے میری طرف دیکھا۔ جوش میں آکر فرمایا "وہ کھسرا ہی رہا نہ"۔ جب ایک دفعہ اجازت ہو چکی پھر کیا ضرورت تھی۔ محمد سردار کا بیان ہے۔ کہ جب میں قصور آیا۔ تو دو ماہ یا کچھ اس سے زیادہ عرصہ تک مجھکو بالکل نامردی ہو رہی۔ آخر آپ کی خدمت میں عریضہ لکھا۔ کہ حضرت میرے ذمہ ایک اور کا حق ہے۔ ورنہ اسی طرح رہوں۔ عریضہ خدمت میں پہنچتے ہی مجھے اسقدر قوت مردمی حاصل ہوئی۔ کہ پہلے سے بھی بہت زیادہ۔

چودھری حکم الدین خاں سکنہ رکھانوالہ علاقہ قصور بندہ کے پاس آیا۔ اور ذکر کیا۔ کہ چھ ماہ گذر گئے ہیں۔ میرے کندھے پر ایک رسولی تھی۔ میں نے لاہور جاکر اپریشن کرایا تھا۔ زخم تو اچھا ہو گیا۔ مگر چھ ماہ ہو گئے ہیں۔ رات دن میں کسی وقت بھی نیند نہیں آتی۔ بندہ نے اُسے کہا۔ کہ تم شرقپور شریف جاؤ۔ چنانچہ حکم الدین خاں شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا۔ آپنے تصرف فرمایا۔ اس دن کے بعد اس کو نیند آنے لگی۔ اور وہ شکایت جاتی رہی حکم الدین خاں نے بندہ سے خود ذکر کیا۔

دیگر: حکیم احمد علی صاحب قصوری کا بیان ہے۔ کہ حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی کرامات تو اس قدر مشہور ہیں۔ کہ آج زمانہ میں مخالف بھی اُن سے انکار نہیں کر سکتے۔

برکت طعام

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمتہ قصور میں تشریف لائے ہوئے تھے آپ کے مخلص مریدوں میں سے حضرۃ مولانا مولوی فضل حق صاحب مرحوم تحصیلدار ان ایام میں قصور میں بعہدہ نائب تحصیلداری متعین تھے۔ اور حضور ان کے مکان پر جو مسجد قاضی محمد سلیم صاحب کے سامنے پیرانوالہ طویلے کے نام سے مشہور ہے۔ رونق افروز تھے۔ خاکسار نے تحصیلدار صاحب کے روبرو حضور کی خدمت میں عرض کی۔ کہ آج دن کا کھانا اس عاجز کا منظور فرماویں۔ آپنے فرمایا۔ کہ مولوی صاحب ہی میزبان ہیں۔ اُن سے اجازت حاصل کرو۔ مولوی صاحب نے جو حضور پر دل وجان سے نثار تھے۔ اور آپکی خدمت کو ایمان کامل سمجھتے

تھے۔ بصد مشکل اجازت عطا فرمائی۔ اس وقت حضور کے پاس تین آدمی تقریباً موجود تھے۔ خاکسار نے چاول بگمی سوا گیارہ سیر زردہ پلاؤ.... کی قسم سے تیار کرائے۔ کھانا کھانے کے وقت قصبہ کھیم کرن ولیانی وفیروزپور اور دیگر مضافات سے اسقدر لوگ جمع ہو گئے۔ کہ موجودہ کھانا نصف آدمیوں کے لئے بھی کافی نہ تھا۔ میں دیکھ کر سخت گھبرایا۔ حضور نے میرے دل سے آگاہ ہو کر فرمایا۔ کہ حکیم صاحب کھانا لے آؤ۔ تاکہ کھلانا شروع کیا جاوے حضور نے دونو دیگچے چاولوں کے اپنے آگے رکھوائے۔ اور حکم دیا۔ کہ کھانا کھلانے والوں کو بٹھاؤ۔ اور آپ دیگچوں میں سے چاول اپنے دست مبارک سے برتنوں میں ڈالتے جاتے تھے اور خوش ہو ہو کر فرماتے تھے۔ کہ چاول تو بڑے لمبے ہیں۔ جب تمام یاران طریقت اور مہمان سیر ہی کھانا کھا کر فارغ ہو چکے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ قصور والے یار ڈیرے میں بیٹھے ہیں۔ ان سب کو بلا لاؤ۔ وہ بھی قریباً بیس آدمی ہوں گے۔ ان کو بھی آپ نے کھانا کھلا دیا۔ اور پھر خاکسار کو حکم دیا۔ کہ مولوی صاحب کے گھر بھی بھیجنا چاہیئے۔ مجھے ایک پلیٹ چاولوں کی بھر دی۔ اور میں مولوی صاحب کے گھر پہنچا آیا۔ آپ قریباً دو سو یا اس سے زیادہ آدمی کو کھلا چکے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اب تم اور ہم اطمینان سے کھائیں کیونکہ اب تم کو کوئی پریشانی نہیں ہے۔ کھانا کھانے کے بعد آپ نے فرمایا۔ کہ دونو دیگچوں میں جو چاول بچے ہیں۔ دتبرکاً گھر میں لے جاؤ۔ میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب میں نے دیکھا۔ کہ چاول جتنے دیگچوں میں لائے گئے تھے ان میں سے کوئی کمی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ میں نے چار دفعہ اس آیت کریمہ کو تلاوت کیا تھا۔ الاان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون''

دیگر۔ بندہ ایکدفعہ کا ذکر ہے۔ آپ قصور میں تشریف فرما تھے۔ چوہدری نبی بخش سکنہ ترنتارن دائم الخمر اور ہمیشہ شراب میں مخمور رہتا تھا۔ آپکی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنے شراب پینے کی بابت عرض کی۔ قاضی کرم بخش صاحب نے بھی سفارش کی حضرت میاں صاحب علیہ الرحمتہ نے اُسکے کندھے پر ہاتھ مبارک پھیرنا شروع کیا۔ اور فرمانے لگے۔ تو پی لیا کر تو پی لیا کر چوہدری نبی بخش کا اپنا بیان ہے۔ کہ شراب پینا تو درکنار شراب کو دیکھ کر مجھے نفرت آتی تھی۔ اور اس کی بدبو سے طبیعت اچھلنے لگتی ہے۔

دیگر۔ ایک دفعہ آپ فیض پور کلاں تشریف لے گئے۔ بندہ بھی ہمراہ تھا گرمی کا موسم تھا۔ قاری الٰہ بخش صاحب کے چھت پر قیام کیا۔ چند یار وہاں جمع ہو گئے۔ اس زمانہ میں آپ کے حلقہ میں جوش وخروش بہت

لہ بعض وقت عارف جب محبت میں آجاتے تھے۔ تو منہ سے وہی کہتے جاتے ہیں۔ جس سے روکنا مطلوب ہوتا ہے۔ لیکن باطنی توجہ اُس کے برخلاف ان الفاظ میں ایسی بھری جاتی ہے۔ کہ سننے والے کے دل کی کیفیت اپنے سننے کے برخلاف ابھرتی آتی ہے اور ان پیارے لفظوں سے وہ اثر دا پڑ جاتا ہے۔ کہ پھر عمر بھر وہ اثر زائل نہیں ہوتا۔ لیکن یہ ایک عارف کامل کا درجہ ہوتا ہے۔ ہر ایک کو یہ نصیب کہاں۔ کہ زہر کے اندر نوش بھر دے

ہوا کرتا تھا۔ ایک شخص کو جو وجد ہوا۔ "الامان" ایسے زور سے اچھلا کہ مسجد کے صحن میں گر پڑا۔ بندہ نے اٹھ کر دیکھا اور خیال کیا۔ کہ شائد مر گیا ہو گا۔ دو منٹ تک تو سیدھا پڑا رہا۔ پھر لوٹنے لگا۔ مگر ضرب اسے خفیف سی بھی نہ آئی۔ سبحان اللہ

(مؤلف) آپ کے تصرفات کہاں تک لکھیں۔ ڈر ہے۔ کہ کتاب طول نہ ہو جائے۔ اہل بینش کے لئے کافی ہیں اللہ کریم بطفیل ایں حضرات ہمارے عقائد درست فرما دے۔ آمین۔

باب ۱۳

ذکر مخلصین

مخلصین کا ذکر

(بندہ) ایک دفعہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ فیروز پور چھاونی تشریف لیگئے۔ حافظ محمد عبد اللہ صاحب گھڑی ساز کے مکان پر قیام فرمایا۔ حافظ صاحب کو اتنی خوشی ہوئی۔ کہ جامہ میں پھولے نہ سماتے تھے۔ اور چند یار بھی آپکے ہمراہ تھے۔ بعضے طرح طرح کے کھانے اور بسکٹ تیار کراتے۔ اور یہ بھی کہتے تھے۔ کہ آج ہمارے گھر شادی ہے۔ بندہ چونکہ مدت سے پیشاب کے عارضہ میں مبتلا رہتا ہے۔ اسواسطے بندہ کے واسطے انہوں نے علیحدہ کھانا تیار کرایا۔

ایکدفعہ آپ حضرت صاحب کوٹلہ شریف والوں کے ہمراہ قصور تشریف لائے۔ اور رات کے وقت کھانا کھانے کے لئے کوٹ فتح دین خان کو تشریف لے گئے۔ اور ادہر مولوی یار محمد صاحب جب حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ تو دیکھتے ہی گر پڑے اور بہت تڑپے اور لوٹے اور جذب کی حالت ہو گئی۔ جب ان کے ہمراہی مولوی صاحب نے یہ حالت دیکھی۔ تو الگ ہو کر کسی سے کہا۔ کہ ان پیروں نے مریدوں کو سمجھا رکھا ہے کہ جب ہم کو دیکھو گر پڑو۔ جب بندہ نے یہ بات سنی۔ تو جواب دیا۔ وہ بڑا بیوقوف گدھا ہے۔ جو ایسے پیروں کے پاس جاتا ہے۔ اور ان کے کہنے پر لوٹتا ہے۔ اور یہ حالت بناتا ہے۔ اور باوجود خود عالم ہونیکے۔ صبح حضرت صاحب ہمراہ یاروں کے خانقاہ حضرت عبد الخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر تشریف لیگئے وہاں صاحبزادہ مخدوم حسین شاہ صاحب سجادہ نشین تھے۔ ابھی عمر چھوٹی تھی۔ بہت تواضع سے پیش آئے۔ اور حضرت صاحب علیہ الرحمۃ نے تمام دن وہاں قیام فرمایا۔ اور فرمایا۔ کہ ابھی بچے ہیں۔ تربیت کی ضرورت ہے۔ پھر بعد نماز عصر واپس شہر میں تشریف لائے۔ اور رستہ میں نالے سے غسل کیا۔ اور رات کوٹ فتح دین خان میں قیام فرمایا۔

ایک دفعہ جو آپ قصور تشریف لائے۔ کچھ عرصہ ٹھہر کر پھر شرقپور تشریف لے جانے کا ارادہ کیا۔ جب اسٹیشن پر گئے تو آپ نے دریافت کیا۔ کہ غلام محی الدین شہابہ نہیں آیا۔ یہ آپ کے مخلص یاروں میں ایک تھا۔ غلام محی الدین اسی خیال سے رہ گیا۔ کہ بعض وقت آپ فرماتے تھے۔ کہ تم ہمارے پیچھے مت آؤ۔ اسی روز کے بعد وہ لاغر ہوتا گیا تھا۔ اور بیماری کوئی نہ تھی۔ عرصہ دراز کے بعد پھر طبیعت بحال ہو گئی۔ اور فوت بھی ہو گیا۔ اور ایک دفعہ جو آپ قصور تشریف لائے۔ تو حوض والی مسجد میں حافظ غلام قادر صاحب رہ سے ملے۔ اور ان سے ملکر نہایت خوش ہوئے۔ جب بھی وہ قصور تشریف لاتے کبھی آپ حافظ صاحب کے پاس چلے جاتے۔ اور کبھی حافظ صاحب آجاتے۔ ایکدفعہ حافظ غلام قادر صاحب نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ میرے پوتے غلام حیدر کے لئے دعا فرماویں۔ آپ نے دعا فرمائی۔ بعد حافظ صاحب کی وفات کے ان کے پوتے حافظ غلام حیدر صاحب حوض والی مسجد کے امام ہوئے۔ اور حضرت میاں صاحب علیہ الرحمتہ کی خدمت میں شرقپور شریف حاضر ہوتے رہے۔

ایک دفعہ بندہ شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا۔ اور تین روز رہکر اجازت مانگی۔ اور ساتھ ہی عرض کی۔ کہ بندہ کے لئے دعا فرماویں۔ کہ طبیعت اچھی ہو جائے۔ جب بندہ اجازت لے کر چلا آیا۔ تو بعد میں خادم حسین قصوری جو اُس وقت حاضر خدمت تھا۔ بیان کرتا ہے۔ کہ آپ بڑے روئے۔ اور فرمایا۔ کہ میں جس طرح کی فنا ابراہیم کی دیکھتا ہوں۔ اُس طرح کی آج تک کسی کی نہیں دیکھی" بندہ دعا کرتا ہے۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ آمین۔

ایک روز نواب رامپور شرقپور شریف آپکی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب آپ بیٹھک میں تشریف لائے تو کسی سے فرمایا۔ لحاف لپیٹ کر نواب صاحب کے پیچھے رکھدو۔ تکیہ تو ہمارے پاس نہیں ہے۔ نیز فرمایا کہ کھانا کھالو۔ جواب میں نواب صاحب نے عرض کی۔ کہ ہم لاہور سے کھانا کھا کر آئے ہیں۔ آپنے فرمایا۔ ہمارا کھانا تم کب کھاتے ہو۔ پھر فرمایا ہمارا نواب تو دین ہے۔ تم اپنے دین کو درست کر لو۔ پھر چند نصیحتیں فرما کر ان کو رخصت کیا۔

میاں محمد الدین آپکے پیر بھائی نے آپ کے متعلق خلاف حرکت کی۔ اور وہ قصہ سطح پر ہے۔ بندہ تو آپکا قدیمی ارادتمند تھا۔ اُس وقت آپکو خلافت بھی نہیں ملی تھی۔ چونکہ بندہ کو شوق بیعت کا بے حد تھا حکیم فتح محمد صاحب کے ہمراہ مولوی ارشاد حسین صاحب کی خدمت میں رامپور جانے کا ارادہ کیا۔ رات کو قصور میں حضرت عبدالخالق صاحب رہ کی خانقاہ میں سویا ہوا تھا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں۔ ایک بزرگ متبرک صورت سفید ریش انگلی اٹھا کر فرماتے ہیں۔ تم کہیں مت جانا۔ تمہارے پیر یہاں خود تشریف لائیں گے۔ وہ حافظ ہوں گے۔ قاری ہوں گے۔ عالم ہوں گے۔ اور سالک بھی ہوں گے۔ صبح اٹھ کر حکیم صاحب سے بندہ نے کہدیا۔ کہ میں رامپور نہیں جاؤں گا۔ انہوں نے وجہ پوچھی۔ تو ان سے خواب کا تذکرہ کیا۔ اس خواب

کے چھ ماہ بعد حضرت صاحب قبلہ بیربل شریف والے قصور تشریف لائے۔ بندہ آپکے حلقہ میں بغرض بیعت ہوتے داخل ہوا۔ بندہ کے دل پر ایک کیفیت طاری ہوگئی۔ آپنے بندہ کو حلقۂ ارادت میں داخل فرمایا۔ ابھی آپ قصور میں تشریف فرما تھے۔ کہ حضرت میاںصاحب علیہ الرحمۃ شرقپور سے تشریف لائے۔ آپ کے دل پر ایک نسبت کا ظہور ہوا حضرت میاںصاحب علیہ الرحمۃ نے بندہ کو فرمایا۔ کہ حضرت صاحب کی صحبت کا اتنا فیض ہوا ہے۔ جتنا اپنے اعلیٰ حضرت خواجہ صاحب کی صحبت میں ہوا کرتا ہے۔ بندہ نے عرض کی۔ کہ ہاں اس کے بعد بھی بندہ جب شرقپور شریف جاتا یا مولوی چراغدین صاحب اٹاری والے آتے۔ تو ہمارا خاص طور پر خیال فرماتے۔ اچھے اچھے کھانے پکا کر کھلاتے۔ آپ فرماتے۔ کہ جب تم دونو یا تم میں سے کوئی ایک شرقپور آئے۔ تو والدہ صاحبہ خاص طور پر کھانے کا انتظام فرماتی ہیں۔

ایکروز جناب میاںصاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر حضرت صاحب کوٹلہ شریف والوں کی خدمت میں عرض کی۔ کہ حضرت صاحب بیربل شریف والوں کی صحبت سے اتنا فیض ہوا ہے۔ حضرت صاحبؒ نے آپ سے فرمایا۔ کہ میاں اپنے پیر کے روبرو مشائخ کا ذکر نا نہیں چاہیئے۔ چونکہ میاںصاحب علیہ الرحمۃ بڑے محقق تھے اکثر ذکر حضرت صاحب بیربل شریف والوں کا کرتے رہتے۔ ایکروز حضرت صاحب کوٹلہ شریف والوں نے فرمایا جس طرح تم حضرت صاحب بیربل شریف والوں کا ذکر کرتے ہو۔ بیشک آپ ویسے ہی ہیں۔ بعد اس کے میاںصاحب نے آپ کے سامنے یہ ذکر کرنا چھوڑ دیا۔

میاں محمد دین مذکور کو بندہ کا رہنا۔ اور آپ کا خاص طرح خاطر سے پیش آنا ناگوار گذرتا تھا اُسنے حضرت صاحب کوٹلہ شریف والوں کی خدمت میں اسطرح کی باتیں کہنی شروع کیں۔ کہ یہ خوجہ قصور سے آیا کرتا ہے۔ اسکی خاطر و مدارات بہت کرتے ہیں۔ اور ہم جب شرقپور جاتے ہیں۔ ہم کو کوئی بھی نہیں پوچھتا۔ اور میاںصاحب علیہ الرحمۃ بھی فرماتے۔ ہم تو چھپڑ ہیں۔ اور وہ دریا ہیں۔ اسی طرح کی اور باتیں حضرت صاحب کی خدمت میں سنا سنا کر میاں صاحب علیہ الرحمۃ سے ناراض کرادیا۔ بتقضائے بشریت حضرت صاحبؒ آپ پر بہت ناراض۔ اور محمد الدین بھی اس ناراضگی کو روز بروز بڑہاتا رہا۔ محمد دین کی منشا یہ معلوم ہوتی تھی۔ کہ حضرت صاحبؒ ضعیف ہیں۔ بعد آپ کے میں جانشین ہوں۔ مولوی چراغ الدین صاحب سکنہ اٹاری کو جب یہ معلوم ہوا۔ تو بہت کوشش کی۔ کہ حضرۃ صاحب آپ سے راضی ہو جائیں۔ چونکہ مولوی چراغ الدین صاحب کی بیعت بھی حضرت صاحب کوٹلہ شریف والوں کے ساتھ تھی۔ اور خلافت بھی پا چکے تھے۔ ادہر میاںصاحب علیہ الرحمۃ سے بھی مولویصاحب کی بہت محبت تھی۔ ساکثر حضرت صاحب کوٹلہ شریف والوں کی خدمت میں جاتے۔ اور آپکو محمد الدین کی شرارتوں سے آگاہ کرتے۔ قصہ لمبا ہے۔ مختصر یہ کہ آخر حضرت صاحب کو راضی کر لیا۔ ابھی اثنا میں بندہ کو بھی بیربل شریف والوں کے ملنے والا ہاآپ

کے صاحبزادگاں میں سے کوئی قصور شریف حاضر ہوتا تو آپ بہت عزت کرتے۔

جب آخری سفر میں حضرت صاحبؒ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لائے۔ تو حضرت میاں صاحبؒ بھی حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت صاحب چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ جناب میاں صاحب علیہ الرحمۃ آپ کے پاؤں دبا رہے تھے۔ اور حضرت صاحبؒ جناب میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کشف وغیرہ کی باتیں دریافت فرما رہے تھے۔ جب حضرت صاحب لاہور سے وطن مولوف کی طرف تشریف لے گئے۔ بندہ اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ کو چھوڑ کر لاہور کے اسٹیشن سے واپس آ رہے تھے۔ تو بندہ کے دل میں یہ کیفیت تھی۔ کہ جس طرح کوئی چیز جسم سے چھینی گئی ہے۔ یہی کیفیت حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے بھی ظاہر کی۔ جب حضرت صاحب قبلہ وطن پہنچے۔ تو چند روز بعد آپ بیمار ہو گئے۔ فالج کے گرنے سے تکلیف زیادہ ہو گئی۔ اور آپ اسی بیماری میں جاں بحق تسلیم ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

بندہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے ہمراہ بریلی شریف خانقاہ مبارک پر حاضر ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ صاحبزادہ محمد عمر صاحب بریلوی شہر قصور آتے تھے۔ تو حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ آپ کی طرف خاص توجہ فرماتے تھے۔

حضرت صاحب کوٹلہ شریف والوں کی خدمت میں بندہ شہر قصور کئی مرتبہ حاضر ہوا۔ آپ بندہ کو بھائی جی کہہ کر مخاطب فرمایا کرتے تھے۔ اور بڑی مہربانی سے خاص توجہ فرمایا کرتے۔ آپکی صحبت بابرکت تھی۔ آپکی مجلس میں جذب اور سکر بہت واقعہ ہوا کرتا تھا بعض آدمی مجذوب ہو جاتے تھے۔ آپ تین دفعہ قصور تشریف لائے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آپ قصور تشریف فرما تھے۔ اور آپ کے ہمراہ ایک مجذوب بھی تھا۔ بیٹھے بیٹھے حضرت صاحب نے فرمایا۔ خداوند کریم کا کوئی شریک نہیں۔" وہ مجذوب بولا" اتے اوہ" آپنے غصے میں فرمایا۔ چپ کر کُتیا" اس مجذوب کا "اتے اوہ" کہنا تھا۔ کہ بندہ کو اس سے معیت کا مسئلہ خوب اچھی طرح سمجھ میں آگیا۔

صوفی اور اسکی حقیقت

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ بندہ نے ایک آدمی کے ذریعہ آپ کی خدمت میں السلام علیکم کہلا بھیجا۔ اس نے جا کر کہا۔ کہ صوفی صاحب السلام علیکم عرض کرتے ہیں" آپنے فرمایا۔ کون صوفی۔ اس نے جواب دیا۔ جی ابراہیم" آپ نے فرمایا۔ یہ لعنت کا طوق اس کے گلے میں کس نے ڈالدیا ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ صوفی میں جو صفتیں ہوتی ہیں۔ ان میں ہیں۔ پھر فرمایا کیا سوہنا نام ہے" محمد ابراہیم"۔ پھر فرمایا۔ اگر ان کو سات روز کا فاقہ ہو۔ تو کوئی ان کے پاس کھانا لائے۔ تو نہیں لیں گے؟ پھر فرمایا۔ حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کو کئی روز سے فاقہ تھا۔ ایک شخص سات بکریاں اور کئی من آٹا لایا۔ اور کہا۔ کہ یہ صوفیوں کے لئے ہے۔ خواجہ صاحب

نے فرمایا۔ ہم صوفی نہیں ہیں۔ صوفی وہ ہوتا ہے۔ جس نے اپنی نسبت شمس سے درست کی ہو یعنی آفتاب کیطرح اسکی شفقت عام ہو۔ آپنے بڑیں اور آٹا واپس کر دیا۔" بندہ کہتا ہے بالکل درست فرمایا۔ اس میں کچھ شک نہیں ہے۔ عام لوگ جس کی داڑھی لمبی دیکھتے ہیں۔ اسکو مولوی یا صوفی کہنے لگتے ہیں۔ حالانکہ انہیں کچھ پتہ نہیں ہوتا۔ کہ صوفی کسے کہتے ہیں" عارف باللہ حضرت حسین منصور بن حلاج رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں جو تعریف صوفی کی لکھی ہوئی ہے۔ وہ عرض کرتا ہوں۔ آپ نے رات دن میں چار صد سے چھ صد تک رکعت پڑھنا اپنے اوپر فرض کر لی تھیں۔

ایک دفعہ سفر حجاز میں آپ کے ہمراہ چار ہزار آدمی تھے۔ جب خانہ کعبہ میں پہنچے۔ تب برہنہ سر اور ننگے بدن ایک سال دھوپ میں کھڑے رہے۔ جس سے ہڈیوں سے گودا دمغز پگھل پگھل کر پتھروں پر گرتا تھا اور کھال پھٹی جاتی تھی۔ اور آپ وہاں سے حرکت بھی نہ کرتے تھے۔ ہر روز لوگ ایک پانی کا کٹورا اور ایک روٹی کی ٹکیہ آپ کو دیتے۔ آپ اس روٹی کے کنارے کھالیتے اور باقی روٹی آبخورہ میں رکھ دیتے۔ اور فرماتے معرفت اس کا نام ہے۔ کہ تمام موجودات کو مقام فنائیت میں دیکھے۔

اور صوفی وہ ہے۔ کہ حق کے اشارے سے کام کرے۔ اور خود درمیان سے محو ہو جائے۔ اور فقیر وہ ہے کہ ماسوی اللہ سے منہ پھیر کر اللہ تعالیٰ کیطرف رجوع کرے۔ جب حضرت منصور بن حلاج علیہ الرحمۃ کو طرح طرح کی ایذائیں دینے کے بعد سولی پر لے گئے۔ تب حضرت شبلی علیہ الرحمۃ نے کہا۔ اے منصور تصوف کیا شے ہے؟ آپ نے فرمایا۔ کہ ادنیٰ درجہ تصوف کا یہ ہے۔ کہ جو تو میرا حال دیکھ رہا ہے۔ پھر انہوں نے سوال کیا۔ بلند ترین درجہ کونسا ہے۔ آپنے فرمایا۔ تجھے وہاں تک رسائی نہیں ہے۔

قاضی ضیاء الدین صاحب لاہوری سے روائیت ہے۔ کہ مولوی یار محمد صاحب مرحوم نے ذکر فرمایا۔ کہ مولوی فضل حق صاحب مرحوم نائب تحصیلدار چونیاں سے چلے گئے تھے۔ اور حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی ان پر بڑی شفقت اور کرم نوازی تھی۔ وہ بھی بڑے نیک صالح دیانتدار اور عالم ذی مرتبہ شخص تھے۔ سرکار سے ایک سال کی رخصت لے کر حج بھی کیا۔ اور حفظ قرآن بھی کیا۔ کچھ عرصہ کی رخصت پر منٹگمری چلے گئے تھے۔ مولوی یار محمد صاحب مرحوم مولوی فضل حق صاحب کو ملنے کے لئے منٹگمری گئے۔ مولوی یار محمد صاحب کا بیان ہے۔ کہ مجھے اور میرے محترم دوست مولوی فضل حق صاحب کے ایک دن ایک عجیب امر مشاہدہ میں آیا۔ وہ یہ کہ ایکروز صبح ہوتے ہی انکو بڑی خوشی ہوئی۔ اور دل کو از حد مسرت تھی۔ صبح ہی مولوی فضل حق صاحب نے فرمایا کہ میری بیوی نے مجھ سے اور میں نے اُس سے کہا۔ کہ آج حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی خوشبو آرہی ہے۔ اور دل میں اشتیاق زیارت ہو رہا تھا ٹھیک بارہ بجے کے قریب جناب حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ تشریف لے آئے آپ کی زیارت سے عجیب کیفیت حاصل ہوئی۔

باکمال کا اعتراف

ایکدفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آغا سکندر شاہ صاحب پشاوری رح لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت میاں صاحب رح انکی مجلس میں تشریف لیگئے۔ آپکے جانےسے اُن کی مجلس میں ایک روح پھونکی گئی۔ آغا صاحب جب بھی پشاور سے تشریف لاتے۔ تو حضرت میاں صاحب رح کی خدمت میں اطلاع کر دیتے۔ اور میاں صاحب رح قبلہ لاہور تشریف لیجاتے۔ اور ایک دو دفعہ خود آغا صاحب بھی شرقپور شریف تشریف لے گئے تھے۔ بندہ بھی حضرت میاں صاحب رح کے ہمراہ آغا صاحب کے حلقۂ ذکر میں داخل ہوا۔ آپکے حلقہ میں ذکر جہر ہوا کرتا تھا۔ اسقدر بلند آواز سے ذکر ہوتا تھا۔ کہ گویا اس مکان کے اندر کوئی کارخانہ چل رہا ہے آپکے طالبوں کو جوش و خروش اور وجد بہت ہوا کرتا تھا۔

آغا سکندر شاہ صاحب رح نہایت متبرک صورت سلیم القلب بزرگ تھے حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کبھی کبھی یہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ زندگی میں دو شخصوں کو باکمال دیکھا ہے۔ ایک تو آغا صاحب علیہ الرحمۃ کو دوسرے میر جان صاحب جانشین خانقاہ حضرت آکیشاں صاحب باغبانپوری رحمتہ اللہ علیہ۔

ایک مرتبہ حضرت شاہ ابوالخیر صاحب دہلوی رح لاہور تشریف لائے ہوئے تھے یہ سنکر حضرت میاں صاحب رح بھی لاہور ان کے پاس آ گئے۔ حضرت شاہ صاحب رح آپ سے ملکر بہت خوش ہوئے۔ اور فخریہ فرمایا۔ کہ یہ دیکھو ہمارا مرید ہے۔ یعنی ہمارے طریق کا مرید ہے۔ جتنے روز حضرت شاہ صاحب نے لاہور قیام رکھا۔ حضرت میاں صاحب بھی حاضر ہوتے رہے۔ جب حضرت شاہ صاحب دہلی تشریف لے گئے۔ تو میاں امام الدین ڈہانیوالوں کے صاحبزادے دہلی شاہ صاحب رح کی خدمت میں جایا کرتے۔ تو شاہ صاحب رح انہیں فرماتے۔ کہ میاں! میاں صاحب رح کو کہو۔ کہ دہلی تشریف لائیں

باب ۱۴

آپ کی وفات

مرض الموت اور وفات

ایکروز بندہ شرقپور شریف حاضر خدمت ہوا۔ تو آپنے فرمایا۔ دیکھیں ہم دونوں میں سے کون پہلے اس جہان فانی سے رخصت ہوگا۔ بندہ نے چند یوم آپ کی خدمت میں قیام کیا۔ اور قصور واپس آگیا۔ دو ماہ کے بعد معلوم ہوا۔ کہ آپ سخت بیمار ہیں۔ اور آپ جمعہ سے مسجد میں تشریف نہیں لائے۔ ڈاکٹروں نے مشورہ دیا۔ کہ آپ کشمیر تشریف لے جائیں۔ جب کشمیر پہنچے۔ تو وہاں آپنے تین دن قیام فرمایا۔ طبیعت زیادہ علیل ہوگئی۔ پھر واپس لاہور تشریف لائے۔ وہاں آکر بندہ کو یاد فرمایا۔ بندہ لاہور حاضر خدمت ہوا۔ دو روز خدمت میں رہکر رخصت طلب کی۔ آپنے آبدیدہ ہوکر بندہ کے چہرہ پر دونو ہاتھ پھیرے۔ اور فرمایا۔ کہ میرا خیال ہے۔ کہ میری وفات کے وقت آپ اور قاری الٰہی بخش صاحب بھی میرے پاس ہوں بندہ قصور واپس آگیا۔ پانچ روز کے بعد پھر لاہور حاضر خدمت ہوا۔ ڈاکٹروں اور حکیموں نے جواب دیدیا۔ اور کہا کہ آج آپکی وفات ہوجائیگی۔ اور یہ تجویز پاس ہوئی۔ کہ آپکو شرقپور شریف لے چلیں کسی کو جرأت نہ پڑی۔ کہ عرض کرے۔ بندہ کیطرف سے دین محمد نے آپکی خدمتمیں عرض کی۔ کہ شرقپور شریف چلیں۔ آپنے فرمایا۔ یہ کس کی تجویز ہے؟ اس نے عرض کی۔ کہ ابراہیم قصور والے کی، تو آپنے فرمایا۔ کہ ابراہیم اور رب نواز خاں میرے ہمراہ چلینگے؟ اسنے عرض کی جی ہاں چلینگے۔ جب موٹر پر آپکی چارپائی رکھی گئی۔ اور ہم سب سوار ہو کر شرقپور شریف کیطرف چلے۔ تو فرمایا یہ کس کی تجویز ہے عرض کی ابراہیم کی، پھر فرمایا آج ہم کو فنائے تامہ نصیب ہوئی ہے۔ شرقپور شریف پہنچکر تقریباً ۵ یوم بیمار رہے ان ایام میں بندہ کے ذمہ کچھ قرضہ تھا۔ چار صد روپیہ آپنے عنایت فرمایا۔ ہر وقت آپکی زبان مبارک پر تبلیغ اور تلقین جاری رہی۔ اور بیس دن آپ اردو زبان میں گفتگو فرماتے رہے۔

حضرت نور الحسن شاہ صاحب کو حضرت کیلیانوالہ روانہ فرمایا۔ اور خود فرمایا جبتک ہم حضرت کیلیانوالہ میں متعین نہیں ہونگے۔ ہمارا کام نہیں بنے گا۔ اور آپنے اپنے پیر بھائی مولوی چراغدین صاحب کو تیسرا کلمہ پڑھنے کی اجازت فرمائی۔ بندہ پر بھی بہت سی مہربانیاں فرمائیں۔ جو احاطہ تحریر میں نہیں آسکتیں۔ منجملہ ان کے یہ وصیت کی۔ کہ کبھی مکان شریف چلے جایا کرنا۔ اور کبھی قصور۔ قریباً ۲۰ روز اس تصور میں رہے۔ اور فرماتے ہم مکان شریف میں ہیں۔"

تین ربیع الاول ۱۳۴۷ھ بروز پیر (دوشنبہ) بوقت پانچ بجے شام آپکو سکرات موت شروع ہوگئے۔ رات ساڑھے دس بجے وہ مرغ ملکوتی وہ شہباز لاہوتی اپنے آشیانہ کیطرف پرواز فرما گیا۔

اُسوقت بڑے زور کی آندھی چلی۔ گویا کہ جہان میں ہی اندھیرا ہو گیا۔ آدھی رات کے وقت حضور کو غسل دیا گیا صبح جب آپکا جنازہ اٹھایا گیا۔ تو آسمان نے ماتم کرتے ہوتے اشکباری شروع کی۔ اور بڑے زور سے بارش شروع ہو گئی۔ چار بجے دوپہر تک حضرت نور الحسن شاہ صاحب کے آنیکا انتظار رہا۔ آپنے عالم حیات میں فرمایا تھا۔ کہ تم بروز منگل لاہور آکر سن لینا جس وقت نور الحسن شاہ صاحب تشریف لے آئے۔ تو صاحبزادہ محمد مظہر قیوم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ جانشین مکان شریف نے نماز جنازہ کرائی۔ اور بوقت ساڑھے چھ بجے شام آپ کو قبر شریف میں اتارا گیا۔ اس وقت سات ہزار آدمی کا مجمع تھا۔ علاوہ یاروں اور عوام مسلمانوں کے سینکڑوں کی تعداد میں ہندو اور سکھ وغیرہ بھی شامل تھے۔ خداوند کریم آپ پر بے شمار رحمتیں فرمائیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جس رات آپ نے وفات پائی۔ خوشی محمد قصوری نے جو آپ کے خادموں میں سے ہے۔ خواب میں دیکھا۔ کہ ایک شخص اس کو کہتا ہے۔ کہ صبح بارش ہوگی۔ اُس نے کہا۔ تم کیسے، کہتے ہو۔ اُس شخص نے جواب میں فرمایا۔ کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے۔ خوشی محمد نے عرض کی۔ آپ کہاں ہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ آپ ایک برات کے ہمراہ گئے ہیں۔

دیگر۔ اسی رات غلام محی الدین قصوری نے خواب میں دیکھا۔ کہ میں مدینہ منورہ روضہ مقدسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوں۔ ایک جنازہ روضہ مبارک کی جالی کے پاس رکھا ہوا ہے۔ یہ غلام محی الدین حضرت میاں صاحب علیہ الرحمتہ کے یاروں میں سے ہے۔

بہت سے یاروں نے آپکو اچھی صورت میں دیکھا ہے۔ میاں نور الدین مونگا شہر قصوری کا بیان ہے۔ کہ آپ میرے پاس خواب میں تشریف لائے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک عصا ہے۔ جو خاردار ہے۔ آپنے رنجیدہ ہو کر فرمایا۔ یہ عصا تم ہاتھ میں لے لو۔ اور جو بیگانی امانتیں تمہارے پاس ہیں۔ وہ ادا کرو۔ جب میں بیدار ہوا۔ تو فکر کیا۔ کہ ہمارے پاس امانتیں کونسی ہیں۔ خیال آگیا۔ کہ ہمارے خاندان میں دو لڑکیاں ہیں۔ جو مدت دراز سے اپنے خاوندوں کے گھر نہیں جاتی ہیں۔ ان کو بھیجنا چاہیئے۔ ان کی اصلاح بہت مشکل تھی۔ صبح جب لڑکیوں کے پاس پہنچا۔ اور ان کے والدین کو سمجھایا۔ کہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمتہ خواب میں ایسا فرما گئے ہیں۔ وہ اپنی لڑکیوں کو اُن کے سسرال کے گھر چھوڑ آئے۔

اور میاں اللہ وسایا قصوری کا بیان ہے۔ میں شہر قصور شریف بغرض زیارت مرقد انور حضرت میاں صاحب علیہ الرحمتہ گیا۔ تو رات کو خواب میں دیکھا۔ کہ آپ مجھے مار رہے ہیں۔ اور فرمایا۔ کہ ابراہیم اور غلام اللہ کے معاملہ میں تو پھر کوئی بات کرے گا۔

اور بہت سے یاروں نے آپ کو خواب میں دیکھا ہے۔ اور ہر ایک کی کیفیت علیحدہ علیحدہ ہے سب

کا تحریر میں لانا مشکل ہے۔

اور ایک رات بندہ کو خواب میں ملے۔ اور فرمایا۔ اولیا راللہ تعدی سے کرامات ظاہر کرتے ہیں۔ یا عجز سے بندہ نے عرض کی۔ عجز سے ظاہر ہوتی ہیں۔ آپنے فرمایا۔ تونے خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ کا حال نہیں پڑھا۔ بندہ نے عرض کی۔ ہزار اولیاء میں سے ایک اولیا راللہ ابوالوقت ہوا کرتا ہے۔ باقی سب ابن الوقت ہوتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا۔ تونے نخشبی علیہ الرحمۃ کی کتاب نہیں دیکھی۔ بندہ نے عرض کی۔ نہیں۔ تب آپنے فرمایا ہم تجھے دکھاتے ہیں۔ جب آپ کتاب پکڑنے لگے۔ بندہ بیدار ہو گیا۔

اکثر یاروں نے خواب میں آپکو عمدہ لباس اور اچھے مکان میں دیکھا ہے۔ اور حاجی عبدالرحمٰن صاحب کو بھی آپ کے پاس بیٹھا ہوُا دیکھا ہے۔ اور حاجی صاحب کے چہرہ پر داڑھی متشرع دیکھی ہے۔

سوزِ دل

حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کا جنازہ دیکھکر حکیم علی احمد صاحب نیّر واسطی لاہوری نے مندرجہ ذیل سوزِ دل لکھا ہے ؎

شان و شوکت سے یہ کس دولہا کی آتی ہے برات ۔۔۔ تھرتھراتے ہیں فرشتے کانپتی ہے کائنات

ہر زبردست اُس کی سطوت کے مقابل زیر ہے ۔۔۔ یہ کوئی شاید محمدؐ کا بہادر شیرؒ ہے

آج اُٹھی ہے یہ کس عاشق کی میت دھوم سے ۔۔۔ وصل ہے کس کا خدائے قادر و قیوم سے

کس جنید وقت کی میّت چلی آتی ہے یہ ۔۔۔ قدسیوں کو عصمت و عفت میں شرماتی ہے یہ

لوگ کہتے ہیں ہوُا شیر محمدؒ کا وصال ۔۔۔ اٹھ گئے گویا ابوذر ہو گئے رخصت بلال

اب یہ شکلیں پھر نہ دکھلائے گی دنیا دیکھ لو ۔۔۔ مصطفےٰ کے عاشقوں کی شکل زیبا دیکھ لو

ملّتِ مرحوم کے ماتم میں اب روئیگا کون ۔۔۔ دامنوں سے داغہائے معصیت دھوئیگا کون

اے زمینِ شرقپور شیرِ الٰہی کی کچھار ۔۔۔ دفن ہوتا ہے تیری مٹی میں شیر کردگار

ہے دعا نیّر کی برسے تجھ پہ بدلی نور کی ۔۔۔ ہو ہمیشہ تجھ پہ نور افشاں تجلی طور کی

أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شجرہ منثورہ

حضرت قبلہ وکعبہ میاں صاحب قدس سرہٗ تا جمیع حضرات خاندان نقشبندیہ مجددیہ عالیہ رحمہم اللہ علیہم اجمعین

	تاریخ وصال	مزار شریف
الٰہی بحرمت حضرت سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین سیدنا و شفیعنا		
۱۔ و وسیلتنا فی الدارین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ	مدینہ منورہ
۲۔ الٰہی بحرمت حضرت صدیق اکبر ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ	۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ	مدینہ طیبہ جوار رسول
۳۔ الٰہی بحرمت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰ رجب المرجب ۳۳ھ	مدائن
۴۔ الٰہی بحرمت حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۴ جمادی الاول ۱۰۱ھ	مدائن
۵۔ الٰہی بحرمت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۵ رجب المرجب ۱۴۸ھ	مدینہ منورہ
۶۔ الٰہی بحرمت حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ	۱۴ شعبان ۲۶۱ھ	بسطام
۷۔ الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰ محرم ۴۲۵ھ	خرقان مضافات بسطام
۸۔ الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ	۴ ربیع الاول ۴۷۷ھ	فارمد طوس کے مضافات میں
۹۔ الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابویعقوب یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ	۲۷ رجب المرجب ۵۳۵ھ	مرو۔ ملک خراسان
۱۰۔ الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ	غجدوان قریب بخارا
۱۱۔ الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ	یکم شوال ۶۱۶ھ	ریوگر۔ قریب بخارا
۱۲۔ الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ	۱۷ ربیع الاول ۷۱۵ھ	انجیر فغنی " "
۱۳۔ الٰہی بحرمت حضرت خواجہ علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ	۲۷ رمضان ۷۲۱ھ	خوارزم ملک فارس
۱۴۔ الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰ جمادی الآخر ۷۵۵ھ	سماس۔ بخارا
۱۵۔ الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ	۱۵ جمادی الآخر ۷۷۲ھ	سوخار مضافات رامیتن

١٦- الٰہی بحرمت امام الطریقۃ والشریعۃ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ ٣ ربیع الاول ٧٩١ھ قصر عارفاں قریب بخارا

١٧- الٰہی بحرمت حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ ٢٠ رجب المرجب ٨٠٢ھ توچغانیاں واقع ماوراء النہر

١٨- الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ ٥ صفر ٨٥١ھ ملفتو واقع ماوراء النہر

١٩- الٰہی بحرمت حضرت چراغ خاندان خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ ٢٩ ربیع الاول ٨٩٥ھ شہر سمرقند

٢٠- الٰہی بحرمت حضرت مولانا محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ یکم ربیع الاول ٩٣٦ھ موضع وخش

٢١- الٰہی بحرمت حضرت مولانا محمد درویش رحمۃ اللہ علیہ ١٩ محرم الحرام ٩٧٠ھ اسفرار علاقہ ماوراء النہر

٢٢- الٰہی بحرمت حضرت مولانا خواجہ محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ ٢٢ شعبان ١٠٠٨ھ امکنگ قریب شہر سبزوار

٢٣- الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبد الباقی باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ ٢٥ جمادی الآخر ١٠١٢ھ دہلی ہندوستان

٢٤- الٰہی بحرمت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ ٢٨ صفر المظفر ١٠٣٤ھ سرہند شریف

٢٥- الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ ٩ ربیع الاول ١٠٧٩ھ سرہند شریف

٢٦- الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبد الاحد رحمۃ اللہ علیہ ٢٧ ذی الحجہ ١١٢٦ھ سرہند شریف

٢٧- الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ ٢٨ جمادی الثانی سنہ ھ سرہند ״

٢٨- الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد حنیف پارسا رحمۃ اللہ علیہ بامیان

٢٩- الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ کابل

٣٠- الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ عرب شریف

٣١- الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حاجی احمد رحمۃ اللہ علیہ ١٢٢٣ھ بوسیدی میاں القاسم خنس

٣٢- الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حاجی شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ مکان شریف

٣٣- الٰہی بحرمت حضرت خواجہ امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ ١٣ شوال مکان شریف

٣٤- الٰہی بحرمت حضرت خواجہ میر صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ ״

٣٥- الٰہی بحرمت حضرت خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کوٹلہ شریف

٣٦- الٰہی بحرمت غوث زماں قطب دوراں سیدنا و مرشدنا و مولانا حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ } ٣ ربیع الاول ١٣٤٧ھ شرقپور شریف (پنجاب)

چشم گر بینا بود یوسف ہر بازار ہست
دل اگر بینا بود ہر سخن اسرار ہست

(مولف عفی عنہ)

تاریخ وفات قبلہ حضرت صاحبؒ

چو مولنائے قبلہ شرقپوری
زدنیا شد رواں باکام وآرام

وصال شیرحق شیر محمدؒ
شدہ سال وصالش اے نیکونام

سے ۱۳۴۷ھ

شجرہ منظومہ

حضرت قبلہ وکعبہ میانصاحب رحمتہ اللہ علیہ (شرقپوری)

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

بخشدے یارب مجھے اپنی سخا کا واسطہ
رحم فرما شافعؐ روز جزا کا واسطہ

صدق دے یارب مجھے صدیق اکبرؓ کے لئے
فقر دے سلمانؓ محبوب پیمبر کے لئے

حضرت قاسمؓ کا صدقہ میری بگڑی تو بنا
حضرت جعفرؓ کا صدقہ دے میرے دلکو ضیا

رکھ مجھے باعافیت بہر جناب بایزیدؒ
بوالحسنؒ کا واسطہ دے مجھکو نصرت کی نوید

بوعلیؒ کا واسطہ کردے میری مشکل کو حل
دے مجھے علم طریقت اور توفیق عمل

بہر یوسفؒ قید غم سے دہر میں آزاد کر
عبد خالقؒ کے لئے عقبےٰ میں مجھ کو شاد کر

حضرت عارفؒ کے صدقے میں مجھے عرفان دے
حضرت محمودؒ کا صدقہ مجھے ایمان دے

واسطہ خواجہ علیؒ کا فقر درویشانہ دے
واسطہ بابا سماسیؒ کا دل دیوانہ دے

ایخدا بہر جناب شیرحق میر کلالؒ
حرص دنیا کو میرے بتخانہ دل سے نکال

دے مجھے صبر ورضا صدقہ بہاءالدینؒ کا
کر مجھے صحبت عطا صدقہ علاءالدینؒ کا

دے میرے دل کو سکوں یعقوبؒ چرخی کی طفیل
حضرت احرارؒ کے صدقہ میں ہوئے دل کامیل

حضرت زاہدؒ کے صدقے میں مجھے زاہد بنا
حضرت درویشؒ کے صدقے میں دے فقروغنا

خواجہ امکنگیؒ کا صدقہ داغ عصیاں کو مٹا
حضرت باقیؒ کا صدقہ دے بقا بعد الفنا

شیخ احمدؒ کے لئے غیروں کی منت سے بچا
صرف اپنا ہی مجھے محتاج رکھ اے کبریا

حضرت معصومؒ کا صدقہ دکھا کوئے رسولؐ
بس ہی ہے جبیں اب تک گیسوئے رسولؐ

کھول دے دل کی کلی بہر سعیدؒ نامدار
تاکہ میرے گلشن امید میں آئے بہار

ایخدا بہر جناب خواجہ حنفیؒ پارسا
وقت آخر نزع کی تکلیف سے مجھکو بچا

بخش دے شیخ محمدؒ کے لئے میری خطا
واسطہ حضرت زکیؒ کا اپنی الفت کر عطا

واسطہ خواجہ زماںؒ کا دے مجھے ذوقِ فنا
ایخدا بہرِ جناب خواجہ حاجی شہر حسینؒ
حشر میں جب ہو ترے دربار میں میرا قیام
بہرِ حضرت میر صادقؒ صاحب صدق و صفا
واسطہ یارب تجھے خواجہ امیر الدینؒ کا
واسطہ آخر میں دیتا ہوں تجھے اُس نام کا
عشق میں جس کے دِل حسرت زدہ دیوانہ ہے
اے خدا کیا نام پیارا ہے تیرے محبوب کا
قطبِ دوراں شیخ عالم ہادیٔ راہِ صفا
ایخدا صدقہ میاں صاحب کے نام پاک کا
ایخدا صدقے میں ان ناموں میں دلکو شاد کر

بہرِ احمدؐ قبر میں نورِ محمدؐ کی ضیا
دے میرے بے چین دِل کو دین اور دنیا میں چین
ہاتھ میں ہو میرے دامانِ نبیؐ بہرِ امامؓ
سرخرو رکھ دو جہاں میں مجکو اے میرے خدا
دے مجھے حلم و حیا رزق و شفا صبر و غنا
جو ہمیشہ تیری محبوبی کے گن گاتا رہا
شہر قبور اب جس کے اُٹھ جانے سے اک ویرانہ ہے
حضرت شیر محمدؐ صاحب جُود و سخا
نائبِ شمس الضحےٰ بدر الدجےٰ صدر العلےٰ
حشر میں ہم عاصیوں کو ظلِ رحمت میں چھپا
کفر کو برباد کر اسلام کو آباد کر

درشان حضرت میانصاحب قبلہ و کعبہ قدس سرہ العزیز

از صاحبزادہ مولانا سید منظور احمد صاحب خطیب مکان شریف

آں قدوۂ زمانہ و آں زبدۂ جہاں
آں صدر چار بالش ایوانِ اصفیار
آں دُرِّ بُرجِ رفعت و آں نجمِ اہتدا
آں راحِ رُوح و رُوحِ دل و جانِ انس و جاں
دُرِّ ثمین زاقدِ یقین بہتر و متیں
مفتونِ مہر مُہر رسولِ حبیبِ حق
بشنید بانگ ارجعی الینا چو از ملک
دردا کہ شاخِ عفت و عصمت بریدہ شد

آں شبلیٔ زماں و جنید زمانیاں
وآں شمعِ جاں فروزِ شبستانِ اتقیاء
وآں نیرِ سعادت و آں بدرِ اجتباء
وآں روحۂ ریاحِ ریاحینِ قدسیاں
شیر محمدؐ آنکہ مُد او عالمیں
آں مہرِ انور کہ برش مہر شد دو شق
وقتِ خرام گشت خراماں سوئے فلک
واحسرتا قبائے نجابت دریدہ شد

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِحُرْمَةِ هٰذِهِ الْاَسْمَاءِ كُلِّهَا رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ۔

بقلم خاکسار غلام نبی ازنٹی

وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ه

تاریخ الخلفاء

امام ہمام علامہ عصر، مفسّر و محدث عظیم مؤرخ یگانہ الامام الحافظ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطیؒ کی مشہور زمانہ تاریخ،

(جو خلافت راشدہ، عہد بنی امیہ اور بنی عباس کی ایک مستند اور جامع تاریخ ہے)
کا
اردو ترجمہ

ایک بصیرت افروز محققانہ مقدمہ کے ساتھ
جو
عہد بنی امیہ اور بنی عباس کی علمی اور فکری تاریخ پر مشتمل ہے

از

ادیب شہیر حضرت شمس بریلوی
مصنف اورنگ زیب خطوط کے آئینے میں اور مترجم غنیۃ الطالبین

ناشر
پروگریسو بکس
۴۰-بی، اردو بازار لاہور
فون: ۷۳۵۲۷۹۵